اس دور کی سب سے آسان، عام فہم اور مستند تفسیر قرآن کریم

آسان تفسیر

پارہ ۱۱

مرتب

مولانا محمد یعقوب قاسمی

سابق استاذ حدیث وتفسیر دار العلوم سہارنپور

دار التفسیر دار العلوم دیوبند

ترجمہ: حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

50/=

شائع کردہ

ادارہ دعوت وتبلیغ

گلی آئی سی چنگی منڈی سمیتی روڈ سہارنپور یوپی موبائل 9837375773

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ

اور ہم نے قرآن کو نصیحت حاصل کرنے کیلئے آسان کر دیا ہے سو کیا کوئی نصیحت حاصل کرنیوالا ہے

قرآن شریف کی

آسان تفسیر

اردو

قدیم وجدید مستند و معتبر کتب تفاسیر کے ماخذ کی روشنی میں

ترجمہ قرآن شریف

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی علیہ الرحمہ

مرتب

محمد یعقوب قاسمی فاضل دار العلوم دیوبند

پارہ یعتذرون ۱۱

ادارہ دعوت و تبلیغ گلی ۲ آلی کی چنگی سہارنپور

فہرست عنوانات آسان تفسیر اردو پارہ ۱۱

عنوانات	صفحہ
منافقین کے جھوٹے **عذر**	۳
دیہاتی منافقین کی حرکتیں	۵
چھپے ہوئے منافق	۷
ابو عامر کی اسلام دشمنی	۱۲
مسجد ضرار کی مثال	۱۴
مسجد ضرار کو ڈھا دینا	۱۴
فوائد آیات	۱۴
واقعۂ شانِ نزول	۱۶
تفسیر آیات	۱۶
مجاہدین کی آٹھ صفات	۱۶
واقعۂ شان نزول	۱۸
ایک سوال کا جواب	۱۸
سیح کی فضیلت	۲۳
جہاد فرض کفایہ ہے	۲۵
جہاد میں ترتیب کیا ہو؟	۲۵
مجاہدین کو ہدایت	۲۶
آیات قرآنیہ میں غور وفکر کرنا ایمان میں ترقی کا ذریعہ ہے	۲۷
حضور پوری مخلوق کے خیرخواہ ہیں	۲۹
کلام اللہ کی آخری آیتیں اور انکی فضیلت	۲۹
بندگی کے لائق صرف خدا کی ذات ہے	۳۱
انسان کے دو گروہ	۳۴
اپنے لئے بددعا کرنے کی ممانعت	۳۶
مشرکین عرب کے ایک غلط مطالبہ کی تردید	۳۹
سب سے بڑا ظالم	۴۰
فرمائشی معجزہ پورا نہ کرنے کی حکمت	۴۲
دنیوی زندگی کی مثال	۴۴
مشرکین سے سوالات	۴۸
قرآن کریم اللہ کا کلام ہے	۵۱
حشر کا ایک منظر	۵۵
عذاب کب آئے گا؟	۵۷
قرآن نسخۂ شفا ہے	۵۹
اولیاء اللہ کیلئے خوشخبری	۶۲
اولیاء اللہ کون ہیں	۶۳
اولیاء اللہ کی پہچان	۶۳
اولیاء اللہ سے محبت کا فائدہ	۶۳
ولایت حاصل کرنے کا طریقہ	۶۴
ایک شبہ کا جواب	۶۶
قوم نوح پر عذاب خداوندی	۶۸
حضرت موسیٰ کی فرعونیوں کیلئے بددعا	۷۳
فرعون کی تمام دولت کو پتھر بنادیا گیا	۷۴
فرعون کی ہلاکت	۷۵
کیا فرعون کی لاش اب تک محفوظ ہے؟	۷۶
واقعۂ قوم یونس	۸۰
اہمیت سورۂ ہود	۸۶

يَعْتَذِرُوْنَ اِلَيْكُمْ

یہ لوگ تمہارے سامنے عذر پیش کرینگے

اِذَا رَجَعْتُمْ اِلَيْهِمْ ؕ قُلْ لَّا تَعْتَذِرُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكُمْ قَدْ

جب تم ان کے پاس واپس جاؤ گے آپ کہہ دیجئے کہ یہ عذر پیش مت کرو ہم کبھی تم کو سچا نہ سمجھیں گے اللہ

نَبَّاَنَا اللّٰهُ مِنْ اَخْبَارِكُمْ ؕ وَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ

تعالیٰ ہم کو تمہاری خبر دے چکے ہیں اور آئندہ بھی اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ تمہاری کارگذاری

ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ

دیکھ لیں گے پھر ایسے کے پاس لوٹائے جاؤ گے جو پوشیدہ اور ظاہر سب کا جاننے والا ہے پھر وہ تم کو تبلا دیگا

تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۴﴾ سَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ اِذَا انْقَلَبْتُمْ اِلَيْهِمْ

جو جو کچھ تم کرتے تھے . ہاں وہ اب تمہارے سامنے اللہ کی قسمیں کھاجائیں گے جب تم ان کے پاس واپس

لِتُعْرِضُوْا عَنْهُمْ ؕ فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمْ ؕ اِنَّهُمْ رِجْسٌ ز وَّمَاْوٰىهُمْ

جاؤ گے تاکہ تم ان کو ان کی حالت پر چھوڑ دو سو تم ان کو ان کی حالت پر چھوڑ دو وہ لوگ بالکل گندے ہیں اور ان کا

جَهَنَّمُ ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۹۵﴾ يَحْلِفُوْنَ لَكُمْ لِتَرْضَوْا

ٹھکانا دوزخ ہے ان کاموں کے بدلے میں جو کچھ وہ کیا کرتے تھے یہ اس لئے قسمیں کھاوینگے کہ تم ان سے

عَنْهُمْ ۚ فَاِنْ تَرْضَوْا عَنْهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَرْضٰى عَنِ الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۹۶﴾

راضی ہوجاؤ سواگر تم ان سے راضی ہوجاؤ تو اللہ تعالیٰ تو ایسے شریر لوگوں سے راضی نہیں ہوتا

منافقین کے جھوٹے عُذر

ان آیات میں ان منافقین کا ذکر ہے جو جھوٹے حیلے بہانے کر کے جنگ تبوک میں شریک نہیں ہوئے تھے. ان کے متعلق فرمایا جارہا ہے کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم جب آپ جنگ تبوک سے واپسی پر مدینہ طیبہ پہونچیں گے تو یہ منافق آکر آپ کے سامنے جھوٹے عذر بیان کریں گے کہ ہم فلاں فلاں مجبوری کی وجہ سے آپ کے ساتھ جہاد میں نہ جاسکے، چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ جد بن قیس وغیرہ ستر منافقوں نے قسمیں کھا کر

آپ سے جھوٹے عذر بیان کیے۔

مدینہ طیبہ پہونچنے سے پہلے ہی ان آیات کو نازل فرما کر حق تعالیٰ شانہ نے اپنے پیارے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو باخبر فرما دیا تھا کہ منافق جھوٹے عذر پیش کریں گے آپ ان کو تسلیم مت کرنا اور صاف کہہ دینا کہ تم جھوٹے ہو بذریعہ وحی اللہ نے مجھے تمھارے ان تمام گندے خیالات اور بُرے ارادوں سے باخبر کر دیا ہے جن کو تم چھپائے ہوئے ہو

وَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ یعنی اور آئندہ اللہ اور اس کا رسول تمھارے عمل کو دیکھیں گے کہ تم نفاق سے توبہ کرتے ہو یا اس پر قائم رہتے ہو، اس آیت میں منافقین کو مہلت دی گئی ہے کہ اب بھی توبہ کریں نفاق چھوڑ دیں اور سچے مسلمان بن جائیں اس سے ان کے پچھلے گناہ معاف ہو جائیں گے۔

اس کے بعد حضور علیہ السلام کو یہ ہدایت فرمائی گئی کہ جب یہ منافق لوگ قسمیں کھا کر آپ کو تسلی دینا چاہیں کہ ہم واقعتاً مجبور تھے تو آپ ان کو ان کی حالت پر چھوڑ دیجئے، ان کو کسی قسم کا لعن طعن اور ملامت نہ کیجئے کیونکہ ان کے دل میں ایمان تو ہے نہیں کہ ملامت کرنے سے راہ راست پر آجانے کی امید ہو لہذا ان کو ان کے حال پر ہی چھوڑ دینا بہتر ہے اور اگر یہ لوگ قسمیں کھا کر آپ کو راضی و خوش کرنا چاہیں کہ آپ ہمارے ساتھ پہلے جیسا معاملہ کیجئے تو آپ ان سے راضی مت ہونا اور اگر بالفرض راضی ہو بھی گئے تو آپ کا راضی ہو جانا ان کے حق میں سودمند نہ ہوگا، کیونکہ آپ کا رب ایسے شریر اور نافرمان لوگوں سے راضی نہیں ہوتا، اور جس سے اللہ راضی نہ ہو اس کے لئے رہائی و نجات کی کوئی راہ نہیں۔

اَلْاَعْرَابُ اَشَدُّ كُفْرًا وَّنِفَاقًا وَّاَجْدَرُ اَلَّا يَعْلَمُوْا حُدُوْدَ مَآ

دیہاتی لوگ کفر اور نفاق میں بہت ہی سخت ہیں اور ان کو ایسا ہونا ہی چاہئے کہ ان کو ان احکام کا

اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿٩٧﴾ وَمِنَ الْاَعْرَابِ

علم نہ ہو جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول پر نازل فرمائے ہیں اور اللہ تعالیٰ بڑے علم والے بڑی حکمت والے ہیں اور ان دیہاتیوں میں سے

مَنْ يَّتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ مَغْرَمًا وَّيَتَرَبَّصُ بِكُمُ الدَّوَآئِرَ ؕ عَلَيْهِمْ

بعض بعض ایسا ہے کہ جو کچھ وہ خرچ کرتا ہے اس کو جرمانہ سمجھتا ہے اور تم مسلمانوں کے واسطے گردشوں کا منتظر رہتا

دَآئِرَةُ السَّوْءِ ؕ وَاللّٰهُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ﴿۹۸﴾ وَمِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ

ہے بُرا وقت انہیں پر پڑنے والا ہے، اور اللہ تعالیٰ سنتے ہیں جانتے ہیں اور بعض اہل دیہات ایسے بھی ہیں جو

یُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَیَتَّخِذُ مَا یُنْفِقُ قُرُبٰتٍ عِنْدَ اللّٰهِ

اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں اور جو کچھ خرچ کرتے ہیں ان کو عنداللہ قرب حاصل

وَصَلَوٰتِ الرَّسُوْلِ ؕ اَلَآ اِنَّهَا قُرْبَةٌ لَّهُمْ ؕ سَیُدْخِلُهُمُ اللّٰهُ

ہونے کا ذریعہ اور رسول کی دعا کا ذریعہ بناتے ہیں یاد رکھو کہ ان کا یہ خرچ کرنا بیشک ان کیلئے موجب قربت

فِیْ رَحْمَتِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۹۹﴾ ع ۱۲

ہے ضرور ان کو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت میں داخل کر لیں گے اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت والے بڑی رحمت والے ہیں

دیہاتی منافقین کی حرکتیں

پہلی آیات میں مدینہ منورہ کے رہنے والے منافقین کا تذکرہ تھا اب ان آیات میں ان منافقوں کا ذکر ہے جو مدینہ طیبہ کے دیہاتوں میں آباد تھے ان کے متعلق ارشاد ہے کہ یہ لوگ کفر و نفاق میں بہت ہی سخت ہیں جس کی وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ علم اور علماء سے دور رہتے ہیں، جہالت ان میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوتی ہے اسی وجہ سے ان کا کفر و نفاق بھی بڑھا ہوا ہوتا ہے۔

ان دیہاتیوں میں بہت سے ایسے بھی ہیں کہ ان میں کفر و نفاق کے علاوہ بخل بھی ہے، اور مسلمانوں سے دشمنی بھی چنانچہ ان کا یہ حال ہے کہ جہاد یا زکوۃ کے نام پر جو کچھ دیتے ہیں اس کو جرمانہ اور تاوان سمجھتے ہیں، جس کو دیتے ہوئے ان کی جان نکلتی ہے کیونکہ حقیقت میں تو یہ مسلمان ہیں نہیں، جو خدا کے حکم کے سامنے ہر چیز قربان کرنا آسان ہو بلکہ صرف دکھاوے کے لئے اور اپنے جان و مال کی حفاظت کے لئے اپنے آپ کو مسلمان تبلاتے ہیں اسی لحاظ میں زکوۃ و نماز وغیرہ مرے جی سے ادا کرتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ ان کی دلی خواہش یہ ہوتی ہے کہ مسلمانوں پر کوئی مصیبت و آفت آن پڑے جس سے یہ تباہ و برباد ہو جائیں، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ بُرا وقت انھی پر آئیگا مسلمانوں پر نہیں، چنانچہ روز بروز مسلمانوں کو فتح ہوتی گئی اور کفار و منافق ذلیل و رسوا ہوتے گئے۔

ان دیہاتی منافقوں کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم ان کے نفاق کی سب باتیں جانتے ہیں، لہٰذا ان کو سخت سزا دیں گے۔

اس کے بعد اللہ پاک نے دیہات کے ان لوگوں کا ذکر بھی فرمایا جو سچے پکے مسلمان ہیں ، ارشاد ہے کہ ان گاؤں والوں میں بہت سے ایسے حضرات بھی ہیں جو اللہ پر اور قیامت کے دن پر پورا پورا ایمان رکھتے ہیں اور جو کچھ نیک کاموں پر خرچ کرتے ہیں اس کو اپنے رب کی رضا و خوشنودی اور تقرب کا ذریعہ سمجھتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں کے حصول کا سبب سمجھتے ہیں، کیونکہ حضورؐ کی عادت مبارکہ تھی کہ راہ مولیٰ میں خرچ کرنے والوں کے لئے دعا فرماتے تھے ۔

ان لوگوں کو اللہ پاک نے خوشخبری دی ہے کہ یاد رکھو ان لوگوں کا ہمارے لئے مال خرچ کرنا ہماری رضا و قرب کا ذریعہ ہے اور ہم ضرور اپنی خاص رحمت (جنت) میں داخل کریں گے کیونکہ ہم بڑی مغفرت و رحمت والے ہیں، اس لئے ان کے گناہ معاف کر کے انھیں اپنی رحمت کے سائے میں ڈھانپ لیں گے ۔

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ

اور جو مہاجرین اور انصار سابق اور مقدم ہیں اور جتنے لوگ اخلاص کے ساتھ ان کے پیرو ہیں اللہ

اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ ۙ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ

ان سب سے راضی ہوا اور وہ سب اس سے راضی ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے

لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ

ان کے لئے ایسے باغ مہیا کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی جن میں ہمیشہ ہمیشہ

ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿١٠٠﴾

رہیں گے یہ بڑی کامیابی ہے

تفسیر :- اس آیت پاک میں ارشاد خداوندی ہے کہ میں ان مہاجرین وانصار اور تابعین سے راضی ہوں، جنھوں نے میری رضامندی اور خوشنودی حاصل کرنے میں سبقت کی ہے اور میری خوشنودی اس طرح ثابت ہے کہ میں نے ان کے لئے ایسے باغات تیار کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی جن میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے ۔

اس خوشخبری میں وہ تمام مسلمان بھی شامل ہیں جو ایمان و عمل صالح میں مکمل صحابہ کرام رضؓ کا اتباع کریں، بس اللہ ان سب سے راضی ہوئے یعنی ان کی اطاعت و عبادت کو اللہ نے قبول کرلیا اور

ان کے اعمال کو پسند فرمالیا، اور یہ سب اللہ سے راضی ہوئے یعنی اللہ کا رب اور مالک ہونا اور اسلام کا دین ہونا اور محمدؐ کا رسول ہونا انھوں نے اپنے دل سے پسند کرلیا، اور اللہ نے ان کے دلوں میں اپنی اور دین اسلام کی اور محمد عربی ؐ کی محبت ڈالدی اور جو دنیوی و اخروی نعمتیں اللہ پاک نے انھیں عطا فرمائیں ان سے وہ راضی ہوگئے، بس ان سب کے لئے اللہ پاک نے ایک ایسی عالیشان جنت تیار کر رکھی ہے جس میں ہر قسم کی نعمت موجود ہے۔ اس میں یہ لوگ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اللہ تعالیٰ ہم سب کو بھی اپنے پیارے حبیب محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام رضؓ کے نقش قدم پر چلنے والا بنائے، اللھم آمین۔

وَمِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ مُنٰفِقُوْنَ ۛؕ وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ

اور کچھ تمہارے گردو پیش والوں اور کچھ مدینے والوں میں ایسے منافق ہیں کہ نفاق کی حد کمال

مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ ۫ لَا تَعْلَمُهُمْ ؕ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ ؕ سَنُعَذِّبُهُمْ

پر پہنچے ہوئے ہیں آپ ان کو نہیں جانتے ان کو ہم ہی جانتے ہیں ہم ان کو دہری سزا دیں گے

مَّرَّتَيْنِ ثُمَّ يُرَدُّوْنَ اِلٰى عَذَابٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۰۱﴾

پھر وہ بڑے بھاری عذاب کی طرف بھیجے جائیں گے

چھپے ہوئے منافق بہت سی آیات میں ان منافقوں کا تذکرہ آیا ہے جن کا نفاق ان کی باتوں اور کاموں سے ظاہر ہوچکا تھا اور حضور علیہ السلام ان کو اچھی طرح پہچانتے

اقوال و تحقیق وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ۔ کی ایک تفسیر اوپر بیان کی گئی ہے کہ اس سے تمام صحابہ کرام مراد ہیں، حضرت تھانوی رحؒ نے بھی اسی کو اختیار فرمایا ہے، دوسری تفسیر اکثر حضرات مفسرین نے یہ کی ہے کہ مِنْ کو تبعیضیہ مانا ہے اور پھر مہاجرین و انصار کے دو طبقے کئے ہیں، ایک سابقین اولین کا، دوسرا دوسرے درجہ کے صحابہ کرام کا۔

پھر اس میں بھی اقوال مختلف ہیں، حضرت سعید بن مسیب اور قتادہ رحؒ نے فرمایا کہ سابقین اولین ان صحابہ کو قرار دیا ہے جنھوں نے دونوں قبلوں کی طرف رخ کرکے نماز پڑھی ہے، بعض نے فرمایا کہ حضرت عطا بن ابی رباح نے فرمایا کہ سابقین اولین وہ صحابہؓ ہیں جو غزوۂ بدر میں شریک ہوئے اور شعبیؒ نے فرمایا سابقین اولین وہ صحابہؓ ہیں جو حدیبیہ کی بیعت رضوان میں شریک ہوئے، تینوں اقوال کے مطابق باقی تمام صحابہؓ دوسرے درجہ میں ہیں۔

تھے کہ یہ منافق ہیں، اس آیت میں ان منافقوں کا تذکرہ ہے جو فن نفاق میں کمال کی حد کو پہونچے ہوئے تھے اور
اس قدر چالاک و ہوشیار تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کو نہ پہچان سکے کہ یہ منافق ہیں، آپ
ان کو سچا مسلمان ہی سمجھتے رہے چنانچہ اس آیت میں اللہ پاک نے واضح طور پر فرمایا ہے کہ اے محمد (صلی
اللہ علیہ وسلم) آپ بھی ان کو نہیں پہچانتے بلکہ ہم جانتے ہیں کہ یہ منافق ہیں، ہم ان کو دو بار عذاب
دیں گے، ایک عذاب یہ ہوگا کہ یہ قتل اور قید کئے جائیں گے اور دوسرا عذاب قبر میں دیا جائے گا، اور
پھر ان کو بڑے عذاب کی طرف لوٹایا جائے گا یعنی دوزخ کے عذاب کی طرف جس میں یہ ہمیشہ ہمیشہ
رہیں گے۔

اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں یہ چھپے ہوئے منافق جن کو آپ پہچان نہیں پائے کچھ تو مدینہ منورہ ہی
میں ہیں، اس سے قبیلۂ اوس و خزرج کے بعض منافق مراد ہیں، اور کچھ مدینہ طیبہ کے آس پاس بسے
ہوئے ہیں اس سے قبیلۂ مزینہ، جہینہ، اشجع، اسلم اور غفار کے بعض منافق مراد ہیں۔

وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ
اور کچھ اور لوگ ہیں جو اپنی خطا کے مقر ہو گئے جنھوں نے ملے جلے عمل کئے تھے کچھ بھلے

سَيِّئًا ؕ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۰۲﴾
اور کچھ بُرے اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ انکے حال پر رحمت کیساتھ توجہ فرماویں بلاشبہ اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت والے بڑی رحمت والے ہیں

تفسیر اس آیت پاک میں ان حضرات کی توبہ قبول ہونے کا بیان ہے جو جنگ تبوک
میں بلا کسی عذر کے شریک نہیں ہوئے تھے، ان کے متعلق ارشاد خداوندی ہے کہ
انھوں نے اپنی غلطی و قصور کا اعتراف کیا اور انھوں نے ملے جلے عمل کئے، کچھ اچھے جیسے ایمان
قبول کرنا، نماز روزہ وغیرہ ادا کرنا، جنگ تبوک کے علاوہ بہت سی جنگوں میں شریک ہونا، اور جنگ
تبوک میں شریک نہ ہونے پر نادم و شرمندہ ہو کر توبہ و استغفار کرنا، اور کچھ بُرے کام بھی کئے جیسے
بلا عذر جنگ تبوک میں شریک نہ ہونا، اور اس معاملہ میں منافقین کے ساتھ عملی موافقت کرنا۔

اقوال و تحقیق عسی اللہ ان یتوب علیہم۔ یعنی اللہ ان کو معاف کرے گا، یا ان کی توبہ قبول کریگا
لفظ عسیٰ کلام الٰہی میں تحقیق کے معنی دیتا ہے اور اس میں یہ رمز بھی ہے کہ بندہ کو اپنی
توبہ پر ناز نہیں کرنا چاہیے بلکہ اللہ سے قبولیت کی امید رکھے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جنگ میں بلاکسی عذر کے شریک نہ ہونے والے دس حضرات تھے بعد میں ان کو اپنے اس فعل پر ندامت ہوئی اور ان میں سے سات حضرات نے اپنے آپ کو مسجد نبوی کے ستونوں کے ساتھ رسّی سے باندھ لیا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان حضرات کے متعلق معلوم کیا تو آپ کو تبلایا گیا کہ انھوں نے یہ عہد کرکے اپنے آپ کو باندھا ہے کہ جب تک حضور ہماری غلطی معاف فرماکر ہم سے راضی ہوکر اپنے دست مبارک سے نہ کھولیں گے تب تک ہم اسی طرح بندھے کھڑے رہیں گے، آپ نے اس کے جواب میں فرمایا کہ انھوں نے منافقوں جیسا بہت بڑا جرم کیا ہے، اس لئے میں ان کو اس وقت تک نہیں کھولوں گا جب تک کہ حق تعالیٰ ان کے کھولنے کا مجھے حکم نہ فرمائیں گے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی جس میں ان کی توبہ قبول کرلی گئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو کھولنے کا حکم دیا، ان حضرات میں سے جب حضرت ابولبابہ رضہ کو کھولنے لگے تو انھوں نے کہا کہ جب تک رسول خدا مجھ سے راضی وخوش ہوکر اپنے دست مبارک سے نہ کھولیں گے میں اس وقت تک بندھا ہی رہوں گا، چنانچہ جب آپ صبح کی نماز کے لئے تشریف لائے تو حضرت ابولبابہ رضہ کو اپنے دست مبارک سے کھولا۔

خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَصَلِّ

آپ ان کے مالوں میں سے صدقہ لے لیجئے جس کے ذریعہ سے آپ ان کو پاک صاف کردیں گے

عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۰۳﴾

اور ان کے لئے دعا کیجئے بلاشبہ آپ کی دعا ان کے لئے موجب اطمینان ہے اور اللہ تعالیٰ خوب سنتے ہیں خوب

اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ هُوَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَيَاْخُذُ

جانتے ہیں کیا ان کو یہ خبر نہیں کہ اللہ ہی اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور وہی صدقات کو قبول

الصَّدَقٰتِ وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۰۴﴾

فرماتا ہے اور یہ کہ اللہ ہی توبہ قبول کرنے کی صفت اور رحمت کرنے کی صفت میں کامل ہے

شانِ نزول جس وقت ان حضرات کو ستونوں سے کھول دیا گیا تو یہ اپنا مال لے کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا، آپ ہمارا یہ مال بطور صدقہ قبول

فرما لیجئے اور ہمارے لئے دعاء مغفرت کیجئے، آپؐ نے فرمایا کہ مجھے تمہارا مال لینے کی اجازت نہیں اس پر یہ آیت نازل ہوئی جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدایت فرمائی گئی کہ آپ ان کا مال قبول کر لیجئے یہ صدقہ ان کو گناہوں سے پاک کر دے گا، اور آپ ان کے لئے دعاء مغفرت کیجئے آپ کی دعا ان کے لئے دلی سکون کا سبب بنے گی۔

بہر حال آپؐ نے ان کا مال قبول فرما لیا اور ان کے ساتھ آپؐ کے اور تمام صحابۂ کرام رضؓ کے پھر سے پہلے جیسے خوشگوار تعلقات ہو گئے، یہ دیکھ کر وہ لوگ تعجب کرنے لگے جو جنگ تبوک میں شریک نہیں ہوئے تھے اور بعد میں انھوں نے توبہ بھی نہیں کی تھی، کہنے لگے کل تو ان کے ساتھ ہمارے جیسا معاملہ تھا کہ ان سے بائیکاٹ کر دیا گیا تھا اور آج یہ بھائی بھائی بن گئے ایسا انھوں نے کیا کمال کر دکھایا، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اَلَمْ یَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰہَ الخ یعنی کیا ان کو یہ خبر نہیں کہ اللہ ہی اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور وہی صدقات کو قبول فرماتا ہے۔ بس اللہ پاک نے ان حضرات کی توبہ قبول کی اور اپنی رحمت سے حضورؐ کو ہدایت فرمائی کہ ان کے لئے دعاء مغفرت کریں، اس سبب سے صحابہ رضؓ نے ان حضرات کو پھر سے اپنا بھائی بنا لیا۔

وَقُلِ اعْمَلُوْا فَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ۭ

اور آپ کہہ دیجئے کہ عمل کئے جاؤ سو ابھی دیکھے لیتا ہے تمہارے عمل کو اللہ تعالیٰ اور اس

وَسَتُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا

کا رسولؐ اور اہل ایمان اور ضرور تم کو ایسے کے پاس جانا ہے جو تمام چھپی اور کھلی چیزوں کا جاننے والا ہے

كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۰۵﴾ وَاٰخَرُوْنَ مُرْجَوْنَ لِاَمْرِ اللّٰهِ اِمَّا يُعَذِّبُهُمْ

سو وہ تم کو تمہارا سب کیا ہوا بتلا دے گا اور کچھ اور لوگ ہیں جن کا معاملہ خدا کے حکم آنے تک ملتوی

وَاِمَّا يَتُوْبُ عَلَيْهِمْ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۱۰۶﴾

ہے کہ ان کو سزا دے گا یا ان کی توبہ قبول کرے گا اور اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا اور حکمت والا ہے

تفسیر

اس آیت میں ان حضرات کو جن کی توبہ قبول ہوئی اور عام مومنین کو ڈرانے کے لئے فرمایا گیا ہے کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان سے یہ کہہ دیجئے کہ جو چاہو عمل کئے جاؤ اللہ اور اس کے رسول اور

مسلمانوں کو آپ معلوم ہو جائے گا اور پھر مرنے کے بعد تم ایسی ذات کی طرف لوٹائے جاؤ گے جو ہر قسم کی ڈھکی چھپی اور ظاہری دکھلی بات کو خوب جانتا ہے. بس وہ تم کو تمہارا کیا ہوا سب کچھ بتلادے گا کہ تم دنیا میں یہ اچھا کام کر کے آئے ہو اور یہ بُرا، اور تمہارے اعمال ہی کے مطابق تم کو جزا و سزا دے گا، جو حضرات بلا کسی عذر کے جنگ تبوک میں شریک نہیں ہوئے تھے وہ دس تھے ان میں سے سات حضرات کا ذکر تو اوپر گذرا کہ انھوں نے اپنے آپ کو مسجد کے ستونوں سے باندھ لیا تھا، اللہ نے ان کی توبہ قبول کی. بقیہ تین حضرات کا بیان اس آیت میں ہے ۔ وَاٰخَرُوْنَ مُرْجَوْنَ الخ یعنی اور کچھ وہ لوگ ہیں جن کا معاملہ خدا کا حکم آنے تک ملتوی ہے کہ ان کو سزا دے یا ان کی توبہ قبول کرے، ان تینوں حضرات کے متعلق حضورؐ نے صحابۂ کرام رضؓ کو یہ حکم فرمایا تھا کہ ان سے مکمل بائیکاٹ رکھا جائے، سلام وکلام قطعًا نہ کیا جائے، اس معاملہ سے ان پر یہ اثر پڑا کہ ان کی حالتوں میں سدھار ہوا اور اخلاص کے ساتھ انھوں نے اپنے جرم کا اعتراف کیا اور پھر سچے دل سے حق تعالیٰ سے توبہ واستغفار کیا تو ان کے لئے بھی معافی کا حکم صادر ہوا اور ان کے ساتھ بھی پھر سے بھائی جیسا معاملہ شروع کر دیا گیا۔

وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّكُفْرًا وَّتَفْرِيْقًا بَيْنَ

اور بعضے ایسے ہیں جنھوں نے ان اغراض کے لئے مسجد بنائی ہے کہ ضرر پہنچائیں اور کفر کی باتیں کریں

الْمُؤْمِنِيْنَ وَاِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ مِنْ قَبْلُ ؕ

اور ایمانداروں میں تفریق ڈالیں اور اس شخص کے قیام کا سامان کریں جو اس کے قبل سے خدا و رسولؐ کا

وَلَيَحْلِفُنَّ اِنْ اَرَدْنَآ اِلَّا الْحُسْنٰى ؕ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ

مخالف ہے اور قسمیں کھا جاویں گے کہ بجز بھلائی کے اور ہماری کچھ نیت نہیں اور اللہ گواہ ہے کہ

لَكٰذِبُوْنَ ﴿۱۰۷﴾ لَا تَقُمْ فِيْهِ اَبَدًا ؕ لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى

وہ بالکل جھوٹے ہیں آپ اس میں کبھی کھڑے نہ ہوں البتہ جس مسجد کی بنیاد اول دن سے تقویٰ

التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ ؕ فِيْهِ رِجَالٌ

پر رکھی گئی ہے وہ اس لائق ہے کہ آپ اس میں کھڑے ہوں اس میں ایسے آدمی ہیں کہ وہ خوب

يُحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا ۭ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ ۝۱۰۸

پاک ہونے کو پسند کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ خوب پاک ہونے والوں کو پسند کرتا ہے

اَفَمَنْ اَسَّسَ بُنْيَانَهٗ عَلٰي تَقْوٰى مِنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٍ خَيْرٌ

پھر آیا ایسا شخص بہتر ہے جس نے اپنی عمارت کی بنیاد خدا سے ڈرنے پر اور خدا کی خوشنودی

اَمْ مَّنْ اَسَّسَ بُنْيَانَهٗ عَلٰي شَفَا جُرُفٍ هَارٍ فَانْهَارَ بِهٖ

پر رکھی ہو یا وہ شخص جس نے اپنی عمارت کی بنیاد کسی گھاٹی کے کنارے پر جو کہ گرنے ہی کو ہو رکھی

فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝۱۰۹ لَا

ہو پھر وہ اس کو لے کر آتش دوزخ میں گر پڑے اور اللہ تعالیٰ ایسے ظالموں کو سمجھ ہی نہیں دیتا ان کی یہ

يَزَالُ بُنْيَانُهُمُ الَّذِيْ بَنَوْا رِيْبَةً فِيْ قُلُوْبِهِمْ اِلَّآ اَنْ

عمارت جو انھوں نے بنائی ہے ہمیشہ ان کے دلوں میں کانٹا سا کھٹکتی رہے گی ہاں مگر ان کے دل ہی اگر فنا

تَقَطَّعَ قُلُوْبُهُمْ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝۱۱۰ ع ۱۳/۲

ہو جاویں تو خیر اور اللہ تعالیٰ بڑے علم والے بڑی حکمت والے ہیں

ابو عامر کی اسلام دشمنی

ابو عامر راہب حضور علیہ السّلام کا مسلمانوں کا اور مذہب اسلام کا سخت مخالف تھا اس نے اپنی دشمنی نکالنے کے لئے ایک تدبیر یہ اختیار کی کہ قبیلہ غنم بن عوف کو تیار کیا کہ تم ایک مسجد بناؤ اور اس میں خوب اسلحہ جمع کرلو. میں ملک شام قیصر روم کے پاس جارہا ہوں وہاں سے رومیوں کا ایک لشکر ساتھ لاکر محمد اور اس کے ساتھیوں کو یہاں سے نکال دیں گے۔

چنانچہ بارہ منافقوں نے مل کر یہ مسجد تیار کی اور اپنی پالیسی کو کامیاب بنانے کے لئے یہ پروگرام بنایا کہ ایک نماز اس مسجد میں محمد عربیؐ سے پڑھوائی جائے تاکہ پھر کوئی اس مسجد کو کسی بھی طرح شک وشبہ کی نظر سے نہ دیکھ سکے، چنانچہ یہ آپؐ کی خدمت میں پہونچے اور اپنی درخواست پیش کی. آپؐ نے فرمایا ابھی تو میں تبوک کے سفر کے لئے تیار ہوں انشاء اللہ وہاں سے واپسی پر آپ کی مسجد میں نماز پڑھوں گا۔

چنانچہ جس وقت آپ تبوک سے واپس ہوئے اور راستہ میں مقام ذی اوان میں رُکے (یہ جگہ مدینہ طیبہ سے ایک گھنٹہ کی مسافت پر واقع ہے) ان آیات کا نزول ہوا جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس مسجد میں نماز پڑھنے سے منع فرمادیا گیا۔

تفسیر آیات

اور بعض لوگ ایسے ہیں جنھوں نے مذہب اسلام کو نقصان پہنچانے کے لئے مسجد بنائی، اور ان کی غرض اس سے یہ بھی ہے کہ اس میں بیٹھ کر کفر کے یعنی رسول اللہ کی مخالفت کے منصوبے بنائیں اور ان کی غرض اس سے یہ بھی ہے کہ مسلمان آپس میں منتشر ہوجائیں کیونکہ جب مسجد دو ہوجائیں گی تو یقیناً پہلی مسجد کے کچھ لوگ اس نئی مسجد میں ضرور آئیں گے، اور ایک غرض ان کی اس مسجد کے بنانے سے یہ بھی تھی کہ اس شخص کے قیام کا بندوبست ہوجائے جو ابتدا ہی سے اللہ ورسول کا مخالف تھا اس سے مراد ابو عامر راہب ہے

اس مسجد کے بنانے سے ان کی غرضیں تو یہ ہیں جو ابھی ذکر ہوئیں، لیکن اے محمدؐ اگر آپ ان سے پوچھیں گے تو یہ قسمیں کھاکر کہیں گے کہ اس مسجد کے بنانے سے ہماری غرض صرف بھلائی ہے کہ گرمی وسردی اور برسات میں لوگ چین وسکون کے ساتھ نماز ادا کرسکیں، اور کمزور و مریض لوگ جو مسجد نبوی تک نہیں پہونچ سکتے وہ اس مسجد میں باجماعت نماز پڑھ سکیں اور مسافر لوگ اس میں قیام کرسکیں وغیرہ، لیکن اللہ شاہد ہے کہ یہ لوگ اپنے اس قول میں بالکل جھوٹے ہیں، بس آپ ان کی اس مسجد میں نماز کے لئے کبھی کھڑے نہ ہوں البتہ جس مسجد کی بنیاد روز اول سے تقوی واخلاص پر رکھی گئی ہے وہ اس لائق ہے کہ آپ اس میں نماز پڑھیں، اور اس مسجد میں ایسے لوگ نماز پڑھتے ہیں جنھیں طہارت وپاکی کا پورا پورا خیال ہے، اور اللہ بھی ایسے پاکیزہ لوگوں کو خوب پسند فرماتا ہے۔ اس سے مراد مسجد قبا ہے چنانچہ کبھی کبھی آپ اس مسجد میں تشریف لے جایا کرتے تھے، بعض روایت میں ہے کہ اس سے مراد مسجد نبوی ہے جس کی بنیاد وحی کے مطابق حضور علیہ السلام نے اپنے دست مبارک سے رکھی تھی جس سے اس کی بنیاد کا تقوی واخلاص پر ہونا ظاہر ہے، اور یہ بھی واضح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ پاکیزہ اور کون ہوسکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جب تمھیں دونوں مسجدوں کے بنانے والوں کی نیت کا علم ہوگیا کہ ایک کی نیت میں خالص للّٰہیت ہے اور دوسرے کی نیت میں خالص شیطانیت اور اللہ ورسول کی مخالفت بس خود فیصلہ کرلو ان میں کون بہتر ہے اور پھر اللہ پاک نے ان منافقوں کی بنائی ہوئی مسجد کی برائی کو ایک مثال سے بیان فرمایا

مسجد ضرار کی مثال

ارشاد ہے کہ اس مسجد ضرار کی مثال ایسی ہے جیسے دریا کے کنارے پر جس کو پانی نیچے سے کھا لیتا ہے کوئی عمارت بنائی جائے، جس کا انجام یہ ہوگا کہ وہ فوراً گر جائے گی، اسی طرح اس مسجد ضرار کی بنیاد کبھی پائیدار نہیں جس کا انجام یہ ہوا کہ وہ فوراً ہی گر پڑی اور جہنم کی آگ میں گئی، جہنم میں گرنے کا ایک مطلب یہ ہے کہ اسکے بنانے والے جہنم رسید ہوئے اور دوسرا مطلب یہ ہے کہ جب یہ مسجد گرائی گئی تو حقیقت میں اس کا کل ملبہ و میٹریل جہنم میں گرا۔

مسجد ضرار کو ڈھا دینا

جب ان آیات میں اللہ پاک نے مسجد ضرار کی حقیقت واضح فرما دی کہ وہ مسجد نہیں بلکہ مشورہ گھر ہے جس میں اللہ و رسول اور مسلمانوں کے خلاف منصوبے بنتے ہیں وہ مسجد نہیں بلکہ دین اسلام کے خلاف ایک قلعہ ہے، وہ مسجد نہیں بلکہ ایک ایسی عمارت ہے جس کا مقصد کفر و شرک کی ترقی اور دین اسلام کو تباہ کرنا ہے بہر حال جب ان منافقین کی سازشں اللہ پاک نے حضورؐ پر کھول دی تو آپ نے چند صحابہؓ کو حکم دیا کہ اسی وقت جا کر اس مسجد کو ڈھا دو اور اس میں آگ لگا دو، یہ حضرات تعمیل حکم میں فوراً گئے اور اس مسجد کو جلا کر راکھ کر دیا۔ اور ڈھا کر زمین کے ہموار کر دیا۔

اخیر میں فرمایا گیا کہ وہ عمارت جو انھوں نے مسجد کے نام سے بنائی تھی ان کے دلوں میں کانٹا بن کر کھٹکتی رہے گی کیونکہ جس غرض سے بنائی تھی وہ پوری نہیں ہوئی اور قلعی کھل گئی اور پھر اس کو ڈھا دیا گیا، غرض ان کا کوئی ارمان نہ نکلا اس لئے ساری عمر اس کا افسوس اور ارمان ہی رہے گا ہاں اگر ان کے دل ہی پارہ پارہ ہو جائیں تو اور بات ہے یعنی مرنے سے پہلے اس کا غم وافسوس انھیں چھوڑنے والا نہیں، مر کر ہی اس سے چھٹکارا ملے گا، اور اللہ تعالیٰ بڑے علم و حکمت والے ہیں، بس ان منافقوں کے تمام حالات کو جانتے ہیں اور پھر اسی کے مطابق ان کو سزا دیں گے۔

فوائد آیات

ان آیات سے چند احکام معلوم ہوتے ہیں، ۱؎ جو مسجد کسی دوسری مسجد کے مقابلہ اور ضد میں بنائی جائے کہ وہاں کے نمازی ٹوٹ کر یہاں آجائیں اور اس طرح مسلمانوں میں تفرقہ پیدا کرنا مقصد ہو اور اسی طرح اگر کوئی مسجد ریا و نمود کی بنیاد پر بنائی جائے تو اس کے بنانے والے ثواب سے قطعاً محروم اور سخت گنہ گار ہوں گے، البتہ ان کی بنائی ہوئی مسجد کو خدا کا گھر ہی سمجھا جائے گا اور اس پر مسجد کے تمام احکام جاری ہوں گے اس کا پورا پورا ادب واحترام کرنا ضروری ہوگا اس کو منہدم کرنا اور ڈھانا قطعاً جائز نہیں، البتہ اس میں نماز

پڑھنا بہتر نہیں ہاں نماز ادا ہو جائے گی کیونکہ ان آیات میں حضور علیہ السلام کو ہدایت فرمائی گئی ہے کہ آپ ایسی مسجد میں نماز پڑھیے جس کی بنیاد تقوی و اخلاص پر رکھی گئی ہو، اور اس میں نماز پڑھنے والے طہارت و پاکی کو خوب پسند رکھتے ہوں، طہارت سے مراد ظاہری طہارت و پاکی بھی ہے اور باطنی بھی کہ اخلاق و اعتقادات بھی پاکیزہ ہوں۔

إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُم بِأَنَّ

بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے ان کی جانوں کو اور ان کے مالوں کو اس بات کے عوض

لَهُمُ الْجَنَّةَ ۚ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيَقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ ۖ

خرید لیا ہے کہ ان کو جنت ملے گی وہ لوگ اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں جس میں قتل کرتے ہیں اور قتل

وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنجِيلِ وَالْقُرْآنِ ۚ وَمَنْ

کئے جاتے ہیں اس پر سچا وعدہ کیا گیا ہے توریت میں اور انجیل میں اور قرآن میں اور یہ کہ

أَوْفَىٰ بِعَهْدِهِ مِنَ اللَّهِ ۚ فَاسْتَبْشِرُوا بِبَيْعِكُمُ الَّذِي بَايَعْتُم

اللہ سے زیادہ اپنے عہد کو کون پورا کرنے والا ہے تو تم لوگ اپنی اس بیع پر جسکا تم نے اس سے معاملہ ٹھہرایا

بِهِ ۚ وَذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ﴿١١١﴾ التَّائِبُونَ الْعَابِدُونَ

ہے خوشی مناؤ اور یہ بڑی کامیابی ہے وہ ایسے ہیں جو توبہ کرنیوالے ہیں عبادت کرنے

الْحَامِدُونَ السَّائِحُونَ الرَّاكِعُونَ السَّاجِدُونَ الْآمِرُونَ

والے ہیں حمد کرنے والے روزہ رکھنے والے رکوع کرنے والے سجدہ کرنے والے نیک باتوں کی تعلیم کرنیوالے

بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّاهُونَ عَنِ الْمُنكَرِ وَالْحَافِظُونَ لِحُدُودِ

اور بری باتوں سے باز رکھنے والے اور اللہ کی حدوں کا خیال رکھنے والے

اللَّهِ ۗ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ ﴿١١٢﴾

اور ایسے مومنوں کو آپ خوشخبری سنا دیجئے

واقعہ شان نزول

جب مکہ مکرمہ میں لیلۃ العقبہ[1] (گھاٹی کی رات) میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ستر انصار سے بیعت لی تو حضرت عبداللہ بن رواحہ رضؓ نے عرض کیا۔

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ جو چاہیں اپنے رب کے لئے اور اپنے لئے ہم سے شرطیں منظور کرالیں، ہم سب کچھ ماننے کے لئے تیار ہیں اس پر اللہ کے رسول نے فرمایا کہ میں اپنے رب کے متعلق یہ شرط لیتا ہوں کہ تم صرف اسی کی عبادت و بندگی کرنا اس کے علاوہ کسی کی نہیں، اور اپنے متعلق یہ شرط لیتا ہوں کہ تم جس طرح اپنے جان و مال کی حفاظت کرتے ہو اسی طرح میری کرنا، یہ سنکر انصار نے عرض کیا، اگر ہم نے ایسا کیا تو ہمیں اس کے بدلے کیا ملیگا آپ نے فرمایا جنّت، انصار نے کہا یہ سودا تو بہت ہی نفع کا ہے ہم اس سودے سے نہیں پھریں گے۔ اس وقت ان آیات کا نزول ہوا۔

تفسیر آیات

ان آیات میں فرمایا گیا ہے کہ اللہ پاک نے جنت کے بدلے ایمان والوں کی جان و مال کو خرید لیا ہے، اسکے بعد وضاحت کرکے فرمایا گیا کہ خریدنے سے ہمارا مطلب یہ ہے کہ تم اپنے جان و مال سے اپنے مولیٰ کی راہ میں جہاد کرو یہاں تک کہ یا تو مرکر شہید ہوجاؤ یا مارکر غازی کہلاؤ۔

اس بات کو خرید و فروخت کے پیرایہ میں ذکر کیا گیا ہے تاکہ معلوم ہوجائے کہ جنت کا طالب ہوکر جان و مال کو اپنا نہ سمجھے بلکہ یہ جانے کہ اپنے جان و مال کو میں نے اللہ رب العزت کے ہاتھوں بیچ دیا ہے، اب وہ جہاں خرچ کرنے کے لئے کہیں گے بے دریغ وہاں خرچ کروں گا

اس کے بعد فرمایا گیا ہے کہ یہ معاہدہ تم نے ایک ایسی ذات سے کیا ہے جو عہد کے پورا کرنے میں سب سے زیادہ سچا ہے بس تم اپنے اس معاہدہ پر جو تم نے اللہ تعالیٰ سے کیا ہے خوب خوشیاں مناؤ یقیناً تم کو ایک روز جنت ملے گی اور یہی اصل کامیابی ہے۔

حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا کہ یہ کس قدر فائدہ کی تجارت ہے جو حق تعالیٰ نے ہر مومن کے لئے کھول دی ہے اور فرمایا کہ اللہ پاک ہی نے تمھیں مال عطا کیا ہے تم اس میں سے کچھ خرچ کرکے جنت خریدلو۔

مجاہدین کی آٹھ صفات

اس کے بعد اللہ پاک نے ان مجاہدین کی جنھوں نے اپنی جان مال کے بدلے جنت کا سودا کرلیا ہے آٹھ صفات ذکر

---

[1] عقبہ پہاڑ کے حصہ کو کہا جاتا ہے اس جگہ وہ عقبہ مراد ہے جو منیٰ میں جمرۂ عقبہ کے ساتھ پہاڑ کا حصہ ہے آج کل حاجیوں کی کثرت کیوجہ سے پہاڑ کا یہ حصہ صاف کرکے میدان بنادیا گیا ہے صرف جمرہ رہ گیا ہے۔ محمد یعقوبؒ غفرلہ ولوالدیہ ۱۲ -

کی ہیں ۱؎ وہ ہر قسم کے شرک، گناہ اور برائی سے توبہ کرتے ہیں ۲؎ صرف اللہ کی بندگی کرتے ہیں ۳؎ ہر حال میں اللہ کی تعریف کرتے ہیں ۴؎ اَلسَّآئِحُوْنَ (بمعنی سیر کرنا) حضرت ابن عباس رضؓ نے فرمایا کہ اس سے مراد روزہ رکھنا ہے، مفسر حقانی نے لکھا ہے کہ روزہ کی حالت میں جب انسان اپنے لئے خواہشات کے دروازے بند کر لیتا ہے تو اس پر معارف کے دروازے کھل جاتے ہیں اور پھر وہ عالم جلال کی سیر کرتا ہے، بعض حضرات مفسرین رحؒ فرماتے ہیں کہ السائحون سے مراد اللہ کی راہ میں سفر کرنے والے ہیں جیسے علم حاصل کرنے کے لئے سفر کرنا یا جہاد کے لئے سفر کرنا یا ہجرت کے لئے سفر کرنا ۵؎ پانچویں صفت ان کی یہ ہے کہ یہ رکوع و سجود کرنے والے ہیں یعنی نماز پڑھنے والے ہیں ۶؎ اچھی باتوں کی طرف لوگوں کو رغبت دلاتے ہیں ۷؎ بُری باتوں سے ڈراتے اور روکتے ہیں ۸؎ ہر معاملہ میں اللہ کے حکم کو مدنظر رکھتے ہیں، قوانین شریعت کی مکمل پابندی کرتے ہیں۔

آیت کے اخیر میں فرمایا گیا ہے کہ ان مومنین کو جن کی صفات اوپر بیان ہوئیں خوشخبری سنا دیجئے کہ ان سے اللہ پاک جنت کا وعدہ کرتا ہے۔

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ

پیغمبر کو اور دوسرے مسلمانوں کو جائز نہیں کہ مشرکین کے لئے مغفرت کی دعا مانگیں

وَلَوْ كَانُوْٓا اُولِيْ قُرْبٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُمْ

اگرچہ وہ رشتہ دار ہی ہوں اس امر کے ظاہر ہو جانے کے بعد کہ یہ لوگ

اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ﴿۱۱۳﴾ وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ

دوزخی ہیں اور ابراہیمؑ کا اپنے باپ کے لئے دعا مغفرت مانگنا وہ صرف

اِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَّعَدَهَآ اِيَّاهُ ۚ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗٓ اَنَّهٗ عَدُوٌّ

وعدہ کے سبب سے تھا جو انہوں نے اس سے وعدہ کر لیا تھا پھر جب ان پر یہ بات ظاہر

لِّلّٰهِ تَبَرَّاَ مِنْهُ ۭ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِيْمٌ ﴿۱۱۴﴾

ہو گئی کہ وہ خدا کا دشمن ہے تو وہ اس سے محض بے تعلق ہو گئے واقعی ابراہیمؑ بڑے رحیم المزاج حلیم الطبع تھے

واقعۂ شان نزول

بخاری و مسلم شریف کی روایت میں ہے کہ حضور علیہ السلام کے چچا ابو طالب اگرچہ مسلمان نہیں ہوئے تھے مگر عمر بھر اپنے بھتیجے محمد عربیؐ کی حمایت و حفاظت کرتے رہے، حضورؐ کو بھی ہر وقت یہی فکر دامن گیر رہتی تھی کہ کسی طرح چچا جان کلمہ پڑھ لیں اور ایمان قبول کرلیں چنانچہ جب آخری وقت آیا تو حضورؐ اسی فکر میں لگے ہوئے تھے کہ کسی طرح کلمہ پڑھ لیں تو مجھے شفاعت کرنے کا موقع مل جائے گا، اور آپ جہنم کے عذاب سے بچ جائیں گے چنانچہ حضورؐ ان کے پاس تشریف لے گئے اور کلمہ پیش کیا تو ابو جہل جو پہلے سے وہاں بیٹھا ہوا تھا اس نے کہا اے ابو طالب کیا آپ عبدالمطلب کا دین چھوڑ دیں گے، حضورؐ نے کئی مرتبہ اپنے چچا جان کو کلمہ پڑھانے کی کوشش کی مگر بدبخت ابو جہل ہر دفعہ یہی کہتا کیا آپ عبدالمطلب کا دین چھوڑ دیں گے، بالآخر ابو طالب نے آخر میں یہی کہا کہ میں عبدالمطلب کا دین نہیں چھوڑوں گا اسی حالت میں آپ کا انتقال ہوگیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم کھا کر فرمایا اے میرے چچا میں آپ کے لئے اس وقت تک دعاء استغفار کرتا رہوں گا، جب تک مجھے اس سے منع نہ کردیا جائے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی جس میں حضور علیہ السلام کو اور تمام مسلمانوں کو منع کردیا گیا کہ کفار و مشرکین کے لئے دعاء مغفرت نہ کریں اگرچہ وہ تمہارے قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں۔

ایک سوال کا جواب

اس پر بعض مسلمانوں کو یہ شبہ ہوا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھی تو اپنے کافر باپ کے لئے دعاء مغفرت کی تھی، اس کے جواب میں یہ آیت مَا كَانَ اسْتِغْفَارُ الخ نازل ہوئی جس میں یہ واضح کردیا گیا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے اپنے والد کے لئے جو دعا کی تھی تو ان کو یہ معلوم نہ تھا کہ وہ آخر تک کفر ہی پر قائم رہے گا اسی پر مرے گا اس لئے حضرت ابراہیمؑ نے اپنے باپ سے وعدہ کرلیا تھا کہ میں آپ کے لئے دعاء استغفار کروں گا مگر جب حضرت ابراہیمؑ کو معلوم ہوا کہ ان کے باپ کا انتقال کفر پر ہی ہوا تو آپؑ نے اس سے بے تعلقی اختیار کرلی اور دعاء استغفار کرنا چھوڑ دیا۔

حضرت ابراہیمؑ اپنے والد کے لئے جو ان کی زندگی میں دعاء مغفرت کرتے تھے اس کا یہ مطلب تھا کہ اے اللہ ان کو ایمان کی توفیق دے تاکہ ان کی مغفرت ہوسکے، امام قرطبیؒ نے فرمایا ہے کہ اس سے ثابت ہوا کہ زندہ کافر کے لئے اس نیت سے دعاء مغفرت کرنا جائز ہے کہ اس کو ایمان کی توفیق ہو اور یہ مستحق مغفرت ہوجائے۔

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِلَّ قَوْمًا بَعْدَ إِذْ هَدٰىهُمْ حَتّٰى يُبَيِّنَ

اور اللہ تعالیٰ ایسا نہیں کرتا کہ کسی قوم کو ہدایت کے پیچھے گمراہ کردے جب تک کہ ان

لَهُمْ مَّا يَتَّقُوْنَ ؕ إِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۱۱۵﴾ إِنَّ اللّٰهَ

چیزوں کو صاف صاف نہ بتلادے جن سے وہ بچتے رہیں بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جانتے ہیں بلاشبہ اللہ

لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ ؕ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ؕ وَمَا لَكُمْ مِّنْ

ہی کی سلطنت ہے آسمانوں اور زمین کی وہی جلاتا ہے اور مارتا ہے اور تمہارا اللہ

دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ﴿۱۱۶﴾

کے سوا نہ کوئی یار ہے نہ مددگار ہے

شان نزول کافروں کے لئے دعاء مغفرت کی ممانعت کا حکم آنے سے پہلے بہت سے مسلمان اپنے کافر مردوں کے لئے دعاء مغفرت کرتے تھے اور ان مغفرت کرنے والوں میں سے بھی بہت سے اللہ کو پیارے ہو گئے تھے، بہرحال جو زندہ تھے ان کو یہ حکم سنکر کہ کافروں کے لئے دعاء مغفرت کرنا نبی اور مسلمانوں کے لئے جائز نہیں، بڑی پریشانی ہوئی اور ان کو یہ خوف ہوا کہ ہم تو گمراہ ہو گئے ہیں اس پر یہ آیات نازل ہوئیں.

دوسرا شان نزول کچھ لوگوں نے اپنے اپنے قبیلوں سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کیا، اس وقت تک شراب حرام نہیں ہوئی تھی اور نہ ہی بیت المقدس کا رخ چھوڑ کر کعبہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنے کا حکم آیا تھا ان حضرات کے جانے کے بعد یہ دونوں حکم نازل ہوئے جس کی اطلاع ان لوگوں کو نہیں ملی، کچھ مدت کے بعد جب یہ حضرات مدینہ منورہ آئے اور ان کو دونوں چیزوں کے متعلق معلوم ہوا تو انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ اس درمیانی مدت میں ہم نے آپ کے مذہب کی مخالفت کی ہم شراب پیتے رہے اور بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے رہے لہذا ہم گمراہ ہو گئے ہیں۔ اس پر یہ آیات نازل ہوئیں جن میں فرمایا گیا ہے کہ یہ اللہ کی شان نہیں کہ وہ کسی قوم کو ہدایت کر کے بغیر ان باتوں کو تبلائے جن سے ان کو بچنا چاہئے گمراہ کردے یعنی چونکہ تم کو بیت المقدس کی طرف رخ کرنے اور شراب پینے کی ممانعت نہیں بتلائی گئی اس

لئے تم گمراہ نہیں ہوئے اور اسی طرح چونکہ تم نے دعا مغفرت ہماری ممانعت سے پہلے کی ہے اس لئے تم گمراہ نہیں۔ الحاصل ممانعت سے پہلے جو غلط کام تم کر چکے ہو اس سے تم پر کوئی گناہ نہیں اور نہ ہی تم گمراہ ہوئے ہو، ہاں اس ممانعت کے بعد اگر تم ان میں سے کوئی کام کرو گے تو ضرور گمراہ بھی ہو جاؤ گے اور گنہ گار بھی۔

لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ الَّذِيْنَ

اللہ تعالیٰ نے پیغمبر کے حال پر توجہ فرمائی اور مہاجرین اور انصار کے حال پر بھی جنہوں

اتَّبَعُوْهُ فِيْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْۢ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيْغُ قُلُوْبُ

نے ایسی تنگی کے وقت میں پیغمبر کا ساتھ دیا بعد اسکے کہ ان میں سے ایک گروہ کے دلوں میں

فَرِيْقٍ مِّنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ ۭ اِنَّهٗ بِهِمْ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۱۷﴾

کچھ تزلزل ہو چلا تھا پھر اللہ نے ان کے حال پر توجہ فرمائی بلاشبہ اللہ تعالیٰ ان سب پر بہت ہی شفیق مہربان ہے

تفسیر اس آیت پاک میں جنگ تبوک سے متعلق بیان ہے کہ جس وقت مجاہدین جنگ تبوک کیلئے نکلے تو وہ وقت ان کے لئے ہر اعتبار سے بڑا ہی سخت تھا۔

۱۔ مقابلہ ایسی زبردست قوم سے تھا جو طاقت و قوت میں ان سے بہت زیادہ تھی ۲۔ مجاہدین صحابہؓ بے سروسامانی کی حالت میں تھے چنانچہ حسن بصری رحمہ سے منقول ہے کہ دس دس مجاہدین کیلئے صرف ایک سواری کا بندوبست ہو سکا تھا۔ دس آدمی ایک سواری پر باری باری بیٹھتے تھے۔

۳۔ موسم بے پناہ گرم تھا مزید یہ کہ پانی وغیرہ کا بھی ان کے پاس کوئی انتظام نہ تھا حضرت قتادہ سے مروی ہے کہ ایک کھجور لی جاتی اور اس کو ایک آدمی چوستا جاتا اور اوپر سے ایک آدھ گھونٹ پانی پی کر اپنی تسلی کرتا، اس طرح ایک کھجور اور ایک پیالہ پانی پورے لشکر میں تقسیم ہوتا۔ یہ تھا ان حضرات کا کھانا، پینا۔

جنگ تبوک سے واپسی پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے سفر کی پریشانی کی کیفیت معلوم

اقوال و تحقیق:۔ لقد تاب اللہ علی النبی۔ رسول اللہ پر توجہ فرمانے کا کیا مطلب ہے اس میں کئی اقوال منقول ہیں بعض کو یہاں لکھا جاتا ہے ۱۔ آپ کو نبوت و امامت جہاد جیسی عظیم خوبیاں عطا فرمائیں ۲۔ حضور کا ذکر یہاں بطور تمہید کے ہے اصل ذکر مجاہدین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا کرنا مقصود ہے۔

کی گئی تو آپ نے فرمایا موسم تو بہت سخت گرم تھا ہی ہم نے ایک جگہ قیام کیا وہاں ہمیں اتنی تیز پیاس لگی کہ ہم نے سوچا اگر ہمیں پانی نہ ملا تو ہمارا دم نکل جائیگا. اگر ہم اپنے کسی ساتھی کو پانی کی تلاش کے لئے بھیجیں تو ہمیں یقین تھا کہ وہ واپس نہیں آئے گا بلکہ راستہ ہی میں اسکو پیاس کی وجہ سے موت آجائے گی ہم لوگ اونٹ ذبح کرتے اور اس کے معدے میں جہاں پانی کا ذخیرہ جمع ہوتا ہے اس کو نکال کر پی لیتے، اور اسی میں سے کچھ پانی اپنے سینہ پر مل لیتے. تاکہ کچھ ٹھنڈک کا اثر ہو۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مجاہدین صحابہ کرامؓ کی یہ حالت دیکھ کر صبر نہ ہو سکا اور انھوں نے بے تابی کے عالم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی یا رسول اللہ خدائے پاک نے آپ کی دعا کو قبولیت کا شرف بخشا ہے آپ ہمارے لئے دعا فرما دیجئے، حضورؐ نے اپنے دونوں ہاتھ دعا کے لئے اٹھا دیئے ابھی آپ نے دعا ختم بھی نہیں کی تھی کہ بادل چھا گئے. اور خوب جم کر برسے مجاہدین نے اپنے اپنے برتن پانی سے بھر لئے اور بارش رُک جانے پر جب اپنے خیموں اور پڑاؤ سے نکل کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ بارش صرف چھاؤنی ہی میں ہوئی ہے اس کے آس پاس کہیں نہیں ہوئی۔

بہرحال اس پریشانی کے عالم میں حق تعالیٰ شانہٗ نے ان پر اس طرح توجہ ورحمت فرمائی اور انہی مجاہدین میں سے کچھ حضرات وہ بھی تھے جو گرمی وغیرہ کی شدت کو دیکھ کر جنگ میں شرکت کے لئے آمادہ نہیں ہو رہے تھے مگر اللہ نے ان کے حال پر بھی رحمت وتوجہ فرمائی اور یہ دل جمعی کے ساتھ جنگ کے لئے نکل پڑے. بلاشبہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر بڑا ہی رحیم وشفیق ہے۔

وَّعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا ۭ حَتّٰٓي اِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ

اور ان تین شخصوں کے حال پر بھی جن کا معاملہ ملتوی چھوڑ دیا گیا تھا یہاں تک کہ جب ان کی پریشانی کی یہ

الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ اَنْفُسُھُمْ وَظَنُّوْٓا اَنْ

نوبت پہنچی کہ زمین باوجود اپنی فراخی کے ان پر تنگی کرنے لگی اور وہ خود اپنی جان سے تنگ آگئے اور انھوں نے سمجھ لیا کہ خدا

لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّآ اِلَيْهِ ۭ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوْبُوْا ۭ اِنَّ

سے کہیں پناہ نہیں مل سکتی بجز اسکے کہ اسی کی طرف رجوع کیا جاوے پھر اُن کے حال پر توجہ فرمائی تاکہ وہ آئندہ بھی رجوع

اللّٰہَ ھُوَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ ﴿۱۱۸﴾ یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ

رہا کریں بیشک اللہ تعالیٰ بہت توجہ فرمانیوالے بڑے رحم کرنیوالے ہیں. اے ایمان والو اللہ تعالیٰ سے ڈرو

وَکُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ ﴿۱۱۹﴾

اور سچوں کے ساتھ رہو

تفسیر اس سے پہلی آیات میں بیان ہو چکا ہے کہ جنگ تبوک میں بلا کسی عذر کے شریک نہ ہونے والے مومن حضرات دس تھے جن میں سے سات نے تو اپنے آپ کو مسجد کے ستونوں سے باندھ کر اللہ سے اپنی غلطی کی معافی چاہی اور ان کی توبہ قبول کرلی گئی. بقیہ تین حضرات کعبؓ بن مالکؓ شاعر مرارہؓ بن ربیعؓ. بلالؓ بن امیہؓ کا معاملہ اللہ کا حکم آنے تک ملتوی رہا. چنانچہ اس آیت پاک میں ان حضرات کی بھی توبہ قبول ہونے کا حکم نازل ہوا۔

یہ تینوں حضرات انصاری بزرگ تھے جو جنگ تبوک سے پہلے بہت سی جنگوں میں شریک ہو چکے تھے اور بیعت لیلۃ العقبہ میں بھی شریک تھے مگر اتفاقی طور پر یہ جنگ تبوک میں شریک نہ ہو سکے اور منافقین جو اس جنگ میں شریک نہیں ہوئے انھوں نے بھی ان حضرات کو اسی طرح کے مشورے دیئے جس سے ان کی ہمت ٹوٹ گئی مگر جب حضور علیہ السلام اس جنگ سے واپس تشریف لائے تو ان منافقوں نے تو جھوٹے حیلے بہانے اور عذر بیان کرکے جھوٹی قسمیں کھا کر حضورؐ کو راضی کرنا چاہا، آپؐ نے ان کی باطنی حالت کو اللہ کے سپرد کیا اور ظاہری قسموں کو قبول کرلیا، یہ منافق لوگ آرام سے رہنے لگے کچھ لوگوں نے ان تینوں انصاری بزرگوں کو بھی یہی مشورہ دیا کہ تم بھی جھوٹے عذر بیان کرکے اپنی صفائی پیش کرکے حضور علیہ السلام کو راضی کرلو۔ مگر ان کے دل اس پر آمادہ نہیں ہوئے اور ان کے نفس نے ان کو ملامت کی کہ ایک گناہ تو تم نے جہاد میں شریک نہ ہو کر کیا اور دوسرا گناہ اب جھوٹا عذر پیش کرکے کرنا چاہتے ہو، اس لئے ان حضرات نے اپنی غلطی و قصور کا صاف صاف اقرار کرلیا جس کی سزا میں ان سے سلام و کلام بند کردیا گیا جس کی وجہ سے ان حضرات پر مصیبتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے اور زمین باوجود اپنی فراخی کے ان پر تنگ ہوگئی۔

بہر حال پچاس دن کی انتہائی سخت مصیبت و پریشانی جھیلنے کے بعد یہ آیت نازل ہوئی جس میں ان کی توبہ قبول ہونے کا اعلان کردیا گیا. اس کے بعد چاروں طرف سے ان حضرات پر مبارکباد پیش کی گئی اور حضور علیہ السلام اور صحابہ کرامؓ کی نظروں میں باعزت ہوئے

اس واقعہ سے صاف ظاہر ہے کہ صحابۂ کرام رض کی محبت و عداوت صرف اللہ کے لئے تھی جب ان حضرات سے اللہ و رسول ناراض تھے تو تمام صحابۂ کرام بھی ان سے ناراض تھے اور جب اللہ و رسول راضی ہوگئے تو صحابہ بھی ان سے راضی ہوگئے۔

اس کے بعد اللہ پاک نے تمام مسلمانوں کو مخاطب کرکے فرمایا کہ تم اپنے رب سے ڈرو اور عمل میں سچے لوگوں کے ساتھ رہو۔ ان حضرات کی توبہ قبول ہونے کا راز بھی سچ پر قائم رہنا ہے۔

سچ کی فضیلت

بخاری و مسلم میں حضرت ابن مسعود رض سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہمیشہ سچ بولو کیونکہ سچ نیکی ہے اور نیکی جنت تک پہنچاتی ہے، جھوٹ کبھی مت بولو کیونکہ جھوٹ برائی کی طرف لے جاتا ہے اور بُرائی جہنم میں لے جاتی ہے۔ جو آدمی سچ بولتا رہتا ہے وہ اللہ کے دفتر میں سچا لکھ دیا جاتا ہے اور جو آدمی جھوٹ بولتا رہتا ہے، وہ اللہ کے دفتر میں جھوٹا لکھ دیا جاتا ہے۔

مَا كَانَ لِأَهْلِ الْمَدِينَةِ وَمَنْ حَوْلَهُمْ مِّنَ الْأَعْرَابِ

مدینے کے رہنے والوں کو اور جو دیہاتی ان کے گردو پیش ہیں

أَنْ يَتَخَلَّفُوا عَنْ رَّسُولِ اللَّهِ وَلَا يَرْغَبُوا بِأَنْفُسِهِمْ عَنْ

ان کو یہ زیبا نہ تھا کہ رسول اللہ کا ساتھ نہ دیں اور نہ یہ کہ اپنی جان کو ان کی جان سے

نَّفْسِهِ ۚ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ لَا يُصِيبُهُمْ ظَمَأٌ وَّلَا نَصَبٌ وَّلَا مَخْمَصَةٌ

عزیز سمجھیں یہ اس سبب سے ہے کہ ان کو اللہ کی راہ میں جو پیاس لگی اور جو ماندگی پہنچی اور جو بھوک

فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا يَطَئُونَ مَوْطِئًا يَّغِيظُ الْكُفَّارَ وَلَا يَنَالُونَ

لگی اور جو چلنا چلے جو کفار کے لئے موجب غیظ ہوا ہو اور دشمنوں کی جو کچھ خبر لی ان

مِنْ عَدُوٍّ نَّيْلًا إِلَّا كُتِبَ لَهُمْ بِهِ عَمَلٌ صَالِحٌ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا

سب پر ان کے نام ایک نیک کام لکھا گیا یقیناً اللہ تعالیٰ مخلصین

يُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ ﴿١٢٠﴾ وَلَا يُنْفِقُونَ نَفَقَةً صَغِيرَةً وَّلَا

کا اجر ضائع نہیں کرتے اور جو کچھ چھوٹا بڑا انھوں نے خرچ کیا

كَبِيرَةً وَّلَا يَقْطَعُونَ وَادِيًا إِلَّا كُتِبَ لَهُمْ لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ

اور جتنے میدان ان کو طے کرنے پڑے یہ سب بھی ان کے نام لکھا گیا تاکہ اللہ تعالیٰ ان کو ان کے کاموں

أَحْسَنَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿١٢١﴾

کا اچھے سے اچھا بدلہ دے

تفسیر اس آیت پاک میں ان لوگوں کو ڈانٹا گیا ہے جنھوں نے جنگ تبوک میں شرکت نہیں کی تھی، ارشاد ہے کہ مدینہ والوں اور مدینہ کے آس پاس کے دیہات والوں کے لئے یہ بات قطعاً مناسب نہیں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ نہ دیں یعنی جہاد میں شرکت نہ کریں اور نہ یہ زیبا دیتا ہے کہ اپنی جان کو رسول اللہ ﷺ کی جان سے زیادہ عزیز و محبوب رکھیں کہ آپ تو تمام تر مشقتیں برداشت کرکے جہاد پر جائیں اور یہ آرام طلبی کی خاطر گھروں میں بیٹھے رہیں اس کے بعد اللہ پاک ان لوگوں کو شرمندہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جہاد میں جس قدر مشقتیں اور پریشانیاں اٹھانا پڑتی ہیں ہم ان پر اجر عظیم عطا کرتے ہیں اور جہاد میں ہر ہر قدم پر ہم نیکی لکھتے ہیں افسوس تم لوگ اس قدر عظیم نیکی سے محروم رہے اور جو حضرات جہاد میں گئے اور انھوں نے جو کچھ بھی کم یا زیادہ راہِ مولیٰ میں خرچ کیا یا جتنے میدانوں کو انھوں نے طے کیا وہ تمام ان کے نام نیکیوں میں لکھا گیا تاکہ ان کو اس کا بہترین بدلہ دے اور جنت کے عیش و آرام ان کو نصیب ہوں۔

وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنْفِرُوا كَافَّةً ۚ فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ

اور مسلمانوں کو یہ نہ چاہیئے کہ سب کے سب نکل کھڑے ہوں سو ایسا کیوں نہ کیا جائے

مِنْهُمْ طَائِفَةٌ لِيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَلِيُنْذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا

کہ ان کی ہر ہر بڑی جماعت میں سے ایک ایک چھوٹی جماعت جایا کرے تاکہ باقی ماندہ لوگ دین کی

رَجَعُوْٓا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ (۱۲۲) ع ۴

سمجھ بوجھ حاصل کرتے رہیں اور تاکہ یہ لوگ اپنی قوم کو جبکہ وہ ان کے پاس آویں ڈراویں تاکہ وہ احتیاط رکھیں

جہاد فرض کفایہ ہے

پچھلی آیات میں تفصیل کے ساتھ جنگ تبوک کا جو تذکرہ ہے اس سے یہ سمجھا گیا کہ ہر جہاد میں تمام مسلمانوں کو شریک ہونا فرض و ضروری ہے، جو مسلمان شریک نہیں ہوگا وہ سخت گنہ گار ہوگا مگر اس آیت نے یہ بات واضح کردی کہ شریعت کا حکم ایسا نہیں بلکہ جہاد فرض کفایہ ہے اور جنگ تبوک کے لئے جو تمام مسلمانوں کو اعلان عام تھا کہ وہ جہاد میں شرکت کریں وہ اسی جنگ کے لئے خاص تھا، تمام جنگ و جہاد کا یہ حکم نہیں ہاں اگر امیر ضرورت سمجھ کر تمام مسلمانوں کو جہاد میں شرکت کا حکم دے تو اس وقت یقیناً ہر مسلمان کو جہاد میں شرکت کرنا فرض ہوگا اور شرکت نہ کرنے پر حرام کا مرتکب اور سخت گنہ گار ہوگا

اس آیت میں واضح طور پر فرمایا گیا ہے کہ مسلمانوں کو ہمیشہ اور ہر جہاد میں یہ نہیں کرنا چاہیے کہ تمام کے تمام ہی جہاد کے لئے نکل کھڑے ہوں بلکہ ان کو یہ چاہیئے کہ ہر بڑی جماعت میں سے چھوٹی جماعت مثلاً ایک بستی اور ایک شہر میں سے چھوٹا گروہ جہاد میں چلا جائے اور باقی لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں آپؐ سے اور آپؐ کے بعد علماء سے دین اسلام کی تعلیمات حاصل کریں اور پھر جب جہاد پر جانے والے لوگ واپس آئیں تو ان کو دینی تعلیمات سکھائیں تاکہ وہ بھی دینی قوانین سنکر ان کی خلاف ورزی سے بچیں اور اپنے رب سے ڈر کر اس کی مرضی کے خلاف کوئی کام نہ کریں۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَاتِلُوا الَّذِيْنَ يَلُوْنَكُمْ مِّنَ الْكُفَّارِ

اے ایمان والو ان کفار سے لڑو جو تمہارے آس پاس رہتے ہیں اور ان کو تمہارے

وَلْيَجِدُوْا فِيْكُمْ غِلْظَةً ؕ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ (۱۲۳)

اندر سختی پانا چاہیئے اور یہ یقین رکھو اللہ تعالیٰ متقی لوگوں کے ساتھ ہے

جہاد میں ترتیب کیا ہو؟

ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کفار تو پوری دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں ان میں جہاد کی ترتیب کیا ہونی چاہیے یعنی کن لوگوں سے پہلے جہاد کیا جائے؟ اس آیت پاک میں اس کا جواب دیدیا گیا ہے کہ جو تم سے

زیادہ قریب ہو پہلے اس سے جہاد کرو، اب چاہے وہ قریب بستی کے لحاظ سے ہو یا رشتہ داری کے لحاظ سے کیونکہ جہاد حقیقت میں انہی کی بھلائی کے لئے ہے، اس لئے جو تمہارے زیادہ قریب ہے اس کا تم پر زیادہ حق ہے کہ پہلے اس کے ساتھ خیر خواہی اور بھلائی کی جائے اسی احوال پر عمل کرتے ہوئے حضور علیہ السلام نے سب سے پہلے اپنے خاندان والوں کو کفر و شرک کرنے پر اللہ کے عذاب سے ڈرایا، اور اسی طرح بستی کے قریب کا لحاظ کرتے ہوئے حضورؐ نے جزیرۃ العرب کے مشرکین سے جہاد شروع کیا اور جب ان سے فراغت ہو چکی تو پھر رومیوں سے جہاد کا حکم ہوا اور اسی کے نتیجہ میں واقعہ جنگ تبوک پیش آیا۔

مجاہدین کو ہدایت اس آیت میں مجاہدین کو یہ ہدایت فرمائی گئی ہے کہ تم دشمن اسلام کفار کے مقابلہ میں سختی اور شدت اختیار کرو۔ ان کو تم میں کسی طرح کی نرمی و بزدلی قطعاً محسوس نہ ہونی چاہئے اور یہ بات خوب اچھی طرح سمجھ لو کہ ہماری مدد و نصرت مومنین و متقین کے ساتھ ہے کافرین و مشرکین کے ساتھ نہیں اس لئے تم ان سے مت گھبراؤ اور راہ مولیٰ میں دین اسلام کو بلند کرنے کی خاطر جم کر مقابلہ کرو۔

وَإِذَا مَآ أُنزِلَتْ سُورَةٌ فَمِنْهُم مَّن يَقُولُ أَيُّكُمْ زَادَتْهُ

اور جب کوئی سورت نازل کی جاتی ہے تو بعض منافقین کہتے ہیں کہ اس سورت نے تم میں سے کس کے

هَٰذِهِۦٓ إِيمَٰنًا ۚ فَأَمَّا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ فَزَادَتْهُمْ إِيمَٰنًا وَهُمْ

ایمان میں ترقی دی سو جو لوگ ایماندار ہیں اس سورت نے ان کے ایمان میں ترقی دی ہے اور وہ

يَسْتَبْشِرُونَ ﴿۱۲۴﴾ وَأَمَّا ٱلَّذِينَ فِى قُلُوبِهِم مَّرَضٌ

خوش ہو رہے ہیں اور جن کے دلوں میں آزار ہے اس سورت نے ان میں ان کی

فَزَادَتْهُمْ رِجْسًا إِلَىٰ رِجْسِهِمْ وَمَاتُوا۟ وَهُمْ كَٰفِرُونَ ﴿۱۲۵﴾

گندگی کے ساتھ اور گندگی بڑھا دی اور وہ حالت کفر ہی میں مر گئے

تفسیر مسلمانوں کو دکھ پہونچانا اور ان کا مذاق اڑانا منافقوں کی عادت تھی ان کی اس طرح کی حرکتوں کو کلام پاک میں بہت سی جگہ بیان کیا ہے اس آیت میں ان کی ایک حرکت یہ بیان کی گئی ہے کہ جب کوئی نئی صورت نازل ہوتی ہے تو یہ منافق غریب مسلمانوں سے بطور مذاق کہتے

ہیں کہ اس سورت سے تم میں سے کس نے ایمان میں ترقی وزیادتی کی۔ اس آیت میں اللہ پاک نے ان کو جواب دیا ہے ارشاد ہے کہ اے منافقو! سنو جو لوگ ایمان والے ہیں، اس سورت نے ان کے ایمان میں زیادتی و ترقی کی کیونکہ پہلے سے جو اللہ کا کلام نازل ہو چکا تھا اس پر تو ان کا ایمان ویقین تھا ہی، اب اس نئی سورت پر بھی یہ ایمان لائے، جس سے ان کے ایمان میں ترقی ہوئی اور ان کے درجات بڑھ گئے۔ اور یہ مومن حضرات سورت کے نازل ہونے سے خوش ہیں کیونکہ اس کے ذریعہ سے ان کے ایمان ویقین اور علم وکمال میں اضافہ ہوا۔ اور جن لوگوں کے دلوں میں مرض نفاق ہے اس سورت نے ان میں ان کی پہلی گندگی کے ساتھ اور نئی گندگی بڑھادی کیونکہ پہلے ایک حصہ قرآن کا انکار تھا اور اب اس نئی سورت کا بھی انکار کیا اور وہ مرتے وقت تک کافر ہی رہے۔

آیات قرآنیہ میں غور وفکر کرنا ایمان میں ترقی کا ذریعہ ہے :- وَإِذَا مَا أُنزِلَتْ سُورَةٌ

اس آیت سے معلوم ہوا کہ قرآن کریم کی آیات تلاوت کرنے ان کے معنی ومطالب میں غور وفکر کرنے اور ان کے مقتضی پر عمل کرنے سے ایمان میں ترقی اور زیادتی ہوتی ہے، یہ زیادتی نور ایمان اور حلاوت ایمان کی ہوتی ہے جس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ انسان کو اللہ ورسول کی اطاعت وفرمانبرداری آسان نظر آنے لگتی ہے، عبادت میں لذت محسوس ہونے لگتی ہے اور گناہوں سے طبعی نفرت ہو جاتی ہے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ صحابۂ کرام میں سے کسی ایک یا دو کا ہاتھ پکڑ کر فرماتے تھے آؤ ہم اپنا ایمان بڑھائیں (یعنی اگر کوئی نئی آیت یا سورت نازل ہوئی ہو تو اس کو جل کر سنیں تاکہ ہمارے ایمان میں اضافہ ہو)

حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب ایمان دل میں آتا ہے تو ایک سفید نورانی نقطہ جیسا ہوتا ہے پھر جیسے جیسے ایمان میں زیادتی ہوتی ہے تو یہ سفیدی بڑھتی جاتی ہے یہاں تک کہ پورا دل سفید نورانی ہو جاتا ہے، اسی طرح کفر ونفاق شروع میں ایک سیاہ نقطہ جیسا ہوتا ہے اور پھر جیسے جیسے گناہ اور شرک ونفاق بڑھتا ہے تو یہ سیاہی بھی بڑھتی رہتی ہے یہاں تک کہ پورا دل سیاہ ہو جاتا ہے۔

اس لئے حضرات صحابۂ کرام ایک دوسرے سے کہا کرتے تھے کہ آؤ کچھ دیر مل کر بیٹھیں دین اور آخرت کی باتوں کا مذاکرہ کریں تاکہ ہمارے ایمان میں ترقی وزیادتی اور اضافہ ہو۔

أَوَلَا يَرَوْنَ أَنَّهُمْ يُفْتَنُونَ فِي كُلِّ عَامٍ مَّرَّةً أَوْ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ

اور کیا ان کو نہیں دکھلائی دیتا کہ یہ لوگ ہر سال میں ایک باریا دو بار کسی نہ کسی آفت میں

لَا يَتُوبُونَ وَلَا هُمْ يَذَّكَّرُونَ ﴿۱۲۶﴾ وَإِذَا مَا أُنزِلَتْ سُورَةٌ

پھنسے رہتے ہیں پھر بھی باز نہیں آتے اور نہ وہ کچھ سمجھتے ہیں اور جب کوئی سورت نازل کی جاتی

نَّظَرَ بَعْضُهُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ هَلْ يَرَاكُم مِّنْ أَحَدٍ ثُمَّ انصَرَفُوا ۚ

ہے تو ایک دوسرے کو دیکھنے لگتے ہیں کہ تم کو کوئی دیکھتا تو نہیں پھر چل دیتے ہیں خدا تعالیٰ

صَرَفَ اللَّهُ قُلُوبَهُم بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُونَ ﴿۱۲۷﴾

نے ان کا دل پھیر دیا ہے اس وجہ سے کہ وہ محض بے سمجھ لوگ ہیں۔

تفسیر ان دو آیات میں سے پہلی آیت میں یہ بتلایا گیا ہے کہ منافق اس طرح بے حس ہو گئے ہیں کہ ہم ان کو سال میں ایک دو بار مختلف قسم کی پریشانیوں میں مبتلا کرتے ہیں کہ وہ اس سے عبرت حاصل کر کے اپنی اصلاح کر لیں مگر اس کے باوجود وہ اپنی گندی حرکتوں سے باز نہیں آتے برابر کفر و نفاق کے کام کرتے رہتے ہیں

دوسری آیت میں ان کی ایک اور حرکت کا ذکر ہے کہ جس وقت یہ مجلس نبوی میں ہوتے ہیں اور کوئی نئی آیت نازل ہوتی ہے تو یہ منافق آپس میں ایک دوسرے سے آنکھوں کے اشارے کرتے یا تو اس اترنے والی آیت کا انکار کرتے یا اس مجلس کی نداق اڑاتے یا اپنے غصہ کا اظہار کرتے۔ اگر اس آیت میں ان کے کسی عیب کو کھولا گیا ہے تو پھر مجلس نبوی سے بھاگ جانے کا ارادہ کرتے مگر یہ بھی ڈر کہ اگر کسی صحابی نے ہم کو مجلس سے بھاگتے ہوئے دیکھ لیا اور حضورؐ سے شکایت کر دی تو ہماری شامت آئے گی اور ہم لوگوں میں رسوا و ذلیل ہوں گے اس لئے بھاگنے سے پہلے آنکھوں کے اشاروں سے ایک دوسرے سے معلوم کر لیتا کہ ہم کو کوئی دیکھ تو نہیں رہا ہے اور جب سمجھ لیتے کہ حضور علیہ السلام کی طرف سب متوجہ ہیں ہمیں کوئی نہیں دیکھ رہا ہے تو چپکے سے مجلس نبوی سے کھسک جاتے ان کی اس حرکت کے متعلق اللہ پاک فرما رہے ہیں کہ یہ منافق لوگ مسجد نبویؐ (مجلس نبویؐ) سے کیا پھرے کہ ہم نے ان کا دل ہی ایمان سے پھیر دیا اس وجہ سے کہ یہ لوگ بالکل ہی ناسمجھ ہیں کہ اپنے فائدہ کی بات بھی نہیں سمجھتے اور اس سے بھاگتے پھرتے ہیں۔

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ

تمھارے پاس ایک ایسے پیغمبر تشریف لائے ہیں جو تمھاری جنس سے ہیں جن کو تمھاری مضرت کی بات

حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۲۸﴾ فَاِنْ تَوَلَّوْا

نہایت گراں گزرتی ہے جو تمھاری منفعت کے بڑے خواہشمند رہتے ہیں ایمانداروں کیساتھ بڑے ہی شفیق مہربان ہیں پھر

فَقُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ

اگر یہ روگردانی کریں تو آپ کہہ دیجئے کہ میرے لئے اللہ تعالیٰ کافی ہے اسکے سوا کوئی معبود ہونے کے لائق نہیں میں

الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ﴿۱۲۹﴾ ع ۵

نے اسی پر بھروسہ کرلیا اور وہ بڑے بھاری عرش کا مالک ہے

حضورؐ پوری مخلوق کے خیر خواہ ہیں

ان دو آیتوں میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ رحمۃ للعالمین جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم پوری مخلوق بالخصوص مومنین کے خیر خواہ وہمدرد ہیں اس لئے آپ کی کوشش پوری زندگی یہی رہی کہ مخلوق خدا اپنے خالق کو پہچان لے اور اس کی بندگی میں زندگی گذار دے تاکہ اس کو مرنے کے بعد راحت وآرام کی زندگی نصیب ہوسکے اور عذابات خداوندی سے محفوظ رہ سکے مگر آپ کی تمام کوششوں کے باوجود بہت سے لوگ گمراہی پر قائم رہے جس کا آپ کو بیحد افسوس اور دکھ رہا، اس پر اللہ نے آپ کو صبر اور توکل کی ہدایت فرمائی، یعنی اگر کچھ لوگ ایمان نہیں لاتے تو آپ غمگین نہ ہوجیے اور صبر سے کام لیجیے اور ہر طرح کا بھروسہ کیجیے اس ذات پر جو عرش کا مالک ہے یہاں خاص طور سے عرش کا ذکر اس لئے کیا گیا کہ تمام مخلوقات میں عرش سب سے بڑا ہے۔

کلام اللہ کی آخری آیتیں اور انکی فضیلت

سورۂ توبہ کی آخری دو آیتیں حضرت ابن عباس رضؓ اور حضرت ابی بن کعبؓ کے قول کے مطابق قرآن کریم کی آخری آیتیں ہیں ان کے بعد کوئی آیت نازل نہیں ہوئی اور حضورؐ دنیا سے تشریف لے گئے۔

ان دونوں آیتوں کے بڑے فضائل احادیث پاک میں مذکور ہیں۔ حضرت ابو درداءؓ فرماتے ہیں کہ جو شخص ان دونوں آیتوں کو صبح وشام سات سات مرتبہ پڑھے گا تو اللہ پاک اس کے تمام

کام آسان کر دیں گے۔

بحمدہ سبحانہ وتعالیٰ سورۂ توبہ کی تفسیر بحسن وخوبی مکمل ہوئی

سُوْرَةُ يُوْنُسَ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ مِائَةٌ وَّتِسْعُ اٰيَاتٍ وَّاَحَدَ عَشَرَ رُكُوْعًا

سورۂ یونس مکہ میں نازل ہوئی اسمیں ایک سو نو آیتیں اور گیارہ رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

الٓرٰ قف تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ ① اَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا

یہ پرُحکمت کتاب کی آیتیں ہیں، کیا ان لوگوں کو اس بات سے تعجب ہوا کہ ہم نے

اَنْ اَوْحَيْنَآ اِلٰى رَجُلٍ مِّنْهُمْ اَنْ اَنْذِرِ النَّاسَ وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ

ان میں سے ایک شخص کے پاس وحی بھیجدی کہ سب آدمیوں کو ڈرائیے اور جو ایمان لے آئے ان

اٰمَنُوْٓا اَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؔ قَالَ الْكٰفِرُوْنَ

کو یہ خوشخبری سنائیے کہ ان کے رب کے پاس ان کو پورا مرتبہ ملے گا، کافر کہنے لگے کہ یہ شخص

اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ مُّبِيْنٌ ②

تو بلاشبہ صریح جادو گر ہے

تفسیر ان آیات میں سے پہلی آیت میں ارشاد ہے کہ یہ آیتیں جو اس سورۂ یونس میں آگے آرہی ہیں ایک حکمت سے بھرپور کتاب قرآن مقدس کی ہیں اور بوجہ حق ہونے کے اس قابل ہیں کہ ان کی تلاوت کی جائے اور اس کے معانی ومطالب میں غور کیا جائے اور اس کے احکامات، وقوانین پر پورا پورا عمل کیا جائے۔

شان نزول اَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا الخ اس آیت کا شان نزول حضرت ابن عباسؓ سے یہ منقول ہے کہ مشرکین عرب نے حضور علیہ السلام کی نبوت کو نہ مانا اور یہ اعتراض کیا کہ اللہ کی ذات تو اس سے بہت بلند وبالا ہے کہ وہ کسی انسان کو اپنا پیغمبر بناکر بھیجے۔

حقیقت میں انھوں نے اپنی جہالت کی وجہ سے یہ گمان کر رکھا تھا کہ اللہ جب بھی

اپنے بندوں کی طرف کوئی پیغمبر و رسول بھیجے ہوگا تو وہ انسان نہیں ہوگا بلکہ فرشتہ ہوگا، اس لئے ان کو محمد عربی صلعم کے رسول ہونے پر تعجب ہوا اور انھوں نے آپ کو رسول ماننے سے صاف انکار کر دیا، اس آیت میں فرمایا گیا ہے کہ ہم نے انھی میں سے یعنی انسانوں میں سے ایک شخص کو اپنا رسول و قاصد بنا کر بھیجا کہ وہ ہمارے نافرمانوں کو ہمارے عذاب اور جہنم سے ڈرائے اور ہمارے فرمانبرداروں کو ہمارے انعام اور جنت کی خوشخبری سنائے اس پر ان کا تعجب کرنا بالکل بے معنیٰ اور غلط ہے کیونکہ انسانوں کی طرف انسان کو رسول بنا کر بھیجنا یہ بالکل عقل کے مطابق ہے اس لئے کہ انسان کے مزاج کو انسان ہی پہچان سکتا ہے اور وہی اس کی اصلاح کر سکتا ہے۔ فرشتوں سے یہ کام نہیں ہو سکتا ہے کیونکہ وہ انسانوں کے مزاج کو نہیں پہچانتے تو یہ پھر اصلاح کس طرح کر سکیں گے۔

اس آیت کے اخیر میں ان کافرین کے متعلق جنھوں نے آپ کی نبوت کو نہ مانا ارشاد ہے کہ انھوں نے جب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات دیکھے اور ان کی زبانی کلام پاک کی وہ آیات سنیں جن کا مقابل وہ باوجود فصیح و بلیغ ہونے کے لانے سے قاصر رہے تو کہنے لگے محمد عربی کھلا جادوگر ہے۔

إِنَّ رَبَّكُمُ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ

بلاشبہ تمھارا رب اللہ ہی ہے جس نے آسمانوں کو اور زمین کو چھ روز میں

أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوَىٰ عَلَى الْعَرْشِ يُدَبِّرُ الْأَمْرَ مَا مِن شَفِيعٍ

پیدا کیا پھر عرش پر قائم ہوا وہ ہر کام کی تدبیر کرتا ہے کوئی سفارش کرنے والا

إِلَّا مِن بَعْدِ إِذْنِهِ ذَٰلِكُمُ اللَّهُ رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوهُ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ ③

نہیں بدون اس کی اجازت کے ایسا اللہ تمھارا رب ہے سو تم اسکی عبادت کرو کیا تم پھر بھی نہیں سمجھتے

بندگی کے لائق صرف خدا کی ذات ہے

اس آیت پاک میں کافرین و مشرکین سے فرمایا جا رہا ہے کہ تمھارا رب حقیقی اللہ ہے جس نے آسمانوں و زمین کو چھ دن میں پیدا کر دیا اور پھر عرش پر اپنی شان کے مطابق جلوہ افروز ہوا تاکہ وہاں سے آسمانوں و زمین میں احکام جاری فرمائے اور اس کی ذات اتنی عظیم ہے کہ اسکے

دربار میں کوئی سفارش بھی اس کی اجازت کے بغیر نہیں کرسکے گا۔
پس اے لوگو جو ذات ایسی عظمت وقدرت والی ہے تم اس کی بندگی کرو اس کا در چھوڑ کر کسی در پہ مت جھکو اسی میں تمھاری کامیابی ہے کیا تم اتنی موٹی بات بھی نہیں سمجھتے۔
(نوٹ) اس آیت سے متعلقہ سوال وجواب سورۂ بقرہ میں دیکھ لئے جائیں۔

اِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا ۭ وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ۭ اِنَّهٗ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ

تم سب کو اللہ ہی کے پاس جانا ہے اللہ نے سچا وعدہ کر رکھا ہے بیشک وہی پہلی بار بھی پیدا کرتا ہے پھر

يُعِيْدُهٗ لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ بِالْقِسْطِ ۭ وَالَّذِيْنَ

وہی دوبارہ بھی پیدا کرے گا تاکہ ایسے لوگوں کو جو کہ ایمان لائے اور انھوں نے نیک کام کئے انصاف کے

كَفَرُوْا لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِيْمٍ وَّعَذَابٌ اَلِيْمٌۢ بِمَا كَانُوْا

ساتھ جزا دے اور جن لوگوں نے کفر کیا ان کے واسطے کھولتا ہوا پانی پینے کو ملے گا اور دردناک عذاب ہوگا

يَكْفُرُوْنَ ۝۴

ان کے کفر کی وجہ سے

تفسیر اس آیت میں ارشاد ہے اے لوگو تم غفلت اور نافرمانی کی زندگی مت گذارو کیونکہ تم سب کو مرکر خدا ہی کے پاس جانا ہے، یاد رکھو یہ اللہ کا وعدہ ہے جو ہرحال میں سچ ہوکر رہے گا۔ بس اس نے جس طرح تم کو شروع میں پیدا کرکے دنیا میں بھیجا تھا اسی طرح دوبارہ قیامت کے دن زندہ کرے گا اور پھر جس نے جیسے عمل کئے ہوں گے ویسا ہی ان کو بدلہ دیا جائے گا جو لوگ اسکی ذات پر ایمان لائے اور انھوں نے اچھے کام کئے تو انصاف کے ساتھ ان کو پورا پورا بدلہ دیا جائیگا اور وہ ہے خدائے تعالیٰ کی رضا وخوشنودی اور جنت اور جن لوگوں نے کفر وشرک کیا انھیں آخرت میں کھولتا ہوا گرم پانی پینے کو ملیگا اور ان کو دردناک عذاب ہوگا ان کے کفر کی وجہ سے۔

هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَاۗءً وَّالْقَمَرَ نُوْرًا وَّقَدَّرَهٗ مَنَازِلَ

وہ اللہ ایسا ہے جس نے آفتاب کو چمکتا ہوا بنایا اور چاند کو نورانی بنایا اور اس کی منزلیں مقرر کیں

لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِيْنَ وَالْحِسَابَ ؕ مَا خَلَقَ اللّٰهُ ذٰلِكَ اِلَّا

تاکہ تم برسوں کی گنتی اور حساب معلوم کر لیا کرو اللہ تعالیٰ نے یہ چیزیں بے فائدہ نہیں پیدا کیں

بِالْحَقِّ ۚ يُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۝۵ اِنَّ فِي اخْتِلَافِ

یہ دلائل ان لوگوں کو صاف صاف بتلا رہے ہیں جو دانش رکھتے ہیں بلاشبہ رات اور دن کے یکے بعد

الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ

دیگرے آنے میں اور اللہ تعالیٰ نے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں پیدا کیا ہے ان سب میں ان

لِّقَوْمٍ يَّتَّقُوْنَ ۝۶

لوگوں کے واسطے دلائل ہیں جو ڈر مانتے ہیں

تفسیر ان دونوں آیتوں میں سے پہلی آیت میں ارشاد ہے کہ اللہ پاک کی ذات وہ اعلیٰ قدرت والی ہے جس نے سورج کو روشنی والا بنایا اور چاند کو نور والا۔

دونوں چیزوں کو اللہ پاک نے انسانوں کے لئے روشنی کا ذریعہ بنایا، سورج کی روشنی اتنی تیز اور زیادہ ہے کہ اس میں انسان اپنے تمام کام کر لیتا ہے اور چاند کی روشنی اتنی دھیمی اور ہلکی ہے کہ ہر انسان کو محبوب ہوتی ہے اور اس میں بڑے سکون سے آرام کرتا ہے۔

چاند و سورج کی رفتار کے لئے اللہ تعالیٰ نے خاص حدود مقرر فرمائی ہیں جن میں سے ہر ایک کو منزل کہا جاتا ہے، یہ ایک دن میں ایک منزل طے کرتے ہیں اور اسی سے مہینے اور دنوں کا شمار ہوتا ہے اور پھر مہینوں کے ذریعہ سال کا، یہ سب انسانوں کے فائدہ کے لئے ہے تاکہ وہ اپنے معاملات میں دنوں، مہینوں اور سال کے حساب کو جان لیں۔ چاند ہی کی رفتار سے حساب لگا کر روزہ، حج، قربانی، عدت وغیرہ احکام ادا کئے جاسکیں۔

آیت کے اخیر میں فرمایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ چیزیں چاند سورج وغیرہ بے فائدہ پیدا نہیں کیں بلکہ ان میں سمجھدار لوگوں کے لئے اللہ کی قدرت کاملہ پر نشانیاں موجود ہیں، ان میں غور و فکر کریں اور اس کی قدرت کے قائل ہو کر صرف اسی کی بندگی کریں۔

اور اسی طرح دوسری آیت میں فرمایا گیا کہ رات دن کے اختلاف میں یعنی رات جاتی ہے تو دن آجاتا ہے دن جاتا ہے تو رات آجاتی ہے یا یہ کہ رات تاریک ہوتی ہے اور دن روشن اور اسی طرح آسمان و زمین میں جس قدر کائنات اللہ نے پیدا فرما رکھی ہیں ان سب میں خدا کے

تعالیٰ کے وجود اور کمال علم وقدرت اور وحدانیت پر دلائل وثبوت ہیں کہ اگر اس عالم کے پیدا کرنے والے اور چلانے والے دو ہوتے تو ضرور اس نظام میں خلل واقع ہوتا، لیکن ازل سے آج تک اور انشاءاللہ قیامت تک عالم کا نظام بالکل اسی طرح صحیح چلتا رہے گا۔

إِنَّ الَّذِينَ لَا يَرْجُونَ لِقَاءَنَا وَرَضُوا بِالْحَيَوٰةِ الدُّنْيَا وَاطْمَأَنُّوا

جن لوگوں کو ہمارے پاس آنے کا کھٹکا نہیں ہے اور وہ دنیوی زندگی پر راضی ہوگئے ہیں اور اس میں جی

بِهَا وَالَّذِينَ هُمْ عَنْ آيَاتِنَا غَافِلُونَ ⑦ أُولَٰئِكَ مَأْوَاهُمُ

لگا بیٹھے ہیں اور جو لوگ ہماری آیتوں سے بالکل غافل ہیں ایسے لوگوں کا ٹھکانا ان کے

النَّارُ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ⑧ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا

اعمال کی وجہ سے دوزخ ہے یقیناً جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک کام

الصَّالِحَاتِ يَهْدِيهِمْ رَبُّهُمْ بِإِيمَانِهِمْ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهِمُ

کئے ان کا رب ان کو بوجہ ان کے مومن ہونے کے ان کے مقصد تک پہنچا دے گا ان

الْأَنْهَارُ فِي جَنَّاتِ النَّعِيمِ ⑨ دَعْوَاهُمْ فِيهَا سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ

کے نیچے نہریں جاری ہوں گی چین کے باغوں میں ان کے منہ سے یہ بات نکلے گی کہ سبحان اللہ

وَتَحِيَّتُهُمْ فِيهَا سَلَامٌ وَآخِرُ دَعْوَاهُمْ أَنِ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ

اور ان کا باہمی سلام یہ ہوگا السلام علیکم اور ان کی آخیر بات یہ ہوگی الحمد للہ

الْعَالَمِينَ ⑩ ع ۱ / ۶

رب العلمین

انسانوں کے دو گروہ

اس سے پہلی آیات میں اللہ پاک نے اپنے وجود وقدرت اور وحدانیت کو دلائل سے سمجھایا، اب ان آیات میں بیان ہے کہ تمام نشانیاں اور دلائل سامنے آجانے کے باوجود انسانوں کے دو گروہ ہوگئے، ایک گروہ ایسا ہے جو ہم سے ملنے کی امید نہیں رکھتا یعنی اس کو اس بات کا یقین نہیں کہ میں مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کر کے

اللہ کے سامنے پیش ہوں گا اور وہاں مجھ سے دنیوی زندگی کے اعمال کے متعلق باز پرس اور حساب و کتاب ہوگا بلکہ وہ تو دنیوی زندگی ہی میں مگن ہو گیا اور اسی دنیا میں جی لگا بیٹھا دنیا ہی کو اس نے زندگی کا اصلی مقصد سمجھ لیا اور آخرت کو بالکل بھول کر وہاں کی تیاری کے لئے کوئی اچھا عمل نہیں کیا، بس ایسے لوگوں کا ٹھکانا ان کے کفر و معاصی کی وجہ سے جہنم ہے۔

اور دوسرا گروہ وہ ہے جس نے اللہ کی وحدانیت کو سمجھا اور مانا، اور پھر ایمان قبول کرکے اپنی زندگی اللہ کے حکم کے مطابق گذاری، بس اللہ پاک نے ان کو اصلی مقصد (جنت) تک پہونچا دیا جہاں ان کو ایسے محلات ملیں گے جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی جب یہ خوش نصیب لوگ جنت میں پہونچیں گے اور وہاں جاکر ایسی عجیب و غریب چیزیں دیکھیں گے جو نہ کبھی ان کی آنکھوں نے دیکھی اور نہ کبھی ان کے کانوں نے سنی اور نہ ہی کبھی ان کے دماغوں نے سوچی تو اس وقت ان کے منھ سے یہ کلمہ نکلے گا سبحان اللہ اور یہ حضرات جب ایک دوسرے کو دیکھیں گے، ملاقات کریں گے تو کہیں گے السلام علیکم اور فرشتے بھی ہر دروازے سے داخل ہو کر اہل جنت کو السلام علیکم کہیں گے۔ ابن ماجہ میں حضرت جابر رض سے مروی ہے کہ جب جنتی جنت کے راحت و آرام میں مشغول ہو جائیں گے تو اچانک اوپر کی طرف سے حق تعالیٰ فرمائیں گے السلام علیکم یا اھل الجنۃ (یعنی اے جنت والو تم پر سلامتی ہو) جب اہل جنت کو ہر قسم کا عیش و آرام اور سکون و راحت نصیب ہو جائیگا تو وہ حق تعالیٰ کی حمد و ثنا اور تعریف کے لئے کہیں گے الحمد للہ رب العالمین۔

وَلَوْ يُعَجِّلُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ الشَّرَّ اسْتِعْجَالَهُمْ بِالْخَيْرِ لَقُضِيَ

اور اگر اللہ تعالیٰ لوگوں پر جلدی سے نقصان واقع کر دیا کرتا جس طرح وہ فائدے کے لئے

إِلَيْهِمْ أَجَلُهُمْ ۖ فَنَذَرُ الَّذِينَ لَا يَرْجُونَ لِقَاءَنَا فِي طُغْيَانِهِمْ

جلدی مچاتے ہیں تو ان کا وعدہ کبھی کا پورا ہو چکا ہوتا سو اس لئے ہم ان لوگوں کو جنکو ہمارے پاس آنے کا کھٹکا

يَعْمَهُونَ ﴿١١﴾

نہیں ہے ان کے حال پر چھوڑے رکھتے ہیں کہ اپنی سرکشی میں بھٹکتے رہیں

تفسیر جو لوگ آخرت پر یقین نہیں رکھتے تھے جب ان کو آخرت کے عذاب سے ڈرایا جاتا تھا تو وہ بطور مذاق کہا کرتے تھے کہ اگر تم اپنی بات میں سچے ہو تو عذاب ابھی

بلالو یا یہ کہ عذاب جلد کیوں نہیں آتا جیسا کہ نضر بن حارث نے کہا تھا " یا اللہ اگر یہ بات سچی ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا دیجئے یا کوئی سخت عذاب بھیج دیجئے "

اس آیت پاک میں اس کا جواب دیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ تو ہر چیز پر پوری قدرت رکھتے ہیں وہ عذاب فوراً بھی بھیج سکتے ہیں مگر وہ اپنی حکمت اور لطف و کرم سے ایسا نہیں کرتے۔ اگر ان بے عقلوں کی اس طرح کی بد دعاؤں کو بھی حق تعالیٰ شانہ اسی طرح جلد قبول فرمالیا کرتے جس طرح وہ اچھی دعاؤں کو اکثر جلدی قبول کر لیتے ہیں تو یہ سب کے سب ہلاک ہو جاتے۔

اپنے لئے بد دعا کرنے کی ممانعت

بخاری و مسلم شریف میں حضرت مجاہدؒ سے مروی ہے کہ اس جگہ بد دعا سے مراد یہ ہے کہ بعض اوقات انسان (خصوصاً عورتیں) غصہ کی حالت میں اپنی اولاد اور مال کے تباہ ہونے کی بد دعا کر بیٹھتا ہے بس اللہ پاک ایسی بد دعا کو جلد قبول نہیں کرتے بلکہ مہلت دیتے ہیں تاکہ منکر کو غور و فکر کر کے اپنے انکار سے باز آنے کا موقع مل جائے اور جو کسی پریشانی یا غصہ کی وجہ سے اپنے لئے بد دعا کر رہا ہے اس کو اپنے بھلے برے سوچنے کا موقع مل جائے، قربان جائیں اللہ کے فضل و کرم کے کہ وہ اپنے بندوں پر کس قدر مہربان ہے۔ لیکن اس کے باوجود بعض اوقات کوئی قبولیت کی گھڑی آتی ہے جس میں زبان سے جو کچھ اچھا یا برا نکلا وہ قبول ہو جاتا ہے اسی لئے جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کبھی اپنی اولاد اور مال کے لئے بد دعا مت کرو ایسا نہ ہو کہ وہ وقت قبولیت دعا کا ہو جس میں یہ بد دعا فوراً قبول ہو جائے (اور تمھیں بعد میں پچھتانا پڑے)

وَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ الضُّرُّ دَعَانَا لِجَنْۢبِهٖۤ اَوْ قَاعِدًا اَوْ قَآئِمًا

اور جب انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو ہم کو پکارنے لگتا ہے لیٹے بھی بیٹھے بھی کھڑے بھی

فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُ ضُرَّهٗ مَرَّ كَاَنْ لَّمْ يَدْعُنَاۤ اِلٰى ضُرٍّ مَّسَّهٗ ؕ

پھر جب ہم اس سے وہ تکلیف ہٹا دیتے ہیں تو پھر اپنی پہلی حالت پر آجاتا ہے کہ گویا جو تکلیف

كَذٰلِكَ زُيِّنَ لِلْمُسْرِفِيْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ⑫ وَلَقَدْ اَهْلَكْنَا

اس کو پہنچی تھی اس کو ہٹانے کے لئے کبھی ہم کو پکارا ہی نہ تھا ان حد سے نکلنے والوں کے اعمال ان کو اسی طرح

الْقُرُوْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَمَّا ظَلَمُوْا ۙ وَجَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ

مستحسن معلوم ہوتے ہیں اور ہم نے تم سے پہلے بہت سے گروہوں کو ہلاک کر دیا ہے جبکہ انھوں نے ظلم کیا حالانکہ

وَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا ۭ كَذٰلِكَ نَجْزِي الْقَوْمَ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۱۳﴾ ثُمَّ

ان کے پاس ان کے پیغمبر دلائل لیکر آئے اور وہ ایسے کب تھے کہ ایمان لاتے ہم مجرم لوگوں کو ایسی ہی سزا دیا کرتے

جَعَلْنٰكُمْ خَلٰٓئِفَ فِي الْاَرْضِ مِنْ بَعْدِهِمْ لِنَنْظُرَ كَيْفَ

ہیں پھر ان کے بعد ہم نے دنیا میں بجائے ان کے تم کو آباد کیا تاکہ ہم دیکھ لیں تم کس طرح سے

تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴﴾

کام کرتے ہو

تفسیر اس آیت پاک میں مشرکین کے متعلق ارشاد ہے کہ یہ عام حالات میں خدائے تعالیٰ کو بالکل بھولے رہتے ہیں اور یہ عقیدہ جمائے رہتے ہیں کہ ہماری ضروریات پورا کرنے والے اور پریشانیاں دور کرنے والے ہمارے یہ دیوتا ہیں انھی کی وہ پوجا کرتے ہیں مگر ان کو جب کوئی سخت مصیبت آگھیرتی ہے اور اس سے کسی طرح چھٹکارا ممکن نہیں ہوتا تو پھر یہ اللہ رب العزت سے دعائیں کرتے ہیں، گڑگڑاتے ہیں، ان کے گڑگڑانے پر حق تعالیٰ ان کو مصیبت سے نجات دیدیتے ہیں اور یہ راحت و آرام کی زندگی گذارنے لگتے ہیں تو پھر اپنی پہلی حالت شرک و بت پرستی پر آجاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے قطعاً بے تعلق ہو جاتے ہیں گویا کہ انھوں نے کبھی اللہ سے کوئی دعا ہی نہیں کی اور اللہ نے ان کو کسی مصیبت سے نجات ہی نہیں دی۔

کس قدر نالائقی اور بدبختی ہے ان کی کہ خود تجربہ کرنے کے باوجود کہ حقیقت میں مصیبت سے نجات دینے والی صرف خدا کی ذات ہے پھر بھی اسکے علاوہ دوسروں کی چوکھٹ پر سر رگڑتے ہیں اور اپنی عاقبت برباد کرتے ہیں۔

اس کے بعد والی آیت میں مشرکین کو تنبیہ کرنے کے لئے فرمایا گیا ہے کہ ہم نے تم سے پہلے ایسی بہت سی قوموں کو مختلف عذابوں میں مبتلا کرکے ہلاک کر ڈالا جنھوں نے اپنے پیغمبر کی بات نہیں مانی، ہم پر ایمان نہیں لائے بلکہ کفر و شرک کرتے رہے، بس ہم مجرموں کو اس طرح کی سزا دیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ ہم نے پہلی امتوں اور قوموں کو ہلاک کرنے کے بعد اب تم کو آباد کیا ہے تاکہ ظاہری طور پر ہم دیکھ لیں کہ تم کس طرح اپنی زندگی بسر کرتے ہو، پچھلی امتوں کی ہلاکت کو دیکھتے ہوئے ہمارے فرمانبردار بن کر زندگی گذارتے ہو یا نفس وشیطان کے غلام بن کر دنیوی عیش و آرام میں مست ہو کر ہمارے نافرمان ہو کر زندگی گذارتے ہو اگرچہ اس امت میں جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے اللہ تعالیٰ عام عذاب نہیں بھیجینگے جس سے ایک ہی وقت میں تمام نافرمان ہلاک ہوجائیں لیکن ایک ایک قوم اور ایک ایک بستی پر اب بھی عام عذاب آجانا ممکن ہے۔ اس لئے نافرمانوں کو بے فکر نہیں ہونا چاہئے بلکہ اپنی اصلاح کی فکر کرنا چاہئے۔

وَإِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا بَيِّنَاتٍ ۙ قَالَ الَّذِينَ لَا يَرْجُونَ

اور جب ان کے سامنے ہماری آیتیں پڑھی جاتی ہیں جو بالکل صاف صاف ہیں تو یہ لوگ جن کو ہمارے پاس

لِقَاءَنَا ائْتِ بِقُرْآنٍ غَيْرِ هَٰذَا أَوْ بَدِّلْهُ ۚ قُلْ مَا يَكُونُ لِي

آنے کا کھٹکا نہیں ہے یوں کہتے ہیں کہ اس کے سوا کوئی دوسرا قرآن لائیے یا اس میں کچھ ترمیم کردیجئے

أَنْ أُبَدِّلَهُ مِنْ تِلْقَاءِ نَفْسِي ۖ إِنْ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوحَىٰ إِلَيَّ ۖ

آپ کہدیجئے کہ مجھ سے یہ نہیں ہوسکتا کہ میں اپنی طرف سے اس میں کچھ ترمیم کردوں بس میں تو اسی کا

إِنِّي أَخَافُ إِنْ عَصَيْتُ رَبِّي عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ ﴿١٥﴾ قُلْ لَوْ

اتباع کروں گا جو میرے پاس وحی کے ذریعہ پہنچا ہے اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کردوں تو میں ایک بڑے بھاری دن کے

شَاءَ اللَّهُ مَا تَلَوْتُهُ عَلَيْكُمْ وَلَا أَدْرَاكُمْ بِهِ ۖ فَقَدْ لَبِثْتُ

عذاب کا اندیشہ رکھتا ہوں آپ کہدیجئے اگر خدا تعالیٰ کو منظور ہوتا تو نہ تو میں تم کو یہ پڑھ کر سناتا اور نہ اللہ تم

فِيكُمْ عُمُرًا مِنْ قَبْلِهِ ۚ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ﴿١٦﴾ فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ

تمکو اس کی اطلاع دیتا کیونکہ اس سے پہلے بھی تو میں ایک بڑے حصے عمر تک تم میں رہ چکا ہوں پھر تم اتنی عقل نہیں رکھتے سو اس شخص

عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَوْ كَذَّبَ بِآيَاتِهِ ۚ إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ الْمُجْرِمُونَ ﴿١٧﴾

سے زیادہ کون ظالم ہوگا جو اللہ پر جھوٹ باندھے یا اسکی آیتوں کو جھوٹا بتلادے یقیناً ایسے مجرموں کو اصلاً فلاح نہ ہوگی

مشرکین عرب کے ایک غلط مطالبہ کی تردید

مشرکین عرب جو قیامت کے دن بارگاہ خداوندی میں اپنی پیشی کا انکار کرتے تھے ان کا یہ خیال تھا کہ محمد عربی ﷺ جو کتاب (قرآن کریم) ہم کو سناتے ہیں یہ خود ان کی لکھی ہوئی ہے اس لئے انھوں نے بلا جھجک آپؐ سے یہ مطالبہ کیا کہ آپ اس کتاب کے علاوہ کوئی اور کتاب ہمیں سنائیں یا کم از کم اس کتاب میں کچھ ردو بدل کریں تب ہم اس کو سنیں گے اور مانیں گے

ان کا مطلب یہ تھا کہ جو باتیں ہمارے اعتقاد کے خلاف ہیں ان کو آپ اس کتاب سے ــــ نکال دیجئے مثلاً مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہو کر خدا کے سامنے پیش ہونا اور دنیوی زندگی کا حساب وکتاب دینا اور پھر اپنے اعمال کے مطابق جنت یا جہنم اس کا ٹھکانا ہونا، اور اسی طرح جن کاموں کو ہم جائز اور حلال سمجھتے ہیں ان پر کسی قسم کی پابندی نہ لگانا. بالخصوص ان بتوں کی پوجا سے روکنا اور ان کو اپنا حاجت روا ماننا جن کو ہمارے بڑے نسل در نسل پوجتے چلے آئے ہیں، بہرحال اگر اس طرح کی تبدیلیاں آپ کر دیں تو ہم آپ کے ساتھ ہیں

ان کے اس خام خیال کی تردید کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے نبی کی زبانی جواب دیا کہ آپؐ ان سے فرما دیجئے کہ نہ میں نے اپنی طرف سے یہ باتیں تم کو تعلیم کیں اور نہ ہی مجھے اس کا اختیار ہے کہ میں ان میں کسی طرح کی کمی و زیادتی یا ردو بدل کر سکوں میں تو اپنے رب کے حکم کا پابند ہوں وہ مجھ پر جو احکام وحی کے ذریعہ بھیجتا ہے میں وہی تم تک پہونچا دیتا ہوں، ان میں اگر میں نے معمولی سی بھی ترمیم کر دی تو میرا شمار سخت گنہ گار اور نافرمانوں میں ہو جائے گا، بس میں تو قیامت کے ہولناک عذاب سے ڈرتا ہوں لہذا تمھارا غلط اور بے بنیاد مطالبہ کسی صورت میں بھی پورا نہیں کر سکتا . بس اللہ کو اگر یہ منظور ہوتا کہ تمھیں یہ کلام نہ سنایا جائے تو نہ میں تمھیں سناتا اور نہ اللہ تعالیٰ تم کو اس سے باخبر کرتے اور جب خدائے تعالیٰ کو یہی منظور تھا کہ تمھیں یہ کلام سنوایا جائے تو پھر کس کی مجال ہے کہ جو اس میں کوئی کمی بیشی کر سکے .

اس کے بعد قرآن کریم کو من جانب اللہ اور کلام الٰہی ہونے کو ایک واضح دلیل سے سمجھایا کہ تم ذرا یہ بھی سوچو کہ اس کلام پاک کے نازل ہونے سے پہلے میں نے تمھارے سامنے چالیس سال کی عمر گذاری ہے، اس لمبی عمر میں تم نے نہ مجھے تعلیم حاصل کرتے ہوئے دیکھا نہ کسی عالم و ادیب کی صحبت میں دیکھا اور نہ ہی مجھے کبھی شعر و سخن اور ادبی مضامین و مقالے لکھتے ہوئے سنا اور نہ ہی کبھی مجھ سے کوئی فصیح و بلیغ خطبہ سنا، پھر اچانک مجھ سے ایسا اعلیٰ درجہ کا فصیح و بلیغ اور معجز کلام سنا کہ اس جیسا کلام کہنے سے پورا عرب جو تمام دنیا پر اپنی فصاحت و بلاغت کے

اعتبار سے چھایا ہوا ہے عاجز رہے اور پھر یہ کلام فصیح و بلیغ ہونے کے ساتھ ساتھ گذرے ہوئے اور آئندہ پیش آنے والے واقعات کی بالکل صحیح خبر دیتا ہے، پس یہ سب کچھ مشاہدہ کر لینے کے بعد بھی تم میں اتنی عقل نہیں کہ یہ سمجھ سکو کہ یہ کلام کسی انسان کا نہیں ہو سکتا، یقیناً یہ خالق دو عالم اللہ جل شانہ کا مقدس و پاکیزہ کلام ہے۔

سب سے بڑا ظالم

فَمَنْ اَظْلَمُ الخ: اس آیت میں مشرکین کو ڈانٹا گیا ہے کہ اس سے بڑھ کر ظالم اور کون ہوگا جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹی تہمت لگائے یہ عقیدہ رکھ کر کہ اللہ کے اولاد ہے اور اس کا ساجھی و شریک بھی ہے اور اس سے بڑا ظالم کون ہو سکتا ہے جو اللہ کی آیتوں کو جھٹلائے اور یہ یقین رکھے کہ یہ کلام اللہ کا نہیں بلکہ ایک انسان محمد عربی کا ہے، بس ایسے سرکش و نافرمان مجرموں کو کبھی راہ نجات نہیں ملے گی بلکہ وہ ہمیشہ کے عذاب میں گرفتار کر دیئے جائیں گے۔

وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ

اور یہ لوگ اللہ کو چھوڑ کر ایسی چیزوں کی عبادت کرتے ہیں جو نہ ان کو ضرر پہنچا سکیں اور نہ ان کو نفع پہنچا سکیں اور کہتے

هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ ؕ قُلْ اَتُنَبِّـُٔوْنَ اللّٰهَ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي

ہیں کہ یہ اللہ کے پاس ہمارے سفارشی ہیں آپ کہہ دیجئے کہ کیا تم خدا تعالیٰ کو ایسی چیز کی خبر دیتے ہو جو خدا تعالیٰ کو معلوم

السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۱۸﴾

نہیں نہ آسمانوں میں اور نہ زمین میں وہ پاک ہے اور برتر ہے ان لوگوں کے شرک سے

وَمَا كَانَ النَّاسُ اِلَّآ اُمَّةً وَّاحِدَةً فَاخْتَلَفُوْا ؕ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ

اور تمام آدمی ایک ہی طریقے کے تھے پھر انھوں نے اختلاف پیدا کر لیا، اور اگر ایک بات نہ ہوتی جو

سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ فِيْمَا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۱۹﴾

آپ کے رب کی طرف سے پہلے ٹھہر چکی ہے تو جس چیز میں یہ لوگ اختلاف کر رہے ہیں ان کا قطعی فیصلہ دنیا

وَيَقُوْلُوْنَ لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ۚ فَقُلْ اِنَّمَا

ہی میں ہو چکا ہوتا اور یہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ ان پر ان کے رب کی طرف سے کوئی معجزہ کیوں نہیں نازل ہوا سو آپ فرما دیجئے کہ

الْغَيْبُ لِلّٰهِ فَانْتَظِرُوْا ۚ اِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ ﴿٢٠﴾

غیب کی خبر صرف خدا کو ہے سو تم بھی منتظر رہو میں بھی تمہارے ساتھ منتظر ہوں

تفسیر مشرکین مکہ کو مخاطب کرکے فرمایا گیا ہے کہ تم ایسی چیزوں کی پوجا کرتے ہو جو تمھیں نہ کسی قسم کا نفع پہونچا سکتی ہیں اور نہ ہی پوجا نہ کرنے پر تم کو کسی قسم کا نقصان پہونچا سکتی ہیں، جبکہ معبود کی شان یہ ہوتی ہے کہ اس کو ہر چیز پر پوری پوری قدرت ہوتی ہے کہ اگر تم اس کی مرضی کے مطابق چلو تو خوش ہو کر ہر طرح کا عیش و آرام نصیب فرمادے اور اگر اس کی مرضی کے خلاف چلو تو جس طرح کی سزا میں چاہے تم کو مبتلا کر دے۔

ان مشرکین مکہ کا یہ بھی عقیدہ تھا کہ یہ بت جن کو ہم پوجتے ہیں اللہ کے یہاں ہماری سفارش کرکے ہمیں بخشوادیں گے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ ان سے فرمادیجئے کیا تم حق تعالیٰ شانہ کو ایسی چیز کی خبر دیتے ہو جس کو وہ نہیں جانتے اور اس کا وجود آسمان و زمین میں کہیں نہیں یعنی خدا کا شریک و ساجھی، اور پھر اللہ تعالیٰ تردید کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ہمارا کوئی شریک و ساجھی نہیں دونوں جہان کے صرف ہم مالک ہیں اور ہم ان کے شرک سے پاک و برتر ہیں۔

اس کے بعد فرماتے ہیں کہ پہلے لوگ ایک ہی طریقہ پر تھے یعنی تمام کے تمام ایک ہی خدا کی بندگی کرتے تھے، شرک نام کی کوئی چیز نہ تھی پھر ان میں نفس پرستی اور خواہشات کی پیروی کی وجہ سے اختلاف ہو گیا کہ ان میں سے ایک گروہ نے شرک و کفر کے دامن کو تھام لیا اور دوسرا فرقہ توحید پر جما رہا، اور یہ زمانہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت نوح علیہ السلام کے تشریف لانے تک رہا حضرت نوح ؑ کے زمانے میں شرک و کفر شروع ہو چکا تھا جس کا انھیں مقابلہ کرنا پڑا۔

اگر اللہ پاک کی طرف سے یہ بات طے نہ ہو چکی ہوتی کہ انسان کے اچھے برے اعمال کی سزا آخرت میں دیں گے تو ان کے اختلاف کا فیصلہ دنیا ہی میں کر دیا جاتا، بت پرستوں کو ہلاک کر دیا جاتا اور توحید پرستوں کو ہر قسم کا عیش و آرام نصیب کر دیا جاتا۔

کفار کی یہ عادت تھی کہ وہ ضد اور عناد کی وجہ سے حضور علیہ السلام سے مختلف قسم کے عجیب عجیب معجزات کا مطالبہ کرتے تھے، کبھی کہتے کہ یہ کوہ صفا سونے کا بنا دیجئے اور کبھی کہتے کہ مکہ کے آس پاس جو پہاڑ ہیں ان کی جگہ ہموار میدان ہو کر اس میں باغ لگ جائیں اور جب ان کا یہ مطالبہ پورا نہ کیا جاتا تو کہتے کہ ہمارا مطالبہ آخر کیوں پورا نہیں کیا جاتا اس کا مختصر جواب

یہاں پر اللہ پاک نے اپنے پیغمبر کی زبانی یہ دیا ہے کہ آپ فرما دیجئے کہ غیب کا علم صرف خدا ہی کو ہے وہی بہتر جانتا ہے کہ تمہارا مطلوبہ معجزہ کیوں نہیں دکھایا جاتا۔ بس انتظار کرتے رہو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کر رہا ہوں

فرمائشی معجزہ پورا نہ کرنے کی حکمت

اللہ تعالیٰ کو ہر چیز پر پوری قدرت ہے وہ چاہتے تو ان کے تمام مطالبے پورا کر دیتے مگر حق تعالیٰ کی یہ عادت ہے کہ جب کوئی قوم فرمائشی معجزہ دیکھ لینے کے بعد بھی ایمان قبول نہیں کرتی تو اس پوری قوم کو ہلاک کر ڈالتے ہیں، اور ان کے متعلق یہ معلوم ہو چکا تھا کہ یہ ایمان قبول کرنے کی غرض سے معجزہ کا مطالبہ نہیں کر رہے ہیں کیونکہ معجزہ رسول کی سچائی ثابت کرنے کے لئے ہوتا ہے اور آپ کی سچائی بہت سے معجزات مثلاً چاند کا انگلی کے اشارے سے دو ٹکڑے ہو جانا وغیرہ سے ثابت ہو چکی ہے۔ بس اگر ان کی فرمائش کے مطابق معجزہ دکھا دیا جاتا تو یہ پھر بھی ایمان نہ لاتے اور بالآخر ان کو ہلاک کر دیا جاتا اور اللہ پاک اس امت کو قیامت تک باقی رکھنا چاہتے ہیں اس لئے ان کا فرمائشی مطالبہ پورا نہیں کیا گیا۔

وَاِذَآ اَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً مِّنْۢ بَعْدِ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُمْ اِذَا

اور جب ہم لوگوں کو بعد اسکے کہ ان پر کوئی مصیبت پڑ چکی ہو کسی نعمت کا مزہ چکھا دیتے ہیں تو فوراً ہی ہماری

لَهُمْ مَّكْرٌ فِيْٓ اٰيَاتِنَا ؕ قُلِ اللّٰهُ اَسْرَعُ مَكْرًا ؕ اِنَّ رُسُلَنَا يَكْتُبُوْنَ

آیتوں کے بارے میں شرارت کرنے لگتے ہیں آپ کہہ دیجئے کہ اللہ تعالیٰ اس شرارت کی سزا بہت جلد دے گا بالیقین

مَا تَمْكُرُوْنَ ﴿۲۱﴾ هُوَ الَّذِيْ يُسَيِّرُكُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ؕ حَتّٰٓى اِذَا

ہمارے فرشتے تمہاری سب شرارتوں کو لکھ رہے ہیں اور اللہ ایسا ہے کہ تم کو خشکی اور دریا میں لئے لئے پھرتا ہے یہاں

كُنْتُمْ فِي الْفُلْكِ ۚ وَجَرَيْنَ بِهِمْ بِرِيْحٍ طَيِّبَةٍ وَّفَرِحُوْا بِهَا

تک کہ جب تم کشتی میں سوار ہوتے ہو اور وہ کشتیاں لوگوں کو موافق ہوا کے ذریعہ لے کر چلتی ہیں اور وہ لوگ ان

جَآءَتْهَا رِيْحٌ عَاصِفٌ وَّجَآءَهُمُ الْمَوْجُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّظَنُّوْٓا

سے خوش ہوتے ہیں ان پر ایک جھونکا ہوا کا آتا ہے اور ہر طرف سے ان پر موجیں اٹھی چلی آتی ہیں

أَنَّهُمْ أُحِيطَ بِهِمْ ۙ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ ۚ لَئِنْ

اور وہ سمجھتے ہیں کہ آ گھرے سب خالص اعتقاد کرکے اللہ ہی کو پکارنے لگتے ہیں اگر آپ ہم کو

أَنْجَيْتَنَا مِنْ هٰذِهِ لَنَكُونَنَّ مِنَ الشّٰكِرِينَ ﴿٢٢﴾ فَلَمَّا أَنْجٰهُمْ

اس سے بچالیں تو ہم ضرور حق شناس بن جائیں پھر جب اللہ تعالیٰ ان

إِذَا هُمْ يَبْغُونَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ۗ يٰۤأَيُّهَا النَّاسُ إِنَّمَا بَغْيُكُمْ

کو بچالیتا ہے تو فوراً ہی وہ زمین میں ناحق کی سرکشی کرنے لگتے ہیں اے لوگو تمہاری یہ سرکشی تمہارے

عَلٰٓى أَنْفُسِكُمْ ۙ مَتَاعَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۖ ثُمَّ إِلَيْنَا مَرْجِعُكُمْ

لئے وبال جان ہونے والی ہے دنیوی زندگی میں حظ اٹھارہے ہو پھر ہمارے پاس تم کو آنا ہے پھر ہم

فَنُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٢٣﴾ إِنَّمَا مَثَلُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا

سب تمہارا کیا ہوا تم کو جتلادیں گے بس دنیوی زندگی کی حالت تو ایسی ہے جیسے

كَمَآءٍ أَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْأَرْضِ مِمَّا

ہم نے آسمان سے پانی برسایا پھر اس سے زمین کے نباتات جنکو آدمی اور چوپائے

يَأْكُلُ النَّاسُ وَالْأَنْعَامُ ۗ حَتّٰىٓ إِذَآ أَخَذَتِ الْأَرْضُ زُخْرُفَهَا

کھاتے ہیں خوب گنجان ہوکر نکلے یہاں تک کہ جب وہ زمین اپنی رونق کا پورا حصہ

وَازَّيَّنَتْ وَظَنَّ أَهْلُهَآ أَنَّهُمْ قٰدِرُونَ عَلَيْهَآ ۙ أَتٰىهَآ أَمْرُنَا لَيْلًا

لے چکی اور اس کی خوب زیبائش ہوگئی اور اسکے مالکوں نے سمجھ لیا کہ اب ہم اس پر بالکل قابض ہوچکے

أَوْ نَهَارًا فَجَعَلْنٰهَا حَصِيدًا كَأَنْ لَمْ تَغْنَ بِالْأَمْسِ ۗ كَذٰلِكَ

تو دن میں یا رات میں اس پر ہماری طرف سے کوئی حادثہ آپڑا سو ہم نے اس کو ایسا صاف کردیا کہ گویا وہ

نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ﴿٢٤﴾

موجود ہی نہ تھی ہم اسی طرح آیات کو صاف صاف بیان کرتے ہیں ایسے لوگوں کیلئے جو سوچتے ہیں

تفسیر

ان آیات میں کافروں کے متعلق ارشاد ہے کہ جب ہم ان کو پریشانی کے بھنور سے نکال کر راحت و آرام دیتے ہیں تو یہ ہماری آیتوں کے بارے میں شرارت کرنے لگتے ہیں، ان سے روگردانی کرتے ہیں ان کو جھٹلاتے ہیں اور ان کا مذاق اڑاتے ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ان کی شرارت کو ہمارے فرشتے لکھ رہے ہیں اور ہم بہت جلد ان کو اسکی سزا دیں گے۔

اسکے بعد ان کی ایک اور حالت کا ذکر فرمایا کہ جب وہ کشتی میں سفر کرتے ہیں اور اچانک ہوا کا مخالف جھونکا آتا ہے اور ہر طرف سے موجیں ان پر اٹھی چلی آتی ہیں بس وہ سمجھ لیتے ہیں کہ ہم بُری طرح مصیبت میں گھر چکے ہیں اس وقت یہ کافر لوگ پورے یقین و اعتقاد کیساتھ کہ اس مصیبت سے ہمیں صرف اللہ ہی بچا سکتا ہے دعا کرتے ہیں اے خدا آپ ہم کو اس مصیبت سے نجات دیدیجئے، تو پھر ہم صرف آپ کی بندگی کریں گے کسی کو آپ کی ذات کے ساتھ شریک و سہیم نہیں کریں گے اور جب ان کے اس عہد پر اللہ پاک ان کو اس مصیبت سے بچا لیتا ہے تو یہ زمین پر قدم رکھتے ہیں اپنے عہد کو بھول جاتے ہیں اور طرح طرح کی کفر و شرک جیسی سرکشی کرنے لگتے ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اے نافرمان لوگو سن لو تمہاری یہ سرکشی جلد ہی وبالِ جان ہونے والی ہے۔ بس کچھ دن دنیاوی زندگی کے مزے لے لو اسکے بعد پھر تم کو مر کر ہمارے پاس آنا ہے اس وقت تمہاری تمام حرکتیں اور نافرمانیاں تمہارے سامنے کھول کر رکھ دیں گے اور انھی کے مطابق تم کو سزا دیں گے۔

دنیوی زندگی کی مثال

اور یاد رکھو دنیوی زندگی بہت لمبی نہیں ہے جو تم ہمارے عذابات سے بچے ہی رہو گے بلکہ دنیوی زندگی کی مثال ایسی ہے جیسے ہمارے آسمان سے بارش برسانے پر زمین سے کچھ سبزہ (گھانس سبزی وغیرہ) نکلا اور جب وہ خوب سرسبز و شاداب ہوگیا اور ان کے مالکوں نے سمجھ لیا کہ اب یہ ہمارے استعمال کے قابل ہو چکا ہے تو ہم رات میں یا دن میں ان کی نافرمانی کی وجہ سے اچانک کوئی آسمانی وبا (یا لاخشکی وغیرہ) اس پر نازل کر دیتے ہیں جس سے وہ ایسا ہو جاتا ہے جیسے یہاں کبھی کچھ موجود ہی نہیں تھا بس یہی حال اے لوگو تمہاری زندگی کا ہے جس میں تم مستی مارتے ہو اور سرکشی کرتے پھرتے ہو بس تم کو بھی ایک دن اچانک موت کا فرشتہ آ دبائے گا اور تم بھی ایسے ہو جاؤ گے جیسے یہاں کبھی تھے ہی نہیں، اس کے بعد اصل زندگی شروع ہوگی وہاں تمھیں ہمیشہ رہنا ہے اس لئے عقل و سمجھ سے کام لو اور اس مختصر سی زندگی میں ایسے کام کر لو جو ہمیشہ

کر ایک نعمت ان کو اور مرحمت کی جائے گی اور وہ ہوگا اللہ جل شانہ کا دیدار و زیارت۔

مسلم شریف میں حضرت صہیبؓ سے منقول ہے کہ جب جنتی جنت میں داخل ہو چکے ہوں گے تو اللہ پاک ان سے فرمائیں گے کیا تمھیں اور کسی چیز کی ضرورت ہے؟ جنتی عرض کریں گے اے ہمارے پروردگار آپ نے ہمیں جہنم سے بچا لیا، ہمارے چہرے روشن کر دیئے اور ہمیں جنت میں داخل فرما کر اس کی تمام نعمتیں اور راحتیں ہم کو بخش دیں اب ہمیں اور کیا چاہیئے اس وقت درمیان سے پردہ اٹھا دیا جائیگا سب جنتی اللہ تعالیٰ کا دیدار کریں گے تب ان کو معلوم ہوگا کہ جنت کی تمام نعمتوں سے بڑھ کر یہ نعمت (زیارت خداوندی) ہے جس کا ہمیں علم بھی نہ تھا جو خدائے تعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے بلا طلب کے ہمیں مرحمت فرمائی ہے۔

اسی آیت میں جنتیوں کے متعلق ارشاد ہے کہ ان کے چہروں پر نہ کبھی رنج و غم اور تکلیف کا اثر ہوگا اور نہ ہی ان پر ذلت چھائے گی اور اس کے بالمقابل وہ لوگ جنھوں نے ایمان قبول نہیں کیا اور برے اعمال کئے ان کو آخرت میں اسکے بدلے جہنم میں ڈالا جائے گا ان کے چہروں پر ذلت و رسوائی چھائی ہوئی ہوگی، اور ان کے چہروں کی سیاہی کا یہ عالم ہوگا کہ گویا اندھیری رات کی چادر ان کے چہروں پر لپیٹ دی گئی ہے۔ بس یہ لوگ ہمیشہ جہنم میں پڑے رہیں گے۔

وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ نَقُولُ لِلَّذِينَ أَشْرَكُوا مَكَانَكُمْ

اور جس روز ہم ان سب کو جمع کریں گے پھر مشرکین سے کہیں گے کہ تم

أَنْتُمْ وَشُرَكَاؤُكُمْ ۚ فَزَيَّلْنَا بَيْنَهُمْ ۖ وَقَالَ شُرَكَاؤُهُمْ مَا كُنْتُمْ

اور تمھارے شریک اپنی جگہ ٹھیرو پھر ہم ان کے آپس میں پھوٹ ڈالیں گے اور ان کے وہ شرکا کہیں گے

إِيَّانَا تَعْبُدُونَ ﴿٢٨﴾ فَكَفَىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ إِنْ كُنَّا

کہ تم ہماری عبادت نہیں کرتے تھے سو ہمارے تمھارے درمیان خدا کافی گواہ ہے کہ ہم کو تمھاری

عَنْ عِبَادَتِكُمْ لَغَافِلِينَ ﴿٢٩﴾ هُنَالِكَ تَبْلُو كُلُّ نَفْسٍ مَا أَسْلَفَتْ

عبادت کی خبر بھی نہ تھی اس مقام پر ہر شخص اپنے کئے ہوئے کاموں کا امتحان کریگا

وَرُدُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۳۰﴾

اور یہ لوگ اللہ کی طرف جو ان کا مالک حقیقی ہے لوٹائے جاویں گے اور جو کچھ معبود تراش رکھے تھے سب ان سے غائب ہو جاویں گے

تفسیر میدان محشر میں اللہ پاک نیک و بد تمام مخلوق کو جمع کریں گے اور پھر مشرکین کو مخاطب کرکے فرمائیں گے کہ تم اور جن کو تم اپنا شریک بنا کر پوجتے تھے اپنی اپنی جگہ ٹھہرے رہو تاکہ اپنے معبودان باطل کے متعلق تمہارا جو عقیدہ ہے اس کی حقیقت تم پر کھل جائے اسکے بعد مشرکین اور ان کے معبودوں کے درمیان جو رشتۂ اتحاد دنیا میں پایا جاتا تھا اس کو قطع کر دیا جائے گا جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ان کے معبود (بت) بول اٹھیں گے کہ تم ہماری پوجا نہیں کرتے تھے، مطلب یہ کہ ہم نے اپنی پوجا کا تم کو حکم نہیں دیا تھا بلکہ اس کام کے لئے تمکو شیطان نے ابھارا، اسی کے کہنے پر تم نے ہماری پوجا کی اور شیطان کو راضی و خوش کیا بہرحال تم ہماری عبادت قطعاً نہیں کرتے تھے اور پھر خدا کو گواہ بنا کر کہیں گے کہ ہمیں تو تمہاری اس مشرکانہ عبادت کی خبر تک بھی نہیں کیونکہ نہ ہم سنتے تھے نہ دیکھتے تھے نہ سمجھتے تھے۔

بعض مفسرین رحمہ نے فرمایا کہ شرکاء سے مراد فرشتے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ یہ دونوں صاف انکار کردیں گے کہ ہم نے ہرگز تم سے اپنی پوجا کرنے کو نہیں کہا تھا، تم نفس و شیطان کے پھندے میں پھنس کر یہ حرکت کرتے تھے۔ بس اس وقت ہر انسان اپنے کئے ہوئے اعمال کو آزمائے گا کہ وہ نفع بخش تھے یا نقصان دہ۔ اس وقت ان مشرکین کی آنکھیں کھلیں گی کہ زندگی بھر جن کی ہم نے پوجا کی وہ ہماری مدد تو کیا کریں گے اور ہمارے خلاف گواہی دے رہے ہیں۔ بس تمام معبودان باطل اس وقت ان سے غائب ہو جائیں گے کوئی بھی ان کا حامی و مددگار اور ساتھی نہ ہوگا اور یہ لوگ اپنے مالک حقیقی اللہ جل شانہ کی طرف لوٹائے جائیں گے وہ ان کو ان کے اعمال کے مطابق سزا دیگا

قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اَمَّنْ يَّمْلِكُ السَّمْعَ

آپ کہئے کہ وہ کون ہے جو تمکو آسمان اور زمین سے رزق پہنچاتا ہے یا وہ کون ہے جو کانوں اور

وَالْاَبْصَارَ وَمَنْ يُّخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ

آنکھوں پر پورا اختیار رکھتا ہے اور وہ کون ہے جو جاندار کو بیجان سے نکالتا ہے اور بے جان کو

الْحَيِّ وَمَنْ يُّدَبِّرُ الْاَمْرَ ؕ فَسَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ ۚ فَقُلْ اَفَلَا

جاندار سے نکالتا ہے اور وہ کون ہے جو تمام کاموں کی تدبیر کرتا ہے سو ضرور وہ جواب میں یہی کہیں گے کہ اللہ ہے

تَتَّقُوْنَ ﴿۳۱﴾ فَذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمُ الْحَقُّ ۚ فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ

تو ان سے کہئے کہ پھر کیوں نہیں پرہیز کرتے سو یہ ہے اللہ جو تمہارا رب حقیقی ہے پھر حق کے بعد اور کیا رہ گیا

اِلَّا الضَّلٰلُ ۖ فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ ﴿۳۲﴾ كَذٰلِكَ حَقَّتْ كَلِمَتُ

بجز گمراہی کے پھر کہاں پھرے جاتے ہو اسی طرح آپ کے رب کی یہ بات کہ ایمان نہ

رَبِّكَ عَلَى الَّذِيْنَ فَسَقُوْٓا اَنَّهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۳۳﴾

لاویں گے تمام متمرد لوگوں کے حق میں ثابت ہو چکی ہے

مشرکین سے سوالات

اللہ پاک نے اپنی مشفقانہ عادت کے مطابق ان دو آیتوں میں مشرکین سے چند سوالات معلوم کئے حضور علیہ السلام کو مخاطب کرکے فرمایا گیا ہے کہ آپ ان مشرکین سے کہئے کہ آسمان و زمین سے تمکو رزق کون دیتا ہے (کہ آسمان سے زمین پر بارش ہوتی ہے اور پھر زمین سے تمہارے کھانے کو رزق پیدا ہوتا ہے) اور وہ کون ہے جو تمہارے کانوں اور آنکھوں پر پورا اختیار رکھتا ہے کہ جب چاہے سننے اور دیکھنے کی قوت دیدے اور جب چاہے چھین لے۔ اور وہ کون ہے جو مردہ چیزوں سے زندہ کو پیدا کرتا ہے جیسے مٹی سے درخت و پودے وغیرہ یا نطفہ سے انسان و جانور یا انڈے سے پرندہ اور جاندار چیزوں سے بے جان پیدا کرتا ہے جیسے انسان اور جانور میں سے نطفہ بے جان۔ اور وہ کون ہے جو تمام کائنات کے کاموں کی تدبیر کرتا ہے۔

اس کے بعد فرمایا اے ہمارے نبی جب آپ ان مشرکین سے یہ سوالات کریں گے تو یقیناً وہ اسکے جواب میں یہی کہیں گے کہ ان تمام چیزوں کو صرف خدائے تعالیٰ نے پیدا کیا ہے بس آپ ان سے کہئے جب یہ حق بات تم کو معلوم ہے کہ ہر چیز کا خالق و مالک اللہ ہے تو پھر تم شرک سے اپنے آپ کو کیوں نہیں بچاتے آخر کیوں گمراہی کو اختیار کرکے اپنی آخرت برباد کر رہے ہو۔

مشرکین و کفار ہر طرح سے سمجھانے کے بعد بھی ایمان قبول نہیں کرتے تھے جس سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت غم ہوتا تھا اس لئے آخری آیت میں یہ فرماکر آپ کو تسلی دی گئی ہے کہ ایسے سرکش لوگوں کے حق میں یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ یہ کبھی بھی ایمان نہیں لائیں گے۔ بس آپ ان کے غم میں نہ گھلئے۔ ان کا معاملہ اللہ کے سپرد کر دیجئے۔

قُلْ هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ مَّنْ يَّبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ ؕ قُلِ اللّٰهُ

آپ یوں کہیے کہ کیا تمہارے شرکاء میں سے کوئی ایسا ہے جو پہلی بار بھی مخلوق کو پیدا کرے پھر

يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ﴿۳۴﴾ قُلْ هَلْ مِنْ

دوبارہ بھی پیدا کرے آپ کہہ دیجیے کہ اللہ ہی پہلی بار بھی پیدا کرتا ہے پھر وہی دوبارہ بھی پیدا کرے گا سو پھر تم کہاں

شُرَكَآئِكُمْ مَّنْ يَّهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ ؕ قُلِ اللّٰهُ يَهْدِيْ لِلْحَقِّ ؕ

پھرے جاتے ہو آپ کہیے کہ کیا تمہارے شرکاء میں کوئی ایسا ہے کہ امر حق کا راستہ بتلاتا ہو آپ کہہ دیجیے کہ اللہ ہی امر حق کا

اَفَمَنْ يَّهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ اَحَقُّ اَنْ يُّتَّبَعَ اَمَّنْ لَّا يَهِدِّيْٓ

رستہ بتلاتا ہے تو پھر آیا جو شخص امر حق کا رستہ بتلاتا ہو وہ زیادہ اتباع کے لائق ہے یا وہ شخص جس کو

اِلَّآ اَنْ يُّهْدٰى ۚ فَمَا لَكُمْ ۫ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ ﴿۳۵﴾ وَمَا يَتَّبِعُ

بے تبلائے خود ہی رستہ نہ سوجھے تو تم کو کیا ہو گیا تم کیسی تجویزیں کرتے ہو اور ان میں سے اکثر لوگ

اَكْثَرُهُمْ اِلَّا ظَنًّا ؕ اِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِيْ مِنَ الْحَقِّ شَيْـًٔا ؕ

صرف بے اصل خیالات پر چل رہے ہیں یقیناً بے اصل خیالات امر حق سے مستغنی کرنے میں ذرا بھی مفید نہیں یہ جو

اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ﴿۳۶﴾

کچھ کر رہے ہیں یقیناً اللہ کو سب خبر ہے

تفسیر

اے ہمارے پیغمبر آپ ان مشرکین سے پوچھیے کہ جن کو تم نے خدا کا شریک وساجھی بنا رکھا ہے کیا ان میں یہ قوت بھی ہے کہ وہ اس مخلوق کو پہلی دفعہ پیدا کرے اور مرجانے کے بعد پھر دوبارہ زندہ کرے، ظاہر ہے ان کے پاس اس کا کوئی جواب نہیں، بس آپ ان سے کہیے کہ یہ قدرت وقوت تو صرف خدائے تعالیٰ کی ذات میں ہے، تمام مخلوق کو اس نے پہلی مرتبہ بھی پیدا کیا ہے اور مرجانے کے بعد قیامت کے دن دوبارہ بھی وہی زندہ کرے گا افسوس ہے تم پر کہ اس حق بات کے سامنے آجانے کے بعد بھی تم گمراہی وشرک وبت پرستی کی طرف بڑھتے چلے جارہے ہو۔

اے محمد عربی (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ ان سے یہ بھی پوچھیے کہ کیا تمہارے معبودان باطل

میں خواہ وہ بت ہوں یا شیاطین کوئی ایسا بھی ہے جو امر حق کا راستہ بتلاتا ہو تمہارے بے بنیاد عقیدوں پر صحیح دلائل قائم کرے، پیغمبر و رسول بھیج کر تمہاری اصلاح کرے، تمہیں ہدایت کی توفیق دے اے مشرکوں خوب غور کرلو تمہارے معبودان باطل میں کوئی ایسا بھی نہیں ہے، بس یہ تمام خوبیاں بھی صرف حق تعالیٰ شانہ کی ذات اقدس میں ہیں وہی ایسا ہے جو لوگوں کو ہدایت پر آنے کی توفیق دیتا ہے اور ان کی اصلاح کے لئے اپنے پیغمبر بھیجتا ہے۔

بس اب تم خود ہی فیصلہ کرو کیا وہ ذات عبادت وبندگی کے لائق ہے جس میں یہ تمام خوبیاں ہیں یا وہ جسکو بغیر تبلائے ہوئے خود ہی راستہ نہ سوجھے اور بغیر اللہ کی ہدایت کے وہ کچھ نہیں کرسکتے، مشرکین کے بڑے بڑے شرکار کا یہی حال ہے جیسے حضرت عیسیٰؑ حضرت عزیرؑ اور فرشتے کہ ان کو جب اللہ پاک نے ہدایت کی توفیق دی تو یہ ہدایت یافتہ ہوئے اور جب ان کے ذریعہ کسی کو اللہ نے ہدایت دینا چاہی تو وہ ہدایت یاب ہوگیا، غرضیکہ جو خود ہدایت پانے اور دوسروں کو ہدایت یاب کرنے میں اللہ کا محتاج ہو وہ معبود کیسے ہوسکتا ہے اور اس کے برخلاف وہ جو سیدھا راستہ دیکھنے کے بعد بھی اس پر نہ چلے جیسے شیاطین تو پھر ان کی پیروی کرنا کس طرح درست ہوسکتی ہے جب پیروی کرنے ہی کی گنجائش نہیں تو ان کو معبود بنالینا کسی طرح بھی صحیح نہیں اور جو بالکل ہی بے جان مورتی ہو جس کو انسان خود اپنے ہاتھ سے بنائے اور پھر اسکو اپنا معبود بنالے، یہ تو قطعاً عقل سے باہر ہے چنانچہ حضرت ابراہیمؑ نے اپنے والد اور اپنی قوم سے کہا تھا کہ تم اندھے بہرے معبود کی جس کو اپنے ہی ہاتھوں سے بناتے ہو پرستش کیوں کرتے ہو جو تمہارے کسی بھی طرح قطعاً کام نہیں آسکتے افسوس تمہاری عقلیں جاتی رہیں تم نے اللہ کو اور اسکی مخلوق کو دونوں کو برابر کردیا ہے۔

قرآن کریم نے اسی بات کو تعجب کے ساتھ ذکر کیا ہے کہ یہ کافر ومشرک لوگ اپنے عقائد میں صرف گمان پر چلتے ہیں ان کے گمان کی تائید نہ عقلی دلائل سے ہوتی ہے نہ نقلی دلائل سے محض بے ہودہ خیالات اور غلط قیاس انھوں نے قائم کر رکھے ہیں جو کہ حق کے مقابلہ میں بالکل بے کار اور بے فائدہ ہوتے ہیں

اقوال وتحقیق:۔ اَکْثَرُھُمْ الخ سوال سبھی کافر ومشرک صرف گمان پر چلتے ہیں پھر قرآن کریم نے اَکْثَرُھُمْ کیوں استعمال کیا، جواب اَکْثَرُھُمْ سے فکر ونظر والے لوگ مراد ہیں کہ جب ان دانشمندوں کا یہ حال ہے تو پھر عام آدمی بدرجۂ اولیٰ اس میں مبتلا ہے۔

اخیر میں ان مشرکین دکافرین کو ڈانٹتے ہوئے فرمایا گیا ہے کہ تمہاری حرکتوں سے اللہ تعالیٰ بخوبی واقف ہیں بس وقت مقررہ پر تم کو اس کی دردناک سزا دی جائے گی۔

وَمَا كَانَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ اَنْ يُّفْتَرٰى مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ

اور یہ قرآن افترار کیا ہوا نہیں ہے کہ غیر اللہ سے صادر ہوا ہو بلکہ یہ تو ان کتابوں کی تصدیق

تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيْلَ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ

کرنے والا ہے جو اس سے قبل نازل ہو چکی ہیں اور احکام ضروریہ کی تفصیل بیان کرنے والا ہے اس

مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۳۷﴾ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ۭ قُلْ فَاْتُوْا

میں کوئی بات شک کی نہیں رب العلمین کی طرف سے نازل ہوا ہے کیا یہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ آپ نے اس کو

بِسُوْرَةٍ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ

افترار کرلیا ہے آپ کہدیجئے کہ تو پھر تم اس کے مثل ایک ہی سورۃ لاؤ اور جن جن غیر اللہ کو بلا سکو ان کو بلالو

كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۳۸﴾ بَلْ كَذَّبُوْا بِمَا لَمْ يُحِيْطُوْا بِعِلْمِهٖ

اگر تم سچے ہو بلکہ ایسی چیز کی تکذیب کرنے لگے جس کو اپنے احاطۂ علمی میں نہیں لائے

وَلَمَّا يَاْتِهِمْ تَاْوِيْلُهٗ ۭ كَذٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ

اور ہنوز ان کو اس کا اخیر نتیجہ نہیں ملا۔ جو لوگ ان سے پہلے ہوئے ہیں اسی طرح انھوں نے بھی جھٹلایا تھا

فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۳۹﴾ وَمِنْهُمْ مَّنْ يُّؤْمِنُ بِهٖ

سو دیکھ لیجئے ان ظالموں کا انجام کیسا ہوا اور ان میں سے بعضے ایسے ہیں جو اس پر ایمان

وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّا يُؤْمِنُ بِهٖ ۭ وَرَبُّكَ اَعْلَمُ بِالْمُفْسِدِيْنَ ﴿۴۰﴾ ع

لے آویں گے اور بعضے ایسے ہیں کہ اس پر ایمان نہ لاویں گے اور آپ کا رب مفسدوں کو خوب جانتا ہے

قرآن کریم اللہ کا کلام ہے

اس سے پہلی آیات میں ذکر تھا کہ یہ مشرکین دکافرین محض قیاسات دگمان پر چلتے ہیں، اسلئے اب ان آیات میں ان کو ایک محقق ومدلل کتاب کی طرف دعوت دی جارہی ہے کہ اس قرآن کریم میں غور دفکر کرو یہ حق ہے

یہی تم کو سیدھا راستہ دکھا سکتا ہے۔ مشرکین و کافرین کا خیال قرآن کریم کے متعلق یہ تھا کہ یہ اللہ کا کلام نہیں بلکہ محمد عربی نے خود بنایا ہے، ان آیات میں اللہ پاک نے اس کی بھی تردید فرما دی ہے کہ یہ ہمارا کلام ہے، ہم ہی نے اس کے ایک ایک حرف کو اپنے پیغمبر محمد عربی پر اپنے خاص فرشتہ جبرئیل امین کے ذریعہ نازل کیا ہے۔ اور یہ قرآن کریم ان آسمانی کتابوں کی بھی تصدیق کرتا ہے جو اس سے پہلے نازل ہو چکی ہیں اور اس میں قانون الٰہی کی مکمل تفصیلات موجود ہیں اس میں ایک بھی بات ایسی نہیں جس میں شک کی گنجائش ہو بس یقین رکھو کہ یہ مکمل کتاب تمہارے رب کی طرف سے آئی ہوئی ہے اور اگر اس کے باوجود بھی تم کو یقین نہ آئے تو اس جیسی ایک سورت (بلکہ ایک آیت ہی) بنا کر دکھا دو اور اس میں تم کو اس بات کی مکمل چھوٹ ہے کہ اپنے دور کے تمام فصحاء و بلغاء کو بلکہ اپنے معبودان باطل کو اپنی مدد کے لئے جمع کر لو اور تم سب مل کر اس کا مثل بنا کر دکھا دو۔

قرآن کریم نے دوسری جگہ اس بات کی بھی پیشین گوئی فرما دی کہ تم اس جیسا کلام بنا ہی نہیں سکو گے، بالآخر پورا عرب اس جیسی ایک آیت بنانے سے عاجز رہا اور ان شاء اللہ قیامت تک کوئی بھی اس کا مثل نہیں لا سکے گا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ان مشرکین و کافرین نے قرآن کے کلام الٰہی ہونے کا بغیر غور و فکر اور تحقیق کے ہی انکار کر دیا ابھی قرآن کی حقیقت بھی ان کے سامنے نہیں آئی تھی بس سنتے ہی کہنے لگے کہ یہ محمد عربی کا کلام ہے اللہ کا نہیں۔

قرآن کریم نے جو غیبی خبریں دی ہیں مرنے کے بعد زندہ ہونے پر اعمال کے مطابق جزا و سزا کا بیان کیا ہے اس کے متعلق پہلی آسمانی کتابوں کے عالموں سے تحقیقات کرتے جس سے یقیناً ان پر قرآن کی سچائی واضح ہو جاتی۔ اور آئندہ ہونے والے جن واقعات کی پیشین گوئی قرآن نے کی تھی اس کا انتظار کرتے چنانچہ جب اس طرح کی بے شمار پیشین گوئیاں پوری ہوتی ہوئی انھوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھی تو ان میں سے کچھ لوگوں نے تو قرآن کے کلام الٰہی ہونے کی تصدیق کی، محمد عربی ؐ کو اللہ کا سچا رسول مانا اور ایمان کی دولت سے سرفراز ہو گئے، اور کچھ بدنصیب ایسے رہے کہ محض ضد اور دشمنی کی بنیاد پر تصدیق نہیں کی اور کفر پر ہی قائم رہے، انھی کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اسی طرح ہمارے پیغمبر اور ہماری کتاب کو ان سے پہلے والے لوگوں نے بھی جھٹلایا تھا، بس دیکھ لو ان ظالموں کا کیا انجام ہوا کہ دنیا و آخرت میں ذلیل و رسوا اور تباہ و برباد ہوئے، بس اگر یہ اس تنبیہ کے بعد بھی باز نہ آئے تو

ان کا بھی یہی انجام ہوگا، تمہارا رب ایسے فسادیوں کی پوری خبر رکھتا ہے۔

وَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقُلْ لِّيْ عَمَلِيْ وَلَكُمْ عَمَلُكُمْ ۚ اَنْتُمْ بَرِيْٓـُٔوْنَ

اور اگر آپ کو جھٹلاتے رہیں تو بس یہ کہہ دیجئے کہ میرا کیا ہوا مجھ کو ملے گا اور تمہارا کیا ہوا تم کو ملیگا تم

مِمَّآ اَعْمَلُ وَاَنَا بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۴۱﴾ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُوْنَ

میرے کئے ہوئے کے جوابدہ نہیں ہو اور میں تمہارے کئے ہوئے کا جوابدہ نہیں ہوں اور ان میں بعض ایسے ہیں جو آپ

اِلَيْكَ ۭ اَفَاَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ وَلَوْ كَانُوْا لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۴۲﴾ وَمِنْهُمْ

کی طرف کان لگا لگا کر بیٹھتے ہیں کیا آپ بہروں کو سناتے ہیں گو ان کو سمجھ بھی نہ ہو اور ان میں بعض

مَّنْ يَّنْظُرُ اِلَيْكَ ۭ اَفَاَنْتَ تَهْدِي الْعُمْيَ وَلَوْ كَانُوْا لَا

ایسے بھی ہیں کہ آپ کو دیکھ رہے ہیں تو پھر کیا آپ اندھوں کو راستہ دکھانا چاہتے ہیں گو ان کو بصیرت

يُبْصِرُوْنَ ﴿۴۳﴾ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ النَّاسَ شَيْـًٔا وَّلٰكِنَّ

بھی نہ ہو یہ یقینی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ لوگوں پر ظلم نہیں کرتا لیکن لوگ خود ہی

النَّاسَ اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۴۴﴾

اپنے آپ کو تباہ کرتے ہیں

تفسیر ان آیات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرکے فرمایا گیا ہے کہ اگر دین اسلام کے حق ہونے پر دلائل قائم ہوجانے اور اپنے دین کو حق ثابت کرنے سے لاجواب ہونے کے بعد بھی یہ مشرکین وکافرین آپ کو جھٹلاتے رہیں تو آپ ان سے بیزاری کا اظہار کردیجئے اور کہہ دیجئے، میرے عمل کا بدلہ مجھے ملیگا تمہارے عمل کا بدلہ تمہیں ملیگا، تم میرے عمل کے جواب دہ نہیں ہو اور میں تمہارے عمل کا جواب دہ نہیں ہوں بس جس طریقہ پر چاہو چلو مر کر انجام سامنے آجائیگا۔ اور ان میں سے کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو بظاہر آپ کی طرف کان لگاتے ہیں یعنی جب

اقوال وتحقیق:- فَقُلْ لِّيْ عَمَلِيْ الخ صاحب منظہری رحمہ نے کلبی اور مقاتل کے حوالہ سے لکھا ہے کہ یہ آیت، آیت جہاد سے منسوخ ہے۔

آپ تلاوتِ کلام پاک کرتے ہیں اور حکمت و شریعت کی باتیں کرتے ہیں تو وہ کان لگا کر سنتے ہیں مگر دل کے کانوں سے نہیں سنتے یعنی طلب حق اور قبول ایمان کی نیت سے نہیں سنتے اس لیئے ان کا سننا نہ سننا برابر ہے بس ان کی حالت بہروں جیسی ہوئی تو پھر کیا آپ بہروں کو سنا کر اس سے ماننے کا انتظار کرتے ہیں گرچہ انھیں سمجھ بھی نہ ہو، ہاں اگر سمجھ ہوتی تو بہرے پن سے بھی کام چل جاتا، اور اسی طرح ان میں سے کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو اپنی آنکھوں سے آپ کی سچائی کی نشانیاں اور نبوت کی علامات مع معجزات و کمالات کے دیکھ رہے ہیں مگر طلب حق اور قبول ایمان کی غرض سے نہ دیکھنے کی وجہ سے ان کی حالت اندھوں جیسی ہے بس کیا آپ اندھوں کو راستہ دکھانا چاہتے ہیں گرچہ ان میں بصیرت و دانشمندی بھی نہ ہو، بس جن لوگوں نے اپنی آنکھوں اور کانوں کو اس طرح پھوڑ لیا ہو کہ دیکھ کر اور سن کر بھی بے دیکھے اور بے سنے ہوجائیں اور اپنی عقلوں کو تباہ کر لیا ہو تو ایسے لوگوں کو ہم ہدایت کی توفیق نہ دے کر ان سے مواخذہ کریں تو یہ ان پر کوئی ظلم نہیں، اور یاد رکھو ہم کسی پر ظلم نہیں کرتے بس لوگ خود ہی اپنے آپ کو تباہ و برباد کرتے ہیں اپنی فطری صلاحیتوں کو ضائع کرکے

وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ كَأَنْ لَّمْ يَلْبَثُوٓا۟ إِلَّا سَاعَةً مِّنَ ٱلنَّهَارِ

اور ان کو وہ دن یاد دلایئے جس میں اللہ تعالیٰ ان کو اس کیفیت سے جمع کرے گا کہ گویا وہ سارے دن

يَتَعَارَفُونَ بَيْنَهُمْ ۚ قَدْ خَسِرَ ٱلَّذِينَ كَذَّبُوا۟ بِلِقَآءِ ٱللَّهِ وَمَا

کی ایک آدھ گھڑی رہے ہوں گے اور آپس میں ایک دوسرے کو پہچانیں گے واقعی خسارہ میں پڑے وہ لوگ

كَانُوا۟ مُهْتَدِينَ ﴿٤٥﴾ وَإِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ ٱلَّذِى نَعِدُهُمْ أَوْ

جنھوں نے اللہ کے پاس جانے کو جھٹلایا اور وہ ہدایت پانے والے نہ تھے اور جس کا ہم ان سے وعدہ کر رہے ہیں

نَتَوَفَّيَنَّكَ فَإِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ ٱللَّهُ شَهِيدٌ عَلَىٰ مَا يَفْعَلُونَ

اس میں سے کچھ تھوڑا سا اگر ہم آپ کو دکھلادیں یا ہم آپ کو وفات دیدیں سو ہمارے پاس تو ان کو آنا ہی ہے

﴿٤٦﴾ وَلِكُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولٌ ۖ فَإِذَا جَآءَ رَسُولُهُمْ قُضِىَ بَيْنَهُم

پھر اللہ ان سب کے افعال کی اطلاع رکھتا ہے اور ہر ہر امت کیلیئے ایک حکم پہنچانے والا ہے سو جب ان کا وہ رسول آچکتا ہے ان

بِالْقِسْطِ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۴۷﴾

کا فیصلہ انصاف کے ساتھ کیا جاتا ہے اور ان پر ظلم نہیں کیا جاتا

حشر کا ایک منظر

ارشاد خداوندی ہے کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ ان کافرین ومشرکین اور گنہ گاروں کو قیامت کا دن یاد دلایئے جس میں ہم ان کو اس طرح جمع کریں گے کہ وہ اپنی دنیوی زندگی یا عالم برزخ میں رہنے کو یوں سمجھیں گے کہ ہم وہاں ایک آدھ گھنٹہ رہ کر آئے ہیں ان کو ایسا اس لئے لگے گا کہ قیامت کے دن بہت ہی سخت اور بہت ہی بڑا ہوگا اس کی خوف و ہیبت کا سامنے قبر کا عذاب بھی ان کو ہلکا معلوم ہوگا۔

میدان حشر میں لوگ ایک دوسرے کو پہچانیں گے کہ یہ میرا باپ ہے، یہ میرا بیٹا ہے، یہ میری ماں ہے مگر اپنے اپنے معاملات میں ایسے پھنسے ہوں گے کہ ایک دوسرے کی مدد نہ کرسکیں گے جس سے ان کو اور بھی دکھ ہوگا کہ آج میرے ماں باپ یا اولاد جن کے لئے میں نے سب کچھ کیا ہے وہ بھی میرے لئے کچھ نہیں کر رہے ہیں۔

امام بغوی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ لوگ قبروں سے اٹھتے وقت تو ایک دوسرے کو پہچان لیں گے مگر میدان حشر میں قیامت کی ہولناکی کی وجہ سے نہیں پہچان پائیں گے، بعض روایات میں ہے کہ آپس میں ایک دوسرے کو پہچان تو لیں گے مگر ہیبت کی وجہ سے بات نہیں کرسکیں گے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں واقعی اس وقت سخت خسارے میں پڑے وہ لوگ جنھوں نے اللہ کے پاس جانے کو جھٹلایا اور وہ دنیا میں بھی ہدایت پانے والے نہ تھے کیونکہ ایمان و یقین حاصل کرنے کے جو ذرائع ان کو دیئے گئے تھے یہ ان کو کام میں نہیں لائے۔

قیامت کا انکار کرنے والوں کو حضور علیہ السلام نے اللہ کے عذاب سے ڈرایا انھوں نے عذاب کو بھی سچ نہ مانا تو اللہ پاک نے اپنے پیغمبر کو تسلی دینے کے لئے فرمایا کہ عذاب کا اصل وقت تو قیامت کا دن مقرر ہے، مگر یہ بھی ہوسکتا ہے کہ آپ کی زندگی ہی میں ہم ان کو عذاب میں مبتلا کردیں جس کو آپ دیکھ لیں، یا آپ کی وفات کے بعد ان کو عذاب دیں اور بالآخر ان کو مرکر ہمارے پاس ہی آنا ہے لہٰذا آخرت میں ان کو عذاب دے کر آپ کو دکھا دیں گے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہمیشہ سے ہماری یہ عادت رہی ہے کہ ہم ہر امت میں ایک رسول بھیجتے ہیں جب وہ رسول ان کو ہمارے احکامات پہونچا دیتا ہے اور معجزات دکھا دیتا ہے اور

پھر کوئی ہمارے رسول کو جھٹلاتا ہے ہمارے احکامات کی خلاف ورزی کرتا ہے تو پھر ہم ہمیشہ کے لئے جہنم اس کا ٹھکانا بنا دیتے ہیں، اور یہ فیصلہ ہمارا انصاف کے ساتھ ہوتا ہے اس میں ذرا بھی ظلم شامل نہیں ہوتا، ظاہر ہے حجت قائم ہوجانے کے بعد سزا دینا انصاف ہے ظلم نہیں۔

وَيَقُولُونَ مَتَىٰ هَٰذَا الْوَعْدُ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ﴿٤٨﴾ قُل لَّا

اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ وعدہ کب ہوگا اگر تم سچے ہو آپ فرما دیجئے کہ

أَمْلِكُ لِنَفْسِي ضَرًّا وَلَا نَفْعًا إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ ۗ لِكُلِّ أُمَّةٍ أَجَلٌ

میں اپنی ذات خاص کے لئے تو کسی نفع کا اور کسی ضرر کا اختیار رکھتا ہی نہیں مگر جتنا خدا کو منظور ہو ہر امت

إِذَا جَاءَ أَجَلُهُمْ فَلَا يَسْتَأْخِرُونَ سَاعَةً ۖ وَلَا يَسْتَقْدِمُونَ ﴿٤٩﴾

کیلئے ایک معین وقت ہے جب ان کا وہ معین وقت آپہنچتا ہے تو ایک ساعت نہ پیچھے ہٹ سکتے ہیں اور نہ آگے سرک سکتے ہیں

قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ أَتَاكُمْ عَذَابُهُ بَيَاتًا أَوْ نَهَارًا مَّاذَا يَسْتَعْجِلُ

آپ فرما دیجئے کہ یہ تو بتلاؤ کہ اگر تم پر خدا کا عذاب رات کو آپڑے یا دن کو تو عذاب میں کون چیز ایسی

مِنْهُ الْمُجْرِمُونَ ﴿٥٠﴾ أَثُمَّ إِذَا مَا وَقَعَ آمَنتُم بِهِ ۚ آلْآنَ وَقَدْ

ہے کہ مجرم لوگ اس کو جلدی مانگ رہے ہیں کیا پھر جب وہ آہی پڑے گا اس کی تصدیق کرو گے ہاں اب مانا

كُنتُم بِهِ تَسْتَعْجِلُونَ ﴿٥١﴾ ثُمَّ قِيلَ لِلَّذِينَ ظَلَمُوا ذُوقُوا

حالانکہ تم بقصد تکذیب اسکی جلدی مچایا کرتے تھے پھر ظالموں سے کہا جاوے گا کہ ہمیشہ کا عذاب

عَذَابَ الْخُلْدِ هَلْ تُجْزَوْنَ إِلَّا بِمَا كُنتُمْ تَكْسِبُونَ ﴿٥٢﴾ وَ

چکھو تم کو تو تمہارے ہی کیے کا بدلہ ملا ہے اور

يَسْتَنبِئُونَكَ أَحَقٌّ هُوَ ۖ قُلْ إِي وَرَبِّي إِنَّهُ لَحَقٌّ ۖ وَمَا أَنتُم

وہ آپ سے دریافت کرتے ہیں کہ کیا عذاب واقعی امر ہے آپ فرما دیجئے کہ ہاں قسم میرے رب کی وہ واقعی

ع ۱۳/۱۰

بِمُعْجِزِينَ ﴿٥٣﴾

امر ہے اور تم کسی طرح خدا کو عاجز نہیں کر سکتے،

عذاب کب آئیگا؟

کافرین ومشرکین کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم موقع بموقع خدائے تعالیٰ کے عذاب سے ڈراتے رہتے تھے مگر وہ آپ کی بات کو سچ نہیں مانتے تھے اور آپ کا اور آپ کے ساتھیوں کا مذاق اڑانے اور جھٹلانے کی غرض سے کہا کرتے تھے آخر وہ عذاب آئے گا کب؟ اگر تم سچے ہو تو اس عذاب کو لے آؤ۔ اس کا جواب اللہ پاک نے اپنے پیارے نبی کی زبانی یہ دیا ہے کہ آپ ان بے ہودہ اور بے وقوف لوگوں سے فرما دیجئے میں تو اپنی جان کو بھی نفع ونقصان پہنچانے کا مالک نہیں ہوں، بس صرف اس قدر جتنا کہ اللہ نے چاہا، مطلب یہ ہے کہ اللہ جو چاہتا ہے وہی ہوتا ہے جب مجھے اپنے ہی نفع ونقصان پر قدرت نہیں، تو بھلا دوسروں کو نفع ونقصان کس طرح پہونچا سکتا ہوں، بس تمھیں عذاب دینا میرے بس میں نہیں، اب رہی یہ بات کہ تم پر عذاب کب آئے گا تو اس کے متعلق یہ سن لو کہ ہر امت کے عذاب کے لیے اللہ کے علم میں ایک وقت مقرر ہے، چاہے دنیا میں ہو یا آخرت میں جب ان کا وہ مقررہ وقت آپہونچتا ہے تو اس وقت نہ ایک منٹ آگے بڑھ سکتے ہیں نہ پیچھے ہٹ سکتے ہیں بلکہ فوراً عذاب واقع ہو جاتا ہے، بس اسی طرح تمھارے عذاب کا بھی وقت مقرر ہے جب وہ وقت آئے گا تو عذاب تم کو آگھیرے گا۔

کافرین عذاب جلد آنے کا مطالبہ کرتے تھے اس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آپؐ ان سے پوچھیے یہ تو بتاؤ اگر تم پر عذاب رات میں آجائے جب تم نیند میں مشغول ہو یا دن میں آجائے جب تم کاروبار میں مصروف ہو تو کیا کرو گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں تعجب ہے ان بے عقل مجرموں پر کہ عذاب جیسی چیز کو جلد طلب کر رہے ہیں جس میں نقصان ہی نقصان ہے یہ تو پناہ مانگنے کی چیز ہے نہ کہ جلدی مانگنے کی، آخر تم جو عذاب کو جلد مانگ رہے ہو تو کیا جب عذاب اپنے مقررہ وقت قیامت کے دن تم پر مسلط ہو جائے گا اس وقت اس کی تصدیق کرو گے کہ واقعی اس عذاب کی خبر دینے والا اللہ کا سچا رسول ہے، یاد رکھو اس وقت کی تصدیق کوئی فائدہ نہیں دے گی۔ بس اس وقت ان سے کہہ دیا جائے گا کہ ہمیشہ کا عذاب چکھو یہ تمکو تمھارے ہی کئے کا بدلہ دیا جا رہا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات سننے کے بعد مشرکین بطور انکار ومذاق کے پوچھتے ہیں اے محمد کیا توحید، نبوت، قرآن، قیامت اور عذاب وثواب حق ہے؟ آپ فرما دیجئے جی ہاں قسم میرے رب کی بلاشک وشبہ وہ حق ہے اور تم کسی بھی طرح خدا کو عاجز نہیں کر سکتے، یعنی وہ عذاب دینا چاہے اور تم بچ جاؤ، ایسا نہیں ہو سکتا۔

وَلَوْ اَنَّ لِكُلِّ نَفْسٍ ظَلَمَتْ مَا فِى الْاَرْضِ لَافْتَدَتْ بِهٖ ؕ

اور اگر ہر ہر مشرک شخص کے پاس اتنا مال ہو کہ ساری زمین میں بھر جاوے تب بھی اس کو دیکر اپنی جان بچانے

وَاَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ ۚ وَقُضِىَ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ

لگے اور جب عذاب دیکھیں گے تو پشیمانی کو پوشیدہ رکھیں گے اور ان کا فیصلہ انصاف کے ساتھ ہوگا اور

وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۵۴﴾ اَلَاۤ اِنَّ لِلّٰهِ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ

ان پر ظلم نہ ہوگا یاد رکھو کہ جتنی چیزیں آسمانوں میں اور زمین میں ہیں سب

اَلَاۤ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۵۵﴾ هُوَ

اللہ ہی کی ملک ہیں، یاد رکھو کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے لیکن بہت سے آدمی یقین ہی نہیں کرتے وہی

يُحْىٖ وَيُمِيْتُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۵۶﴾

جان ڈالتا ہے اور وہی جان نکالتا ہے اور تم سب اسی کے پاس لائے جاؤ گے

تفسیر

مشرکین و کافرین کو آخرت میں اس قدر سخت اور دردناک عذاب دیا جائے گا کہ اس سے رہائی کے لئے وہ زمین کے تمام خزانے دیدیں اگر ان کے پاس ہوں، جب وہ عذاب دیکھیں گے تو مزید ندامت و رسوائی کے خوف سے شرمندگی کو دل ہی دل میں چھپائے رکھیں گے یعنی اس کے آثار ظاہر نہ ہونے دیں گے تاکہ دیکھنے والے زیادہ نہ ہنسیں لیکن آخر میں یہ ضبط و تحمل بھی اس کی شدّت کے سامنے نہ چلے گا اور ان کا فیصلہ انصاف کے ساتھ ہوگا ان پر ذرا بھی ظلم نہ ہوگا۔

خوب سن لو، آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے اللہ ہی کا ہے اسلئے وہ ثواب و عذاب دینے کی پوری قدرت رکھتا ہے۔ پوری کائنات کی کوئی بھی چیز اس کی قدرت سے باہر نہیں، اور خوب سمجھ لو کہ ثواب و عذاب کا اللہ کی طرف سے کیا ہوا وعدہ برحق ہے، اس کی خلاف ورزی نہیں ہوسکتی۔ بس قیامت ضرور آئے گی اور ہر شخص کو اس کے اعمال کے مطابق ثواب و عذاب دیا جائے گا، لیکن بہت سے آدمی یقین ہی نہیں کرتے۔

اور خدائے تعالیٰ ہی جان ڈالتا ہے اور وہی جان نکالتا ہے، بس اس کے لئے دوبارہ

پیدا کرنا کچھ مشکل نہیں اور یہ بھی سمجھ لو کہ تم سب اسی کے پاس لائے جاؤ گے. یعنی تمام انسان مر کر اسی کے پاس پہونچیں گے، پھر وہ انھیں زندہ کر کے ان کے کئے کا حساب وکتاب لے گا اور پھر اسی کے مطابق ان کو بدلہ دے گا

يَاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَشِفَآءٌ

اے لوگو تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ایک ایسی چیز آئی ہے جو نصیحت ہے اور دلوں

لِّمَا فِى الصُّدُوْرِ ۙ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۵۷﴾ قُلْ

میں جو روگ ہیں ان کے لئے شفا ہے اور رہنمائی کرنے والی ہے اور رحمت ہے ایمان والوں کیلئے

بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا ؕ هُوَ خَيْرٌ

آپ ان سے کہہ دیجئے تو بس لوگوں کو خدا کے اس انعام اور رحمت پر خوش ہونا چاہئے وہ اس دنیا

مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ﴿۵۸﴾

سے بدرجہا بہتر ہے جس کو جمع کر رہے ہیں

تفسیر:— پچھلی آیات میں کافرین ومشرکین کے متعلق بیان تھا کہ آخرت میں ان کو سخت قسم کے عذابات میں مبتلا کیا جائے گا، ان آیات میں وہ طریقہ بتلایا گیا ہے جس کو اختیار کر کے یہ عذاب سے بچ سکتے ہیں۔

ارشاد ہے کہ اے لوگو تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ایک عظیم الشان نصیحت آگئی ہے یعنی قرآن کریم، جو تم کو اچھی باتوں کی طرف دعوت دیتا ہے اور بُری باتوں سے منع کرتا ہے اگر تم نے اس نصیحت پر عمل کر لیا تو کامیاب ہو جاؤ گے

اور یہ قرآن کریم دلوں کی بیماریوں کے لئے شفا بخش دوا ہے

قرآن نسخۂ شفا ہے

قرآن کریم کے نزول کا اصل مقصد انسان کی قلبی اور روحانی بیماریوں کا شفا بخشنا ہے مگر ضمنی طور پر جسمانی بیماریوں کا بھی بہترین علاج ہے، چنانچہ ابو سعید خدری رضؓ سے مروی ہے کہ حضور علیہ السلام کی خدمت میں ایک آدمی حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا کہ میرے سینے میں تکلیف ہے، آپؐ نے فرمایا

کر قرآن کریم کی تلاوت کیا کر کیونکہ اللہ کا ارشاد ہے شِفَآءٌ لِّمَا فِی الصُّدُوْرِ یعنی قرآن سینے کی تمام بیماریوں کے لئے شفاء ہے۔ دل کی بیماری سے مراد ہے غلط عقیدے شرک وکفر وغیرہ، پس قرآن کریم صحیح عقیدوں کی طرف رہنمائی کرتا ہے اور اللہ کے قرب اور جنت کا راستہ بتاتا ہے چنانچہ ترمذی شریف میں جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ قیامت کے دن قرآن پڑھنے والے سے کہا جائے گا کہ پڑھتا جا اور چڑھتا جا اور تو جس طرح دنیا میں ترتیل کے ساتھ پڑھتا تھا اسی طرح اطمینان سے ترتیل کیساتھ یہاں پڑھ کیونکہ تیرا آخری درجہ وہاں ہے جہاں تک تو آخری آیت پڑھنے پر پہنچے گا۔ اور یہ قرآن کریم مومنوں کے لئے رحمت ہے اور ثواب حاصل کرنے کا ذریعہ ہے مومنین ہی قرآن پر یقین رکھتے ہیں اور اس کی تعلیمات پر عمل کر کے اللہ کی رحمت وثواب کے مستحق ہوتے ہیں۔

اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) قرآن کریم کے یہ برکات سنا کر لوگوں سے کہیئے کہ اس انعام ورحمت کے ملنے پر تم کو خوش ہونا چاہیے اور خدا کا شکر ادا کرنا چاہیئے کہ اس کے کرم سے یہ نعمت تم کو ملی ہے تمہارے ذاتی عمل کو اس میں کوئی دخل نہیں، اور یہ قرآن کریم ہر اعتبار سے اس چیز سے بہتر وافضل ہے جس کو تم جمع کر رہے ہو یعنی دنیا کی چیزوں سے کیونکہ دنیا کا نفع قلیل وفانی ہے اور قرآن کا نفع کثیر وباقی ہے، افسوس کہ آج کا انسان آخرت کو بھول کر دنیوی منافع حاصل کرنے کے پیچھے پڑا ہوا ہے جو سب یہیں رہ جائیں گے

قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ لَكُمْ مِّنْ رِّزْقٍ فَجَعَلْتُمْ مِّنْهُ حَرَامًا

آپ کہہ دیجئے کہ یہ تو بتلاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے جو کچھ رزق بھیجا تھا پھر تم نے اس کا کچھ

وَّحَلٰلًا ؕ قُلْ آٰللّٰهُ اَذِنَ لَكُمْ اَمْ عَلَى اللّٰهِ تَفْتَرُوْنَ ﴿۵۹﴾ وَمَا ظَنُّ

حصہ حرام اور کچھ حلال قرار دے لیا آپ پوچھئے کہ کیا تم کو خدا نے حکم دیا ہے یا اللہ پر افترا ہی کرتے ہو اور

الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ

جو لوگ اللہ پر جھوٹ افترا باندھتے ہیں ان کا قیامت کی نسبت کیا گمان ہے واقعی لوگوں پر

لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَشْكُرُوْنَ ﴿۶۰﴾ ع

اللہ کا بڑا ہی فضل ہے لیکن اکثر آدمی انہیں سے بے قدر ہیں

تفسیر کفار و مشرکین نے کچھ جانور اپنے لئے حلال کر رکھے تھے اور کچھ حرام، اسی طرح اپنی کھیتی کی پیداوار میں سے بعض حصہ اپنے لئے حرام سمجھتے تھے اور بعض حلال، ان آیات میں حضور علیہ السلام سے فرمایا گیا ہے کہ آپ ان سے پوچھیے کہ تم نے اللہ کی دی ہوئی نعمتوں میں سے جو اپنے لئے بعض کو حلال اور بعض کو حرام قرار دے رکھا ہے یہ حکم واقعی تم کو خدا نے دیا ہے یا اپنی طرف سے خدا کی طرف غلط الزام وبہتان لگاتے ہو، ظاہر ہے اللہ نے ان کو یہ حکم نہیں دیا، اس لئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ لوگ جو ہماری طرف جھوٹ منسوب کر رہے ہیں قیامت کے متعلق ان کا کیا گمان ہے کیا یہ سمجھتے ہیں کہ قیامت نہیں آئے گی یا آئے گی مگر ہم سے کسی قسم کی بازپرس نہیں ہوگی جو اس طرح کی حرکتیں کرتے ہیں۔

واقعی اللہ اپنے بندوں پر بڑا مہربان ہے کہ ان کی نافرمانی پر فوراً سزا نہیں دیتا بلکہ توبہ و معافی کی مہلت دیتا ہے مگر اس کے باوجود زیادہ تر لوگ ناقدرے ہیں کہ اتنی ڈھیل دینے پر بھی توبہ نہیں کرتے۔

وَمَا تَكُونُ فِي شَأْنٍ وَمَا تَتْلُوا مِنْهُ مِنْ قُرْآنٍ وَلَا تَعْمَلُونَ مِنْ

اور آپ کسی حال میں ہوں اور منجملہ ان احوال کے کہیں سے آپ قرآن پڑھتے ہوں اور تم جو کام بھی کرتے

عَمَلٍ إِلَّا كُنَّا عَلَيْكُمْ شُهُودًا إِذْ تُفِيضُونَ فِيهِ ۚ وَمَا يَعْزُبُ عَنْ

ہم کو سب کی خبر رہتی ہے جب تم اس کام کو کرنا شروع کرتے ہو اور آپ کے رب سے کوئی چیز ذرہ

رَبِّكَ مِنْ مِثْقَالِ ذَرَّةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ وَلَا أَصْغَرَ

برابر بھی غائب نہیں نہ زمین میں اور نہ آسمان میں اور نہ کوئی چیز اس سے چھوٹی ہے

مِنْ ذَٰلِكَ وَلَا أَكْبَرَ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُبِينٍ ﴿٦١﴾

اور نہ کوئی چیز بڑی ہے مگر یہ سب کتاب مبین میں ہے

تفسیر اس آیت پاک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرمایا گیا ہے کہ آپ جس حال میں بھی ہوتے ہیں یا تلاوت قرآن میں مشغول ہوتے ہیں اللہ پاک اس سے بخوبی واقف ہے اور اسی طرح تمام انسان جو کچھ بھی عمل کرتے ہیں ان سے بھی اللہ تعالیٰ پورے

طور پر واقف ہے اور باخبر ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ آسمان و زمین کا کوئی بھی ذرّہ ہم سے چھپا ہوا نہیں بلکہ ہر چیز لوح محفوظ میں لکھی ہوئی ہے

یہاں پر اللہ نے اپنی صفت علیم و خبیر کو بیان فرما کر اپنے پیغمبر کو تسلّی دی ہے کہ اگرچہ آپ کے دشمن بہت ہیں مگر آپ ان سے گھبرائیے مت ہم ان سب کو بخوبی جانتے ہیں، ہماری حفاظت آپ کے ساتھ ہوگی۔

اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿٦٢﴾

یاد رکھو اللہ کے دوستوں پر نہ کوئی اندیشہ ہے اور نہ وہ مغموم ہوتے ہیں

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ﴿٦٣﴾ لَهُمُ الْبُشْرٰى فِى

وہ ہیں جو ایمان لائے اور پرہیز رکھتے ہیں ان کے لئے دنیوی زندگی میں بھی

الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِى الْاٰخِرَةِ ؕ لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ؕ

اور آخرت میں بھی خوشخبری ہے اللہ کی باتوں میں کچھ فرق ہوا نہیں

ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿٦٤﴾

یہ بڑی کامیابی ہے

تفسیر

ان آیات میں اولیاء اللہ کے متعلق ارشاد ہے کہ ان پر نہ دنیا میں خوف و غم ہوگا نہ آخرت میں، آخرت کا خوف غم نہ ہونا تو ظاہر ہے کہ ان کو ہر قسم کے عذاب سے بچا کر جنت میں داخل کر دیا جائے گا، اور دنیا کے خوف و غم سے مراد یہ ہے کہ دنیوی مال و دولت عزت و شہرت کے نہ ملنے کا انھیں کچھ خوف و غم نہیں ہوتا یہ مطلب بالکل نہیں کہ ان حضرات کو دنیا میں اللہ کا خوف نہیں ہوتا بلکہ ان پر تو خوف و خشیت خداوندی عام لوگوں سے زیادہ طاری رہتی ہے

اولیاء اللہ کیلئے خوشخبری

ان اولیاء اللہ کے لئے دنیا میں بھی خوشخبری ہے اور آخرت میں بھی، آخرت کی خوشخبری تو یہ ہے کہ موت کے وقت جب ان کی روح کو اللہ کے پاس لے جایا جائیگا تو اس کو جنت کی خوشخبری سنائی جائے گی اور دنیاوی خوشخبری سچے خواب ہیں جو یہ خود اپنے متعلق دیکھیں یا دوسرے لوگ ان کے متعلق دیکھیں جس میں ان کے جنتی ہونے یا اللہ کے راضی ہونے وغیرہ کی خوشخبری دی جائے۔

اولیاء اللہ کون ہیں:- اولیاء اللہ کے لغوی معنی ہیں اللہ کے دوست، اور حضرات صوفیاء کی اصطلاح میں وہ لوگ کہلاتے ہیں جن کا دل اللہ کی یاد میں ایسا ڈوبا ہوا ہو کہ دنیا میں کسی کی محبت اس پر غالب نہ آئے، وہ جس سے محبت کرتا ہے محض اللہ کے لئے کرتا ہے اور جس سے نفرت کرتا ہے محض اللہ کے لئے کرتا ہے، اس کا ظاہر و باطن اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے میں مصروف رہتا ہے، اسی کا نتیجہ ہے کہ وہ اکثر و بیشتر اللہ کے ذکر میں مشغول رہتے ہیں اور اس کے احکامات کی مکمل اطاعت کرتے ہیں اور ایسے ہر کام سے مکمل پرہیز کرتے ہیں جو اللہ کو پسند نہیں، الحاصل جس میں یہ دو صفتیں ہوں گی ۱؎ اللہ کا ذکر خوب کرتا ہو ۲؎ اللہ کے احکام کی مکمل پیروی کرتا ہو وہ اللہ کا ولی کہلائے گا۔ یہ ادنی درجہ کے ولی کی کیفیت و صفت بیان کی گئی اس کے علاوہ ادنی و اعلیٰ کے لحاظ سے ولی کے بے شمار درجات ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ اس آیت (اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ الخ) میں اولیاء اللہ سے کون لوگ مراد ہیں آپ نے فرمایا جو خالص اللہ کے لئے آپس میں محبت کرتے ہیں ان کی محبت میں کوئی دنیوی لالچ نہیں ہوتا۔

اولیاء اللہ کی پہچان ولی کی جو صفات اوپر بیان کی گئی ہیں ان سے ولی کو پہچانا جا سکتا ہے مگر ایک خاص پہچان حدیث قدسی میں یہ بیان کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اولیاء اللہ وہ ہیں جن کی یاد میرے ذکر سے آئے، میری یاد ان کا ذکر کرنے سے آئے، ایک دوسری حدیث میں جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اولیاء اللہ کی پہچان یہ بتائی کہ جن کو دیکھ کر خدا کی یاد آئے۔

خلاصہ یہ ہے کہ جن لوگوں کی صحبت میں بیٹھ کر انسان کو اللہ کے ذکر کرنے کی توفیق ہو اور دنیوی فکروں کی کمی محسوس ہو۔ تو سمجھ لینا چاہئے کہ یہ اللہ کے ولی ہیں۔

اولیاء اللہ سے محبت کا فائدہ حضرت ابن مسعود رضؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ آپ اس شخص کے بارے میں کیا فرماتے ہیں جو کسی بزرگ سے محبت کرتا ہے مگر عمل کے اعتبار سے ان کے درجہ تک نہیں پہونچا؟ آپؐ نے فرمایا ہر شخص اسی کے ساتھ ہوگا جس سے اس کو محبت ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اولیاء اللہ کی صحبت و محبت انسان کے لئے حصول ولایت کا ذریعہ ہے اور انجام کے بہتر

ہونے کی ضامن ہے۔

ولایت حاصل کرنے کا طریقہ:۔ صاحب منظہری نے ولایت حاصل کرنے کا طریقہ یہ لکھا ہے کہ کسی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رنگ میں رنگے ہوئے متبع سُنّت بزرگ و ولی کی کثرت سے صحبت میں رہنا۔ اور اس کے ارشادات کی مکمل پیروی و فرمانبرداری کرنا، اور ذکر اللہ خوب کرنا، جب یہ تینوں باتیں پائی جائیں گی تو انشاء اللہ ولایت کا درجہ حاصل ہو جائے گا،

تنبیہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رح تفسیر منظہری میں لکھتے ہیں کہ عوام نے جو اولیاء اللہ کی علامت و پہچان کشف و کرامت یا غیب کی چیزیں معلوم کرنے کو سمجھ رکھا ہے، یہ غلط اور دھوکا ہے، ہزاروں اولیاء اللہ ہیں جن سے اس طرح کی کوئی چیز ثابت نہیں اور اس کے خلاف کشف اور غیب کی خبریں منقول ہیں جن کا ایمان بھی درست نہیں۔

وَلَا يَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ ۘ إِنَّ الْعِزَّةَ لِلَّهِ جَمِيعًا ۚ هُوَ السَّمِيعُ

اور آپ کو ان کی باتیں غم میں نہ ڈالیں تمام تر غلبہ خدا ہی کے لئے ہے وہ سنتا ہے

الْعَلِيمُ ﴿٦٥﴾ أَلَا إِنَّ لِلَّهِ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ ۗ

جانتا ہے یاد رکھو کہ جتنے کچھ آسمانوں میں ہیں اور جتنے زمین میں ہیں یہ سب

وَمَا يَتَّبِعُ الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ شُرَكَاءَ ۚ إِنْ يَتَّبِعُونَ

اللہ ہی کے ہیں اور جو لوگ اللہ کو چھوڑ کر دوسرے شرکاء کی عبادت کر رہے ہیں کس چیز کا

إِلَّا الظَّنَّ وَإِنْ هُمْ إِلَّا يَخْرُصُونَ ﴿٦٦﴾ هُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ

اتباع کر رہے ہیں محض بے سند خیال کا اتباع کر رہے ہیں اور محض قیاسی باتیں کر رہے ہیں وہ ایسا ہے

اللَّيْلَ لِتَسْكُنُوا فِيهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ

جس نے تمہارے لئے رات بنائی تاکہ تم اس میں آرام کرو اور دن بھی اس طور پر بنایا کہ دیکھنے بھالنے

لِقَوْمٍ يَسْمَعُونَ ﴿٦٧﴾

کا ذریعہ ہے اس میں دلائل ہیں ان لوگوں کیلئے جو سنتے ہیں

تفسیر کفار و مشرکین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلاتے، اور تکلیف و نقصان پہونچانے کی دھمکیاں دیتے، اور طرح طرح سے کفر و شرک کی باتیں کرتے جس سے حضور ﷺ غمگین و رنجیدہ ہوتے، ان آیات میں اللہ پاک نے اپنے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی ہے کہ ان کی باتوں سے آپ غمگین نہ ہوں، ہم آپ کی حفاظت و مدد کریں گے بلاشبہ پورا غلبہ اور طاقت اللہ ہی کو حاصل ہے، کسی کے قبضہ میں کچھ نہیں اللہ آپ کے دشمنوں کے اقوال سنتا ہے اور احوال جانتا ہے، بس معینہ وقت پر ان کو سزا دے گا۔

اس کے بعد اللہ پاک فرماتے ہیں خوب سن لو جو کوئی آسمان و زمین میں ہے چاہے وہ فرشتے ہوں یا جنات ہوں، یا انسان ہوں، وہ سب ہمارے پیدا کئے ہوئے ہیں، ہمارے بندے ہیں سو جب یہ تینوں قسم کی مخلوق جو سب سے اعلیٰ ہے ہماری بندگی کرتی ہے ان میں کوئی بھی معبود ہونے کے قابل نہیں تو بھلا جو چیز نادان و بے عقل ہے وہ اللہ کی شریک و مثل کیسے ہو سکتی ہے اور معبود کیسے بن سکتی ہے۔

پس جو لوگ دوسری چیزوں کو اللہ کا شریک بنا کر ان کی بندگی کرتے ہیں وہ محض وہم و گمان کی بنیاد پر ان کو اپنا معبود بنائے ہوئے ہیں کوئی ٹھوس اور صحیح دلیل ان کے پاس موجود نہیں۔

بس حقیقت میں بندگی کے لائق تو اللہ ہی کی ذات ہے جس نے تم سب کے لئے سکون و آرام کی خاطر رات بنائی جس سے دن بھر کی تکان دور ہو جاتی ہے اور دن کو روشن بنایا جس کی روشنی میں دنیا کی ہر چیز نظر آتی ہے، بس رات اور دن ہی میں اگر یہ غافل انسان صحیح غور و فکر کرے تو اس کے سامنے یہ حقیقت کھل کر سامنے آجائے گی کہ واقعۃً بندگی کے لائق صرف اللہ ہی کی ذات ہے۔

قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ ؕ هُوَ الْغَنِيُّ ؕ لَهٗ مَا فِي

وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اولاد رکھتا ہے سبحان اللہ وہ تو کسی کا محتاج نہیں اسی کی ملک ہے جو

السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ اِنْ عِنْدَكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ بِهٰذَا ؕ

کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے تمہارے پاس اس پر کوئی دلیل نہیں کیا اللہ

اَتَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿٦٨﴾ قُلْ اِنَّ الَّذِيْنَ

کے ذمہ ایسی بات لگاتے ہو جس کا تم علم نہیں رکھتے آپ کہدیجئے کہ جو لوگ اللہ پر جھوٹ

يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ ﴿٦٩﴾ مَتَاعٌ فِي الدُّنْيَا

افترا کرتے ہیں وہ کامیاب نہ ہوں گے یہ دنیا میں تھوڑا سا عیش

ثُمَّ اِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ نُذِيْقُهُمُ الْعَذَابَ الشَّدِيْدَ بِمَا

ہے پھر ہمارے ہی پاس ان کو آنا ہے پھر ہم ان کو ان کے کفر کے بدلے سزائے

كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ ﴿٧٠﴾ ع ١٢

سخت کا مزہ چکھا دیں گے

اللہ پر صاحب اولاد ہونے کا بہتان

مشرکین کہتے تھے کہ اللہ کے اولاد ہے اور وہ فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں اور حضرت عزیرؑ اور عیسیٰؑ کو اللہ کا بیٹا قرار دیتے تھے۔ ان آیات میں اللہ پاک فرمارہے ہیں کہ یہ ہم پر بہتان والزام تراشی ہے۔ ہم اس تہمت سے بالکل پاک و بے نیاز ہیں جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے وہ سب ہمارا ہی پیدا کیا ہوا ہے پھر بھلا اس میں کوئی ہماری اولاد کس طرح ہو جائیگا۔ پس ان کا ہمارے لئے اولاد ثابت کرنا بے بنیاد اور بالکل غلط ہے جس کی ان کے پاس کوئی معقول دلیل بھی نہیں ہے بس یوں ہی بے ہودہ خیال جمائے ہوئے ہیں۔ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کہہ دیجئے کہ جو لوگ اللہ پر بہتان لگاتے ہیں وہ کبھی کامیاب نہیں ہوں گے۔

ایک شبہ کا جواب

اگر کسی کو شبہ ہو کہ ہم تو ایسے غلط عقیدہ مشرکین کو خوب عیش وآرام کی زندگی بسر کرتے ہوئے دیکھ رہے ہیں، تو اس کا جواب یہ ہے کہ بس یہ دنیوی زندگی میں ہی ان کے لئے تھوڑا سا عیش وآرام ہے جو بہت جلد ختم ہو جائے گا اور پھر مر کر ان سب کو اللہ ہی کے پاس جانا ہے، وہاں اللہ پاک ان کو ان کے کفر وشرک کرنے کی وجہ سے دردناک عذاب کا مزہ چکھائیں گے۔

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ نُوْحٍ ۘ اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اِنْ كَانَ

اور آپ ان کو نوحؑ کا قصہ پڑھ کر سنائیے جب کہ انھوں نے اپنی قوم سے فرمایا کہ اے میری

كَبُرَ عَلَيْكُمْ مَّقَامِيْ وَتَذْكِيْرِيْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَعَلَى اللّٰهِ

قوم اگر تم کو میرا رہنا اور احکام خداوندی کی نصیحت کرنا بھاری معلوم ہوتا ہے تو میرا تو خدا ہی پر

تَوَکَّلْتُ فَاَجْمِعُوْٓا اَمْرَكُمْ وَشُرَكَآءَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُنْ اَمْرُكُمْ
بھروسہ ہے سو تم اپنی تدبیر مع اپنے شرکاء کے پختہ کرلو پھر تمہاری وہ تدبیر تمہاری گھٹن کا
عَلَيْكُمْ غُمَّةً ثُمَّ اقْضُوْٓا اِلَيَّ وَلَا تُنْظِرُوْنِ ﴿۷۱﴾ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ
باعث نہ ہونا چاہیئے پھر میرے ساتھ کرگذرو اور مجھ کو مہلت نہ دو پھر بھی اگر تم اعراض ہی کئے جاؤ
فَمَا سَاَلْتُكُمْ مِّنْ اَجْرٍ ۭ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ ۙ وَاُمِرْتُ
تو میں نے تم سے کوئی معاوضہ تو نہیں مانگا میرا معاوضہ تو صرف اللہ ہی کے ذمہ ہے اور چونکہ مجھ کو حکم
اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۷۲﴾ فَكَذَّبُوْهُ فَنَجَّيْنٰهُ وَمَنْ مَّعَهٗ
کیا گیا ہے کہ میں اطاعت کرنے والوں میں رہوں سو وہ لوگ ان کو جھٹلاتے رہے پس ہم نے اس عذاب
فِي الْفُلْكِ وَجَعَلْنٰهُمْ خَلٰٓئِفَ وَاَغْرَقْنَا الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا
سے ان کو اور جو ان کے ساتھ کشتی میں تھے ان کو نجات دی اور ان کو آباد کیا اور جنھوں نے ہماری آیتوں کو
بِاٰيٰتِنَا ۚ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُنْذَرِيْنَ ﴿۷۳﴾
جھٹلایا تھا ان کو غرق کردیا سو دیکھنا چاہیئے کیسا انجام ہوا ان لوگوں کا جو ڈرائے جاچکے تھے

تفسیر

اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں کہ اے ہمارے نبیؐ آپ کفار مکہ کو جنھوں نے آپ کی مخالفت کی اور آپ کو جھٹلایا ان کو حضرت نوحؑ اور ان کی قوم کے واقعات سنا دیجیے کہ اپنے پیغمبر کی مخالفت کرنے پر اللہ نے ان کو کس طرح ہلاک کیا، ہوسکے ان کی تباہی کے حالات سن کر ان کو عبرت و نصیحت حاصل ہو جائے۔

حضرت نوح علیہ السلام اپنی قوم کو برابر وعظ و نصیحت کرتے رہے اور قوم اس کی ناقدری کرتی رہی اور حضرت نوحؑ کا یہ فعل ان کو گراں گذرتا رہا اور برابر آپ کی مخالفت کرتے رہے ان کے یہ حالات دیکھ کر حضرت نوحؑ نے فرمایا اے میری قوم میرا تو خدا ہی پر بھروسہ ہے، تم مجھے تکلیف پہونچانے کے متعلق جو بھی تدبیر کرسکتے ہو کرلو اور اس میں اپنے معبودان باطل بتوں سے بھی مدد لے لو اور میرے ساتھ جو کچھ کرنا چاہو کھلم کھلا کر ڈالو، مجھے ذرا بھی مہلت مت دو پس میرا رب میری حفاظت و نصرت کرے گا میں تمہاری دھمکیوں سے نہ ڈرتا ہوں اور نہ ہی خدا کے

احکام پہونچانے سے رک سکتا ہوں، برابر تمکو وعظ ونصیحت اور تبلیغ کرتا رہوں گا اور ذرا ٹھنڈے دل سے سوچو کر اس کام کی ہیں تم سے کچھ اجرت بھی تو نہیں لیتا بس اس کا بدلہ تو مجھے حق تعالیٰ شانہ مرحمت فرمائیں گے، مجھے تو میرے رب کا حکم ہے کہ میں اطاعت گذاروں میں سے رہوں اس لئے تبلیغ میں لگا ہوا ہوں اگر تم نہیں مانو گے تو اس کا نقصان تم ہی کو بھگتنا پڑے گا، مگر ان تمام نصیحتوں کے باوجود وہ اپنے پیغمبر نوحؑ کو جھٹلاتے رہے بالآخر اللہ نے اس قوم پر اپنا عذاب مسلط کردیا اور جو حضرت نوحؑ کی دعوت کو قبول کرچکے تھے ان کو اس عذاب سے بچالیا

قوم نوح پر عذاب خداوندی

جب اللہ پاک اپنے پیغمبر کے ذریعہ اپنے احکامات اس قوم کو پہونچا چکا اور وہ نافرمانی سے باز نہیں آئے تو پھر حجت پوری ہوجانے پر اللہ نے اس قوم پر اپنا عذاب نازل فرمایا، حضرت نوحؑ نے اس عذاب کی پہلی علامت کو دیکھا جو پہلے سے ان کو بتلادی گئی تھی یعنی زمین کی تہہ میں سے پانی کا چشمہ اُبلنا شروع ہوگیا تو اللہ کی وحی آئی کہ اے نوح اپنے خاندان کو کشتی میں بیٹھنے کا حکم دو اور تمام جانداروں میں سے ایک ایک جوڑا بھی اپنے ہمراہ لے لو، خاندان سے مراد وہ لوگ تھے جو ایمان قبول کرچکے تھے جن کی تعداد تقریباً چالیس تھی۔

جب یہ حضرات کشتی میں سوار ہوچکے تو اب آسمان کو حکم ہوا کہ پانی برسائے، چنانچہ وہ برسنا شروع ہوگیا اور زمین کے چشموں کو حکم ہوا کہ وہ ابل پڑیں چنانچہ وہ پوری طرح اُبل پڑے، سورۂ ہود میں ہے کہ تنور میں سے بھی پانی ابلنا شروع ہوگیا اور پھر اتنا بڑا سیلاب آیا کہ پوری قوم میں سے ایک فرد بھی نہ بچ سکا تمام ہلاک ہوگئے کشتی نوحؑ جُودی پہاڑ پر جاکر ٹھہر گئی اور پھر پانی آہستہ آہستہ اُترنا شروع ہوگیا جب زمین خشک ہوگئی تو یہ لوگ کشتی سے زمین پر اتر آئے اور پھر انہی چند حضرات سے تمام انسان نسل در نسل وجود میں آئے اسلئے حضرت نوحؑ کو آدم ثانی کہا جاتا ہے یعنی انسانوں کا دوسرا باپ۔

حضرت نوحؑ کا تذکرہ قرآن کریم میں تینتالیس ۴۳ جگہوں پر مختلف انداز میں کیا گیا ہے، کہیں مختصراً کہیں مفصلاً۔ ہم نے یہاں جس قدر مناسب سمجھا لکھ دیا باقی مکمل تفصیلات موقع بموقع آتی رہیں گی۔

ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْ بَعْدِهٖ رُسُلًا اِلٰى قَوْمِهِمْ فَجَآءُوْهُمْ

پھر نوحؑ کے بعد ہم نے اور رسولوں کو ان کی قوموں کی طرف بھیجا سو وہ ان کے پاس

بِالْبَيِّنٰتِ فَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا بِمَا كَذَّبُوْا بِهٖ مِنْ قَبْلُ ؕ

معجزات لے کر آئے پھر جس چیز کو انھوں نے اول میں جھوٹا کہہ دیا یہ نہ ہوا کہ پھر اس کو مان لیتے

كَذٰلِكَ نَطْبَعُ عَلٰى قُلُوْبِ الْمُعْتَدِيْنَ ﴿۷۴﴾

اللہ تعالیٰ اسی طرح کافروں کے دلوں پر بند لگا دیتے ہیں

تفسیر ارشاد خداوندی ہے کہ نوح علیہ السلام کے بعد ہم نے اور بہت سے رسولوں کو ان کی قوموں کی طرف بھیجا وہ ان کے پاس اپنی صداقت پر واضح دلائل اور معجزات لے کر آئے۔ پس ان کی ضد اور ہٹ کی یہ حالت تھی کہ جس چیز کو انھوں نے شروع میں ایک بار جھوٹا کہہ دیا پھر یہ توفیق نہ ہوئی کہ اس کو سچ مان کر ایمان لے آئیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ہم اسی طرح کافروں کے دلوں پر بند لگا دیتے ہیں، یعنی جس طرح ہم نے قوم نوح ؑ اور ان کے بعد آنے والے پیغمبروں کی امتوں کے دلوں پر بند لگا دیا تھا، اسی طرح آپ کی امت میں سے جو لوگ خدا کے احکامات کی خلاف ورزی کرنے والے ہیں۔ ان کے دلوں پر بھی بند لگا دیتے ہیں۔

ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ مُّوْسٰى وَهٰرُوْنَ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۠ئِهٖ

پھر ان پیغمبروں کے بعد ہم نے موسیٰ ؑ اور ہارون ؑ کو فرعون اور اس کے سرداروں کے پاس اپنے معجزات

بِاٰيٰتِنَا فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ ﴿۷۵﴾ فَلَمَّا جَآءَهُمُ

دے کر بھیجا سو انھوں نے تکبر کیا اور وہ لوگ جرائم کے خوگر تھے پھر جب ان کو ہمارے پاس سے

الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوْٓا اِنَّ هٰذَا لَسِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۷۶﴾ قَالَ مُوْسٰٓى

صحیح دلیل پہنچی تو وہ لوگ کہنے لگے کہ یقیناً یہ صریح جادو ہے موسیٰ ؑ نے فرمایا کیا تم

اَتَقُوْلُوْنَ لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَكُمْ ؕ اَسِحْرٌ هٰذَا ؕ وَلَا يُفْلِحُ

اس صحیح دلیل کی نسبت جبکہ وہ تمھارے پاس پہنچی ایسی بات کہتے ہو کیا یہ جادو ہے حالانکہ جادوگر

السّٰحِرُوْنَ ﴿۷۷﴾ قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا لِتَلْفِتَنَا عَمَّا وَجَدْنَا عَلَيْهِ

کامیاب نہیں ہوا کرتے وہ لوگ کہنے لگے کیا تم ہمارے پاس اس لئے آئے ہو کہ ہم کو اس طریقہ سے

اٰبَآءَنَا وَتَكُوْنَ لَكُمَا الْكِبْرِيَآءُ فِى الْاَرْضِؕ وَمَا نَحْنُ لَكُمَا
ہٹادو جس پر ہم نے اپنے بزرگوں کو دیکھا ہے اور تم دونوں کو دنیا میں ریاست مل جائے اور ہم تم

بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿۷۸﴾ وَقَالَ فِرْعَوْنُ ائْتُوْنِىْ بِكُلِّ سٰحِرٍ عَلِيْمٍ ﴿۷۹﴾
دونوں کو کبھی نہ مانیں گے اور فرعون نے کہا کہ میرے پاس تمام ماہر جادوگروں کو حاضر کرو

فَلَمَّا جَآءَ السَّحَرَةُ قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰٓى اَلْقُوْا مَآ اَنْتُمْ مُّلْقُوْنَ
سو جب وہ آئے اور موسیٰؑ نے ان سے فرمایا کہ ڈالو جو کچھ تم کو ڈالنا ہے

﴿۸۰﴾ فَلَمَّآ اَلْقَوْا قَالَ مُوْسٰى مَا جِئْتُمْ بِهِ ۙ السِّحْرُؕ اِنَّ اللّٰهَ
سو جب انھوں نے ڈالا تو موسیٰؑ نے فرمایا کہ یہ جو کچھ تم لائے ہو جادو یہ ہے یقینی بات ہے کہ اللہ

سَيُبْطِلُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُصْلِحُ عَمَلَ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۸۱﴾ وَيُحِقُّ اللّٰهُ
تعالیٰ اس کو ابھی درہم برہم کئے دیتا ہے اللہ تعالیٰ ایسے فسادیوں کا کام بننے نہیں دیتا اور اللہ تعالیٰ حق

الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۸۲﴾ ع ۱۲/۱۳
کو اپنے وعدوں کے موافق ثابت کر دیتا ہے گو مجرم لوگ کیسا ہی ناگوار سمجھیں

تفسیر

پھر ان پیغمبروں کے بعد ہم نے حضرت موسیٰؑ اور ان کے بھائی حضرت ہارونؑ کو فرعون اور اس کی جماعت کی طرف معجزات (عصا اور ید بیضا) دے کر بھیجا حضرت موسیٰؑ نے فرعون کے دربار میں جا کر اللہ کا حکم پیش کیا تو اس مجرم بادشاہ اور اس کی جماعت نے قبول کرنے سے صاف انکار کر دیا

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب فرعون اور اس کے درباریوں کے سامنے حق آچکا، یعنی معجزات کے ذریعہ اس کا حق ہونا.......... ثابت ہوچکا تو کہنے لگے یہ تو کھلا جادو ہے، اس پر حضرت موسیٰؑ نے فرمایا جب حق بات تمھارے سامنے آگئی تو تم کہنے لگے یہ تو جادو ہے حالانکہ جادوگر کبھی کبھی فلاح و کامیابی کی منزل پر نہیں پہونچ سکتے اور میں کامیاب ہوا کہ اول ایک بات کا دعویٰ کیا اور پھر معجزات کے ذریعہ اس کو ثابت کر دکھایا جب اس بات کا فرعون کے پاس کوئی جواب نہ بن پڑا تو کہنے لگا کہ اے موسیٰؑ کیا تم ہمارے

پاس اس لئے آئے ہو کہ ہم کو ہمارے باپ دادا اور بزرگوں کے طریقۂ عبادت، بت پرستی سے ہٹا دو، اور پھر تم دونوں بھائیوں کو یہاں کی حکومت و سلطنت حاصل ہو جائے، خوب سمجھ لو ہم تمھاری باتوں کو کبھی نہ مانیں گے۔

فرعون کو اس کی جماعت نے یہ بات سمجھائی کہ ہم موسیٰؑ پر جادوگروں کے ذریعہ غالب آسکتے ہیں، چنانچہ فرعون نے حکم جاری کیا کہ ملک کے کونے کونے سے ماہر جادوگروں کو حاضر کیا جائے، جب تمام جادوگر جمع ہو گئے تو ان کا مقابلہ حضرت موسیٰؑ سے کرایا گیا جس میں بالآخر جادوگر ہارے اور فرعون کو شکست فاش اٹھانا پڑی۔ بہر حال حق بات کو اللہ تعالیٰ ثابت کر دکھاتے ہیں چاہے مجرموں، کافروں کو کیسا ہی ناگوار ہوتا رہے

حضرت موسیٰؑ کے واقعات بھی قرآن کریم میں مختلف جگہ مذکور ہیں ان واقعات کی قدرے تفصیل دیکھنا ہو تو آسان تفسیر پارہ ۹ صفحہ ۱۰ تا ۳۲ ملاحظہ ہو۔

فَمَآ اٰمَنَ لِمُوْسٰٓى اِلَّا ذُرِّيَّةٌ مِّنْ قَوْمِهٖ عَلٰى خَوْفٍ مِّنْ

پس موسیٰؑ پر ان کی قوم میں سے صرف قدرے قلیل آدمی ایمان لائے وہ بھی فرعون سے اور اپنے

فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهِمْ اَنْ يَّفْتِنَهُمْ ؕ وَاِنَّ فِرْعَوْنَ لَعَالٍ فِى

حکام سے ڈرتے ڈرتے کہ کہیں ان کو تکلیف پہنچادے اور واقع میں فرعون اس ملک میں زور

الْاَرْضِ ۚ وَاِنَّهٗ لَمِنَ الْمُسْرِفِيْنَ ﴿۸۳﴾ وَقَالَ مُوْسٰى يٰقَوْمِ اِنْ

رکھتا تھا اور یہ بھی بات تھی کہ وہ حد سے باہر ہو جاتا تھا اور موسیٰؑ نے فرمایا کہ اے میری قوم اگر

كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ فَعَلَيْهِ تَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّسْلِمِيْنَ ﴿۸۴﴾

تم اللہ پر ایمان رکھتے ہو تو اسی پر توکل کرو اگر تم اطاعت کرنے والے ہو

فَقَالُوْا عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا ۚ رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلْقَوْمِ

انھوں نے عرض کیا کہ ہم نے اللہ ہی پر توکل کیا اے ہمارے پروردگار ہم کو ان ظالم لوگوں کا تختۂ مشق

الظّٰلِمِيْنَ ﴿۸۵﴾ وَنَجِّنَا بِرَحْمَتِكَ مِنَ الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۸۶﴾

نہ بنا اور ہم کو اپنی رحمت کے صدقہ ان کافروں سے نجات دے

تفسیر حضرت موسیٰؑ کی فتح اور اپنی ناکامی دیکھنے کے بعد بھی فرعون اور اس کی جماعت نے موسیٰؑ کی تصدیق نہیں کی، البتہ موسیٰؑ کی قوم میں سے کچھ آدمیوں نے ایمان قبول کیا وہ بھی فرعون اور اپنے حاکموں سے ڈرتے ڈرتے کہ کہیں کسی مصیبت میں نہ ڈال دے اور ان کا ڈرنا اپنی جگہ پر بالکل صحیح تھا، کیونکہ فرعون زبردست سلطنت والا تھا، اور اس کا دبدبہ اور اثر پورے ملک مصر والوں پر چھایا ہوا تھا اور اسی کے ساتھ وہ ظلم کرنے سے بھی دریغ نہ کرتا تھا، جب حضرت موسیٰؑ نے ان ایمان قبول کرنے والوں کو خوفزدہ دیکھا تو ان سے فرمایا اگر تم سچے دل سے اللہ پر ایمان رکھتے ہو تو کسی فکر میں مت پڑو کسی کا خوف مت کرو بس اللہ پاک کی ذات پر پورا پورا اعتماد و بھروسہ رکھو اگر تم اپنے رب کی اطاعت و فرمانبرداری کرنے والے ہو، انھوں نے حضرت موسیٰؑ کی باتیں سنکر عرض کیا اے ہمارے پیغمبر ہم صرف اللہ ہی پر بھروسہ کرتے ہیں اور پھر دعا کی کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو ان ظالموں کی آزمائش میں نہ ڈال کہ یہ ہم کو اپنی سزا کا نشانہ بنائیں اور پھر کہیں کہ اگر یہ لوگ حق پر ہوتے تو سزا میں مبتلا نہ ہوتے اور اس طور پر شیطان ان کے کفر و سرکشی میں اضافہ کرے۔ بس آپ ہم کو اپنی رحمت سے ان کافروں کے ظلم و ستم اور ان کی ہر طرح کی سازش سے محفوظ فرما اور نجات دے،

وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰى وَاَخِيْهِ اَنْ تَبَوَّاٰ لِقَوْمِكُمَا بِمِصْرَ بُيُوْتًا وَّ

اور ہم نے موسیٰؑ اور ان کے بھائی کے پاس وحی بھیجی کہ تم دونوں اپنے ان لوگوں کیلئے مصر میں گھر

اجْعَلُوْا بُيُوْتَكُمْ قِبْلَةً وَّاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ ۭ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٨٧﴾

برقرار رکھو اور تم سب اپنے انھیں گھروں کو نماز پڑھنے کی جگہ قرار دے لو اور نماز کے پابند رہو اور آپ مسلمانوں کو بشارت دیدیں

تفسیر ارشاد خداوندی ہے کہ ہم نے موسیٰؑ اور ان کے بھائی ہارونؑ کے پاس وحی بھیجی کہ تم دونوں اپنے ان لوگوں کے لئے بدستور مصر میں گھر برقرار رکھو یعنی وہ فرعونیوں سے گھبرا کر گھر نہ چھوڑیں، یہ یہاں ہی اطمینان کے ساتھ جم کر رہیں ہم ان کی حفاظت کرینگے بِمِصْرَ بُيُوْتًا کی یہ تفسیر حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہٗ نے فرمائی ہے، آپ کے خلیفہ حضرت مفتی شفیع صاحبؒ اور قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحؒ نے یہ تفسیر فرمائی ہے کہ تم ان لوگوں کے لئے کچھ مکان مقرر کرو جس میں وہ رہیں بھی اور نماز بھی ادا کریں، یعنی ملک مصر ہی میں کچھ نئے مکانات ایسے

تعمیر کراؤ جن کا رخ قبلہ کی طرف ہو تا کہ ان میں نماز ادا کی جا سکے ۔ اس طرح کے نئے مکانات بنانے کا حکم اس لئے دیا گیا کہ امت محمدیؐ کے تمام امتیوں کے لئے یہ حکم تھا کہ وہ نماز صرف مسجد اور عبادت خانوں ہی میں ادا کریں کسی اور جگہ ادا کریں گے تو ادا نہیں ہوگی ۔

فرعون جو قوم بنی اسرائیل پر طرح طرح کے ظلم ڈھاتا تھا اس نے ان پر یہ ظلم بھی کیا کہ ان کے تمام عبادت خانوں کو شہید کر ڈالا ، اور ان کو اس طرح نماز پڑھنے سے روکا گیا ۔ اس حادثہ کی وجہ سے ان کو حکم دیا کہ نماز گھروں میں ادا کر لیا کریں ، نماز کا پڑھنا ہر حالت میں ضروری ہے ۔ اس طرح کے حادثوں کی وجہ سے معاف نہیں ہوگی بہر حال نماز کے پابند رہو تا کہ اللہ پاک نماز کی برکت سے جلد ہی اس مصیبت سے نجات دے ۔

آیت کے اخیر میں فرمایا گیا ہے کہ اے موسیٰؑ آپ مومنوں کو بشارت و خوشخبری دیدیجئے کہ یہ مصیبت جلد ختم ہو جائے گی ، اللہ تمہارے دشمنوں کو ہلاک کردے گا اور تمکو ملک میں ان کا جانشین بنادے گا اور آخرت میں تمکو جنت عطا فرمائے گا

وَقَالَ مُوسٰى رَبَّنَآ اِنَّكَ اٰتَيْتَ فِرْعَوْنَ وَمَلَاَهٗ زِيْنَةً وَّ

اور موسیٰؑ نے دعا میں عرض کیا اے ہمارے رب آپ نے فرعون کو اور اسکے سرداروں کو سامان تجمل

اَمْوَالًا فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۙ رَبَّنَا لِيُضِلُّوْا عَنْ سَبِيْلِكَ ۚ رَبَّنَا

اور طرح طرح کے مال دنیوی زندگی میں اے ہمارے رب اسی واسطے دیئے ہیں کہ وہ آپ کی راہ سے

اطْمِسْ عَلٰٓى اَمْوَالِهِمْ وَاشْدُدْ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْا

گمراہ کریں اے ہمارے رب ان کے مالوں کو نیست و نابود کر دیجئے اور ان کے دلوں کو سخت کر دیجئے

حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ (۸۸) قَالَ قَدْ اُجِيْبَتْ دَّعْوَتُكُمَا

سو یہ ایمان نہ لانے پاویں یہاں تک کہ عذاب الیم کو دیکھ لیں حق تعالیٰ نے فرمایا کہ تم دونوں کی دُعا قبول کر لی گئی

فَاسْتَقِيْمَا وَلَا تَتَّبِعٰٓنِّ سَبِيْلَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ (۸۹)

سو تم مستقیم رہو اور ان لوگوں کی راہ نہ چلنا جن کو علم نہیں

حضرت موسیٰؑ کی فرعونیوں کیلئے بددُعا

جب حضرت موسیٰؑ فرعون اور اس کی قوم کی اصلاح سے ناامید اور مایوس ہو گئے تو انھوں نے بارگاہ

خداوندی میں عرض کیا کہ آپ نے فرعون اور اس کے سرداروں کو زینت دنیا کے ساز وسامان اور مال ودولت بہت عطا فرما رکھا ہے ملک مصر سے لے کر حبشہ تک سونے چاندی اور جواہرات کی کانیں اس کو مرحمت فرما رکھی ہیں جن کی وجہ سے وہ تیرے کمزور بندوں پر ظلم وستم ڈھاتا ہے نہ ان کو حق قبول کرنے دیتا ہے اور نہ ہی خود حق قبول کرتا ہے اس کی عیش وعشرت کو دیکھ کر عام لوگ اس شک میں پڑ جاتے ہیں کہ اگر یہ گمراہی پر ہوتے تو اللہ تعالیٰ کی یہ نعمتیں کیوں ملتیں بس اے میرے پروردگار آپ ان کے مال ودولت کی صورت بدل کر اس کو بیکار کردے۔

فرعون کی تمام دولت کو پتھر بنا دیا گیا

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ اس دعا کا اثر یہ ہوا کہ ان کا تمام مال ودولت، جواہرات، یہاں تک کہ کھیتیوں اور باغوں کی پیداوار پتھروں کی شکل میں تبدیل ہو گئیں، حضرت عمر بن عبدالعزیز کے زمانہ میں ایک تھیلہ پایا گیا جس میں فرعون کے زمانہ کی کچھ چیزیں تھیں اس میں سے ایک انڈا اور ایک اخروٹ نکلا جو پتھر کا تھا اور پھٹا ہوا تھا۔

دوسری دعا حضرت موسیٰ ؑ نے ان کے لئے یہ کی کہ ان کے دلوں کو ایسا سخت کردے کہ ان میں قبول ایمان اور کسی خیر کی صلاحیت ہی نہ رہے تاکہ وہ دردناک عذاب آنے سے پہلے ایمان نہ لاسکیں، یہ بددعا بظاہر ایک رسول کی زبان سے بہت بعید معلوم ہوتی ہے کیونکہ پیغمبر کی زندگی کا مقصد ہی یہ ہوتا ہے کہ وہ لوگوں کو ایمان اور عمل صالح کی طرف دعوت دے اور اس کے لئے ہر ممکن تدبیر اختیار کرے۔

مگر یہاں واقعہ یہ ہے کہ حضرت موسیٰ ؑ تمام تدبیریں کرنے کے بعد ان کی اصلاح سے مایوس ہو چکے تھے، بس کفر سے بغض ونفرت اس بددعا کا سبب بنی جس کے نتیجہ میں پیغمبر خدا کی زبان سے یہ نکلا کہ اے میرے پروردگار جس طرح یہ ایمان کی سچائی کو ٹھکرا رہے ہیں تو بھی ان کو ایمان کی دولت کے بجائے اب ایسا دردناک عذاب دے کہ ان کی داستان دوسروں کے لئے عبرت بن جائے، اللہ پاک کی طرف سے حضرت موسیٰ ؑ وہارون ؑ کو خوشخبری سنائی گئی کہ تم دونوں کی دعا قبول کرلی گئی، درمنثور میں ہے کہ حضرت موسیٰ ؑ دعا کر رہے تھے اور حضرت ہارون ؑ آمین کہہ رہے تھے اس لئے دعا کی نسبت دونوں کی طرف کردی گئی، علامہ بغوی ؒ نے لکھا ہے کہ حضرت موسیٰ ؑ کی دعا چالیس سال کے بعد قبول ہوئی تھی۔

دعا قبول کرنے کے ساتھ اللہ پاک نے ان دونوں حضرات کو یہ ہدایت بھی فرمائی کہ تم اپنے کار منصبی میں یعنی دعوت وتبلیغ میں لگے رہنا چاہئے ہدایت ان کی تقدیر میں نہ ہو بہر حال تبلیغ میں

تمھارا تو فائدہ ہے کہ ثواب اور خدا کی رضا و خوشنودی حاصل ہو رہی ہے، اور دعا قبول ہونے کا اثر دیر میں ظاہر ہو تو جاہلوں کی طرح جلد بازی مت کرنا۔ اور اپنے رب پر پورا بھروسہ رکھنا

وَجٰوَزْنَا بِبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ الْبَحْرَ فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ وَجُنُوْدُهٗ

اور ہم نے بنی اسرائیل کو دریا سے پار کر دیا پھر ان کے پیچھے پیچھے فرعون مع اپنے لشکر کے

بَغْیًا وَّعَدْوًا ؕ حَتّٰۤی اِذَاۤ اَدْرَكَهُ الْغَرَقُ ۙ قَالَ اٰمَنْتُ اَنَّهٗ

ظلم اور زیادتی کے ارادے سے چلا یہاں تک کہ جب ڈوبنے لگا تو کہنے لگا میں ایمان لاتا ہوں کہ بجز

لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِیْۤ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْۤا اِسْرَآءِیْلَ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ

اس کے کہ جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں کوئی معبود نہیں اور میں مسلمانوں میں داخل ہوتا

۹۰ آٰلْـٰٔنَ وَقَدْ عَصَیْتَ قَبْلُ وَكُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِیْنَ ۹۱

ہوں جواب دیا گیا کہ اب ایمان لاتا ہے اور پہلے سے سرکشی کرتا رہا اور مفسدوں میں داخل رہا

فَالْیَوْمَ نُنَجِّیْكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُوْنَ لِمَنْ خَلْفَكَ اٰیَةً ؕ وَاِنَّ

سو آج ہم تیری لاش کو نجات دیں گے تاکہ تو ان کے لئے موجب عبرت ہو جو تیرے بعد ہیں

كَثِیْرًا مِّنَ النَّاسِ عَنْ اٰیٰتِنَا لَغٰفِلُوْنَ ۹۲ ع ۹

اور حقیقت یہ ہے کہ بہت سے آدمی ہماری عبرتوں سے غافل ہیں

فرعون کی ہلاکت

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب ہم نے فرعون کو ہلاک کرنا چاہا تو موسیٰ ؑ کو حکم دیا کہ اپنی قوم بنی اسرائیل کو ملک مصر سے باہر نکال لے جائیے، چنانچہ وہ سب کو لے کر چلے راستہ میں دریائے قلزم آیا تو حضرت موسیٰ ؑ کی دعا سے ہم نے تمام بنی اسرائیل کو اس دریا سے بعافیت پار کر دیا پھر ان کے پیچھے پیچھے فرعون مع اپنے لشکر کے ظلم اور زیادتی کے ارادہ سے دریا میں گھسا، صاحب تفسیر مظہری لکھتے ہیں کہ فرعون کا لشکر جب دریا کے کنارے پہونچا تو دریا میں گھسنے سے سب کو ڈر لگا مگر غیب سے انسانی شکل بنا کر حضرت جبرئیل ؑ گھوڑی پر سوار ہو کر آئے اور دریا میں گھس گئے اس گھوڑی کے پیچھے

لشکر فرعون کے تمام گھوڑے بھی دریا میں گھس گئے، جب پورا لشکر دریا میں گھس گیا تو دریا کو حکم ہوا کہ برابر ہوجا، چنانچہ دریا کا پانی برابر ہوکر سب کے اوپر آگیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ فرعون جب ڈوبنے لگا تو بولا مجھے یقین ہوگیا ہے کہ سوائے اس کے کوئی معبود نہیں جس کو بنی اسرائیل مانتے ہیں، اور میں مسلمانوں میں داخل ہوتا ہوں، بس مجھ کو ڈوبنے سے اور آخرت کے عذاب سے نجات دی جائے۔ حضرت جبرئیل نے فوراً اسکے منہ میں کیچڑ بھر دیا اور وہ توبہ قبول ہونے سے پہلے مرگیا۔

اللہ تعالیٰ فرعون کو جواب میں فرماتے ہیں کہ تونے ساری عمر تو ہماری نافرمانی میں گذار دی اور اب عذاب کے فرشتے دیکھ کر تو ہم پر ایمان لاتا ہے جب کہ ایمان قبول کرنے کا وقت نکل چکا ہے، چنانچہ ترمذی شریف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ بندہ کی دعا غرغرۂ موت سے پہلے قبول فرماتے رہتے ہیں، غرغرۂ موت سے روح نکلنے کا وہ وقت مراد ہے جب فرشتے سامنے آجاتے ہیں اس وقت کوئی عمل قابل قبول نہیں نہ ایمان نہ کفر۔

آخری آیت میں اللہ پاک فرعون کو مخاطب کرکے فرماتے ہیں کہ ہم تیری لاش کو دریا میں تہہ نشین ہونے سے بچالیں گے یعنی ڈوبنے کے بعد ہم تیرے بدن کو پانی سے باہر نکال دیں گے تاکہ وہ لوگوں کے لئے عبرت بنے اور تیری بدحالی و تباہی دیکھ کر ہماری نافرمانی سے بچیں، مگر افسوس کہ بہت سے لوگ ایسی ایسی عبرتوں سے بھی سبق حاصل نہیں کرتے اور ہماری نافرمانی کرتے رہتے ہیں۔

کیا فرعون کی لاش اب تک محفوظ ہے

حضرت موسیٰ ع نے دریا پار کرلینے کے بعد جب اپنی قوم کو فرعون کے ہلاک ہوجانے کی خبر دی تو ان کو یقین نہ آیا کیونکہ اسکا رعب و دبدبہ ان کے دلوں پر بے پناہ چھایا ہوا تھا جس کی وجہ سے وہ اس کی ہلاکت کا انکار کرنے لگے، اللہ تعالیٰ نے ان کی رہنمائی اور دوسروں کی عبرت کے لئے دریا کی ایک موج کے ذریعہ فرعون کی مردہ لاش کو دریا کے کنارے پر ڈال دیا جس کو پوری قوم کو بنی اسرائیل نے دیکھا تب ان کو اس کی ہلاکت کا یقین ہوا، پھر معلوم نہیں اس کی لاش کا کیا ہوا، کچھ عرصہ پہلے اخباروں میں یہ خبر چھپی تھی کہ فرعون کی لاش صحیح وسالم برآمد ہوئی ہے اور عام لوگوں نے اس کا مشاہدہ کیا ہے اور وہ آج تک قاہرہ کے عجائب گھر میں محفوظ ہے مگر یہ یقین کے ساتھ نہیں کہا جاسکتا کہ یہ وہی فرعون ہے جس کا مقابلہ حضرت

موسیٰ سے ہوا تھا یا کوئی دوسرا فرعون ہے۔ کیونکہ لفظ فرعون کسی ایک شخص کا نام نہیں بلکہ اس زمانے میں مصر کے ہر بادشاہ کو فرعون کا لقب دیا جاتا تھا۔

مگر کچھ عجب نہیں کہ قدرت نے جس طرح فرعون کی غرق شدہ لاش کو عبرت کے لئے کنارے پر ڈال دیا تھا اسی طرح آئندہ نسلوں کی عبرت کے لئے اس کو گلنے سڑنے سے بھی محفوظ رکھا ہو اور اب تک موجود ہو۔

وَلَقَدْ بَوَّأْنَا بَنِيٓ إِسْرَآءِيلَ مُبَوَّأَ صِدْقٍ وَّرَزَقْنٰهُم مِّنَ

اور ہم نے بنی اسرائیل کو بہت اچھا ٹھکانا رہنے کو دیا اور ہم نے ان کو نفیس چیزیں

الطَّيِّبٰتِ فَمَا اخْتَلَفُوا حَتّٰى جَآءَهُمُ الْعِلْمُ إِنَّ رَبَّكَ يَقْضِي

کھانے کو دیں سو انھوں نے اختلاف نہیں کیا یہاں تک کہ ان کے پاس علم پہنچ گیا یقینی بات ہے کہ آپ کا رب

بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيمَا كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ (۹۳)

ان کے درمیان قیامت کے دن ان امور میں فیصلہ کرے گا جن میں وہ اختلاف کیا کرتے تھے

تفسیر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ فرعون کے غرق ہو جانے کے بعد ہم نے بنی اسرائیل کو رہنے کے لئے بہت اچھا ٹھکانہ دیا کہ اسی وقت تو ملک مصر کے مالک ہو گئے اور ان کی اول ہی نسل کو بیت المقدس اور ملک شام کا مالک بنا دیا، اور ہم نے ان کو عمدہ قسم کی نفیس کھانے کی چیزیں عنایت کیں، ملک مصر میں بھی ہر قسم کے باغات اور چشمے تھے اور ملک شام تو ہر قسم کی پیداوار کے لئے مشہور ہے ہی۔

بہر حال ان دونوں ملکوں سے ان کو ہر قسم کی کھانے پینے کی عمدہ سے عمدہ چیزیں عطا کی گئیں۔ بس ان نعمتوں کے شکریہ میں ان کو ہمارا مکمل فرمانبردار اور اطاعت گذار ہونا چاہئے تھا مگر انھوں نے الٹا دین میں اختلاف کرنا شروع کر دیا۔ تورات میں جو نشانیاں یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پڑھتے تھے اس کا تقاضہ یہ تھا کہ آپ کے تشریف لانے کے بعد سب سے پہلے یہی لوگ ایمان لاتے مگر ہوا یہ کہ جب آپ اپنی تمام علامتوں کے ساتھ تشریف لائے تو یہ لوگ آپس میں اختلاف کرنے لگے۔ کچھ نے آپ کی رسالت کی تصدیق کی اور دولت ایمان سے مشرف ہوئے اور زیادہ تر لوگوں نے آپ کی تصدیق نہ کی اور گمراہی

میں پڑے رہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ قیامت کے روز ہم ان کے اختلاف کا عملی فیصلہ فرمادیں گے۔ اور آخرت میں جب محمد عربی ﷺ کے ماننے والے جنت میں جائیں گے اور آپ ﷺ کی تصدیق نہ کرنے والے دوزخ میں جائیں گے تو حق و باطل کھل کر سامنے آجائے گا، اور ان کے اختلاف کا فیصلہ ہوجائے گا۔

فَاِنْ كُنْتَ فِیْ شَكٍّ مِّمَّاۤ اَنْزَلْنَاۤ اِلَیْكَ فَسْـَٔلِ الَّذِیْنَ یَقْرَءُوْنَ

پھر اگر بالفرض آپ اس کی طرف سے شک میں ہوں جس کو ہم نے آپ کے پاس بھیجا ہے تو آپ

الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ لَقَدْ جَآءَكَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ

ان لوگوں سے پوچھ دیکھیے جو آپ سے پہلی کتابوں کو پڑھتے ہیں بیشک آپ کے پاس آپ کے رب کی

مِنَ الْمُمْتَرِیْنَ ﴿۹۴﴾ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِ اللّٰهِ

طرف سے سچی کتاب آئی ہے آپ ہرگز شک کرنیوالوں میں سے نہ ہو اور نہ ان لوگوں میں جنھوں نے اللہ کی

فَتَكُوْنَ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ ﴿۹۵﴾ اِنَّ الَّذِیْنَ حَقَّتْ عَلَیْهِمْ كَلِمَتُ

آیتوں کو جھٹلایا کہیں آپ تباہ نہ ہوجائیں یقیناً جن لوگوں کے حق میں آپ کے رب کی بات ثابت ہوچکی

رَبِّكَ لَا یُؤْمِنُوْنَ ﴿۹۶﴾ وَلَوْ جَآءَتْهُمْ كُلُّ اٰیَةٍ حَتّٰی

ہے وہ ایمان نہ لاویں گے گو ان کے پاس تمام دلائل پہنچ جائیں جب کہ عذاب دردناک

یَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِیْمَ ﴿۹۷﴾

کو نہ دیکھ لیں

تفسیر:۔ ارشاد خداوندی ہے کہ اے انسان[1] اگر تجھ کو اس قرآن مقدس میں جو ہم نے اپنے رسول محمد عربی ﷺ کے ذریعہ تیری طرف بھیجا ہے تو ان لوگوں سے تصدیق کرلے

---

[1] بعض مفسرین رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہاں اور آگے جتنے خطاب کے صیغے آرہے ہیں ان میں حضور ﷺ کو مخاطب کیا گیا ہے مگر چونکہ آپ ﷺ پر قرآن نازل ہوا ہے اور آپ ہی اس میں شک کریں، ایسا ممکن نہیں اس لئے اس سے مراد تمام انسان ہیں، ان کو تنبیہ کی جارہی ہے۔ محمد یعقوب قاسمی غفرلہ ولوالدیہ

جو تجھ سے پہلے اللہ کی کتاب توریت وانجیل پڑھتے تھے وہ شہادت دیں گے کہ جس کتاب و رسول کا اللہ نے توریت وانجیل میں وعدہ کیا تھا وہ یہی ہیں۔

حضرت ابن عباس رضؓ نے فرمایا توریت وانجیل پڑھنے والوں سے مراد وہ لوگ ہیں جو ایمان قبول کر چکے تھے جیسے عبداللہ ابن سلام اور ان کے ساتھی،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تین قسم کے لوگ تھے، ایک وہ جو مکمل طور پر آپؐ کی تصدیق کرتے تھے، دوسرے وہ جو مکمل طور پر آپ کی تکذیب کرتے تھے تیسرے وہ جو تصدیق وتکذیب کے درمیان شک میں پڑے ہوئے تھے، درحقیقت اس آیت میں انہی تیسری قسم کے لوگوں سے خطاب کیا گیا ہے کہ اگر تم کو کسی قسم کا شک وشبہ ہو تو مومن اہل کتاب سے تصدیق کرلو۔

صاحب مظہری لکھتے ہیں کہ اس آیت میں اس طرف اشارہ ہے کہ اگر کسی کو دین کی بات میں کسی قسم کا شک وشبہ ہو جائے تو علماء حق سے اسکے متعلق معلومات کرلینی چاہیے

اللہ تعالیٰ آگے فرماتے ہیں کہ اے انسان بلاشبہ تیرے پاس تیرے رب کی طرف سے سچی کتاب آچکی ہے بس تو شک میں پڑنے والوں میں سے نہ ہو اور نہ تو ان لوگوں میں سے ہو جنھوں نے اللہ کی آیات کو جھٹلایا، نہیں تو تُو تباہ ہوجانے والوں میں سے ہو جائیگا اور جن لوگوں کے حق میں آپ کے رب کی یہ ازلی بات کہ یہ ایمان نہیں لائیں گے ثابت ہو چکی ہے بس وہ کبھی ایمان نہیں لائیں گے اگرچہ ان کے پاس ہر وہ نشانی جو صداقت پر دلالت کررہی ہے آجائے جب تک کہ دردناک عذاب نہ دیکھ لیں یعنی روح قبض ہونے کے وقت عذاب کے فرشتے، اور اس وقت کا ایمان قابل قبول نہیں، لہٰذا بے فائدہ ہے۔

فَلَوْلَا كَانَتْ قَرْيَةٌ اٰمَنَتْ فَنَفَعَهَآ اِيْمَانُهَآ اِلَّا قَوْمَ يُوْنُسَ

چنانچہ کوئی بستی ایمان نہ لائی کہ ایمان لانا اس کو نافع ہوتا ہاں مگر یونس کی قوم جب وہ

لَمَّآ اٰمَنُوْا كَشَفْنَا عَنْهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا

ایمان لے آئے تو ہم نے رسوائی کے عذاب کو دنیوی زندگی میں ان پر سے ٹال دیا

وَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ ﴿۹۸﴾

اور ان کو ایک وقت خاص تک عیش دیا

تفسیر:- اس آیت پاک میں ارشاد ہے کہ جن بستیوں پر عذاب آچکا ہے ان میں سے کسی بستی والے ایمان نہیں لائے جو ان کا ایمان لانا ان کے لئے نفع بخش ہوتا یعنی عذاب دیکھنے کے وقت بھی وہ ایمان نہیں لائے ہاں صرف حضرت یونس علیہ السلام کی قوم ایسی ہے کہ انھوں نے جب عذاب آتا دیکھا تو فوراً توبہ کرکے ایمان لے آئے اور جب وہ ایمان لے آئے تو ہم نے رسوائی کے عذاب کو دنیوی زندگی میں ان پر سے ٹال دیا اور ان کو ایک خاص وقت یعنی مرنے تک سروسامان زندگی سے بہرہ مند ہونے کی مہلت دی

اس تفسیر کا حاصل یہ ہے کہ دنیوی عذاب سامنے آجانے پر بھی توبہ کا دروازہ بند نہیں ہوتا بلکہ توبہ قبول ہوسکتی ہے، البتہ آخرت کا عذاب سامنے آجانے کے وقت توبہ قبول نہیں ہوتی جیسے فرعون کے سامنے جب آخرت کا عذاب آیا تو اس وقت اس کی توبہ قبول نہیں ہوتی

واقعۂ قوم یونسؑ قوم یونسؑ نینوا علاقہ موصل کی رہنی والی تھی۔ اللہ نے ان کی ہدایت کے لئے حضرت یونس علیہ السلام کو مبعوث فرمایا، آپ ایک عرصہ تک ان کو تبلیغ کرتے رہے اور توحید کی دعوت دیتے رہے مگر انھوں نے اس کو قبول نہیں کیا اور کفر و شرک پر جمے رہے اور اپنے نبی سے مخالفت و دشمنی کرتے رہے، حضرت یونسؑ پر وحی آئی کہ اپنی قوم سے فرمادیں کہ تین دن تک صبح کے وقت ان پر عذاب آئے گا، آپؑ نے قوم کو باخبر کردیا، ان لوگوں نے آپس میں بات کی کہ یہ شخص (حضرت یونس) کبھی جھوٹ نہیں بولا اسلئے انتظار کرو اور دیکھو اگر یہ آج رات ہمارے ساتھ رہے تو سمجھ لو صبح کو کچھ نہیں ہوگا، اور اگر رات کو تمھارے ساتھ نہ رہے تو سمجھ لو صبح کو عذاب ضرور آئے گا، چنانچہ حضرت یونسؑ آدھی رات کو اس قوم سے دور چلے گئے، صبح ہوئی تو لوگوں کے سروں سے ایک میل اوپر عذاب دکھائی دیا جو سیاہ گھٹا کی شکل میں سخت دھواں اڑاتا آگیا پھر نیچے اتر کر شہر پر چھا گیا جس سے گھروں کی چھتیں کالی ہوگئیں، یہ دیکھ کر لوگوں کو ہلاک ہونے کا یقین ہوگیا، حضرت یونسؑ کو تلاش کیا تاکہ ان کے ہاتھ پر ایمان لائیں مگر ان کا بھی کہیں پتہ نہیں ملا، آخر اللہ نے ان کے دلوں میں توبہ کرنے کا خیال ڈال دیا اور تمام چھوٹے بڑے فقیرانہ لباس پہن کر شہر سے باہر چلے اور اپنے جانوروں کو بھی ساتھ لے لیا انسانوں اور جانوروں کے بچوں کو ان کی ماؤں سے علیحدہ کردیا، بچوں نے چلانا شروع کردیا، مائیں بھی جذبۂ محبت میں چیخنے لگیں اور پھر بے تابی کی ایک ایسی لہر چلی کہ تمام ہی انسانوں اور جانوروں میں زبردست کہرام مچ گیا اور پوری قوم اللہ کے سامنے

نادم و شرمندہ ہو کر گڑگڑانے لگی اور سب ایک آواز ہو کر کہنے لگے رَبَّنَا اٰمَنَّا بِمَا جَآءَ بِهٖ یُوْنُسُ یعنی اے ہمارے پروردگار، حضرت یونسؑ آپ کا جو پیغام ہمارے پاس لے کر آئے تھے ہم اس کی سچے دل سے تصدیق کرتے ہیں اور ایمان لاتے ہیں، آخر اللہ کو ان پر رحم آیا ان کی توبہ قبول کی اور چھایا ہوا عذاب ان سے ہٹا لیا، یہ واقعہ ۱۰ محرم کو ہوا۔

تنبیہ:- یہاں پر ہم نے قوم یونسؑ کا واقعہ صرف اتنا لکھا ہے جتنا کہ اس آیت سے متعلق ہے حضرت یونسؑ اور ان کی قوم کا مفصل واقعہ ان شاء اللہ سورۂ صٰفّٰت اور سورۂ انبیاء کی تفسیر میں بیان کیا جائیگا۔

وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَاٰمَنَ مَنْ فِی الْاَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِیْعًا ؕ اَفَاَنْتَ

اور اگر آپ کا رب چاہتا تو تمام روئے زمین کے لوگ سب کے سب ایمان لے آتے سو کیا آپ

تُكْرِهُ النَّاسَ حَتّٰی یَكُوْنُوْا مُؤْمِنِیْنَ (۹۹) وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ

لوگوں پر زبردستی کر سکتے ہیں جس سے وہ ایمان ہی لے آدیں حالانکہ کسی شخص کا ایمان

اَنْ تُؤْمِنَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَیَجْعَلُ الرِّجْسَ عَلَی الَّذِیْنَ

لانا بدون خدا کے حکم کے ممکن نہیں اور اللہ تعالیٰ بے عقل لوگوں پر گندگی

لَا یَعْقِلُوْنَ (۱۰۰)

واقع کر دیتا ہے

تفسیر حضور علیہ السلام کو مخاطب کر کے فرمایا گیا ہے کہ اے محمدؐ اگر آپ کے رب کو منظور ہوتا تو زمین پر رہنے والے سب کے سب ایمان لے آتے کوئی بغیر ایمان لائے نہ بچتا اور کوئی ایمان سے اختلاف نہ کرتا سب ایمان پر متفق ہو جاتے مگر اللہ پاک جو کچھ کرتے ہیں اس میں یقینی طور پر حکمتیں پوشیدہ ہوتی ہیں بس جس پر اللہ رحم فرما کر توفیق دیتا ہے اور جس کی قسمت میں سعادت ہوتی ہے وہی ایمان قبول کر سکتا ہے۔ بس کیا اے محمدؐ آپ لوگوں کو اللہ کی مرضی و توفیق کے بغیر ایمان والا بنا دیں گے، کسی شخص میں یہ طاقت نہیں کہ وہ اللہ کے ارادہ و توفیق کے بغیر ایمان لا سکے اور اللہ اپنا عذاب ان لوگوں پر ڈالتا ہے جو سمجھتے نہیں یعنی حق و باطل میں تمیز نہیں کر پاتے۔ بس اللہ پاک جس کو چاہے ہدایت دیدے اور جسکو

چاہے گمراہ کردے آپ لوگوں کے ایمان نہ لانے سے غمگین نہ ہوں بس اپنے فریضۂ منصبی دعوت و تبلیغ میں مصروف رہیں۔

قُلِ انْظُرُوْا مَاذَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَمَا تُغْنِي الْاٰيٰتُ

آپ کہہ دیجئے کہ تم غور کرو کہ کیا کیا چیزیں ہیں آسمانوں میں اور زمین میں اور جو لوگ ایمان

وَالنُّذُرُ عَنْ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۰۱﴾ فَهَلْ يَنْتَظِرُوْنَ اِلَّا

نہیں لاتے ان کو دلائل اور دھمکیاں کچھ فائدہ نہیں پہنچاتیں سو وہ لوگ صرف ان لوگوں کے سے

مِثْلَ اَيَّامِ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ قُلْ فَانْتَظِرُوْا اِنِّيْ

واقعات کا انتظار کر رہے ہیں جو ان سے پہلے گذر چکے ہیں آپ فرما دیجئے کہ اچھا تو تم انتظار میں

مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ ﴿۱۰۲﴾ ثُمَّ نُنَجِّيْ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ

رہو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں میں ہوں پھر ہم اپنے پیغمبروں کو اور ایمان والوں

اٰمَنُوْا كَذٰلِكَ ۚ حَقًّا عَلَيْنَا نُنْجِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۰۳﴾ ع ۱۰ / ۱۵

کو بچا لیتے تھے ہم اسی طرح سب ایمان والوں کو نجات دیا کرتے ہیں

تفسیر

اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ تمام لوگوں سے فرما دیجئے کہ دیکھو اور خوب غور کرو آسمان و زمین میں کیسی عجیب و غریب نشانیاں ہیں جو خدا کی قدرت اور اس کے معبود ہونے پر دلالت کر رہی ہیں، اے انسانوں عقل اور غور و فکر سے کام لو تمہیں جہان کا ذرہ ذرہ یہی دعوت دے گا کہ ہم سب کو پیدا کرنے والا خدائے پاک ہے، جو حقیقت میں عبادت و بندگی کا مستحق ہے بس تم صرف اسی کی اطاعت و فرمانبرداری کرو کامیاب ہو جاؤ گے مگر جو لوگ عناد و ضد کی وجہ سے ایمان نہیں لاتے ان کے لئے یہ تمام نشانیاں دھمکیاں اور دلائل کچھ فائدہ نہیں دیتے۔ بس یہ لوگ جیسے عذاب الٰہی کا انتظار کر رہے ہیں جو پچھلی کافر قوموں پر آیا ہے۔ جیسے قوم نوح، عاد و ثمود وغیرہ۔ بس تم بھی انتظار کرو اور میں بھی انتظار کرتا ہوں اور دیکھتا ہوں تمہارا انجام کیا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم کافروں اور نافرمانوں کو ہلاک کر دیتے ہیں اور اپنے پیغمبروں اور ان کے ماننے والوں کو بچا لیتے

ہیں اور اسی طرح ہم بچالیں گے مومنوں کو یعنی اے محمد آپ کے زمانہ کے کافروں پر جب ہمارا عذاب آئے گا تو ہم آپ کو اور آپ کے ساتھیوں کو اس سے محفوظ رکھیں گے، چاہے یہ عذاب دنیا میں واقع ہو یا آخرت میں۔

قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِىْ شَكٍّ مِّنْ دِيْنِىْ فَلَآ اَعْبُدُ
آپ کہہ دیجئے کہ اے لوگو اگر تم میرے دین کی طرف سے شک میں ہو تو میں ان معبودوں کی عبادت

الَّذِيْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ اَعْبُدُ اللّٰهَ الَّذِىْ
نہیں کرتا جن کی تم خدا کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہو لیکن ہاں اس معبود کی عبادت کرتا ہوں جو

يَتَوَفّٰىكُمْ ۖۚ وَاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۰۴﴾ وَاَنْ اَقِمْ
تمہاری جان قبض کرتا ہے اور مجھ کو یہ حکم ہوا ہے کہ میں ایمان لانے والوں میں سے ہوں اور یہ کہ اپنے

وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا ۚ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۰۵﴾ وَلَا
آپ کو اس دین کی طرف اس طرح متوجہ رکھنا کہ سب طریقوں سے علیحدہ ہو جاؤں اور کبھی مشرک مت بننا اور

تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ ۚ فَاِنْ
خدا کو چھوڑ کر ایسی چیز کی عبادت مت کرنا جو تجھ کو نہ کوئی نفع پہنچا سکے اور نہ کوئی ضرر پہنچا سکے پھر

فَعَلْتَ فَاِنَّكَ اِذًا مِّنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۰۶﴾ وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ
اگر ایسا کیا تو تم اس حالت میں حق ضائع کرنے والوں میں سے ہو جاؤ گے اور اگر تم کو اللہ تعالیٰ کوئی تکلیف

بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ ۚ وَاِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ
پہنچادے تو بجز اس کے اور کوئی اسکا دور کرنے والا نہیں ہے اور اگر تمکو وہ کوئی راحت پہنچانا چاہے تو

لِفَضْلِهٖ ۭ يُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۭ وَهُوَ الْغَفُوْرُ
اسکے فضل کا کوئی ہٹانے والا نہیں ہے وہ اپنا فضل اپنے بندوں میں سے جس پر چاہیں مبذول فرمائیں اور وہ

الرَّحِيْمُ ﴿۱۰۷﴾
بڑی مغفرت، بڑی رحمت والے ہیں

تفسیر:- اللہ تعالیٰ اپنے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمارہے ہیں کہ آپ ان لوگوں یعنی مکہ والوں سے کہہ دیجئے کہ اگر تم میرے دین اسلام کے سچ ہونے میں شک کرتے ہو۔ اہل مکہ علامات و معجزات دیکھ کر ایمان لانے پر مجبور تھے مگر ان کی پیدائشی اور فطری شقاوت اور بد بختی ان کے دلوں میں شک و تردد پیدا کئے رکھتی تھی، اطمینان حاصل ہونے نہیں دیتی تھی۔

حضور علیہ السلام فرماتے ہیں، سنو میں تم کو اس شک کی حقیقت بتلاتا ہوں وہ یہ ہے کہ میں ان پتھروں کے بتوں کی پوجا نہیں کرتا جن کی تم اللہ کو چھوڑ کر پوجا کرتے ہو میں تو خدائے وحدہٗ لاشریک لہٗ کی بندگی کرتا ہوں جو تمھیں موت دیتا ہے اور اسی نے تمھیں زندگی بخشی اور تمام انسانوں کو مرکر اسی کے پاس جانا ہے، فرض کرو تمھارے معبود برحق ہیں تو ان سے کہو کہ وہ مجھے نقصان پہونچائیں مگر یاد رکھو ان میں نفع و نقصان پہونچانے کی کوئی قدرت نہیں نفع و نقصان پہونچانے کی طاقت صرف میرے معبود خدائے وحدہٗ لاشریک لہٗ کے قبضہ و قدرت میں ہے۔

اس کے بعد اللہ پاک نے اپنے پیغمبرؐ کو حکم فرمایا کہ آپ کفار سے اعراض کر کے خالص خدا کی عبادت میں لگ جائیں شرک کی طرف ذرا بھی نہ جھکیں، اگر اللہ آپ کو کچھ نقصان پہونچانا چاہے تو اس کو ہٹانے والا کوئی نہیں، اور اگر اللہ آپ کو کوئی راحت اور نفع پہونچانا چاہے تو کوئی اس کو روکنے والا نہیں، بس وہ نفع و نقصان اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے پہونچا دیتا ہے اور وہی بڑی مغفرت اور بڑی رحمت والا ہے۔

قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ ۚ فَمَنِ اهْتَدٰى

آپ کہدیجئے کہ اے لوگو تمھارے پاس حق تمھارے رب کی طرف سے پہنچ چکا ہے جو شخص

فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ۚ وَمَآ

راہ راست پر آجائے گا سو وہ اپنے واسطے راہ راست پر آوے گا اور جو شخص بے راہ رہے گا تو اس کا بے

اَنَا عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ ﴿١٠٨﴾ وَاتَّبِعْ مَا يُوْحٰٓى اِلَيْكَ وَاصْبِرْ حَتّٰى

راہ ہونا اسی پر پڑے گا اور میں تم پر مسلط نہیں کیا گیا اور آپ اس کا اتباع کرتے رہئے جو کچھ آپ کے پاس وحی

يَحْكُمَ اللّٰهُ ۚ وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ ﴿۱۰۹﴾ ع ۱۱ / ۱۶

بھیجی جاتی ہے اور صبر کیجئے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ فیصلہ کر دینگے اور وہ سب فیصلہ کرنیوالوں میں اچھا ہے

تفسیر:- اللہ پاک اپنے نبی سے فرمارہے ہیں کہ لوگوں سے کہہ دیجئے کہ تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے دین حق (مذہب اسلام) واضح ثبوت (معجزات وغیرہ) کے ساتھ پہونچ چکا ہے بس اب جو شخص راہ راست پر آئیگا تو اس میں اسی کا فائدہ ہے اور جو گمراہی پر ہی رہے گا اس میں بھی اسی کا نقصان ہے۔ اور اے محمدؐ آپ فرما دیجئے کہ میں تمہارا ذمہ دار نہیں ہوں، جو تمہارے معاملات اور گمراہی کا مجھ سے مواخذہ ہو، بس آپؐ کی ذمہ داری تو یہ ہے کہ جو کچھ احکامات خداوندی آپ کے پاس وحی کے ذریعہ بھیجے جائیں ان کا اتباع کیجئے اس میں تمام اعمال کے ساتھ ساتھ تبلیغ بھی آگئی اور لوگوں کے کفر کرنے اور تکلیفیں پہونچانے پر آپ صبر کیجئے یہاں تک کہ اللہ پاک ان کا فیصلہ کر دے چاہے دنیا میں ان کو ہلاک کر کے اور چاہے آخرت میں عذاب میں مبتلا کر کے یقیناً حق تعالیٰ تمام فیصلہ کرنے والوں میں سب سے اچھا فیصلہ کرنے والا ہے کیونکہ وہ ظاہرہ اور پوشیدہ ہر چیز سے بخوبی واقف ہے۔

سُوْرَةُ هُوْدٍ مَّكِّيَّةٌ وَّهِيَ مِائَةٌ وَّثَلٰثٌ وَّعِشْرُوْنَ اٰيَةً وَّعَشْرُ رُكُوْعَاتٍ

سورہ ہود مکہ میں نازل ہوئی اسمیں ایک سو تئیس آیتیں اور دس رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں میں اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑے رحمت والے ہیں۔

الٓرٰ ۚ كِتٰبٌ اُحْكِمَتْ اٰيٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ

الرا - یہ ایک ایسی کتاب ہے کہ اس کی آیتیں محکم کی گئی ہیں پھر صاف صاف بیان کی گئی ہیں ایک

خَبِيْرٍ ﴿۱﴾ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ ۭ اِنَّنِيْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ وَّ

حکیم باخبر کی طرف سے ہے یہ کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت مت کرو میں تم کو اللہ کی طرف سے ڈرانے والا

بَشِيْرٌ ﴿۲﴾ وَّاَنِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ يُمَتِّعْكُمْ

اور بشارت دینے والا ہوں اور یہ کہ تم لوگ اپنے گناہ اپنے رب سے معاف کراؤ پھر اس کی طرف متوجہ رہو

والوں کو عذاب سے ڈرانے والا ہوں، اور ایمان لانے پر نجات کی خوشخبری دینے والا ہوں، اور یہ کتاب تم کو یہ ہدایت بھی کرتی ہے کہ اپنے گناہ کفر و شرک وغیرہ اپنے رب سے معاف کراؤ، یعنی ایمان لاؤ اور پھر اللہ کی طرف عبادت و اطاعت سے متوجہ رہو، پس اعمال صالحہ کرتے رہو، بس ایمان و اعمال صالحہ کی برکت سے وہ تمکو دنیوی زندگی میں تمہارے آخری وقت یعنی موت تک عیش و آرام دے گا اور آخرت میں ان کے اچھے اعمال کے بقدر ان کو ثواب و جزا عطا فرمائے گا۔

اور اگر تم لوگ ایمان لانے سے اعراض ہی کرتے رہے تو مجھ کو اس صورت میں تمہارے لئے ایک بڑے دن کے عذاب کا اندیشہ ہے اور اس کو تم مذاق مت سمجھو بلکہ یہ حقیقت ہے کیونکہ تم سب کو یقینی طور پر مرکر اللہ کے پاس جانا ہے اور یہ بھی خوب یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری قدرت رکھتے ہیں۔

أَلَآ إِنَّهُمْ يَثْنُونَ صُدُورَهُمْ لِيَسْتَخْفُوا۟ مِنْهُ ۚ أَلَا حِينَ يَسْتَغْشُونَ ثِيَابَهُمْ

یاد رکھو وہ لوگ دوہرا کئے دیتے ہیں اپنے سینوں کو تاکہ اپنی باتیں خدا سے چھپا سکیں یاد رکھو کہ وہ لوگ جس

يَعْلَمُ مَا يُسِرُّونَ وَمَا يُعْلِنُونَ ۚ إِنَّهُۥ عَلِيمٌۢ بِذَاتِ ٱلصُّدُورِ ﴿٥﴾

وقت اپنے کپڑے لپیٹتے ہیں وہ اس وقت بھی سب جانتا ہے جو کچھ چپکے چپکے باتیں کرتے ہیں اور جو کچھ وہ باتیں ظاہر کرتے ہیں بالیقین وہ دلوں کے اندر کی باتیں جانتا ہے

تفسیر

منافقوں کو جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے جو عداوت و مخالفت ہے یہ اس کو خوب چھپانے کی کوشش کرتے ہیں اور ان کے دلوں میں جو حسد و بغض کی آگ بھری ہوئی ہے اس پر ہر طرح کے پردے ڈالتے ہیں تاکہ ان کا اصلی حال (رسول اور مسلمانوں سے مخالفت اور دشمنی) کسی کو معلوم نہ ہو جائے، مگر حقیقت یہ ہے کہ وہ کپڑوں کی تہہ میں پردوں کے پیچھے جو کچھ کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ پر سب کچھ روشن ہے کیونکہ وہ تو دل کے پوشیدہ ارادوں اور جذبوں کو بھی بخوبی جانتا ہے۔ بس اللہ پاک ان کی عداوت و مخالفت کو جب چاہتا ہے اپنے نبی اور مومنین پر ظاہر کر دیتا ہے، جس سے ان کی حقیقت کھل کر مسلمانوں کے سامنے آجاتی ہے۔

الحمد للہ پارۂ یعتذرون کی تفسیر بحسن و خوبی مکمل ہوئی

آسان تفسیر اور تذکرۃ الانبیاء کی تکمیل کے بعد
اب پیش ہے
تذکرہ خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم

تذکرۂ خاتم الانبیاء: اس عظیم الشان کتاب میں جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت مبارکہ سے وفات تک، نبوت سے پہلے اور نبوت کے بعد، مکی و مدنی زندگی کے حالات و واقعات مستند طور پر عام فہم انداز میں تفصیل کے ساتھ لکھے گئے ہیں، یہ مکمل کتاب چھ قسطوں میں شائع ہو رہی ہے۔

آسان تفسیر: قرآن کریم کے نزول کا اصل مقصد اس کو سمجھ کر عمل کرنا ہے اس مقصد کو پورا کرنے کیلئے آسان تفسیر کا سلسلہ جاری کیا گیا ہے، یہ تفسیر اکابر امت کی قدیم وجدید مستند و معتبر تفاسیر کا خلاصہ و نچوڑ ہے جس کو نہایت آسان و عام فہم زبان اور مختصر و جامع انداز میں مولانا محمد یعقوب قاسمی نے قلمبند کیا ہے ترجمہ کلام پاک حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ کا ہے، الحمدللہ یہ تفسیر بتیس (۳۲) قسطوں میں مکمل ہو چکی ہے۔

تذکرۂ الانبیاء: اس کتاب میں حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر حضرت عیسیٰ تک مشہور پیغمبروں کے واقعات وحالات اور ان کے ماننے والوں کی فلاح ونجات اور جھٹلانے والوں کا انجام تفصیل کے ساتھ مستند طور پر سلیس و عام فہم انداز میں بیان کیا گیا ہے الحمدللہ یہ مکمل کتاب دس قسطوں میں چھپ کر تیار ہو چکی ہے۔

ان تینوں کتابوں کو آپ خط لکھ کر یا فون کر کے گھر بیٹھے پوسٹ مین سے حاصل کر سکتے ہیں
دو قسطیں پچاس (-/50) روپے کی وی پی رجسٹری کے ذریعہ روانہ کی جاتی ہیں۔

خط و کتابت کے لئے پتہ

ادارہ دعوت و تبلیغ گلی نمبر ۲ ر آلی کی چنگی منڈی سمیتی روڈ سہارنپور ۲۴۷۰۰۱ (یوپی)

موبائل 9837375773

IDARA DAWAT O TABLIGH GALI No 2 AALI KI CHUNGI
MANDI SAMITI ROAD SAHARANPUR 247001(U.P.)

قسط وار شائع ہونے والی تین عظیم الشان کتابیں

رحمت کے خزانے

یہ کتاب اعمالِ حسنہ کی ترغیب سے متعلق حدیثِ پاک کا عظیم مجموعہ ہے جس کو علامہ ابن کثیر علیہ الرحمہ کے اُستادِ محترم محدثِ جلیل امام شرف الدین دمیاطی علیہ الرحمہ نے ''**المتجر الرابح فی ثواب العمل الصالح**'' کے نام سے ترتیب دیا ہے۔ یہ کتاب اہل عرب کثرت سے اپنے مطالعہ میں رکھتے ہیں۔

اس کتاب کی اہمیت کے پیشِ نظر حضرت مولانا مفتی امداد اللہ انور صاحب مدظلہ نے اس کا اُردو ترجمہ ''رحمت کے خزانے'' کے نام سے کیا ہے۔ موصوف نے ترجمہ کے ساتھ حسبِ ضرورت احادیثِ پاک کی مختصر و عام فہم تشریح بھی فرمائی ہے اور احادیث کی تخریج بھی کی ہے۔

الحمدللہ یہ مکمل کتاب قسطوں میں چھپ کر تیار ہو چکی ہے۔

آسان تفسیر

قرآن کریم کے نزول کا اصل مقصد اس کو سمجھ کر عمل کرنا ہے۔ اس مقصد کو پورا کرنے کے لئے آسان تفسیر کا سلسلہ جاری کیا گیا ہے۔ یہ تفسیر اکابرِ اُمت کی قدیم وجدید مستند و معتبر تفاسیر کا خلاصہ و نچوڑ ہے۔ جس کو نہایت آسان و عام فہم زبان اور مختصر و جامع انداز میں مولانا محمد یعقوب قاسمی نے قلمبند کیا ہے۔ ترجمہ کلام پاک حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ الحمدللہ یہ تفسیر ۳۲ قسطوں میں مکمل ہو چکی ہے۔

تذکرۃ الانبیاء

اس کتاب میں حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر نبی آخر الزماں محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم تک مشہور پیغمبروں کے واقعات و حالات اور ان کے ماننے والوں کی فلاح و نجات اور جھٹلانے والوں کا انجام تفصیل کے ساتھ مستند طور پر سلیس و عام فہم انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ الحمدللہ یہ کتاب سولہ قسطوں میں تیار ہو چکی ہے۔

وی، پی رجسٹری کے ذریعہ روانہ کی جاتی ھیں۔

نوٹ:- خواہش مند حضرات کے مکمل پتے روانہ فرما کر اشاعت دین میں تعاون فرمائیں۔ فجزاکم اللہ

IDARA DAWAT-O-TABLEEGH

Gali No. 2, Aali ki Chungi, Mandi Samiti Road, Saharanpur-247001 (U.P.) Mob.: 9837375773

اس دور کی سب سے آسان، عام فہم اور مستند تفسیر قرآن کریم

آسان تفسیر

پارہ ۱۲

مرتب

مولانا محمد یعقوب قاسمی

سابق استاذ حدیث و تفسیر دار العلوم سہارنپور

ترجمہ: حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

شائع کردہ

ادارہ دعوت و تبلیغ

گلی آئی کی جگی منڈی سمیتی روڈ سہارنپور یوپی

MOBILE : 9837375773

50/-

اس دور کی سب سے آسان و عام فہم اور مستند تفسیر کلام پاک
جسکا ہر گھر میں ہونا نہایت ضروری ہے

آسان تفسیر

اردو

ترجمہ قرآن شریف
حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی علیہ الرحمہ

مرتب
مولانا محمد یعقوب قاسمی فاضل دار العلوم دیوبند

(شائع کردہ)
ادارہ دعوت و تبلیغ زکریا آباد، گلی ۲ آلی جنکی سہارنپور یوپی ۲۴۷۰۰۱

موبائل نمبر 9837375773

فہرست مضامین آسان تفسیر پارہ ع ۱۲

مضمون	صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر
ہر جاندار کا رزق اللہ کے ذمہ ہے	۳	قوم شعیب پر عذاب کی نوعیت	۴۱
اللہ کے رزق پہونچانے کا ایک عجیب واقعہ	۴	ایک سوال کا جواب	۴۲
واقعۂ شان نزول	۷	کفر کی ترقی سے دھوکہ نہ کھائیے	۴۵
حضرت نوح ؑ کی اپنی قوم کو دعوتِ توحید	۱۲	استقامت سے کیا مراد ہے	۴۶
قوم کے شبہات	۱۳	پچھلی قوموں پر عذاب نازل ہونے کی وجہ	۴۷
پہلے شبہ کا جواب	۱۳	امر بالمعروف کی اہمیت	۴۷
دوسرے شبہ کا جواب	۱۴	تمام انسان ایک مذہب پر کیوں نہیں ؟	۴۹
تیسرے شبہ کا جواب	۱۵	سورۂ یوسف کا شان نزول	۵۱
حضرت نوح ؑ پر ظلم وستم	۱۸	حضرت یوسف ؑ کا خواب	۵۲
کشتیٔ نوح	۱۹	قصۂ یوسف عبرت سے بھرپور ہے	۵۳
طوفانِ عظیم	۱۹	بیٹے سے بے پناہ محبت	۵۴
حضرت نوح ؑ کا اپنے بیٹے کو پکارنا	۲۱	حسد کی آگ	۵۴
ایک تاریخی بحث	۲۱	بیٹوں کی درخواست	۵۵
حضرت نوح ؑ کی اپنے بیٹے سے متعلق اللہ سے درخواست	۲۳	باپ کا جواب	۵۶
حضرت نوح ؑ پر اللہ کی سلامتی	۲۴	حضرت یوسف ؑ کو کنویں میں ڈالدینا	۵۶
قصۂ نوح ؑ حضور ؐ کی نبوت کی دلیل ہے	۲۵	حضرت یوسف ؑ کیلئے غیبی انتظامات	۵۸
حضرت ہود ؑ اور ان کی قوم کا تذکرہ	۲۶	حضرت یوسف ؑ کی نیلامی	۶۰
استغفار کی فضیلت وبرکت	۲۷	زلیخا کا یوسف کو پھسلانا	۶۲
قوم عاد کی ہٹ دھرمی	۲۸	حضرت یوسف کی پاکدامنی کا ثبوت	۶۵
قوم عاد پر طوفانی ہوا کا عذاب	۲۹	زلیخا کی رسوائی کا چرچا	۶۶
حضرت صالح ؑ اور قوم ثمود کا تذکرہ	۳۱	حضرت یوسف کو قید	۶۸
حضرت ابراہیم ؑ کی فرشتوں سے ایک ملاقات	۳۳	دعوت وتبلیغ	۷۰
قوم لوط کی خباثت	۳۵	خواب کی تعبیر	۷۱
ایک شبہ کا جواب	۳۶	شاہِ مصر کا خواب اور اس کی تعبیر	۷۲
حضرت شعیب ؑ اور ان کی قوم کا تذکرہ۔	۳۹	زلیخا کا اعتراف جرم اور حضرت یوسف کی رہائی	۷۴

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا وَيَعْلَمُ

اور کوئی جاندار روئے زمین پر ایسا نہیں کہ اس کی روزی اللہ کے ذمہ نہ ہو اور

مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا ۭ كُلٌّ فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ۝

وہ ہر ایک کی زیادہ رہنے کی جگہ کو اور چند روز رہنے کی جگہ کو جانتا ہے سب چیزیں کتاب مبین میں ہیں

ہر جاندار کا رزق اللہ کے ذمہ ہے

ارشاد خداوندی ہے کہ ہر جاندار چاہے وہ کوئی کیڑا مکوڑا ہو یا پرندہ ہو یا چوپایہ ہو یا جن ہو یا انسان سب کی روزی ہمارے ذمہ ہے اگر اس پر کسی ناسمجھ کو یہ شبہ ہو کہ اتنے بڑے جہاں میں جاندار کہاں کہاں ہیں اسکا معلوم ہونا اور پھر ان تک روزی کا پہونچانا بڑا مشکل کام ہے۔ اس شبہ کو اول تو قرآن کریم نے جگہ جگہ اعلان کرکے ختم کر دیا ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ یعنی خدائے تعالیٰ ہر چیز پر پوری قدرت رکھتا ہے۔ اور اس آیت میں اس شبہ کو اس طرح ختم کر دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر ایک کی مستقل رہنے کی جگہ اور عارضی رہنے کی جگہ سے بخوبی واقف ہے لہٰذا اس کے لئے تمام جانداروں کو رزق پہونچانا کوئی مشکل کام نہیں۔

اور اگر کوئی دنیوی حکومتوں کے نظام پر قیاس کرکے اللہ کے نظام پر بھول چوک کا شبہ کر بیٹھے کہ اتنے بڑے نظام میں بھول چوک بھی یقیناً ہو سکتی ہے تو اسکا جواب بھی اسی آیت میں اس طرح دیدیا گیا ہے کہ سب کچھ ایک واضح کتاب یعنی لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے۔ جس میں تمام مخلوقات کی عمر عمل اور روزی وغیرہ لکھی ہوتی ہے۔

یہاں پر ایک سوال یہ بھی پیدا ہوتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے روزی پہونچانے کا اسقدر مستحکم نظام بنا رکھا ہے تو پھر بہت سے انسان اور جاندار بھوکے کیوں مرتے ہیں؟

اسکا جواب مفسرینؒ نے یہ دیا ہے کہ جتنا رزق اس کے مقدر میں تھا جب وہ اسکو دیا جاچکا اور اسکی عمر کا مقررہ وقت بھی پورا ہو گیا تو اسکو موت آگئی اور اس طرح بھوک اسکی موت کا سبب بن گئی۔ جس طرح کوئی آدمی کسی بیماری یا حادثہ کی وجہ سے مرتا ہے اور اسی طرح جو فاقے کسی کے مقدر میں لکھے جاچکے ہیں وہ بھی یقیناً اسکو پیش آئیں گے اس پر بھی یہ اعتراض نہیں کیا جا سکتا کہ آج اللہ نے اسکو کھانا کیوں نہیں دیا۔

فائدہ قرآن کریم میں متعدد جگہ اللہ پاک نے بہت سی چیزوں کو اپنے لئے واجب قرار دیا ہے۔ علماء اہل سنت کے نزدیک کوئی عمل اللہ کے ذمہ واجب نہیں۔ کیونکہ کوئی طاقت ایسی نہیں جو اللہ پر کوئی ذمہ داری عائد کرے بس وہ محض اپنے فضل وکرم اور اپنی مخلوق پر مہربانی فرمانے

ہوئے کسی چیز کے دینے کا وعدہ فرمالیتے ہیں اور پھر اس کو پورا کرتے ہیں۔

اللہ کے رزق پہونچانیکا ایک عجیب واقعہ

بعض روایات میں ہے کہ جس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام آگ کی تلاش میں کوہ طور پر پہونچے اور وہاں آگ کے بجائے تجلیات الٰہی سامنے آئیں اور ان کو نبوت و رسالت عطا ہو کر فرعون اور اس کی قوم کی ہدایت کے لئے مصر جانے کا حکم ملا تو خیال آیا کہ میں اپنی بیوی کو جنگل میں تنہا چھوڑ کر آیا ہوں۔ اسکی ضروریات کون پورا کریگا اس خیال کی اصلاح کیلئے حق تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کو حکم دیا کہ سامنے پڑی ہوئی پتھر کی چٹان پر لکڑی ماریں آپؑ نے حکم کی تعمیل کی تو چٹان پھٹ کر اس کے اندر سے ایک دوسرا پتھر نکلا حکم ہوا اس پر لکڑیں ماریں، آپنے لکڑی ماری تو اسکے اندر سے ایک تیسرا پتھر نکلا اس پر بھی لکڑی مارنے کا حکم ہوا، لکڑی ماری تو پتھر پھٹا اور اسکے اندر سے ایک جانور نکلا جس کے منہ میں ہرا پتہ تھا۔

حق تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ کا یقین تو حضرت موسیٰ کو پہلے بھی تھا مگر مشاہدہ کا اثر کچھ اور ہی ہوتا ہے بہر حال حضرت موسیٰ یہ واقعہ دیکھ کر سیدھے مصر کو روانہ ہو گئے اور بیوی کو یہ بتلانے بھی نہ گئے کہ مجھے مصر جانے کا حکم ہوا ہے وہاں جارہا ہوں۔

وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِي سِتَّةِ اَيَّامٍ وَّكَانَ عَرْشُهٗ

اور وہ ایسا ہے کہ سب آسمان اور زمین کو چھ دن میں پیدا کیا اور اس وقت اس کا عرش پانی

عَلَى الْمَاۤءِ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ؕ وَلَئِنْ قُلْتَ اِنَّكُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ

پر تھا تاکہ تم کو آزماوے کہ تم میں اچھا عمل کرنے والا کون ہے اور اگر آپ کہتے ہیں کہ یقیناً

مِنْۢ بَعْدِ الْمَوْتِ لَيَقُوْلَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝٧

تم لوگ مرنے کے بعد زندہ کئے جاؤ گے تو جو لوگ کافر ہیں وہ کہتے ہیں کہ یہ تو نرا صاف جادو ہے

وَلَئِنْ اَخَّرْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ اِلٰۤى اُمَّةٍ مَّعْدُوْدَةٍ لَّيَقُوْلُنَّ مَا يَحْبِسُهٗ ؕ اَلَا

اور اگر تھوڑے دنوں تک ہم ان سے عذاب کو ملتوی رکھتے ہیں تو کہنے لگتے ہیں کہ اس عذاب کو کون

يَوْمَ يَاْتِيْهِمْ لَيْسَ مَصْرُوْفًا عَنْهُمْ وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝٨ ع

چیز روک رہی ہے یاد رکھو جس دن وہ ان پر آپڑے گا تو پھر کسی کے ٹالے نہ ٹلے گا اور جسکے ساتھ یہ استہزا کر رہے تھے وہ

اللہ پاک ایسی زبردست قدرت والا ہے کہ اس نے آسمانوں اور زمین کو مع ان کی تمام موجودات کے چھ دن میں پیدا کیا۔ آسمان و زمین کی پیدائش سے پہلے اللہ کا عرش (تخت) پانی پر تھا۔

اسی آیت میں اللہ پاک نے یہ بات بھی واضح فرما دی کہ ان تمام چیزوں کو اس لئے پیدا کیا ہے تاکہ تمہیں آزمائیں کہ تم میں سے اچھا عمل کرنے والا کون ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ آسمان وزمین کا پیدا کرنا خود کوئی مقصد نہ تھا بلکہ ان کو عمل کرنے والے انسانوں کے لئے بنایا گیا ہے تاکہ وہ ان چیزوں سے اپنی معاش کا فائدہ بھی حاصل کریں اور ان میں غور کر کے اپنے مالک اور رب کو بھی پہچانیں۔

حاصل یہ ہوا کہ آسمان وزمین کی پیدائش سے اصل مقصود انسان ہے بلکہ انسان میں بھی اہل ایمان ہیں اور ان میں بھی وہ انسان جو سب سے اچھا عمل کرنے والا ہو اور یہ ظاہر ہے کہ تمام انسانوں میں سب سے اچھا عمل کرنے والے ہمارے رسول محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اس لئے یہ کہنا صحیح ہے کہ تمام کائنات کے پیدا کرنے کا اصل مقصد جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک ہے۔

اس کے بعد اللہ پاک نے منکرین قیامت مشرکین وکافرین کے متعلق فرمایا کہ جب آپ ان سے کہیں کہ مرنے کے بعد زندہ ہو کر خدا کے سامنے پیش ہونا ہے تو وہ اس کو جادو کہہ کر ٹال دیتے ہیں۔ اور انہی لوگوں کا یہ حال ہے کہ جب ان کو عذاب سے ڈرایا جاتا ہے تو بطور مذاق کے کہتے ہیں اگر ایسی بات ہے تو ہم پر عذاب آ کیوں نہیں جاتا ہے اُس عذاب کو کس چیز نے روک رکھا ہے۔ اللہ فرما رہے ہیں کہ جس روز (مقررہ وقت پر) عذاب ان پر آ پڑے گا تو پھر کسی کے ٹالے نہ ٹلے گا اور جس عذاب کا آج یہ مذاق اُڑا رہے ہیں وہ ان کو پوری طرح گھیر لے گا۔

وَلَئِنْ أَذَقْنَا الْإِنسَانَ مِنَّا رَحْمَةً ثُمَّ نَزَعْنَاهَا مِنْهُ ۚ إِنَّهُ لَيَئُوسٌ كَفُورٌ ﴿٩﴾

اور اگر ہم انسان کو اپنی مہربانی کا مزہ چکھا کر اس سے چھین لیتے ہیں تو وہ ناامید اور ناشکرا ہو جاتا ہے

وَلَئِنْ أَذَقْنَاهُ نَعْمَاءَ بَعْدَ ضَرَّاءَ مَسَّتْهُ لَيَقُولَنَّ ذَهَبَ السَّيِّئَاتُ عَنِّي ۚ

اور اگر اس کو کسی تکلیف کے بعد جو کہ اس پر واقع ہوئی ہو کسی نعمت کا مزہ چکھا دیں تو کہنے لگتا ہے کہ میرا سب دکھ درد رخصت

إِنَّهُ لَفَرِحٌ فَخُورٌ ﴿١٠﴾ إِلَّا الَّذِينَ صَبَرُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أُولَٰئِكَ لَهُم

ہوا وہ اترانے لگتا ہے شیخی بگھارنے لگتا ہے مگر جو لوگ مستقل مزاج ہیں اور نیک کام کرتے ہیں وہ ایسے نہیں ہوتے ایسے لوگوں

مَّغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ كَبِيرٌ ﴿١١﴾

کیلئے بڑی مغفرت اور بڑا اجر ہے

تفسیر

اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ اگر ہم انسان کو اپنی مہربانی سے کسی رحمت ونعمت یعنی امن و

صحت اور دولت وغیرہ عطا کر دیتے ہیں اور پھر کچھ وقت کے بعد اس کو چھین لیتے ہیں تو وہ ناامید اور ناشکرا ہو جاتا ہے کیونکہ اس کو خدا پر بھروسہ نہیں اور اس کے حکم پر راضی نہیں اس لئے دوبارہ راحت ملنے سے قطعاً ناامید ہو جاتا ہے اور یہ بالکل بھول جاتا ہے کہ ایک وقت میرے پاس کچھ نہ تھا یہ چیزیں اللہ ہی نے مجھے دی ہیں آج چھین لی ہیں تو کل پھر مل سکتی ہیں۔

اور اگر ہم تکلیف پہنچنے کے بعد اس کو راحت اور آرام نصیب کر دیتے ہیں تو کہتا ہے کہ میری تمام پریشانیاں دور ہو گئیں (یہ نہیں کہتا کہ اللہ نے میری پریشانیاں ختم کر دیں) پس وہ اترانے لگتا ہے اور شیخی بگھارنے لگتا ہے بجائے اس کے کہ وہ اس راحت کے واپس آنے پر اللہ کا شکر ادا کرے یہ سمجھ بیٹھتا ہے کہ یہ تو میرا حق ہے مجھے ملنا ہی چاہیے تھا اور اب میں ہمیشہ اس حالت میں رہوں گا۔

جو لوگ نعمت چھن جانے پر ناشکری کرتے ہیں اور واپس آجانے پر شیخی بگھارتے ہیں وہ خسارے والے ہیں اور اللہ کو پسند نہیں۔ اللہ کے پسندیدہ اور اچھے لوگ وہ ہیں جو مصیبت میں صبر سے کام لیتے ہیں اور عیش میں شکر و اطاعت کرتے ہیں۔ انہی لوگوں کے لئے اللہ کی طرف سے گناہوں سے مغفرت اور بڑا اجر ہے یعنی اللہ کی خوشنودی اور جنت۔ عام طور پر یہ دونوں صفتیں صبر و شکر مومنین میں پائی جاتی ہیں۔ چنانچہ مسلم شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مومن کا بھی عجیب معاملہ ہے اس کی ہر بات اچھی ہے اور یہ خصوصیت صرف مومن ہی کی ہے کہ اگر اس کو سکھ ملتا ہے تو شکر کرتا ہے اور یہ اس کے لئے خیر ہو جاتا ہے (یعنی اس کا ثواب ملتا ہے) اور دکھ ملتا ہے تو صبر کرتا ہے اور یہ اس کے لئے خیر ہو جاتا ہے۔

فَلَعَلَّكَ تَارِكٌۢ بَعْضَ مَا يُوحٰٓى اِلَيْكَ وَضَآئِقٌۢ بِهٖ صَدْرُكَ اَنْ يَّقُوْلُوْا لَوْلَآ

سو شاید آپ ان احکام میں سے جو آپ کے پاس وحی کے ذریعہ سے بھیجے جاتے ہیں بعض کو چھوڑ دینا چاہتے ہیں اور

اُنْزِلَ عَلَيْهِ كَنْزٌ اَوْ جَآءَ مَعَهٗ مَلَكٌ ؕ اِنَّمَآ اَنْتَ نَذِيْرٌ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ

آپ کا دل اس بات سے تنگ ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ ان پر کوئی خزانہ کیوں نہیں نازل ہوا یا ان کے ہمراہ کوئی فرشتہ کیوں نہیں آیا آپ تو

وَّكِيْلٌ ﴿۱۲﴾ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ؕ قُلْ فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ مُفْتَرَيٰتٍ وَّادْعُوْا

صرف ڈرانے والے ہیں اور پورا اختیار رکھنے والا ہر شئی پر اللہ ہی ہے کیا یوں کہتے ہیں کہ آپ نے اسکو خود بنا لیا ہے آپ فرما دیجئے کہ تو تم بھی

مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۳﴾ فَاِلَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ

اس جیسی دس سورتیں بنائی ہوئی لے آؤ اور اپنی امداد کیلئے جن جن غیر اللہ کو بلا سکو بلا لو اگر تم سچے ہو پھر یہ کفار اگر تم لوگوں کا کہنا نہ کر سکیں

فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اُنْزِلَ بِعِلْمِ اللّٰهِ وَاَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝۱۴

تو تم یقین کرلو کہ یہ قرآن اللہ ہی کے علم سے اترا ہے اور یہ کہ اللہ کے سوا کوئی اور معبود نہیں تو پھر اب بھی مسلمان ہوتے ہو یا نہیں

واقعہ شانِ نزول

مشرکین مکہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مختلف قسم کی فرمائشیں کیں۔ ایک یہ کہ قرآن میں چونکہ ہمارے بتوں کو بُرا لکھا گیا ہے اس لئے قرآن پر ہم ایمان نہیں لاسکتے لہٰذا یا تو آپ کوئی دوسرا قرآن لائیں یا پھر اسی میں تبدیلی کریں۔

دوسرے یہ کہ ہم آپ کے رسول ہونے پر جب یقین کریں کہ یا تو دنیا کے بادشاہوں کی طرح آپ پر کوئی خزانہ اتر آئے جس سے سب کو بخشش کریں، یا پھر کوئی فرشتہ آسمان سے آجائے وہ آپ کے ساتھ یہ تصدیق کراتا پھرے کہ بے شک یہ اللہ کے رسول ہیں۔

آپ ان بے ہودہ فرمائشوں سے تنگ دل ہوئے کیونکہ رحمۃ للعٰلمین سے یہ بھی ممکن نہ تھا کہ ان کو ان کے حال پر چھوڑ دیں اور ان کے ایمان لانے کی فکر کو دل سے نکال دیں اور نہ ہی یہ ممکن تھا کہ ان کی بے ہودہ فرمائشوں کو پورا کریں لہٰذا آپ کی تسلی اور مشرکین کے خیالات کی اصلاح کے لئے اللہ پاک نے یہ آیت نازل فرمائی۔ جس میں پہلے حضور علیہ السلام کو مخاطب کر کے فرمایا گیا کہ کیا آپ ان کے کہنے سے مجبور ہو کر قرآن کا وہ حصہ چھوڑ دیں گے جس سے یہ لوگ ناخوش ہیں اور کیا آپ ان کی نازیبا اور بے ہودہ فرمائشوں سے تنگ دل ہوجائیں گے۔

مقصد یہ تھا کہ نہ آپ قرآن کا کوئی حصہ ان کی وجہ سے چھوڑ سکتے ہیں اور نہ ہی ان کی فرمائشوں کی وجہ سے تنگ دل ہونا چاہیئے کیونکہ آپ تو اللہ کی طرف سے نَذِیْر یعنی ڈرانے والا بنا کر بھیجے گئے ہیں باقی ہدایت دینا وہ اللہ کے قبضہ و قدرت اور اختیار میں ہے۔

اس کے بعد فرمایا گیا اگر مشرکین آپ کی نبوت پر صداقت کے لئے معجزہ چاہتے ہیں تو ہم پہلے ہی ایک بہت بڑا معجزہ قرآن مقدس آپ کو دے چکے ہیں اور اگر قرآن کے متعلق ان کا یہ گمان ہے کہ یہ آپ کا کلام ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل نہیں ہوا، تو آپ ان سے کہئے پھر تم بھی اس جیسی دس سورتیں بنا لاؤ اور اس میں معبودانِ باطل سے بھی مدد لے لو۔ بس اگر وہ ایسی سورتیں نہ بناسکیں (اور یقیناً نہیں بنا سکیں گے) تو آپ ان سے فرمائیے اب تو یقین کرلو کہ قرآن اللہ ہی کا کلام ہے اور اللہ ہی نے اپنے پیغمبر محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا ہے اور یہ بھی یقین کرلو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔

بس جب تم اور تمہارے معبودان باطل قرآن جیسا کلام بنانے سے عاجز ہوگئے تو رسالت اور توحید دونوں ثابت ہوگئے جب دونوں ثابت ہوگئے تو اب بھی تم مسلمان ہوتے ہو یا نہیں یا اسی طرح بے ہودہ معجزات کی فرمائشیں کرتے رہو گے اور ضد پر قائم رہتے ہوئے ایمان کی دولت سے محروم رہو گے

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا نُوَفِّ اِلَيْهِمْ اَعْمَالَهُمْ فِيْهَا وَ

جو شخص محض حیات دنیوی اور اس کی رونق چاہتا ہے تو ہم ان لوگوں کے اعمال ان کو دنیا ہی میں پورے طور

هُمْ فِيْهَا لَا يُبْخَسُوْنَ ﴿۱۵﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا النَّارُ ۖ

سے بھگتا دیتے ہیں اور انکے لئے دنیا میں کچھ کمی نہیں ہوتی یہ ایسے لوگ ہیں کہ ان کے لئے آخرت میں بجز دوزخ کے اور کچھ نہیں

وَحَبِطَ مَا صَنَعُوْا فِيْهَا وَبٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۶﴾

اور انھوں نے جو کچھ کیا تھا وہ آخرت میں سب ناکارہ ہوگا اور جو کچھ کر رہے ہیں وہ بے اثر ہے۔

تفسیر

جو شخص اپنے نیک اعمال سے محض دنیوی زندگی کا فائدہ اور اس کی رونق حاصل کرنا چاہتا ہے (جیسے عزت، شہرت، دولت، راحت وغیرہ) تو ہم اس کے اعمال کا دنیا ہی میں پورا پورا بدلہ دیدیتے ہیں اس میں کچھ کمی نہیں کرتے اور آخرت میں ان کے لئے بجز دوزخ کے اور کچھ نہیں کیوں کہ اچھے کاموں کا اچھا بدلہ تو ان کو دنیا میں دیا جاچکا اب ان کے پاس صرف بُرے اعمال رہ جاتے ہیں اس کا بدلہ آخرت میں دیا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ان لوگوں نے جو اچھے کام دنیا میں کئے تھے وہ سب بے کار جائیں گے آخرت میں ان کا کوئی نفع نہ پہنچے گا کیونکہ آخرت میں وہی عمل قابل قبول ہوتا ہے جو ایمان و اخلاص کے ساتھ کیا جائے۔ اکثر مفسرینؒ کی رائے ہے کہ یہ آیت کافرین کے متعلق ہے لہٰذا ایمان نہ ہونے کی وجہ سے ان کے اچھے اعمال کا بدلہ ان کو آخرت میں کچھ نہ ملے گا۔

اور بعض مفسرینؒ نے فرمایا کہ یہ آیت ان مسلمانوں کے بارے میں ہے جو نیک کام کسی دنیوی لالچ یا نیکنامی یا دکھاوے اور شہرت کے لئے کرتے ہیں چونکہ اس کا یہ عمل بے روح ہے اس لئے آخرت میں اس سے کوئی نفع نہ پہنچے گا۔ چنانچہ ایک حدیث پاک میں ہے کہ قیامت کے دن ایسے لوگوں کو بلایا جائے گا جو نیک کام عزت و شہرت کے لئے کرتے تھے ان سے کہا جائے گا کہ تم نے نماز، خیرات، جہاد، تلاوتِ قرآن اس لئے کی تھی کہ تم نمازی

اقوال و تحقیق: بعشر سور. مث. سورۂ یونس میں ایک سورت بنانے کا چیلنج کیا گیا ہے اور یہاں دس کا۔ ج. پہلے دس سورتوں کے بنانے کا چیلنج کیا گیا تھا جب وہ اس میں عاجز و ناکام رہے تو پھر ایک سورت کا مطالبہ کیا گیا بالآخر وہ بھی نہ لاسکے۔ اور قرآن جیسی ایک آیت بھی لانے سے عاجز و مجبور رہے۔

سخی، مجاہد، قاری کہلاؤ۔ سو دنیا میں تمہیں یہ القاب مل چکے اب آخرت میں ان کا صلہ تمہیں کچھ نہیں ملے گا اور پھر سب سے پہلے انہی لوگوں کو جہنم میں ڈالا جائے گا۔ حضرت ابوہریرہؓ یہ حدیث بیان کرکے رو پڑے اور فرمایا کہ قرآن کی آیت مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الخ سے اس حدیث کی تصدیق ہوتی ہے۔

اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ وَيَتْلُوْهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ وَمِنْ قَبْلِهٖ كِتٰبُ مُوْسٰٓى

کیا منکر قرآن ایسے شخص کی برابری کرسکتا ہے جو قرآن پر قائم ہو جو اسکے رب کی طرف سے آیا ہے اور اسکے ساتھ ایک گواہ تو اسی میں موجود

اِمَامًا وَّرَحْمَةً ؕ اُولٰٓئِكَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ؕ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ مِنَ الْاَحْزَابِ فَالنَّارُ مَوْعِدُهٗ ۚ

ہے اور اس سے پہلے موسیٰؑ کی کتاب ہے جو کہ امام ہے اور رحمت ہے، ایسے لوگ اس قرآن پر ایمان رکھتے ہیں اور جو شخص دوسرے فرقوں میں سے (۱۷)

فَلَا تَكُ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْهُ ۗ اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ

اس قرآن کا انکار کریگا تو دوزخ اسکے وعدہ کی جگہ ہے سو تم قرآن کیطرف سے شک میں مت پڑنا بلاشک و شبہ وہ سچی کتاب ہے تمہارے رب کے پاس سے آئی ہے لیکن بہت سے آدمی ایمان نہیں لاتے

تفسیر اس آیت میں فرمایا گیا ہے کہ قرآن کا انکار کرنے والے چاہے وہ یہود و نصاریٰ ہوں یا مشرکین و کافرین، قرآن کے ماننے والوں یعنی مسلمانوں کے برابر نہیں ہو سکتے۔ وہ قرآن جو تمام مخلوقات کے پیدا کرنے والے رب العالمین کی طرف سے آیا ہے اور اس قرآن کے ساتھ ایک گواہ تو اسی میں موجود ہے یعنی اس کا معجزہ ہونا کہ اس جیسی ایک آیت بھی بنانے سے تمام فصیح و بلیغ عاجز ہیں — جو اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ یہ کسی انسان کا کلام نہیں بلکہ رب العالمین کا کلام ہے اور دوسرا گواہ جو قرآن سے پہلے ہی اللہ نے دنیا میں بھیجدیا تھا وہ حضرت موسیٰ پر نازل شدہ کتاب توریت ہے جو کہ قابل اقتدار لوگوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجی گئی تھی۔ پس جو قرآن کریم کو مانے گا اور اس کا اتباع کرے گا وہ کامیاب ہے اور جو اس کا انکار کرے گا تو اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔

پس اے لوگو تم قرآن کے متعلق کسی بھی شک و شبہ میں مت پڑو بلاشک و شبہ وہ سچی کتاب ہے تمہارے رب کے پاس سے آئی ہے لیکن باوجود ان دلائل کے بہت سے آدمی ایمان نہیں لاتے۔

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ؕ اُولٰٓئِكَ يُعْرَضُوْنَ عَلٰى رَبِّهِمْ وَ

اور ایسے شخص سے زیادہ ظالم کون ہوگا جو اللہ پر جھوٹ باندھے ایسے لوگ اپنے رب کے سامنے پیش کئے جائیں گے اور

يَقُولُ الْاَشْهَادُ هٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلٰى رَبِّهِمْ ۚ اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى

گواہ فرشتے یوں کہیں گے کہ یہ لوگ ہیں جنھوں نے اپنے رب کی نسبت جھوٹی باتیں لگائی تھیں سب سن لو کہ ایسے ظالموں

الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۸﴾ الَّذِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ۭ وَهُمْ

پر خدا کی لعنت ہے جو کہ دوسروں کو بھی خدا کی راہ سے روکتے تھے اور اس میں کجی نکالنے کی تلاش میں رہا کرتے تھے اور وہ

بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۱۹﴾ اُولٰۗىِٕكَ لَمْ يَكُوْنُوْا مُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ وَمَا

آخرت کے بھی منکر تھے یہ لوگ زمین پر خدا تعالیٰ کو عاجز نہیں کر سکتے تھے اور نہ ان کا خدا کے سوا کوئی مددگار ہوا

كَانَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِيَاۗءَ ۘ يُضٰعَفُ لَهُمُ الْعَذَابُ ۭ مَا كَانُوْا

ایسوں کو دونی سزا ہوگی یہ لوگ سن نہ سکتے تھے اور نہ (غایت عناد سے راہِ حق کو

يَسْتَطِيْعُوْنَ السَّمْعَ وَمَا كَانُوْا يُبْصِرُوْنَ ﴿۲۰﴾ اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ

دیکھتے تھے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے آپ کو برباد کر بیٹھے اور جو معبود انھوں نے تراش رکھے

وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۲۱﴾ لَا جَرَمَ اَنَّهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ هُمُ

تھے ان سے سب غائب ہوگئے آخرت میں سب سے زیادہ خسارہ میں یہی لوگ ہوں گے۔

الْاَخْسَرُوْنَ ﴿۲۲﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاَخْبَتُوْٓا اِلٰى رَبِّهِمْ ۙ

بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے اچھے اچھے کام کئے اور اپنے رب کی طرف جھکے ایسے لوگ

اُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۳﴾ مَثَلُ الْفَرِيْقَيْنِ كَالْاَعْمٰى

اہل جنت ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہا کریں گے دونوں فریق کی حالت ایسی ہے جیسے ایک شخص ہو اندھا

وَالْاَصَمِّ وَالْبَصِيْرِ وَالسَّمِيْعِ ۭ هَلْ يَسْتَوِيٰنِ مَثَلًا ۭ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۴﴾ ع ۲

بھی اور بہرا بھی اور ایک شخص ہو کر دیکھتا بھی ہو اور سنتا بھی ہو کیا یہ دونوں شخص حالت میں برابر ہیں کیا تم سمجھتے نہیں

تفسیر

ان آیات میں فرمایا گیا ہے کہ ان لوگوں سے زیادہ ظالم کون ہوگا جو اللہ پر جھوٹے الزام لگاتے ہیں۔ کسی کو اللہ کی اولاد قرار دیتے ہیں اور کسی کو اللہ کا شریک مانتے ہیں جبکہ حقیقت یہ ہے کہ

اللہ اولاد اور شریک سے پاک و بے نیاز ہے اور اسی طرح بہت سے احکام اپنی طرف سے حلال یا حرام کر کے ان کو جھوٹ اللہ کی طرف منسوب کر دیتے ہیں ایسے لوگوں کو قیامت کے دن رب العالمین کی سامنے پیش کیا جائے گا اس وقت ان سے ان بے ہودہ جھوٹے الزامات کے متعلق باز پرس ہو گی اور سنگین سزا دی جائے گی۔ اور ان کے متعلق گواہ یعنی اعمال لکھنے والے فرشتے علی الاعلان یہ کہیں گے کہ یہ لوگ وہ ہیں جنہوں نے اپنے رب کی نسبت جھوٹی باتیں لگائی تھیں، سب سُن لو ایسے ظالموں پر خدا کی زیادہ لعنت ہے جو کہ اپنے کفر و ظلم کے ساتھ دوسروں کو بھی خدا کی راہ یعنی دین سے روکتے تھے اور دین میں کجی و کمی اور شبہات نکالنے کی تلاش و جستجو اور فکر میں رہا کرتے تھے تاکہ دوسروں کو بھی گمراہ کریں اور یہ لوگ آخرت کا بھی انکار کرتے تھے۔

ان لوگوں کے متعلق اللہ تعالیٰ فرمارہے کہ یہ پوری زمین پر کہیں بھی ہم سے بچ کر بھاگ نہیں سکتے یعنی ایسا نہیں ہو سکتا کہ یہ کہیں جا کر چھپ جائیں اور ہم ان کو گرفتار کر کے سزا نہ دے سکیں۔ اور یاد رکھو ہمارے عذاب سے ان کو بچانے والا ان کا کوئی حمایتی نہیں۔ بس ہم ہی نے ان کے عذاب کو آخرت پر ٹال رکھا ہے تاکہ ان کو سخت اور لافانی عذاب میں مبتلا کریں۔ اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں کہ ان لوگوں کو ہم دوسرے مجرموں کے مقابلہ میں ڈبل سزا دیں گے۔ بعض علماء نے فرمایا کہ ان کو دوگنی سزا اس لئے دی جائے گی کہ یہ خود گمراہ تھے اور دوسروں کو بھی گمراہ کرنے کی کوشش کرتے تھے۔

تنبیہ : افسوس ہے کہ آج بہت سے لوگ مسلمانوں میں اس طرح کے پیدا ہو گئے ہیں جو طرح طرح کے شبہات لوگوں کے دلوں میں پیدا کرنے کی فکر میں لگے رہتے ہیں اور جو لوگ صحیح طور پر مذہب اسلام پر چل رہے ہیں ان کو بھی گمراہ کرنا چاہتے ہیں اللہ ہم سب کی پوری پوری — حفاظت فرمائے۔

ایسے لوگوں کے متعلق اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں کہ یہ لوگ دین حق سے نفرت کی وجہ سے احکام خداوندی کو سن نہ سکتے تھے اور ضد و نفرت کی وجہ سے نہ ہی راہِ حق کو دیکھتے تھے یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے آپ کو برباد کر بیٹھے، اور جو معبود انہوں نے اپنے ہاتھوں سے تراش رکھے ہیں آج ان سے غائب ہو گئے کوئی بھی تو کام نہ آیا۔ مطلب یہ ہے کہ ان کا عقیدہ اور پختہ یقین تھا کہ یہ بُت جن کی ہم پرستش کرتے ہیں.. سفارش کر کے ہمیں عذاب سے بچالیں گے اور جب ایسا نہ ہو گا تو پچھتائیں گے اور لازمی طور پر سب سے زیادہ نقصان میں یہی لوگ ہوں گے۔

کافرین کا بُرا انجام بیان کرنے کے بعد مومنین کے اچھے انجام کا تذکرہ ہے۔ ارشاد ہے کہ جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے خدا کی مرضی کے مطابق اچھے اچھے کام کئے اور دل سے اپنے رب کی طرف جھکے یعنی پورے طور پر اللہ کے فرمانبردار ہو گئے یقیناً ایسے لوگ جنتی ہیں اور وہ ہمیشہ جنت میں رہیں گے۔

اس کے بعد اللہ پاک نے کافرین و مومنین دونوں کی حالت کو مثال سے سمجھایا ہے۔ فرمایا جیسے ایک

شخص اندھا بھی ہو اور بہرا بھی، جو نہ آواز سن سکے اور اشارہ کو دیکھ سکے تو اس کے سمجھنے کی عادۃً کوئی صورت ہی نہیں، ایک وہ شخص ہے جو دیکھتا بھی ہے اور سنتا بھی ہے اس کو سمجھانا بہت آسان ہے، بس یہی حالت کافرین اور مومنین کی ہے کہ ایک ہدایت سے محروم ہے اور دوسرا ہدایت پاچکا، بس اے نادانو کیا تم ان دونوں کی حالت کے فرق کو نہیں سمجھتے کہ ان میں غور کرکے راہ حق اختیار کرلو۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖۤ اِنِّىْ لَكُمْ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۲۵﴾ اَنْ لَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّا

اور ہم نے نوح ؑ کو ان کی قوم کے پاس رسول بنا کر بھیجا کہ تم اللہ کے سوا کسی اور کی عبادت مت کرو میں تم کو

اللّٰهَ ؕ اِنِّىْۤ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ اَلِيْمٍ ﴿۲۶﴾ فَقَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ

صاف صاف ڈراتا ہوں میں تمہارے حق میں ایک بڑے تکلیف دینے والے دن کے عذاب کا اندیشہ کرتا ہوں

قَوْمِهٖ مَا نَرٰىكَ اِلَّا بَشَرًا مِّثْلَنَا وَمَا نَرٰىكَ اتَّبَعَكَ اِلَّا الَّذِيْنَ هُمْ

سو ان کی قوم میں جو کافر سردار تھے وہ کہنے لگے کہ ہم تو تم کو اپنے ہی جیسا آدمی دیکھتے ہیں اور ہم دیکھتے ہیں کہ تمہارا اتباع انھیں لوگوں نے

اَرَاذِلُنَا بَادِىَ الرَّاْىِ ۚ وَمَا نَرٰى لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍۭ بَلْ نَظُنُّكُمْ

کیا ہے جو ہم میں بالکل رذیل ہیں وہ بھی محض سرسری رائے سے اور ہم تم لوگوں میں کوئی بات اپنے سے زیادہ بھی

كٰذِبِيْنَ ﴿۲۷﴾

نہیں پاتے بلکہ ہم تم کو جھوٹا سمجھتے ہیں۔

حضرت نوحؑ کی اپنی قوم کو دعوت توحید :- حضرت نوح علیہ السلام سب سے پہلے نبی ہیں جن کو اللہ پاک نے کافروں کی طرف رسول بنا کر بت پرستی

اقوال وتحقیق وَيَقُوْلُ الْاَشْهَادُ الخ اس مقام پر گواہ سے کون مراد ہے، اس سلسلہ میں ائمہ مفسرین رحمہم اللہ کے بعض اقوال سپرد قرطاس ہیں ۱ حضرت مجاہدؒ نے فرمایا کہ اس سے مراد اعمال لکھنے والے فرشتے ہیں حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہ نے بھی اسی قول کو اختیار فرمایا ہے ۲ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا اس سے مراد انبیاءؑ ہیں، ضحاکؒ کا بھی یہی قول ہے صاحب مظہری فرماتے ہیں کہ شہادت دینے والے صرف وہی نہیں ہوں گے جو علماء کے اقوال میں مذکور ہیں بلکہ انسان کے جسمانی اعضا بھی شہادت دیں گے چنانچہ مسلم شریف میں حضرت انس رضؓ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ انسان کے منھ پر مہر لگادی جائے گی اور اس کے اعضاء سے کہا جائیگا تم بولو۔

سے روکنے کے لئے بھیجا، حضرت نوحؑ نے اپنی قوم سے فرمایا کہ میں تمھیں صاف طور پر اللہ کے عذاب سے ڈرانے آیا ہوں، یاد رکھو اگر تم بتوں کی پوجا چھوڑ کر صرف اللہ کی بندگی اختیار نہیں کروگے تو مجھے اندیشہ ہے کہ قیامت کے روز تم سخت عذاب میں مبتلا کر دیئے جاؤگے۔

قوم کے شبہات یہ سن کر ان کی قوم کے سردار اور مالدار کہنے لگے، اے نوحؑ ہم تو تمھیں اپنے ہی جیسا ایک آدمی دیکھ رہے ہیں، یعنی تم کو ہم پر کوئی ایسی فضیلت نہیں جس کی وجہ سے ہم تمھاری فرماں برداری کریں اور تم کو اپنا رسول تسلیم کریں

ان کا خیال یہ تھا کہ رسول کوئی فرشتہ یا بادشاہ ہونا چاہیئے اور نوحؑ نہ فرشتہ ہے نہ بادشاہ بلکہ انھی کی طرح ایک عام آدمی ہے۔

دوسرا شبہ انھوں نے یہ ظاہر کیا کہ ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ تمھاری اتباع و پیروی صرف انھی لوگوں نے قبول کی ہے جو ہم میں نیچ قوم اور رذیل ہیں اور وہ بھی بلا سوچے سمجھے، کوئی شریف اور رئیس آپ کا فرماں بردار نہیں

تیسرا شبہ انھوں نے یہ کیا کہ ہم یہ بھی دیکھ رہے ہیں کہ اس نئے دین نے تمھیں کوئی فائدہ بھی نہیں پہونچایا ہے کہ تمھاری غربت و پریشانی دور ہوگئی ہو، اور فراخی و خوشی آگئی ہو، بس تمھاری ان تمام باتوں کو دیکھتے ہوئے ہم اس نتیجہ پر پہونچے ہیں کہ تم اور تمھارے ماننے والے سب جھوٹے ہو۔

قَالَ يٰقَوْمِ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ وَاٰتٰىنِيْ رَحْمَةً مِّنْ

نوحؑ نے فرمایا اے میری قوم بھلا یہ تو بتلاؤ کہ اگر میں اپنے رب کی جانب سے دلیل پر ہوں اور اس نے مجھ کو اپنے

عِنْدِهٖ فَعُمِّيَتْ عَلَيْكُمْ ؕ اَنُلْزِمُكُمُوْهَا وَاَنْتُمْ لَهَا كٰرِهُوْنَ ﴿۲۸﴾

پاس سے رحمت عطا فرمائی ہو پھر وہ تم کو نہ سوجھتی ہو تو کیا ہم اس کو تمھارے گلے مڑھ دیں اور تم اس سے نفرت کئے چلے جاؤ

پہلے شبہ کا جواب اس آیت میں قوم کے اس شبہ کا جواب دیا ہے کہ رسول فرشتہ ہونا چاہیئے، جواب یہ ہے کہ رسول کے لئے فرشتہ یا بادشاہ ہونا ضروری نہیں بلکہ اس میں یہ صفات ہونی چاہئیں، حق پرستی، خدا ترسی، مخلوق سے ہمدردی اور اعلیٰ اخلاق، اور اللہ کی جانب سے رسول ہونے پر کچھ دلائل و علامات، یعنی معجزات بھی ملے ہوں، اور اس پر اللہ کی خصوصی رحمت کا سایہ ہو اور وہ وحی الٰہی کی روشنی میں سیدھے راستے پر چلتا ہو اور اس پر چلنے کی اور لوگوں کو دعوت دیتا ہو

اسی لئے حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا کہ میں اپنے رب کی طرف سے اپنی نبوت

پر دلیل وحجت اور رحمت لے کر آیا ہوں مگر تمہاری ضد اور انکار کی وجہ سے وہ تمھیں نظر نہیں آرہی ہے تو کیا ایسی صورت میں ہم زبردستی اس رحمت خداوندی (ایمان کی دولت) کا تم سے اقرار کرا سکتے ہیں جب کہ تمھیں اس سے اس قدر نفرت ہے کہ تم نے اپنے دل کی آنکھوں کو بند کر رکھا ہے پس جس طرح اندھے کو سورج کی روشنی نظر نہیں آتی اسی طرح تم بھی اس نور الٰہی کو دیکھنے سے عاجز و محروم ہو

اس شبہ کا دوسرا جواب قرآن کریم میں یہ دیا گیا ہے کہ اگر یہ لوگ عقل سے کام لیں اور غور کریں تو ان کی سمجھ میں خود یہ بات —— آجائے گی کہ انسانوں کے لئے رسول انسان ہی ہونا مناسب اور ضروری ہے کیونکہ جب سیکھنے اور سکھانے والا ہم مزاج ہوگا تو دین آسانی سے سیکھا جاسکتا ہے۔

وَيٰقَوْمِ لَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مَالًا ۗ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ وَمَآ اَنَا بِطَارِدِ

اور اے میری قوم میں تم سے اس پر کچھ مال نہیں مانگتا میرا معاوضہ تو صرف اللہ کے ذمہ ہے اور میں تو ان ایمان

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۭ اِنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ وَلٰكِنِّيْٓ اَرٰىكُمْ قَوْمًا تَجْهَلُوْنَ ﴿٢٩﴾

والوں کو نکالتا نہیں یہ لوگ اپنے رب کے پاس جانے والے ہیں لیکن واقعی میں تملوگوں کو دیکھتا ہوں کہ جہالت کر رہے

وَيٰقَوْمِ مَنْ يَّنْصُرُنِيْ مِنَ اللّٰهِ اِنْ طَرَدْتُّهُمْ ۭ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿٣٠﴾

ہو اگر میں ان کو نکال بھی دوں تو مجھ کو خدا کی گرفت سے کون بچائیگا کیا تم اتنی بات بھی نہیں سمجھتے۔

دوسرے شبہ کا جواب دوسرا شبہ قوم نے یہ کیا تھا کہ اے نوح ؑ تمہاری پیروی کرنے والے رذیل اور غریب لوگ ہیں، اس سے ان کا ایک منشا تو یہ تھا کہ آپ کے مشن کو چونکہ چھوٹے لوگوں نے قبول کیا ہے اس لئے وہ قبول کرنے کے قابل ہی نہیں، دوسرا منشا یہ تھا کہ اگر ہم نے بھی آپ کی پیروی کرلی تو ہمیں بھی ان نیچ لوگوں کے ساتھ آپ کی مجلس میں بیٹھنا پڑے گا، اور نماز میں بھی ان کے ساتھ کھڑا ہونا پڑے گا اور اس کو ہم کسی قیمت پر گوارہ نہیں کرسکتے کہ نیچ اور غریب لوگ ہمارے ساتھ بیٹھیں،

اس آیت میں جو جواب دیا گیا ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ رسول کی نظر کسی کے مال پر نہیں ہوتی کہ وہ امیر و غریب دیکھے، وہ اپنے ماننے والوں سے اپنی خدمت کا کوئی معاوضہ اور تنخواہ نہیں لیتا، بلکہ اس اہم کام کا بدلہ اور اجر تو اللہ پاک ہی دیتے ہیں۔

اور تمہارا یہ شرط لگانا کہ ہم اس وقت ایمان لاسکتے ہیں جبکہ آپ ان رذیل و غریب لوگوں کو اپنی مجلس سے نکال دیں تو میں ایسا ہرگز نہیں کرسکتا، خوب سمجھ لو یہ خدا کے مقرب بندے ہیں اگر میں نے ان کو اپنی مجلس سے نکال دیا تو خدا کو کیا جواب دوں گا، اور اگر اس غلطی پر خدا نے

میری گرفت کرلی اور سزا دینے لگا تو مجھے اس کے عذاب سے کون بچا سکتا ہے کیا تم اتنا بھی نہیں سمجھتے۔

ان احمقوں نے مال و دولت کے نشہ میں آکر ایمان قبول کرنے والے حق پرست اور شریف لوگوں کو ان کی غربت کی وجہ سے رذیل تبلایا ہے جب کہ حقیقت میں وہ رذیل ہیں جو حق سے روگردانی کریں چاہے وہ کتنی بھی دنیوی عزت و دولت کے مالک ہوں۔

اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ شروع زمانہ سے آج تک حق اور ایمان کو اول غریب لوگ ہی قبول کرتے ہیں اور آسمانی کتابوں میں اس کی وضاحت بھی ہے کہ پیغمبروں کی سب سے پہلے پیروی کرنے والے غریب ہی ہوں گے، چنانچہ شاہِ روم ہرقل نے ابوسفیان سے معلوم کیا کہ محمد عربی کی پیروی سرداروں اور رئیسوں نے کی ہے یا غریب اور کمزوروں نے حضرت ابوسفیان نے جواب دیا غریب وکمزوروں نے، اس پر شاہ ہرقل نے کہا یہ تو سچے نبی ہونے کی علامت ہے۔

وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَآ اَقُوْلُ اِنِّيْ

اور میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے تمام خزانے ہیں اور نہ تمام غیب کی باتیں جانتا ہوں اور نہ یہ

مَلَكٌ وَّلَآ اَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ تَزْدَرِيْٓ اَعْيُنُكُمْ لَنْ يُّؤْتِيَهُمُ اللّٰهُ خَيْرًا ؕ اَللّٰهُ

کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں اور جو لوگ تمہاری نگاہوں میں حقیر ہیں میں ان کی نسبت یہ نہیں کہہ سکتا کہ اللہ تعالیٰ

اَعْلَمُ بِمَا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ ښ اِنِّيْٓ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۳۱﴾

ہرگز ان کو ثواب نہ دے گا ان کے دل میں جو کچھ ہو اس کو اللہ ہی خوب جانتا ہے میں تو اس صورت میں ستم ہی کردوں

تیسرے شبہ کا جواب

تیسرا شبہ انھوں نے یہ کیا تھا کہ اس دین نے تمھیں کوئی فائدہ نہیں پہونچایا کہ تم مالدار بن گئے ہو، اس آیت میں اس کا جواب دیا گیا ہے کہ میں نے یہ دعوی کب کیا ہے کہ میرے پاس اللہ کے دئیے ہوئے مال و دولت کے خزانے ہیں جو تم یہ سمجھ بیٹھے ہو کہ نوح کے ماننے والے مالا مال ہوجائیں گے، میں تم سے اب بھی صاف صاف کہتا ہوں کہ نہ میں فرشتہ ہوں نہ غیب کی باتوں کو جانتا ہوں اور نہ ہی میرے پاس خزانے ہیں کہ اپنے ماننے والوں کو خوش حال کردوں، اور جن لوگوں کو تم حقیر و ذلیل سمجھتے ہو یعنی میرے ساتھیوں کو ان کے متعلق میں تمہاری طرح یہ نہیں کہوں گا کہ اللہ تعالیٰ ان کو کوئی بھلائی عطا نہیں فرمائے گا، بلکہ دنیا میں اللہ نے ان کو ایمان وہدایت کی توفیق عطا فرمادی ہے اور آخرت میں جو بلند مقام اور جنت عطا فرمائے گا وہ تمہارے اس دنیوی عزت و دولت سے بہتر ہے۔

اس کے بعد حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا کہ ان مقدس و مقرب بندگان خدا کو اگر میں بھی تمہاری

طرح حقیر و ذلیل کہہ کر اپنی مجلس سے نکال دوں تو میرا شمار بھی ظالموں میں ہو جائے گا

قَالُوا يٰنُوحُ قَدْ جٰدَلْتَنَا فَاَكْثَرْتَ جِدَالَنَا فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ

وہ لوگ کہنے لگے کہ اے نوح تم ہم سے بحث کر چکے پھر بحث بھی بہت کر چکے سو جس چیز سے تم ہم کو دھمکایا کرتے ہو

مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۳۲﴾ قَالَ اِنَّمَا يَاْتِيْكُمْ بِهِ اللّٰهُ اِنْ شَآءَ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ﴿۳۳﴾

وہ ہمارے سامنے لے آؤ انھوں نے فرمایا کہ اس کو اللہ تعالیٰ بشرطیکہ اس کو منظور ہو تمہارے سامنے لاویگا اور تم اس کو عاجز نہ

وَلَا يَنْفَعُكُمْ نُصْحِيْٓ اِنْ اَرَدْتُّ اَنْ اَنْصَحَ لَكُمْ اِنْ كَانَ اللّٰهُ يُرِيْدُ اَنْ

کرسکو گے اور میری خیر خواہی تمہارے کام نہیں آسکتی گو میں تمہاری کیسی ہی خیر خواہی کرنا چاہوں جبکہ اللہ ہی کو تمہارا

يُّغْوِيَكُمْ هُوَ رَبُّكُمْ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۳۴﴾

گمراہ کرنا منظور ہو وہی تمہارا مالک ہے اور اسی کے پاس تم کو جانا ہے۔

تفسیر

حضرت نوح علیہ السلام طوفان آنے سے پہلے ساڑھے نو سو سال اپنی قوم میں رہے اور برابر ان کو نصیحت و تبلیغ کرتے رہے اور ان کے شبہوں کے جواب دیتے رہے اور ان کو برائیوں سے روکنے کی ہر ممکن کوشش کرتے رہے مگر آپ کی اس تبلیغ کو قوم نے جھگڑنا بتلایا، چنانچہ اس آیت پاک میں ارشاد ہے کہ یہ لوگ کہنے لگے اے نوح، جھگڑا تو تم ہم سے بہت کر چکے، ان بیکار باتوں کو چھوڑو ان کا ہم پر کوئی اثر ہونے والا نہیں بس اب تو وہ عذاب لے آؤ جس سے ہمیں ڈراتے ہو۔ حضرت نوح نے فرمایا، عذاب لانا میرے اختیار میں نہیں، میرا کام صرف خدا کے احکام کو تم تک پہونچانا ہے، خدا جس وقت اپنی حکمت و مصلحت سمجھے گا عذاب نازل فرمادے گا اور یاد رکھو جب عذاب آئیگا تو تم خدا کے عذاب سے بچ کر کہیں بھاگ نہ سکو گے، حضرت نوح علیہ السلام نے ان سے فرمایا کہ تمہاری کفر و گمراہی پر ضد اور نڈر ہو کر عذاب کا مطالبہ کرنا وغیرہ حرکتوں کی وجہ سے معلوم ہوتا ہے کہ تمہارے مقدر میں گمراہی لکھی جاچکی ہے بس جب تم اپنی بدقسمتی سے اپنے لئے نفع حاصل کرنا اور نقصان سے بچنا نہ چاہو تو ایسی صورت میں میرا تبلیغ کرنا تم کو کوئی فائدہ نہیں پہونچا سکے گا، اور خوب سمجھ لو کہ تمہارا پیدا کرنے والا اور مالک اللہ ہی ہے تم سب کو ایک دن اسی کے پاس جانا ہے بس اپنی ان حرکتوں اور بدکرداریوں کی سزا سے تم بچ نہیں سکتے۔

اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ قُلْ اِنِ افْتَرَيْتُهٗ فَعَلَيَّ اِجْرَامِيْ

کیا یہ لوگ کہتے ہیں کہ محمد نے یہ قرآن خود تراش لیا ہے آپ فرما دیجئے کہ اگر میں نے تراشا ہو گا تو میرا یہ جرم

وَاَنَا بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُجْرِمُوْنَ ﴿۳۵﴾

مجھ پر ہوگا اور میں تمہارے اس جرم سے بری الذمہ رہوں گا

تفسیر کفار مکہ جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ بہتان والزام لگاتے تھے کہ یہ قرآن آسمانی کتاب نہیں بلکہ آپ نے خود گھڑ کر اس کو اللہ کی طرف منسوب کر رکھا ہے، اس کا جواب اس آیت میں دیا گیا ہے کہ قرآن کا کلام الٰہی ہونا نہایت واضح و محکم دلائل سے بار بار ثابت کیا جا چکا ہے ایسی روشن چیز کو جھٹلا کر تم جو گناہ سمیٹ رہے ہو اس کا وبال تم پر ہی پڑے گا اس سلسلہ میں مجھسے کوئی باز پرس نہ ہوگی، اور اگر بفرض محال میں نے اس کو گھڑا ہو تو اسکا گناہ مجھ پر پڑیگا، لیکن اللہ کا شکر ہے ایسا ہوا نہیں، بس تم اپنی فکر کرو میری فکر میں مت پڑو۔

حضرت ابن عباس رض وغیرہ مفسرین رح نے اس آیت کا تعلق بھی حضرت نوح علیہ السلام ہی سے جوڑا ہے یعنی ان کی قوم نے کہا کہ جن باتوں کو نوح ع اللہ کی طرف منسوب کرتے ہیں وہ خود ان کی گھڑی ہوئی ہیں،

وَاُوْحِیَ اِلٰی نُوْحٍ اَنَّهٗ لَنْ یُّؤْمِنَ مِنْ قَوْمِكَ اِلَّا مَنْ قَدْ اٰمَنَ فَلَا

اور نوح ع کے پاس وحی بھیجی گئی کہ سوا ان کے جو ایمان لا چکے ہیں اور کوئی شخص تمہاری قوم میں سے

تَبْتَئِسْ بِمَا كَانُوْا یَفْعَلُوْنَ ﴿۳۶﴾ وَاصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْیُنِنَا وَوَحْیِنَا وَلَا

ایمان نہیں لائیگا سو جو کچھ یہ لوگ کر رہے ہیں اس پر کچھ غم نہ کرو اور ہماری نگرانی اور ہمارے حکم سے کشتی تیار

تُخَاطِبْنِیْ فِی الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا ۚ اِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ ﴿۳۷﴾ وَیَصْنَعُ الْفُلْكَ ۟ وَكُلَّمَا

کرلو اور مجھ سے کافروں کے بارہ میں کچھ گفتگو مت کرنا وہ سب غرق کئے جائیں گے اور وہ کشتی تیار کرنے لگے

مَرَّ عَلَیْهِ مَلَاٌ مِّنْ قَوْمِهٖ سَخِرُوْا مِنْهُ ؕ قَالَ اِنْ تَسْخَرُوْا مِنَّا فَاِنَّا

اور جب کبھی ان کی قوم میں سے کسی رئیس گروہ کا ان پر گذر ہوتا تو ان سے ہنسی کرتے آپ فرماتے کہ اگر تم ہم پر

نَسْخَرُ مِنْكُمْ كَمَا تَسْخَرُوْنَ ﴿۳۸﴾ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ مَنْ یَّاْتِیْهِ عَذَابٌ

ہنستے ہو تو ہم تم پر ہنستے ہیں جیسا کہ تم ہم پر ہنستے ہو سو ابھی تمکو معلوم ہوا جاتا ہے کہ کون وہ شخص ہے

یُّخْزِیْهِ وَیَحِلُّ عَلَیْهِ عَذَابٌ مُّقِیْمٌ ﴿۳۹﴾

جس پر ایسا عذاب آیا چاہتا ہے جو اس کو رسوا کردے گا اور اس پر دائمی عذاب نازل ہوتا ہے

حضرت نوح پر ظلم و ستم

حضرت نوح علیہ السلام تقریباً ایک ہزار سال تک اپنی قوم کو دین حق کی دعوت دیتے رہے مگر قوم نے آپ کی دعوت و تبلیغ کو نہ مانا اور الٹی مخالفت پر ڈٹے رہے اور ہر طرح سے آپ کو تکلیف پہونچاتے رہے، کبھی کبھی آپ پر اس قدر پتھراؤ کرتے کہ آپ بے ہوش ہو کر زمین پر گر جاتے اور جب ہوش آتا تو دعا کرتے اے اللہ تو میری قوم کے ان لوگوں کو معاف کر دے یہ ناسمجھ اور جاہل ہیں، حضرت نوح ؑ ایک نسل کے بعد دوسری نسل کو اور دوسری کے بعد تیسری نسل کو اس توقع پر دعوت دیتے رہے کہ شاید یہ حق قبول کرلے، مگر وہ آپ کو دیوانہ بتلاتے اور ایک دوسرے سے کہتے کہ یہ آدمی پاگل ہے، ہمارے بڑوں کے زمانہ سے موجود ہے چنانچہ ایک روایت میں ہے کہ ایک بوڑھا آدمی لاٹھی کے سہارے سے جارہا تھا اس کا بیٹا ساتھ تھا بوڑھے نے حضرت نوح ؑ کی طرف اشارہ کرکے اپنے بیٹے سے کہا اس دیوانے بوڑھے کے دھوکے میں نہ آجانا، بیٹے نے باپ سے کہا آپ مجھے لاٹھی دیجئے، باپ نے لاٹھی دیدی، بیٹے نے لاٹھی لے کر پوری طاقت سے حضرت نوح ؑ کے سر پر ماری جس سے آپ شدید زخمی ہو گئے، غرضیکہ قوم کے ظلم و ستم جب حد سے بڑھ گئے تو آپ نے اپنے رب سے عرض کیا اے اللہ ان جھوٹوں کے مقابلہ میں آپ میری مدد کیجئے، اس پر اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح ؑ سے جو فرمایا وہ ان آیات میں بیان کیا گیا ہے، ارشاد خداوندی ہے کہ اے نوح ؑ آپ کی قوم میں جن کو ایمان لانا تھا وہ لے آئے، ان میں سے اب کوئی ایمان لانے والا نہیں، ان کی سرکشی اور ضد کی وجہ سے ان کے دلوں پر مہر لگ چکی ہے لہذا آپ ان کی طرف سے غمگین نہ ہوں کہ یہ ایمان کیوں نہیں لاتے اور اسی کے ساتھ حضرت نوح ؑ کو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ آپ ہماری حفاظت و نگرانی میں ایک کشتی بنائیے کیونکہ یہ قوم بہت ڈھیل دینے کے بعد بھی راہ راست پر نہیں آئی اس لئے ہم نے اس کو غرق کرنے کا فیصلہ کر دیا ہے، آپ ہم سے اپنے شفیق مزاج کی وجہ سے ان کو بچانے کی سفارش مت کرنا چنانچہ آپ نے جبریل کے سکھانے کے مطابق کشتی بنانا شروع کر دی، قوم کے جو لوگ آپ کے پاس سے گذرتے وہ مذاق اڑاتے اور کہتے واہ یہ نبی تو بڑھئی بن گیا ہے، کوئی پوچھتا یہ کیا بنا رہے ہو حضرت نوح ؑ فرماتے لکڑی کا ایک گھر بنا رہا ہوں جو پانی میں تیرے گا اور ہمیں ڈوبنے سے بچائے گا کیونکہ پانی کا ایک بہت بڑا طوفان آنے والا ہے، وہ ہنستے اور کہتے کہ بوڑھے کی عقل سٹھیا گئی ہے چاروں طرف پانی کا قحط پڑا ہوا ہے پینے تک کے لئے فراخی کا پانی نہیں اور یہ اتنی بڑی کشتی پانی میں چلائے گا۔ حضرت نوح ؑ بڑی سنجیدگی سے ان سے کہتے آج تم ہم پر ہنس لو، کل ہمیں تم پر ہنسنے کا موقع ملیگا، یعنی عنقریب ایسے حالات پیش آئیں گے جو تم پر ہنسی کا سبب بنیں گے، چنانچہ ان آیات میں سے چوتھی آیت میں فرمایا گیا ہے کہ بہت جلد ان پر دنیا میں رسوا کن عذاب یعنی طوفان

میں غرق ہوجانا اور آخرت میں دائمی عذاب یعنی ہمیشہ کیلئے جہنم رسید ہونا مسلط ہونے والا ہے۔

کشتی نوح بہرحال حضرت نوح ؑ اللہ کے حکم کے مطابق کشتی تیار کرتے رہے، ابن عباس ؓ کے قول کے قول کے مطابق یہ کشتی دو سال میں تیار ہوئی، کشتی کیا تھی ایک بہت بڑا اور عظیم الشان جہاز تھا جو تین منزلہ تھا، تیسری منزل میں دونوں طرف دریچے بھی تھے۔ حضرت قتادہ حضرت ابن عمر، حضرت کعب وغیرہ مفسرینؒ نے لکھا ہے کہ اس کشتی کی لمبائی ؏ تین سو ہاتھ اور چوڑائی پچاس ہاتھ اور اونچائی تیس ہاتھ تھی، ہاتھ سے مراد ہے انگلیوں کے پوروں سے لیکر مونڈھے تک ہے۔

حَتّٰٓى اِذَا جَآءَ اَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُّوْرُ ۙ قُلْنَا احْمِلْ فِيْهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ

یہاں تک کہ جب ہمارا حکم آپہونچا اور زمین میں سے پانی ابلنا شروع ہوا ہم نے نوح ؑ سے فرمایا کہ ہر قسم میں سے ایک ایک نر

اثْنَيْنِ وَاَهْلَكَ اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ وَمَنْ اٰمَنَ ؕ وَمَآ اٰمَنَ مَعَهٗٓ اِلَّا

اور ایک ایک مادہ یعنی دو عدد اسمیں چڑھالو اور اپنے گھروالوں کو بھی باستثناء اس کے جس پر حکم نافذ ہوچکا ہے اور دوسرے

قَلِيْلٌ ۝۴۰ وَقَالَ ارْكَبُوْا فِيْهَا بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖىهَا وَمُرْسٰىهَا ؕ اِنَّ رَبِّيْ لَغَفُوْرٌ

ایمان والوں کو بھی اور بجز قلیل آدمیوں کے ان کے ساتھ کوئی ایمان نہیں لایا تھا اور نوح نے فرمایا کہ اس کشتی میں سوار ہو جاؤ اور

رَّحِيْمٌ ۝۴۱

کچھ اندیشہ مت کرو کیونکہ اس کا چلنا اور اس کا ٹھہرنا اللہ ہی کے نام سے ہے بالیقین میرا رب غفور ہے رحیم ہے

طوفان عظیم وعدہ کے مطابق خدا کا حکم عذاب آپہونچا، حضرت نوح ؑ کو طوفان کی ابتدائی نشانی یہ بتلائی گئی تھی کہ تنور سے پانی نکلنا شروع ہوجائے گا، چنانچہ حکم کے مطابق زمین کی سطح سے پانی کے چشمے ابل پڑے اور آسمان سے پانی برسنا شروع ہوگیا، اس وقت حضرت نوح ؑ کو اللہ نے وحی کے ذریعہ فرمایا کہ اس کشتی میں جانوروں کا ایک ایک جوڑا چڑھا لیجئے، صاحب معارف اور حضرت حسن کے قول سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اس کشتی میں دنیا بھر کے تمام جانور نہیں چڑھائے گئے تھے، جس پر یہ اعتراض کیا جاسکے کہ ایک کشتی میں تمام جانوروں کا آنا کیسے ممکن ہے بس اس میں صرف وہی جانور چڑھائے گئے تھے جو نر و مادہ کے جوڑے سے پیدا ہوتے ہیں، زمین پر رینگنے والے وہ جانور جو از خود کیچڑ وغیرہ سے پیدا ہو جاتے ہیں اس میں داخل نہیں ایسے ہی پانی کے تمام جانور بھی اس میں داخل نہیں بلکہ اس میں صرف عام ضرورت

؏ صاحب مظہریؒ نے کشتی کی پیمائش کے متعلق چند اقوال لکھے ہیں مگر انمیں مشہور وہی ہے، جو ہم نے اوپر لکھا، محمد یعقوب غفرلہ ولوالدیہ

کے نر و مادہ سے پیدا ہونے والے جانور گائے بھینس بکری، مرغ وغیرہ ہی چڑھائے گئے تھے۔
اس کے بعد حضرت نوح ؑ کو حکم ملا کہ اس کشتی میں اپنے گھر والوں کو بھی سوار کر لیجئے سوائے ان کے جو کفر پر قائم ہیں، اس سے مراد حضرت نوح ؑ کا بیٹا یام جو کنعان سے مشہور ہے اور اس کی والدہ واعلہ، یہ دونوں ماں بیٹے کشتی پر سوار نہیں کئے گئے بالآخر غرق ہو کر ہلاک ہوئے۔ اور اے نوح ؑ جو لوگ آپ پر ایمان لائے ان سب کو بھی سوار کر لیجئے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اسّی آدمی سوار ہوئے جن میں حضرت نوح کے تین بیٹے سام، حام، یافث اور ان تینوں کی بیویاں بھی شریک تھیں، حضرت نوح ؑ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا خدا کا نام لے کر کشتی میں سوار ہو جاؤ اس کا چلنا اور رکنا سب خدا کے حکم اور اس کے نام کی برکت سے ہے اس کے غرق ہونے کا کوئی اندیشہ نہیں. تم کسی طرح کی فکر مت کرو. میرا رب مومنوں کی کوتاہیوں کو معاف کرنے والا اور ان پر بے حد مہربان ہے وہ اپنے فضل سے ہم کو صحیح سلامت اتارے گا.
حضرت ضحاکؒ سے مروی ہے کہ حضرت نوح ؑ جب کشتی کو چلانے کا ارادہ کرتے تو بسم اللہ پڑھتے وہ فوراً چل دیتی اور جب اس کو ٹھہرانے کا ارادہ کرتے تو بسم اللہ پڑھتے ہی رک جاتی

فائدہ: اس آخری آیت میں اللہ پاک نے اپنے بندوں کو یہ بات تعلیم فرمائی ہے کہ جب تم کشتی وغیرہ پر سوار ہوا کرو تو "بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖىهَا وَمُرْسٰىهَا" پڑھ لیا کرو، اس کی برکت سے تم اپنے رب کی نگرانی و حفاظت میں آجاؤ گے۔

وَهِيَ تَجْرِيْ بِهِمْ فِيْ مَوْجٍ كَالْجِبَالِ ۣ وَنَادٰى نُوْحُ ۨ ابْنَهٗ وَكَانَ فِيْ مَعْزِلٍ

اور وہ کشتی ان کو لے کر پہاڑ جیسی موجوں میں چلنے لگی اور نوح ؑ نے اپنے ایک بیٹے کو پکارا اور وہ علیحدہ

يّٰبُنَيَّ ارْكَبْ مَّعَنَا وَلَا تَكُنْ مَّعَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۴۲﴾ قَالَ سَاٰوِيْٓ اِلٰى جَبَلٍ

مقام پر تھا کہ اے میرے پیارے بیٹے ہمارے ساتھ سوار ہو جا اور کافروں کے ساتھ مت ہو وہ کہنے لگا کہ میں ابھی

يَّعْصِمُنِيْ مِنَ الْمَاۗءِ ۭ قَالَ لَا عَاصِمَ الْيَوْمَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ ۚ وَحَالَ

کسی پہاڑ کی پناہ لے لوں گا جو مجھ کو پانی سے بچا لیگا، نوح ؑ نے فرمایا کہ آج اللہ کے قہر سے کوئی بچانے والا نہیں لیکن جس

اقوال و تحقیق

وَفَارَ التَّنُّوْرُ۔ تنور کے معنی علماء مفسرین رح نے مختلف کئے ہیں

۱۔ سطح زمین، یہ قول حضرت ابن عباس عکرمہ اور زہری وغیرہ کا ہے۔

۲۔ زمین کا اونچا حصہ۔ یہ قول حضرت قتادہ رح کا ہے۔

۳۔ حضرت ابن عباس رض سے مروی ہے کہ اس سے مراد "عین الوردہ" ہے جو جزیرہ میں ایک چشمہ ہے۔

۴۔ روٹی پکانے والا تندور۔ یہ قول حضرت حسن، مجاہد اور شعبی کا ہے، اکثر مفسرین نے اسی قول (باقی بر ۲۱)

بَيْنَهُمَا الْمَوْجُ فَكَانَ مِنَ الْمُغْرَقِينَ ۝۴۳

پر وہی رحم کرے اور دونوں کے بیچ میں ایک موج حائل ہوگئی پس وہ غرق ہوگیا۔

حضرت نوحؑ کا اپنے بیٹے کو پکارنا

جب تمام جانور اور انسان کشتی میں سوار ہو چکے تو کشتی پہاڑ جیسی موجوں کو چیرتی پھاڑتی بے خوف و خطر چلی جارہی تھی، اس وقت حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے کنعان کو پکارا کہ ان بدبخت کافروں کا ساتھ چھوڑ اور ہمارے ساتھ کشتی میں سوار ہو جا نہیں تو تو بھی ان کے ساتھ غرق ہو جائیگا، یہ لڑکا اللہ کے دشمنوں کے ساتھ رہتا تھا اور حقیقت میں کافر تھا مگر حضرت نوحؑ کو اس کے کافر ہونے کا یقینی طور پر علم نہ تھا اور اگر علم تھا تو یہ سوچ کر کہ اس ہیبت ناک طوفان اور ہولناک موجوں کو دیکھ کر کفر سے توبہ کرے لہذا آپ نے ایمان لانے کی دعوت کے طور پر اس کو کشتی میں سوار ہونے اور کافروں کا ساتھ چھوڑنے کی نصیحت فرمائی مگر اس بدبخت نے اس وقت بھی طوفان کو سرسری اور معمولی سمجھا اور کہنے لگا کہ میں پہاڑوں پر چڑھ کر اس طوفان سے اپنی جان بچالوں گا۔ حضرت نوحؑ نے فرمایا کہ یہ کوئی معمولی سیلاب نہیں یہ عذاب الٰہی کا طوفان ہے اس سے آج کوئی اونچی سے اونچی عمارت اور اونچے سے اونچا پہاڑ بھی بھی نہیں بچا سکتا ہاں جس کو اللہ ہی بچانا چاہے وہ بچ سکتا ہے، اور اللہ اپنے پیارے نبی کے دشمن کافروں کو کیوں بچانے لگا، بس ایمان لے آ اور کشتی میں سوار ہو کر محفوظ ہو جا، مگر اس نے ایک نہ سنی اور اچانک ایک طوفانی موج آئی اور کنعان کو بہا کرلے گئی۔ اور وہ کافروں کے ساتھ غرق ہو گیا۔

تاریخی روایات میں ہے کہ طوفانِ نوح کا پانی اونچے سے اونچے پہاڑ کی چوٹی سے پندرہ گز اور بعض روایات کے لحاظ سے چالیس گز اونچائی پر تھا۔

ایک تاریخی بحث

طوفان نوح کسی خاص خطہ میں آیا یا پوری دنیا میں یہ ایک ایسی تاریخی بحث ہے جس کو ایک دفتر چاہیئے علمائے قدیم و جدید میں ہمیشہ سے اسکے متعلق دو رائے رہی ہیں، بعض علمائے اسلام اور ماہرین طبقات الارض کے نزدیک یہ طوفان پوری دنیا میں آیا بعض محققین یورپ کے اس پر ایسے اقوال و دلائل موجود ہیں جن سے طوفان کا پوری دنیا میں ہونا ثابت ہے

(بقیہ ص۲۰) کو اختیار فرمایا ہے، اس صورت میں حضرت ابن عباسؓ نے آیت کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ جب تم اپنے گھروں کے تنور سے پانی اُبلتا ہوا دیکھو تو سمجھ لو کہ طوفان آنے والا ہے۔

۵ حضرت حسن نے فرمایا کہ اس سے وہ خاص تنور مراد ہے جو پتھر کا بنا ہوا تھا جس میں حضرت حوا روٹی پکایا کرتی تھیں وہ وراثت میں حضرت نوحؑ کو پہونچا تھا، حضرت مجاہد و شعبی کے قول کے مطابق وہ (باقی بر ص۲۲)

اس کے برخلاف علمائے اسلام میں سے ایک جماعت اور علمائے یہود و نصاریٰ اور بعض ماہرین طبقات الارض والفلکیات کی یہ رائے ہے کہ یہ طوفان پوری دنیا میں نہیں بلکہ ایک خاص خطہ پر آیا جہاں قوم نوح آباد تھی اور یہ علاقہ اپنی لمبائی چوڑائی کے لحاظ سے ایک لاکھ چالیس ہزار مربع کلومیٹر تھا۔

قرآن کریم ایک کتاب ہدایت ہے، لہذا اس میں اس بحث کو چھیڑے بغیر انسان کو اس طرف متوجہ کیا ہے کہ زمانۂ قدیم میں ایک قوم نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی تھی تو اس کو ہولناک طوفانی سیلاب میں غرق کر دیا گیا تم کو اس واقعہ سے عبرت و نصیحت حاصل کرنی چاہیئے۔

وَقِيلَ يَٰٓأَرۡضُ ٱبۡلَعِي مَآءَكِ وَيَٰسَمَآءُ أَقۡلِعِي وَغِيضَ ٱلۡمَآءُ وَقُضِيَ ٱلۡأَمۡرُ وَٱسۡتَوَتۡ

اور حکم ہو گیا کہ اے زمین اپنا پانی نگل جا اور اے آسمان تھم جا اور پانی گھٹ گیا اور قصہ ختم ہوا اور

عَلَى ٱلۡجُودِيِّۖ وَقِيلَ بُعۡدٗا لِّلۡقَوۡمِ ٱلظَّٰلِمِينَ ﴿۴۴﴾

کشتی جودی پر آ ٹھہری اور کہہ دیا گیا کہ ظالم لوگ رحمت سے دور

تفسیر:- جب اس طوفان عظیم سے جو درحقیقت غضب الٰہی اور عذاب خداوندی تھا تمام مجرم ہلاک ہو گئے تو اللہ پاک نے زمین کو حکم دیا کہ اپنا پانی پی لے یعنی جو پانی تیرے اندر سے پھوٹ کر نکلا ہے اس کو جذب کر لے چنانچہ زمین نے اپنا تمام پانی اپنے میں سمو لیا، اور جو پانی آسمان سے برسا تھا اس نے ادھر ادھر بہہ کر دریا اور نہروں کی شکل اختیار کر لی جس سے آج تک مخلوق خدا فائدہ اٹھا رہی ہے اور آسمان کو حکم ہوا کہ تھم جا چنانچہ بارش بند ہو گئی اس طرح تمام پانی خشک ہو گیا اور اللہ کو جو کام کرنا تھا وہ پورا ہوا، یعنی نافرمان کافروں کی ہلاکت اور فرماں بردار مومنوں کی نجات۔

حضرت نوح علیہ السلام ۱۰ رجب کو کشتی میں سوار ہوئے تھے چھ مہینے تک یہ کشتی طوفان کے اوپر چلتی رہی، جب بیت اللہ شریف کے مقام پر پہونچی تو اس نے سات مرتبہ خانۂ کعبہ کا طواف کیا اللہ تعالیٰ نے اپنے گھر کو بلند کر کے ڈوبنے سے بچا لیا تھا، پھر ۱۰ محرم یوم عاشورہ کو طوفان ختم ہوا اور کشتی جودی پہاڑ پر آ کر ٹھہر گئی حضرت نوحؑ نے اس دن شکرانہ کا روزہ رکھا اور کشتی میں جتنے آدمی تھے ان سب کو بھی روزہ رکھنے کا حکم دیا۔

(بقیہ ص۲۲) تنور شہر کوفہ کے ایک کنارہ میں تھا ــــ امام قرطبیؒ لکھتے ہیں کہ تنور کے معنی اگرچہ علماء مفسرین نے مختلف کئے ہیں مگر حقیقت یہ ہے کہ یہ کوئی اختلاف نہیں کیونکہ جب طوفان کا پانی ابلنا شروع ہوا تو سطح زمین سے بھی ابلا، اونچی زمین سے بھی، روٹی پکانے کے تندور سے بھی، عین الوردہ سے بھی. (باقی برص۲۳)

وَنَادٰى نُوحٌ رَّبَّهٗ فَقَالَ رَبِّ اِنَّ ابْنِیْ مِنْ اَهْلِیْ وَاِنَّ وَعْدَكَ الْحَقُّ وَاَنْتَ

اور نوح ؑ نے جب اپنے رب کو پکارا اور عرض کیا کہ اے میرے رب میرا بیٹا میرے گھر والوں میں سے ہے اور آپ کا وعدہ

اَحْكَمُ الْحٰكِمِیْنَ ﴿۴۵﴾ قَالَ یٰنُوحُ اِنَّهٗ لَیْسَ مِنْ اَهْلِكَ ۚ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَیْرُ

بالکل سچا ہے اور آپ احکم الحاکمین ہیں اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا کہ اے نوح ؑ یہ شخص تمھارے گھر والوں میں سے نہیں

صَالِحٍ ۖ فَلَا تَسْـَٔلْنِ مَا لَیْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ؕ اِنِّیْٓ اَعِظُكَ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ

یہ تباہ کار ہے مجھ سے ایسی چیز کی درخواست مت کرو جس کی تم کو خبر نہیں، میں تمکو نصیحت کرتا ہوں کہ تم نادان نہ بن جاؤ

الْجٰهِلِیْنَ ﴿۴۶﴾ قَالَ رَبِّ اِنِّیْٓ اَعُوْذُ بِكَ اَنْ اَسْـَٔلَكَ مَا لَیْسَ لِیْ بِهٖ عِلْمٌ ؕ

انھوں نے عرض کیا کہ اے میرے رب میں اس امر سے آپ کی پناہ مانگتا ہوں کہ آپ سے ایسے امر کی درخواست

وَاِلَّا تَغْفِرْ لِیْ وَتَرْحَمْنِیْٓ اَكُنْ مِّنَ الْخٰسِرِیْنَ ﴿۴۷﴾

کروں جس کی مجھ کو خبر نہ ہو اور اگر آپ میری مغفرت نہ فرمادیں گے اور مجھ پر رحم نہ فرمادیں گے تو میں تو بالکل تباہ ہی ہو جاؤنگا۔

حضرت نوحؑ کی اپنے بیٹے کے متعلق اللہ سے درخواست

کشتی میں سوار ہو جانے کے بعد حضرت نوح علیٰ نبینا وعلیہ السلام نے اپنے بیٹے کنعان کو ایمان قبول کرنے اور اپنے ساتھ کشتی میں سوار ہونے کو فرمایا تو اس نے صاف انکار کر دیا اس وقت اس کو طوفانی موجوں میں گرفتار دیکھ کر شفقتِ پدری نے دوسرا انداز اختیار کرکے اپنے رب سے اس امید پر درخواست کی کہ شاید اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے اس کے دل میں ایمان القا فرمادے اور وہ ایمان قبول کرلے اور پھر اس طوفان عظیم اور قہر الٰہی میں غرق ہونے سے بچ جائے، چنانچہ حضرت نوح نے اپنے رب کو پکارا اور عرض کیا، اے میرے رب یہ میرا بیٹا میرے گھر والوں میں سے ہے اور آپ کا یہ وعدہ بالکل سچا ہے کہ گھر والوں میں جو ایمان والے ہیں ان کو بچالوں گا اور اگرچہ یہ اس وقت ایمان والا اور مستحق نجات نہیں مگر آپ تو احکم الحاکمین اور بڑی قدرت والے ہیں اگر آپ چاہیں تو اس کو مومن بنادیں

(بقیہ ۲۲) اور حضرت حوا کے تندور سے بھی چنانچہ قرآن کریم نے خود تصریح کی ہے اللہ کا فرمان ہے کہ ہم نے آسمان کے دروازے موسلا دھار بارش کے لئے کھول دیئے اور زمین سے چشمے ہی چشمے پھوٹ پڑے، فقط واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

وَمَآ اٰمَنَ مَعَهٗٓ اِلَّا قَلِیْلٌ ۔ کشتی میں سوار ہونے والوں کی تعداد قرآن کریم نے بیان (باقی بر ۲۴)

تاکہ یہ بھی اس کشتی میں سوار ہوکر آپ کی حفاظت میں آجائے

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہٗ فرماتے ہیں کہ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے رب کو پکار کر جو کچھ عرض کیا اس سے ان کا مقصد صرف بارگاہ خداوندی میں دعا کرنا تھا کہ میرا بیٹا مومن بن جائے۔ (کسی قسم کا کوئی سوال واشکال نہیں)

حضرت نوحؑ کی درخواست کو سنکر حق تعالیٰ شانہ ارشاد فرماتے ہیں کہ اے نوح تمہارا یہ بیٹا ہمارے علم ازلی میں تمہارے ان گھر والوں میں نہیں جو ایمان لاکر نجات پائیں گے یعنی اس کی قسمت میں ایمان نہیں ہے بلکہ اس کا خاتمہ کفر پر ہی ہونے والا ہے۔ بس مجھ سے ایسی چیز کی درخواست مت کرو جس کی تمکو خبر نہیں، میں تمکو نصیحت کرتا ہوں کہ تم نادانوں میں داخل مت ہوجاؤ۔

اللہ جل جلالہٗ کا یہ فرمان سنکر حضرت نوحؑ تھرّا اٹھے اور توبہ کی کہ اے میرے رب میں آپ کی پناہ مانگتا ہوں اس چیز کی درخواست سے جس کی مجھے خبر نہیں۔ بس آپ اس مرتبہ کی نادانی کو معاف کردیجئے اے میرے پروردگار اگر آپ نے مجھے معاف نہ کیا اور مجھ پر رحم نہ فرمایا تو میں بالکل تباہ ہی ہوجاؤں گا۔

اپنی اس نادانی کو حضرت نوحؑ اس وقت بھی اپنے عذر میں پیش کریں گے جب محشر میں پوری مخلوق آپ سے شفاعت کرنے کی درخواست کرے گی آپ فرمائیں گے مجھ سے ایک ایسی لغزش ہوچکی ہے جس کی وجہ سے میں بارگاہ خداوندی میں شفاعت کرنے کی جرأت وہمت نہیں کرسکتی۔

قِيلَ يٰنُوحُ اهْبِطْ بِسَلٰمٍ مِّنَّا وَبَرَكٰتٍ عَلَيْكَ وَعَلٰٓى اُمَمٍ مِّمَّنْ مَّعَكَ ؕ

کہا گیا کہ اے نوحؑ اترو ہماری طرف سے سلام اور برکتیں لے کر جو تم پر نازل ہوں گی اور ان جماعتوں پر جو

وَاُمَمٌ سَنُمَتِّعُهُمْ ثُمَّ يَمَسُّهُمْ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۴۸﴾

تمہارے ساتھ ہیں اور بہت سی ایسی جماعتیں بھی ہوں گی کہ ہم انکو چند روز عیش دینگے پھر ان پر ہماری طرف سے سزا سخت واقع ہوگی

حضرت نوح پر اللہ کی سلامتی

جب طوفان ختم ہوچکا اور کشتی نوحؑ جُودی پہاڑ پر ٹھہر گئی اور زمین کا تمام پانی خشک ہوگیا تو حضرت نوحؑ کو حکم ہوا کہ اب آپ

(بقیہ ص ۲۴) نہیں کی البتہ علمائے مفسرین رح کے مختلف اقوال موجود ہیں ۱ بیس یہ قول ابن اسحاق کا ہے ۲ چالیس ۳ اٹھتر یہ قول حضرت مقاتل کا ہے ۴ اسّی، یہ قول حضرت ابن عباس کا ہے بعد والے مفسرین نے اسی قول کو راجح بتلاتے ہوئے اختیار کیا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب، محمد یعقوب غفرلہ ولوالدیہ

پہاڑ سے زمین پر اتر آئیے اور کچھ فکر مت کیجئے، آپ کے ساتھ ہماری سلامتی اور برکتیں ہوں گی، یعنی آفات و مصائب سے سلامتی اور مال و اولاد میں وسعت و برکت۔

یہ سلامتی اور برکتیں حضرت نوح اور ان کے ساتھیوں پر اور ان سے پیدا ہونے والے ان تمام انسانوں کے لئے ہے جو قیامت تک آنے والے صاحب ایمان ہوں گے، اور جو کفر میں ملوث ہوں گے دنیوی سلامتی اور برکتیں تو ان کے لئے بھی ہیں کہ خوب کھائیں گے بسیں گے اور عیش کریں گے مگر آخرت میں انکے لئے کوئی امن و سلامتی نہیں بلکہ وہاں تو یہ اپنے کفر و معاصی کی سزا بھگتنے ہی میں ہمیشہ پھنسے رہیں۔

اس طوفان کے بعد آنے والی تمام نسلِ انسانی حضرت نوح ؑ کی نسل سے ہے کیونکہ کشتی میں جو حضرات سوار تھے ان میں سے کسی کے اولاد نہیں ہوئی، حضرت نوح ؑ کے تینوں بیٹوں سے یہ نسل پھیلی ہے اس لئے حضرت نوح ؑ کو آدم ثانی یعنی انسانوں کا دوسرا باپ کہتے ہیں۔

تِلْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهَآ اِلَيْكَ ۚ مَا كُنْتَ تَعْلَمُهَآ اَنْتَ وَلَا

یہ قصہ منجملہ اخبارِ غیب کے ہے جس کو ہم وحی کے ذریعہ سے آپ کو پہنچاتے ہیں اس کو اس سے قبل نہ آپ جانتے تھے اور

قَوْمُكَ مِنْ قَبْلِ هٰذَا ۛ فَاصْبِرْ ۛ اِنَّ الْعَاقِبَةَ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿۴۹﴾

نہ آپ کی قوم سو صبر کیجئے یقیناً نیک انجامی متقیوں ہی کے لئے ہے۔

قصہ نوح ؑ حضور ؐ کی نبوّت کی دلیل ہے

اس آیت میں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ طوفان اور قوم نوح کے واقعات یہ سب غیب کی خبریں ہیں جن کو اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نہ آپ جانتے تھے اور نہ آپ کی قوم عرب، بس ایک امی کی زبانی ان واقعات کا سنائے جانا آپ کی نبوت کی واضح دلیل ہے، اور پھر ان واقعات کا گذشتہ آسمانی کتابوں کے بالکل مطابق ہونا کھلا معجزہ ہے، بس اگر اس طرح کے آفتاب و ماہتاب سے زیادہ روشن و تابندہ دلائل و ثبوت کے ہوتے ہوئے بھی کوئی آپ کی نبوت و رسالت کا اقرار نہ کرے تو آپ اس کی بالکل فکر نہ کریں اور قطعاً غمگین نہ ہوں، بس صبر سے کام کیجئے جس طرح حضرت نوح ؑ نے ساڑھے نو سو سال صبر کیا اور اس کا یقین رکھئے کہ انجام کار کامیابی کفر و شرک اور معاصی سے بچنے والوں کیلئے ہے جس طرح حضرت نوح ؑ مع اپنے ساتھیوں کے بالآخر کامیاب ہوئے اسی طرح آپ کا مستقبل بھی نہایت تابناک و کامیاب ہے۔

وَاِلٰى عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا ۚ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ۚ

اور ہم نے عاد کی طرف ان کے بھائی ہود ؑ کو پیغمبر بنا کر بھیجا انھوں نے فرمایا اے میری قوم تم اللہ کی عبادت کرو

إِنْ أَنتُمْ إِلَّا مُفْتَرُونَ ۝ يَٰقَوْمِ لَآ أَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا ۖ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَى ٱلَّذِى

اسکے سوا کوئی تمہارا معبود نہیں تم محض مفتری ہو اے میری قوم میں تم سے اس پر کچھ معاوضہ نہیں مانگتا میرا معاوضہ تو

فَطَرَنِىٓ ۚ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ۝ وَيَٰقَوْمِ ٱسْتَغْفِرُوا۟ رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوبُوٓا۟ إِلَيْهِ يُرْسِلِ ٱلسَّمَآءَ

صرف اسکے ذمہ ہے جس نے مجھ کو پیدا کیا پھر کیا تم نہیں سمجھتے اور اے میری قوم تم اپنے گناہ اپنے رب سے معاف کراؤ پھر اس کی

عَلَيْكُم مِّدْرَارًا وَيَزِدْكُمْ قُوَّةً إِلَىٰ قُوَّتِكُمْ وَلَا تَتَوَلَّوْا۟ مُجْرِمِينَ ۝

طرف متوجہ ہو وہ تم پر خوب بارشیں برسا دیگا اور تم کو اور قوت دے کر تمہاری قوت میں ترقی کردیگا اور مجرم رہ کر اعراض مت کرو

حضرت ہودؑ اور ان کی قوم کا تذکرہ

اس پورے رکوع میں حضرت ہود علیٰ نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کا اپنی قوم عام کو توحید کی دعوت اور قوم کا اس کو قبول نہ کرکے اللہ کے عذاب میں مبتلا ہونا تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے (یہ مکمل واقعہ سورۂ اعراف آسان تفسیر پارہ ۸ صفحہ ۳۰۷ پر بھی گذر چکا)

"عاد" حضرت نوحؑ کے پوتے "ارم" کی اولاد میں ہیں عاد کی طرف منسوب کرکے اس قوم کو قوم عاد کہنے لگے حضرت ہودؑ[1] علیہ السلام بھی اسی قوم میں سے ہیں، اس لحاظ سے وہ ان کے قومی یا وطنی بھائی ہوئے اسی لئے قرآن کریم کی ان آیات میں ارشاد ہے کہ قوم عاد کی طرف ہم نے ان کے بھائی حضرت ہود کو نبی بنا کر بھیجا، یہ قوم طوفانِ نوحؑ کے بعد ملک یمن میں وجود پذیر ہوئی اور پھر اس قدر تیزی سے ترقی کی منزلیں طے کیں کہ پورے عرب اور ملک مصر وغیرہ پر اپنی حکومت و سلطنت قائم کرلی، یہ قوم بڑے ڈیل ڈول والی طاقتور اور بہادر تھی، طاقت و قوت اور مال و دولت میں کوئی قوم ان کے مقابل کی نہیں تھی۔

مگر افسوس مالی و جانی قوت میں یہ بے نظیر قوم اپنی عقل کھو بیٹھی اور اپنے محسن اعظم اور مالک حقیقی اللہ رب العزت کو بھول کر اپنے ہاتھوں سے بنائی ہوئی مورتیوں کے سامنے جھکنے لگی، ان میں بت پرستی اس قدر پھیل چکی تھی کہ روزی دینے والے، بارش برسانے والے صحت دینے والے وغیرہ وغیرہ کاموں کیلئے انھوں نے علیحدہ علیحدہ بت مقرر کر رکھے تھے اور ان کو اپنا حاجت روا مانتے تھے،

حضرت ہود علیہ السلام نے ان کو بت پرستی سے منع کیا اور صرف ایک خدا کی بندگی کی دعوت دی اور ان سے فرمایا کہ خدا کے علاوہ کسی کو بندگی کے لائق اور حاجت روا سمجھنا جھوٹ اور بہتان تراشی

[1] حضرت ہود سرخ و سفید رنگ اور وجیہہ چہرہ تھے آپ کی داڑھی خوب بھری ہوئی تھی، محمد یعقوب غفرلہ ولوالدیہ

ہے۔
سنو میرا دینِ حق کی دعوت دینا تمہاری خیر خواہی کیلئے ہے تاکہ عذاب خداوندی سے بچ سکو، کسی دنیوی لالچ کے لئے نہیں، مجھے تمہارے مال کی ضرورت نہیں، میرا پیدا کرنے والا ہی میری تمام ضروریات پورا کرنے والا ہے، اور آخرت میں اجر و ثواب عنایت فرمانے والا ہے، یہ بات ہر پیغمبر نے اپنی قوم سے کہی تاکہ لوگ انھیں لالچی نہ سمجھ بیٹھیں۔

حضرت ہودؑ نے اپنی قوم سے فرمایا تعجب ہے تم پر کہ میں تم سے ہمدردی کرکے بھلائی کی بات دکھاتا ہوں اور تم مجھے اپنا دشمن سمجھتے ہو، اس کے بعد ان کو ایمان کے ظاہری فوائد و برکات بتلائے، یہ قوم کھیتی باغ کی شوقین تھی اس لئے ان سے فرمایا گیا کہ اگر تم کفر و شرک سے توبہ کرکے ایمان قبول کرلو اور اللہ کو راضی کرلو تو وہ تم پر ایمان اور عمل صالح کی برکت سے خوب بارش برسائیگا، جس سے تمہارے باغات و کھیتیاں لہلہا اٹھیں گے، درمنثور کی روایت کے حوالہ سے حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہ نے لکھا ہے کہ وہ لوگ تین سال سے خشک سالی میں مبتلا تھے اس لئے ان کو یہ خوش خبری دی گئی کہ ایمان کی برکت سے اللہ پاک تمہاری خشک سالی کو دور فرمائیں گے اور اسی کے ساتھ تمہاری جانی و مالی طاقت بڑھادیں گے اولاد میں برکت دیں گے، خوش حالی میں ترقی ہوگی اور مادی قوت کے ساتھ روحانی و ایمانی قوت کا بھی اضافہ کر دیا جائیگا، بس تمہارے لئے بھلائی اور کامیابی اسی میں ہے کہ ایمان قبول کرلو، مجرم رہ کر توحید و رسالت سے منہ مت پھیرو۔

استغفار کی فضیلت و برکت

توبہ و استغفار کے بے شمار فضائل و برکات ہیں منجملہ ان کے ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ جو شخص استغفار کو لازم پکڑے اللہ تعالیٰ اس کو ہر مشکل سے نجات دیتا ہے ہر تنگی سے فراخی عطا فرماتا ہے اور روزی تو ایسی جگہ سے اس کو بھیجتا ہے جہاں سے اسے وہم و گمان بھی نہیں ہوتا

قَالُوْا يٰهُوْدُ مَا جِئْتَنَا بِبَيِّنَةٍ وَّمَا نَحْنُ بِتَارِكِيْٓ اٰلِهَتِنَا عَنْ قَوْلِكَ وَمَا نَحْنُ لَكَ

ان لوگوں نے جواب دیا کہ اے ہودؑ آپ نے ہمارے سامنے کوئی دلیل تو پیش کی نہیں اور ہم آپ کے کہنے سے تو اپنے معبودوں کو

بِمُؤْمِنِيْنَ ۞ اِنْ نَّقُوْلُ اِلَّا اعْتَرٰىكَ بَعْضُ اٰلِهَتِنَا بِسُوْٓءٍ ؕ قَالَ اِنِّيْٓ اُشْهِدُ

چھوڑنے والے ہیں نہیں اور ہم کسی طرح آپ کا یقین کرنے والے نہیں ہمارا قول تو یہ ہے کہ ہمارے معبودوں میں سے کسی نے آپ کو کسی خرابی میں مبتلا

اقوال و تحقیق

اس سورۂ ہود میں سات پیغمبروں اور ان کی امتوں کے واقعات مذکور ہیں لیکن یہ سورت صرف ایک پیغمبر حضرت ہود کے نام کی طرف منسوب کی گئی ہے جس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ حضرت ہود اور ان کی قوم "عاد" کے واقعہ کو خاص اہمیت حاصل ہے۔

اللّٰہَ وَاشْهَدُوْٓا اَنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ﴿۵۴﴾ مِنْ دُوْنِهٖ فَكِیْدُوْنِیْ جَمِیْعًا

کر دیا ہے، ہودؑ نے فرمایا کہ میں اللہ کو گواہ کرتا ہوں اور تم بھی گواہ رہو کہ میں ان چیزوں سے بیزار ہوں جن کو تم خدا کے سوا شریک

ثُمَّ لَا تُنْظِرُوْنِ ﴿۵۵﴾ اِنِّیْ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ رَبِّیْ وَرَبِّكُمْ ؕ مَا مِنْ دَآبَّةٍ اِلَّا هُوَ

قرار دیتے ہو سو تم سب مل کر میرے ساتھ داؤ گھات کر لو پھر مجھکو ذرا مہلت نہ دو، میں نے اللہ پر توکل کر لیا ہے جو میرا بھی مالک ہے اور تمہارا

اٰخِذٌ بِنَاصِیَتِهَا ؕ اِنَّ رَبِّیْ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ﴿۵۶﴾ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ

بھی مالک ہے جتنے بھی روئے زمین پر چلنے والے ہیں سب کی چوٹی اس نے پکڑ رکھی ہے یقیناً میرا رب صراط مستقیم (پر چلنے سے) ملتا ہے پھر اگر

مَّآ اُرْسِلْتُ بِهٖٓ اِلَیْكُمْ ؕ وَیَسْتَخْلِفُ رَبِّیْ قَوْمًا غَیْرَكُمْ ۚ وَلَا تَضُرُّوْنَهٗ شَیْـًٔا ؕ اِنَّ رَبِّیْ

تم پھرے رہو گے تو میں تو جو پیغام دیکر مجھ کو بھیجا گیا تھا وہ تم کو پہنچا چکا ہوں اور تمہاری جگہ میرا رب دوسرے لوگوں کو زمین

عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ حَفِیْظٌ ﴿۵۷﴾

میں آباد کر دے گا اور اس کا کچھ نقصان تم نہیں کر رہے ہو بالیقین میرا رب ہر شئی کی نگہداشت کرتا ہے

قوم عاد کی ہٹ دھرمی

حضرت ہود علیہ السلام کی دین حق کی دعوت کو قوم نے یہ کہہ کر ٹھکرا دیا کہ آپ نے کوئی ________ دلیل و سند تو اپنے سچا رسول ہونے پر پیش نہیں کی اس لئے ہم صرف تمہارے کہنے سے نہ اپنے معبودوں کو چھوڑ سکتے ہیں اور نہ ہی تمکو اللہ کا رسول مان سکتے ہیں، قوم نے یہ بات محض ضد اور ہٹ دھرمی میں کہی، نہیں تو اللہ تعالیٰ کا یہ قانون ہے کہ جس کو وہ پیغمبر بنا کر بھیجتے ہیں اس کو ضرور دلائل و معجزات عطا فرماتے ہیں چنانچہ حدیث پاک میں ارشاد ہے کہ جو پیغمبر مبعوث ہوا اس کے ساتھ ایسے واضح نشانات اور ثبوت بھیجے گئے کہ جن پر آدمی ایمان لانا چاہے تو لا سکے، اس لئے یہ بات طے شدہ ہے کہ حضرت ہودؑ نے ان کو دلائل و معجزات دکھائے مگر وہ ہٹ دھرمی اور بے شرمی سے یہی کہتے رہے کہ آپ کوئی واضح ثبوت اپنی نبوت پر نہیں لائے۔

قوم والے کہنے لگے اے ہود تمہاری بہکی بہکی باتوں کو سنکر ہمارا یہ خیال ہے کہ ہمارے دیوتاؤں میں سے کسی نے آسیب پہونچا کر تمہیں مجنون و پاگل کر دیا ہے، یہ تمھیں اس گستاخی کی سزا ملی ہے جو تم ان دیوتاؤں کی پوجا سے ہمیں منع کرتے تھے، ان کی یہ بات سنکر حضرت ہودؑ نے فرمایا وہ بیچاری پتھر کی مورتیں تو مجھے کیا نقصان پہونچا سکتی ہیں تم سب جو بڑے بہادر نظر آتے ہو اپنے دیوتاؤں کی فوج میں بھرتی ہو کر مجھ تنہا پر اچانک حملہ کر کے بھی مجھے کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتے

سنو میں خدا کو گواہ بنا کر اعلان کرتا ہوں اور تم سب بھی اس پر گواہ رہو کہ میں تمہارے جھوٹے دیوتاؤں سے قطعاً بیزار ہوں تم سے میرا جو کچھ بن سکے کر لو اور خوب سمجھ لو میرا بھروسہ خدائے تعالیٰ پر ہے جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی اور دونوں جہان کی تمام چیزیں اسکے قبضۂ قدرت میں ہیں۔ اور یقیناً میرا رب صراط مستقیم (خدا کے بتلائے ہوئے راستہ) پر چلنے سے ملتا ہے بس تم بھی اس راستہ کو اختیار کر کے اللہ کے پسندیدہ ہو جاؤ۔

جب قوم نے کسی بات کو بھی نہ مانا تو حضرت ہودؑ نے ان سے فرمایا تمہارے اس بے رخی سے میرا کوئی نقصان نہیں میں نے تو تم کو وہ پیغام پہونچا دیا ہے جس کے پہونچانے کا مجھے حکم دیا گیا تھا، بس اس منہ موڑنے کا وبال تم پر ہی پڑے گا کہ میرا رب تم سب کو ہلاک کر کے اس زمین پر دوسرے لوگوں کو آباد کرے گا، اور پھر اس سرکشی کے جرم میں ہمیشہ عذاب میں گرفتار رہو گے۔

وَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا هُوْدًا وَّالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا ۚ وَنَجَّيْنٰهُمْ

اور جب ہمارا حکم پہونچا ہم نے ہودؑ کو اور جو ان کے ہمراہ اہل ایمان تھے ان کو اپنی عنایت سے بچا لیا اور ان کو ایک بہت ہی

مِّنْ عَذَابٍ غَلِيْظٍ ۝ وَتِلْكَ عَادٌ ۟ جَحَدُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ وَعَصَوْا رُسُلَهٗ

سخت عذاب سے بچا لیا اور یہ قوم عاد تھی جنھوں نے اپنے رب کی آیات کا انکار کیا اور اسکے رسولوں کا کہنا نہ مانا اور

وَاتَّبَعُوْٓا اَمْرَ كُلِّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ ۝ وَاُتْبِعُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً وَّيَوْمَ

تمام تر ایسے لوگوں کے کہنے پر چلتے رہے جو ظالم ضدی تھے اور اس دنیا میں بھی لعنت ان کے ساتھ ساتھ رہی اور قیامت کے

الْقِيٰمَةِ ۗ اَلَآ اِنَّ عَادًا كَفَرُوْا رَبَّهُمْ ۗ اَلَا بُعْدًا لِّعَادٍ قَوْمِ هُوْدٍ ۝

دن بھی، خوب سن لو قوم عاد نے اپنے رب کے ساتھ کفر کیا خوب سن لو رحمت سے دوری ہوئی عاد کو جو کہ ہودؑ کی قوم تھی

قومِ عاد پر طوفانی ہوا کا عذاب

حضرت ہود علیہ السلام کی تمام کوششوں کے بعد بھی یہ قوم راہِ راست پر نہ آئی بلکہ سرکشی اور نافرمانی پر ڈٹی رہی، تو بالآخر اللہ تعالیٰ نے ان پر طوفانی ہوا کا عذاب نازل فرمایا جو مسلسل سات رات اور آٹھ دن ان پر مسلط رہا جس سے ان کے مکانات گر گئے، چھتیں اڑ گئیں، درخت جڑ سے اکھڑ کر کہیں کے کہیں جا پڑے ہوا ایسی مسموم تھی کہ آدمیوں کی ناک سے داخل ہو کر نیچے سے نکل جاتی اور جسم کو پارہ پارہ کر ڈالتی،

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس دردناک عذاب سے ہم نے حضرت ہودؑ اور ان کے چار ہزار (۴۰۰۰) ساتھیوں کو محض اپنے لطف و کرم سے بچا لیا کہ عذاب کے آنے سے پہلے ہی ان کو یہاں سے کوچ

کرنے کا حکم دیدیا۔ اور ایمان و عمل صالح کی برکت سے آخرت کے سخت عذاب سے بھی نجات دیدی۔

دوسرے لوگوں کی عبرت کے لئے حق تعالیٰ شانہ فرما رہے ہیں، یہ ہے وہ قوم عاد جنھوں نے اپنے رب کی نشانیوں کو جھٹلایا اور اپنے رسولوںؑ کی نافرمانی کی اور ایسے لوگوں کے کہنے پر چلتے رہے جو ظالم اور ضدی تھے، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ خدا کی لعنت دنیا میں ان کے ساتھ لگی رہی اور قیامت تک جہاں ان کا ذکر ہوگا لعنت کے ساتھ ہوگا بلکہ قیامت کے بعد بھی وہ ان کا پیچھا نہ چھوڑے گی، لعنت کا طوق ہمیشہ ان کے گلے میں پڑا رہے گا۔

وَإِلَىٰ ثَمُودَ أَخَاهُمْ صَالِحًا ۚ قَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَٰهٍ

اور ہم نے قوم ثمود کے پاس ان کے بھائی صالحؑ کو پیغمبر بنا کر بھیجا انھوں نے فرمایا اے میری قوم تم اللہ کی عبادت کرو

غَيْرُهُ ۖ هُوَ أَنشَأَكُم مِّنَ الْأَرْضِ وَاسْتَعْمَرَكُمْ فِيهَا فَاسْتَغْفِرُوهُ

اسکے سوا کوئی تمھارا معبود نہیں اس نے تم کو زمین سے پیدا کیا اور تم کو اس میں آباد کیا تم تو اس سے گناہ معاف کراؤ

ثُمَّ تُوبُوا إِلَيْهِ ۚ إِنَّ رَبِّي قَرِيبٌ مُّجِيبٌ ﴿٦١﴾ قَالُوا يَا صَالِحُ قَدْ كُنتَ فِينَا

پھر اس کی طرف متوجہ رہو بے شک میرا رب قریب ہے قبول کرنے والا ہے۔ وہ لوگ کہنے لگے کہ اے صالحؑ تم تو اس سے

مَرْجُوًّا قَبْلَ هَٰذَا ۖ أَتَنْهَانَا أَن نَّعْبُدَ مَا يَعْبُدُ آبَاؤُنَا وَإِنَّنَا لَفِي

قبل ہم میں ہونہار تھے کیا تم ہم کو ان چیزوں کی عبادت سے منع کرتے ہو جن کی عبادت ہمارے بڑے کرتے آئے ہیں اور

شَكٍّ مِّمَّا تَدْعُونَا إِلَيْهِ مُرِيبٍ ﴿٦٢﴾ قَالَ يَا قَوْمِ أَرَأَيْتُمْ إِن كُنتُ عَلَىٰ

جس دین کی طرف تم ہمکو بلا رہے ہو واقعی ہم تو اسکی طرف سے بڑے شبہ میں ہیں جس نے ہمکو تردد میں ڈال رکھا ہے آپ نے فرمایا اے میری قوم

بَيِّنَةٍ مِّن رَّبِّي وَآتَانِي مِنْهُ رَحْمَةً فَمَن يَنصُرُنِي مِنَ اللَّهِ إِنْ عَصَيْتُهُ ۖ

بھلا یہ تو بتلاؤ کہ اگر میں اپنے رب کی جانب سے دلیل پر ہوں اور اس نے مجھ کو اپنی طرف سے رحمت عطا فرمائی ہو سو اگر میں خدا کا

فَمَا تَزِيدُونَنِي غَيْرَ تَخْسِيرٍ ﴿٦٣﴾ وَيَا قَوْمِ هَٰذِهِ نَاقَةُ اللَّهِ لَكُمْ آيَةً

کہنا نہ مانوں تو پھر مجھ کو خدا سے کون بچائیگا تم تو سراسر میرا نقصان ہی کر رہے ہو اور اے میری قوم یہ اونٹنی ہے اللہ کی جو تمہارے

ع رُسُلَهُ لا کر اس طرف اشارہ کردیا کہ ایک رسول کی نافرمانی تمام رسولوں کی نافرمانی ہے اور ایک رسول کی اطاعت تمام رسولوں کی اطاعت ہے کیونکہ تمام رسول ایک ہی دین پیش کرتے ہیں توحید باری تعالیٰ۔ محمد یعقوب غفرلہ ولوالدیہ

فَذَرُوْهَا تَأْكُلْ فِيْٓ اَرْضِ اللّٰهِ وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ قَرِيْبٌ

لئے دلیل ہے سو اسکو چھوڑ دو کہ اللہ کی زمین میں کھاتی پھرا کرے اور اسکو برائی کے ساتھ ہاتھ بھی مت لگانا کبھی تم کو فوری

﴿۶۴﴾ فَعَقَرُوْهَا فَقَالَ تَمَتَّعُوْا فِيْ دَارِكُمْ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ ؕ ذٰلِكَ وَعْدٌ غَيْرُ

عذاب آپکڑے سو انھوں نے اس کو مار ڈالا تو صالح ؑ نے فرمایا تم اپنے گھروں میں تین دن اور بسر کر لو یہ ایسا وعدہ ہے جس میں

مَكْذُوْبٍ ﴿۶۵﴾ فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا صٰلِحًا وَّالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ

ذرا بھی جھوٹ نہیں سو جب ہمارا حکم آپہونچا ہم نے صالح ؑ کو اور جو ان کے ہمراہ اہل ایمان تھے ان کو اپنی عنایت سے بچالیا

مِّنَّا وَمِنْ خِزْيِ يَوْمِئِذٍ ؕ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيْزُ ﴿۶۶﴾ وَاَخَذَ الَّذِيْنَ

اور اس دن کی بڑی رسوائی سے بچا لیا بے شک آپ کا رب ہی بڑی قوت والا غلبہ والا ہے اور ان ظالموں کو ایک نعرہ نے

ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دِيَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ﴿۶۷﴾ كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا ؕ

آدبایا جس سے وہ اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے جیسے ان گھروں میں کبھی بسے ہی نہ تھے خوب سن لو قوم

اَلَآ اِنَّ ثَمُوْدَا۟ كَفَرُوْا رَبَّهُمْ ؕ اَلَا بُعْدًا لِّثَمُوْدَ ﴿۶۸﴾ ع

ثمود نے اپنے رب کے ساتھ کفر کیا خوب سن لو رحمت سے ثمود کو دوری ہوئی

حضرت صالح ؑ اور قوم ثمود کا تذکرہ

حضرت صالح علیہ السلام نے بھی تمام نبیوں کی طرح اپنی قوم ثمود کو صرف خدائے بالا و برتر کی عبادت و بندگی کی دعوت دی، کفر و شرک اور تمام معاصیوں سے منع کیا، حضرت صالح نے فرمایا خدائے تعالیٰ کا ہم پر یہ انعام واحسان ہے کہ اس نے تم کو مٹی سے بنا کر یہ رنگ و روپ اور طاقت و توانائی عطا فرمائی، مطلب یہ ہے کہ تمکو حضرت آدم کی نسل سے پیدا کیا اور آدم ؑ کو مٹی سے بس تم اپنے گناہ اس سے معاف کرا کر یعنی کفر و شرک سے توبہ کر کے ایمان قبول کر لو، حضرت صالح ؑ کی اس دعوت و تبلیغ کو سنکر ان کی قوم والے کہنے لگے اے صالح ؑ اس سے پہلے تو تم بڑے ہونہار اور سمجھدار لگتے تھے، ہمیں تو تم سے بڑی امیدیں وابستہ تھیں کہ تم ہماری رہنمائی کرو گے اور بڑوں کے طریق پر قائم رہ کر اپنے باپ دادا کا نام روشن کرو گے مگر تم نے تو ہماری ساری امیدوں پہ پانی پھیر دیا، کیا تم یہ چاہتے ہو کہ ہم صرف ایک خدا کو مان کر اپنے پرانے تمام دیوتاؤں کو چھوڑ دیں ہمارے لئے یہ سخت شک و شبہ کی چیز ہے۔

حضرت صالح علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا کہ میں تمہارے شک و شبہ کی وجہ سے ایک صاف اور

سیدھا راستہ کیسے چھوڑ سکتا ہوں، خدا نے مجھے سمجھ دی اور اپنی رحمت کاملہ سے منصب نبوت عطا فرمایا، اب اگر فرض کیجئے میں اس کی نافرمانی کرنے لگوں اور مجھے جن چیزوں کے پہونچانے کا حکم ہے نہ پہونچاؤں تو ایسی صورت میں مجھے اللہ کے عذاب سے کون بچا سکتا ہے، افسوس تم پر بجائے اس کے کہ تم میری دعوت قبول کرکے اللہ کی بندگی میں لگ جاتے اور الٹا مجھ ہی کو اپنے فرائض دعوت و تبلیغ سے رک جانے کا مشورہ دیتے ہو۔

بہرحال جاہلوں کی عادت کے مطابق قوم نے اپنے نبی حضرت صالحؑ کو جھٹلایا اور آپ کے سچا رسول ہونے پر دلیل و معجزہ طلب کیا، حضرت صالحؑ نے پہلے ان کو متنبہ کیا کہ اگر اللہ نے تمہیں فرمائشی معجزہ دکھا دیا اور پھر بھی تم نے اس کا دین اختیار نہ کیا تو عادتُ اللہ کے مطابق تم پر عذاب آجائیگا، یہ سب سنکر بھی وہ اپنی ضد پر قائم رہے تو اللہ پاک نے ان کا فرمائشی معجزہ ایک پتھر سے اونٹنی پیدا کرکے دکھادیا، مگر پھر بھی یہ قوم اللہ کی نافرمانی و سرکشی پر قائم رہی تو اللہ پاک نے ان پر اپنا عذاب نازل فرماکر سب کو ہلاک و تباہ کرڈالا (اس واقعہ کی تفصیل آسان تفسیر پارہ ۸ صفحہ ۵۷ پر گذر چکی ہے وہاں ملاحظہ کرلی جائے۔)

وَلَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُنَآ اِبْرٰهِيْمَ بِالْبُشْرٰى قَالُوْا سَلٰمًا ؕ قَالَ سَلٰمٌ فَمَا لَبِثَ

اور ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے ابراہیمؑ کے پاس بشارت لے کر آئے اور انھوں نے سلام کیا ابراہیمؑ نے بھی سلام

اَنْ جَآءَ بِعِجْلٍ حَنِيْذٍ ﴿۶۹﴾ فَلَمَّا رَاٰۤ اَيْدِيَهُمْ لَا تَصِلُ اِلَيْهِ نَكِرَهُمْ وَاَوْجَسَ

کیا پھر دیر نہیں لگائی کہ ایک تلا ہوا بچھڑا لائے سو جب ابراہیمؑ نے دیکھا کہ ان کے ہاتھ اس کھانے تک نہیں بڑھتے تو ان

مِنْهُمْ خِيْفَةً ؕ قَالُوْا لَا تَخَفْ اِنَّآ اُرْسِلْنَآ اِلٰى قَوْمِ لُوْطٍ ﴿۷۰﴾ وَامْرَاَتُهٗ

سے متوحش ہوئے اور دل میں خوف زدہ ہوئے وہ فرشتے کہنے لگے ڈرو مت ہم قوم لوط کی طرف بھیجے گئے ہیں اور ابراہیمؑ کی

قَآئِمَةٌ فَضَحِكَتْ فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ ۙ وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ يَعْقُوْبَ ﴿۷۱﴾ قَالَتْ

(بی بی سارہ) کھڑی سن رہی تھی پس ہنسیں سو ہم نے ان کو بشارت دی اسحاقؑ کی اور اسحاقؑ کے پیچھے یعقوبؑ کی کہنے لگیں ہائے خاک

يٰوَيْلَتٰۤى ءَاَلِدُ وَاَنَا عَجُوْزٌ وَّهٰذَا بَعْلِىْ شَيْخًا ؕ اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عَجِيْبٌ ﴿۷۲﴾

پڑے اب میں بچہ جنوں گی بڑھیا ہو کر اور یہ میرے میاں ہیں بالکل بوڑھے واقعی یہ بھی عجیب بات ہے، فرشتوں نے کہا کیا تم

قَالُوْۤا اَتَعْجَبِيْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكٰتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ ؕ

خدا کے کاموں میں تعجب کرتی ہو اس خاندان کے لوگو! تم پر تو اللہ کی خاص رحمت اور اس کی برکتیں ہیں، بے شک

إِنَّهُ حَمِيدٌ مَّجِيدٌ ﴿٧٣﴾ فَلَمَّا ذَهَبَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ الرَّوْعُ وَجَاءَتْهُ الْبُشْرَىٰ

وہ تعریف کے لائق بڑی شان والا ہے پھر جب ابراہیمؑ کا وہ خوف زائل ہوگیا اور ان کو خوشی کی خبر ملی تو ہم سے لوطؑ کی قوم

يُجَادِلُنَا فِي قَوْمِ لُوطٍ ﴿٧٤﴾ إِنَّ إِبْرَاهِيمَ لَحَلِيمٌ أَوَّاهٌ مُّنِيبٌ ﴿٧٥﴾

کے بارہ میں جدال کرنا شروع کیا واقعی ابراہیمؑ بڑے حلیم الطبع رحیم المزاج رقیق القلب تھے۔ اے ابراہیمؑ اس

يَا إِبْرَاهِيمُ أَعْرِضْ عَنْ هَٰذَا ۖ إِنَّهُ قَدْ جَاءَ أَمْرُ رَبِّكَ ۖ وَإِنَّهُمْ آتِيهِمْ

بات کو جانے دو تمہارے رب کا حکم آچکا ہے اور ان پر ضرور ایسا عذاب آنے والا ہے

عَذَابٌ غَيْرُ مَرْدُودٍ ﴿٧٦﴾

جو کسی طرح ہٹنے والا نہیں

حضرت ابراہیمؑ کی فرشتوں سے ایک ملاقات

ان آیات میں اللہ پاک فرمارہے ہیں کہ ہم نے اپنے فرشتوں (حضرت جبرئیلؑ حضرت میکائیلؑ حضرت اسرافیلؑ) کو حضرت ابراہیمؑ کے پاس خوش خبری دیکر بھیجا چونکہ وہ انسانی شکل میں تھے اس لئے حضرت ابراہیمؑ ان کو نہ پہچان سکے اور ان کو مہمان سمجھ کر ایک بھُنا ہوا بچھڑا کھانے کے لئے ان کے سامنے رکھ دیا، انھوں نے کھانے کے لئے ہاتھ نہ بڑھایا تو حضرت ابراہیمؑ ڈرے کہ یہ لوگ کسی غلط ارادہ سے آئے ہیں کیونکہ اس وقت یہ دستور تھا کہ جو مہمان کھانے سے انکار کرتا تو سمجھا جاتا کہ یہ کسی بُرے خیال سے آیا ہے حضرت ابراہیم کی یہ کیفیت دیکھ کر وہ کہنے لگے ڈریئے مت ہم فرشتے ہیں کھانا نہیں کھاتے ہم تو آپ کو خوش خبری دینے آئے ہیں کہ آپ کی اہلیہ محترمہ حضرت سارہ سے اسحاق نام کا ایک لڑکا پیدا ہوگا اور پھر حضرت اسحاق سے یعقوب نامی ایک لڑکا پیدا ہوگا اور یہ دونوں اللہ کے رسول ہوں گے اور پھر ان سے ایک بہت بڑی قوم بنی اسرائیل وجود میں آئے گی، حضرت سارہ یہ خوش خبری سن کر ہنسنے لگیں، اور کہنے لگیں کیا میں اس عمر میں اب بچہ جنوں گی جبکہ میرے میاں بھی بالکل بوڑھے ہیں، حضرت سارہ کی عمر اس وقت ننانوے ۹۹ سال تھی اور حضرت ابراہیمؑ کی سو سے زائد۔

حضرت سارہ کہنے لگیں اگر ایسا ہو تو بالکل انوکھی اور عجیب وغریب بات ہوگی، یہ سنکر فرشتے کہنے لگے جس گھرانہ پر ہمیشہ اللہ کی خاص رحمتیں اور برکتیں رہی ہوں اور جنھیں ہمیشہ معجزات وخوارق

عہ دنیا میں مہمانداری کا رواج حضرت ابراہیمؑ سے شروع ہوا، آپ کبھی تنہا کھانا نہیں کھاتے تھے بلکہ ہر کھانے کے وقت تلاش کرتے کہ کوئی مہمان مل جائے تو اسکے ساتھ کھائیں۔

عادات دیکھنے کا اتفاق رہا ہو ان کے لئے یہ کوئی تعجب کی بات نہیں، ان کو چاہیئے کہ خوش خبری سنکر اللہ کی حمد و ثنا اور تعریف و بڑائی بیان کریں۔

بہر حال جب ان کا فرشتہ ہونا ظاہر ہو گیا اور حضرت ابراہیمؑ نے بھی نورِ نبوّت سے ان کو پہچان لیا کہ واقعی یہ انسان نہیں فرشتے ہیں اور ساتھ ہی یہ بھی بھانپ لیا کہ یہ کسی بڑے مقصد سے آئے ہیں تو فرمایا کس کام کے لئے آئے ہو، فرشتوں نے جواب دیا ہم قوم لوطؑ پر عذاب نازل کرنے کے لئے بھیجے گئے ہیں۔

حضرت ابراہیمؑ بڑے ہی رحم دل اور نرم مزاج تھے لہٰذا قوم لوط کی تباہی کا ذکر سن کر ان سے نہ رہا گیا اور فرشتوں سے بحث شروع کردی، جس کا خلاصہ سورۂ عنکبوت میں بیان فرمایا کہ حضرت ابراہیمؑ نے فرشتوں سے فرمایا کہ اس قوم میں تو خود حضرت لوط علیہ السلام بھی موجود ہیں (پھر ایک پیغمبر کے موجود ہوتے ہوئے وہ قوم کیسے ہلاک کی جاسکتی ہے) فرشتوں نے کہا جو وہاں رہتے ہیں ہم ان سب کو خوب جانتے ہیں، بس حضرت لوطؑ اور ان کے مومن ساتھیوں کو وہاں سے علیحدہ کر کے عذاب نازل کیا جائے گا۔

الغرض حضرت ابراہیمؑ دعا اور سفارش کر کے قوم لوط کو عذاب سے بچانا چاہتے تھے، شاید حضرت ابراہیمؑ کو ان کے مومن ہونے کی امید ہو مگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ارشاد ہوا کہ اب اس خیال کو چھوڑیئے ان ظالموں کا پیمانہ لبریز ہو چکا ہے، ہمارا حکم واپس نہیں ہو سکتا، ان پر عذاب آکر رہے گا

وَلَمَّا جَاءَتْ رُسُلُنَا لُوطًا سِيءَ بِهِمْ وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا وَّقَالَ هٰذَا

اور جب ہمارے وہ فرشتے لوطؑ کے پاس آئے تو لوطؑ ان کی وجہ سے مغموم ہوئے اور ان کے سبب تنگدل ہوئے

يَوْمٌ عَصِيبٌ ﴿٧٧﴾ وَجَاءَهُ قَوْمُهُ يُهْرَعُونَ إِلَيْهِ ط وَمِنْ قَبْلُ كَانُوا يَعْمَلُونَ

اور کہنے لگے کہ آج کا دن بہت بھاری ہے اور ان کی قوم ان کے پاس دوڑی ہوئی آئی اور پہلے سے نامعقول حرکتیں کیا ہی

السَّيِّئَاتِ ط قَالَ يٰقَوْمِ هٰٓؤُلَاءِ بَنَاتِي هُنَّ أَطْهَرُ لَكُمْ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا

کرتے تھے، لوطؑ فرمانے لگے کہ اے میری قوم یہ میری بیٹیاں موجود ہیں وہ تمہارے لئے خاصی ہیں سو اللہ سے ڈرو

تُخْزُونِ فِي ضَيْفِي ط أَلَيْسَ مِنْكُمْ رَجُلٌ رَّشِيدٌ ﴿٧٨﴾ قَالُوا لَقَدْ عَلِمْتَ

اور میرے مہمانوں میں مجھ کو فضیحت مت کرو کیا تم میں کوئی بھی بھلا مانس نہیں وہ لوگ کہنے لگے کہ آپ کو معلوم ہے

مَا لَنَا فِيْ بَنٰتِكَ مِنْ حَقٍّ ۚ وَاِنَّكَ لَتَعْلَمُ مَا نُرِيْدُ ﴿٧٩﴾ قَالَ لَوْ اَنَّ لِيْ

کہ ہم کو آپ کی ان بیٹیوں کی کوئی ضرورت نہیں اور آپ کو تو معلوم ہے جو ہمارا مطلب ہے، لوط فرمانے لگے کیا خوب ہوتا

بِكُمْ قُوَّةً اَوْ اٰوِيْٓ اِلٰى رُكْنٍ شَدِيْدٍ ﴿٨٠﴾ قَالُوْا يٰلُوْطُ اِنَّا رُسُلُ رَبِّكَ

اگر میرا تم پر کچھ زور چلتا یا کسی مضبوط پایہ کی پناہ پکڑتا فرشتے کہنے لگے کہ اے لوط ہم تو آپ کے رب کے بھیجے

لَنْ يَّصِلُوْٓا اِلَيْكَ فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّيْلِ وَلَا يَلْتَفِتْ مِنْكُمْ

ہوئے ہیں آپ تک ہرگز ان کی رسائی نہیں ہوگی سو آپ رات کے کسی حصے میں اپنے گھر والوں کو لے کر چلے جایئے اور تم میں سے

اَحَدٌ اِلَّا امْرَاَتَكَ ۭ اِنَّهٗ مُصِيْبُهَا مَآ اَصَابَهُمْ ۭ اِنَّ مَوْعِدَهُمُ الصُّبْحُ ۭ اَلَيْسَ

کوئی پیچھے پھر کر نہ دیکھے ہاں مگر آپ کی بیوی (نہ جاوے گی) اس پر بھی آفت آنیوالی ہے جو اور لوگوں پر آوے گی ان کے وعدہ

الصُّبْحُ بِقَرِيْبٍ ﴿٨١﴾ فَلَمَّا جَاۗءَ اَمْرُنَا جَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهَا

کا وقت صبح کا وقت ہے کیا صبح کا وقت قریب نہیں، سو جب ہمارا حکم آپہونچا تو ہم نے اس زمین کو الٹ کر (اس) کا تختہ اوپر کا نیچے

حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ ڏ مَّنْضُوْدٍ ﴿٨٢﴾ مُّسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ ۭ وَمَا هِيَ مِنَ

کر دیا اور اس زمین پر کنکر کے پتھر برسانا شروع کئے جو لگاتار گر رہے تھے جن پر آپ کے رب کے پاس خاص نشان بھی تھا

النصف

الظّٰلِمِيْنَ بِبَعِيْدٍ ﴿٨٣﴾ ع

اور یہ بستیاں ان ظالموں سے کچھ دور نہیں ہیں۔

قوم لوط کی خباثت

تینوں فرشتے جن میں حضرت جبرئیلؑ بھی شامل تھے حضرت ابراہیمؑ سے رخصت ہو کر حضرت لوط علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس نہایت حسین و خوبصورت لڑکوں کی شکل میں پہونچے، حضرت لوط ان کو مہمان سمجھے اور بہت فکر مند ہوئے کیونکہ وہ اپنی قوم کی خباثت سے واقف تھے، ان مہمانوں کو اگر اپنے پاس روکتے ہیں تو ڈر ہے کہ لوگ ان کے گھر پر چڑھ آئیں گے اور ان مہمانوں کے ساتھ بدسلوکی کریں گے اور اگر ان کی مہمان نوازی نہ کی جائے تو یہ رسول کی شان کے خلاف ہے، بس آپ اسی کش مکش میں مبتلا تھے اور دل ہی دل میں کہہ رہے تھے کہ آج کا دن بڑی مصیبت کا ہے۔

بہر حال وہ مہمان آپؑ کے یہاں ٹھہر گئے، حضرت لوط کی بیوی جو ان خبیث کافروں کے ساتھ ملی ہوئی تھی اس نے جا کر اپنی قوم کو ان مہمانوں کی اطلاع دیدی، وہ بدمعاش فوراً ہی دوڑے ہوئے

آئے اور حضرت لوط ؑ سے مطالبہ کیا کہ ان مہمانوں کو ہمارے سپرد کر دیں ہمارا جو جی چاہے گا ان کے ساتھ کریں گے، حضرت لوط ؑ نے ان کو بہت سمجھایا مگر یہ کسی طرح نہ مانتے اور اپنی ضد پر قائم رہے، بالآخر حضرت لوط ؑ نے اپنے مہمانوں کی عزت بچانے کیلئے ان نامعقول اور بے حیاؤں سے فرمایا یہ میری بیٹیاں ہیں، تم خلافِ فطرت حرکت (لواطت و اغلام بازی) چھوڑ کر میری ان بیٹیوں سے حلال طریقہ سے اپنی خواہشات پورا کرلو۔

ایک شبہ کا جواب

حضرت لوط ؑ کے اس فرمان پر یہ شبہ ہوتا ہے کہ یہ بات ایک شریف انسان اور بالخصوص ایک پیغمبر کی شان کے خلاف ہے کہ وہ اپنی بیٹیوں کو ایسے خبیث لوگوں کیلئے پیش کرے۔

علمائے مفسرین و محققین رہ نے اس کے دو جواب دیئے ہیں ۱۔ پیغمبر اپنی قوم کے لئے مثل باپ کے ہوتا ہے اور پوری امت اس کی روحانی اولاد ہوتی ہے بس حضرت لوط ؑ کا یہ مطلب تھا کہ بدبختو! قوم کی لڑکیوں سے نکاح کرکے ان سے اپنی خواہش پوری کرو وہ تمہارے لئے حلال ہیں۔ ۲۔ جو لوگ حضرت لوط ؑ کے گھر پر چڑھ کر آئے تھے وہ تمام اپنے دو سرداروں کی حمایت میں آئے تھے کہ ان مہمانوں کو ہمارے ان دونوں سرداروں کے سپرد کر دیں، حضرت لوط ؑ کے اپنی حقیقی دو کنواری بیٹیاں تھیں آپ نے ان سرداروں سے فرمایا کہ تم اس خبیث اور غیر فطری حرکت سے باز آجاؤ اور میری ان بیٹیوں سے نکاح کرکے جائز طریقہ سے اپنی ضرورت پوری کرو۔ اس زمانہ میں مسلمان لڑکی کا کافر کے ساتھ نکاح جائز تھا جیسا کہ مذہب اسلام کے ابتدائی دور میں بھی یہ طریقہ جائز تھا بعد میں ممانعت آگئی، حضرت لوط ؑ نے اپنی قوم کو مخاطب کرکے فرمایا خدا سے ڈرو اور اس طرح کی نازیبا حرکتوں سے توبہ کرو، قوم نے جب کوئی اثر نہیں لیا تو آپ نے فرمایا کیا تم میں کوئی شریف اور باعزت آدمی نہیں جو میری فریاد پر دھیان دے اور ان سرداروں کو سمجھائے، مگر افسوس کہ ان کمبختوں نے اللہ کے رسول کی اس عظیم قربانی کو بھی ٹھکرا دیا اور اپنی ضد پر اڑے رہے اور زبردستی کرنے لگے تو اس وقت ہر طرح سے عاجز آکر آپ نے سوچا کاش مجھ میں اتنی طاقت ہوتی کہ میں ان بدمعاش لوگوں کا خود مقابلہ کرتا یا میرے ساتھ کوئی گروہ اور کنبہ ہوتا جو میرے مہمانوں کو ان ظالموں کے ہاتھ سے بچاتا۔

جب ان فرشتوں نے حضرت لوط ؑ کو اس قدر بے چین و پریشان دیکھا تو اپنی اصلیت ظاہر کر دی کہ ہم اللہ کے بھیجے ہوئے فرشتے ہیں، آپ کی اس خبیث قوم کو عذاب دینے آئے ہیں، آپ قطعاً پریشان نہ ہوں بس اپنے اہل و عیال (مومنوں) کو اپنے ساتھ لے کر رات کے آخری حصہ میں یہاں سے تشریف لے جائیے اور ان کو تاکید کر دیجئے کہ پیچھے مڑ کر نہ دیکھیں، اور اپنی بیوی

کو ساتھ نہ لیں کیونکہ وہ کافروں میں سے ہے اس پر بھی وہی عذاب نازل ہونے والا ہے جو پوری قوم پر آئیگا
بعض مفسرینؒ نے فرمایا کہ بیوی بھی آپ کے ساتھ چلے گی مگر وہ آپ کی تاکید پر عمل نہیں کریگی
چنانچہ بعض روایات میں ہے کہ ایسا ہی ہوا، جب عذاب کا دھما کا سنائی دیا تو آپ کی بیوی نے فوراً مڑ کر دیکھا اور قوم کی ہلاکت پر رنج و دُکھ کے ساتھ افسوس کرنے لگی اسی وقت ایک پتھر آکر اسکے لگا اور اس کو ہلاک کر دیا۔

فرشتوں نے آپ سے فرمایا کہ خوش ہوجائیے، اب ان خبیثوں کی ہلاکت میں کچھ دیر نہیں ہے صبح ہوتے ہی سب کا صفایا ہو جائے گا، چنانچہ صبح ہوتے ہی ان پر عذاب نازل کرنے کا حکم اللہ نے فرمایا، حضرت جبرئیلؑ ان کی بستیوں کو اٹھا کر آسمان کے قریب لے گئے اور وہاں سے نیچے پٹک دیا اس طرح ان کی بستیوں کو الٹ دیا، یہ سزا ان کی خبیث حرکت سے ظاہری مناسبت بھی رکھتی ہے اور پھر ان پر جھانویدار پتھر لگاتار برسائے گئے جن پر اس طرح کی کوئی خاص علامت تھی جو عام پتھروں سے ممتاز کرکے یہ ظاہر کرتی تھی کہ یہ عذاب الٰہی کے پتھر ہیں، بعض مفسرینؒ نے فرمایا ہے کہ ہر پتھر پر اس کا نام لکھا ہوا تھا جس کی ہلاکت کا وہ سبب بنا۔

وَمَا هِيَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ بِبَعِيْدٍ یعنی کافرین مکہ کو چاہیئے کہ اس قصہ سے عبرت حاصل کریں، کیونکہ قوم لوط کی وہ بستیاں ان ظالموں سے دور نہیں بلکہ شام کے راستہ میں وہ کھنڈرات موجود ہیں جن سے قوم لوط کی بربادی کے آثار جھلکتے ہیں۔

بعض مفسرینؒ نے اس آیت کا یہ مطلب بیان فرمایا ہے کہ اس طرح کا عذاب آج بھی ایسے ظالموں سے دور نہیں جو لوگ قوم لوط کی اس غیر فطری حرکت میں مبتلا ہیں وہ اپنے کو اس عذاب سے دور نہ سمجھیں، اب بھی یہ عذاب آسکتا ہے چنانچہ جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ میری امت میں بھی کچھ لوگ وہ بدفعلی کریں گے جو قوم لوط کرتی تھی، جب ایسا ہونے لگے تو انتظار کرو کہ ان پر بھی وہی عذاب آئیگا جو قوم لوط پر آیا تھا، الامانُ الحفیظ۔

نوٹ:۔ اس قصہ کا ابتدائی حصہ سورۂ اعراف میں تفصیل کے ساتھ گذر چکا ہے، آسان تفسیر پارہ ۸، ص ۸۳ پر ملاحظہ کریجئے۔

اقوال و تحقیق

اَلَيْسَ الصُّبْحُ بِقَرِيْبٍ :۔ حضرت تھانویؒ نے درمنثور کی روایت کے حوالہ سے اس کی یہ تفسیر فرمائی ہے کہ جب فرشتوں نے حضرت لوطؑ کو بتلایا کہ ان پر عذاب صبح کے وقت آئیگا تو آپ نے فرمایا کہ میں چاہتا ہوں اور بھی جلد آجائے اس پر فرشتوں نے کہا صبح تو کچھ دور نہیں بالکل قریب ہے۔

وَاِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا ۭ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ

اور ہم نے مدین کی طرف ان کے بھائی شعیبؑ کو بھیجا انھوں نے فرمایا کہ اے میری قوم تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اس

غَيْرُهٗ ۭ وَلَا تَنْقُصُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ اِنِّىْٓ اَرٰىكُمْ بِخَيْرٍ وَّاِنِّىْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ

کے سوا کوئی تمھارا معبود نہیں اور ناپ تول میں کمی مت کیا کرو میں تم کو فراغت کی حالت میں دیکھتا ہوں اور مجھ کو تم پر اندیشہ

عَذَابَ يَوْمٍ مُّحِيْطٍ ۝۸۴ وَيٰقَوْمِ اَوْفُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ وَلَا تَبْخَسُوا

ہے ایسے دن کے عذاب کا جو جامع ہوگا اور اے میری قوم تم ناپ اور تول پوری پوری کیا کرو اور لوگوں کا ان

النَّاسَ اَشْيَاۗءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ۝۸۵ بَقِيَّتُ اللّٰهِ خَيْرٌ لَّكُمْ

کی چیزوں میں نقصان مت کیا کرو اور زمین میں فساد کرتے ہوئے حد سے مت نکلو، اللہ کا دیا ہوا جو کچھ بچ جائے وہ

اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ڬ وَمَآ اَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيْظٍ ۝۸۶ قَالُوْا يٰشُعَيْبُ اَصَلٰوتُكَ

تمھارے لئے بدرجہا بہتر ہے اگر تم کو یقین آوے اور میں تمھارا پہرہ دینے والا تو ہوں نہیں وہ لوگ یہ کہنے لگے کہ اے

تَاْمُرُكَ اَنْ نَّتْرُكَ مَا يَعْبُدُ اٰبَاۗؤُنَآ اَوْ اَنْ نَّفْعَلَ فِيْٓ اَمْوَالِنَا مَا نَشٰۗؤُا ۭ اِنَّكَ

شعیبؑ کیا تمھارا تقدس تم کو تعلیم کر رہا ہے کہ ہم ان چیزوں (کی پرستش) چھوڑ دیں جن کی پرستش ہمارے بڑے کرتے آئے ہیں

لَاَنْتَ الْحَلِيْمُ الرَّشِيْدُ ۝۸۷ قَالَ يٰقَوْمِ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰي بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ

یا اس بات کو چھوڑ دیں کہ ہم اپنے مال میں جو چاہیں تصرف کریں واقعی آپ ہیں بڑے عقلمند دین پر چلنے والے، شعیبؑ نے فرمایا اے میری قوم

وَرَزَقَنِيْ مِنْهُ رِزْقًا حَسَنًا ۭ وَمَآ اُرِيْدُ اَنْ اُخَالِفَكُمْ اِلٰي مَآ اَنْهٰىكُمْ عَنْهُ ۭ اِنْ

بھلا یہ تو بتلاؤ کہ اگر میں اپنے رب کی جانب سے دلیل پر ہوں اور اس نے مجھ کو اپنی طرف سے ایک عمدہ دولت دی ہو تو پھر کیسے

اُرِيْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ ۭ وَمَا تَوْفِيْقِيْٓ اِلَّا بِاللّٰهِ ۭ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ

تبلیغ نہ کروں اور میں یہ نہیں چاہتا ہوں کہ تمھارے برخلاف ان کاموں کو کروں جن سے تمکو منع کرتا ہوں میں تو اصلاح چاہتا ہوں جہاں

وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ ۝۸۸ وَيٰقَوْمِ لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شِقَاقِيْٓ اَنْ يُّصِيْبَكُمْ مِّثْلُ مَآ اَصَابَ

تک میرے امکان میں ہے اور مجھ کو جو کچھ توفیق ہو جاتی ہے صرف اللہ ہی کی مدد سے ہے اسی پر میں بھروسہ رکھتا ہوں اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں

قَوْمَ نُوْحٍ اَوْ قَوْمَ هُوْدٍ اَوْ قَوْمَ صٰلِحٍ ؕ وَمَا قَوْمُ لُوْطٍ مِّنْكُمْ بِبَعِيْدٍ ﴿۸۹﴾ وَاسْتَغْفِرُوْا

اور اے میری قوم میری ضد تمہارے لئے اسکا باعث نہ ہو جاوے کہ تم پر بھی اسی طرح کی مصیبتیں آپڑیں جیسے قوم نوحؑ یا قوم ہودؑ یا قوم صالحؑ پر پڑی تھیں

رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ ؕ اِنَّ رَبِّيْ رَحِيْمٌ وَّدُوْدٌ ﴿۹۰﴾ قَالُوْا يٰشُعَيْبُ مَا نَفْقَهُ كَثِيْرًا

اور قوم لوطؑ تو تم سے دور نہیں ہوئی اور تم اپنے رب سے اپنے گناہ معاف کراؤ پھر اسکی طرف متوجہ ہو بیشک میرا رب بڑا مہربان بڑی محبت والا ہے وہ لوگ کہنے لگے

مِّمَّا تَقُوْلُ وَاِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْنَا ضَعِيْفًا ۚ وَلَوْلَا رَهْطُكَ لَرَجَمْنٰكَ ؗ وَمَآ اَنْتَ

کہ اے شعیبؑ بہت سی باتیں تمہاری کہی ہوئی ہماری سمجھ میں نہیں آتیں اور ہم تمکو اپنے میں کمزور دیکھ رہے ہیں اور اگر تمہارے خاندان کا پاس

عَلَيْنَا بِعَزِيْزٍ ﴿۹۱﴾ قَالَ يٰقَوْمِ اَرَهْطِيْٓ اَعَزُّ عَلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاتَّخَذْتُمُوْهُ وَرَآءَكُمْ

نہ ہوتا تو ہم تمکو سنگسار کر چکے ہوتے اور ہماری نظر میں تمہاری تو کچھ توقیر ہی نہیں، شعیبؑ نے فرمایا کہ اے میری قوم کیا میرا خاندان تمہارے نزدیک

ظِهْرِيًّا ؕ اِنَّ رَبِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ ﴿۹۲﴾ وَيٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ اِنِّيْ

اللہ سے بھی زیادہ با توقیر ہے اور اسکو تم نے پس پشت ڈالدیا یقیناً میرا رب تمہارے سب اعمال کو احاطہ کئے ہوئے ہے اور اے میری قوم تم اپنی حالت پر

عَامِلٌ ؕ سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ مَنْ يَّاْتِيْهِ عَذَابٌ يُّخْزِيْهِ وَمَنْ هُوَ كَاذِبٌ ؕ

عمل کرتے رہو میں بھی عمل کر رہا ہوں اب جلدی تمکو معلوم ہوا جاتا ہے کہ وہ کون شخص ہے جس پر ایسا عذاب آیا چاہتا ہے جو اسکو رسوا کریگا اور وہ کون

وَارْتَقِبُوْٓا اِنِّيْ مَعَكُمْ رَقِيْبٌ ﴿۹۳﴾ وَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا شُعَيْبًا وَّالَّذِيْنَ

شخص ہے جو جھوٹا تھا اور تم بھی منتظر رہو میں بھی تمہارے ساتھ منتظر ہوں اور جب ہمارا حکم آپہونچا ہم نے شعیبؑ اور جو ان کی ہمراہی میں اہل

اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا ۚ وَاَخَذَتِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ

ایمان تھے ان کو اپنی عنایت سے بچا لیا اور ان ظالموں کو ایک سخت آواز نے آپکڑا سو اپنے گھروں کے اندر اوندھے گرے رہ گئے جیسے

دِيَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ﴿۹۴﴾ ۙ كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا ؕ اَلَا بُعْدًا لِّمَدْيَنَ كَمَا بَعِدَتْ ثَمُوْدُ ﴿۹۵﴾ ع ۸

کبھی ان گھروں میں بسے ہی نہ تھے خوب سن لو مدین کو رحمت سے دوری ہوئی جیسا ثمود رحمت سے دور ہوئے تھے

حضرت شعیب اور ان کی قوم کا قصہ

تمام نبیوں کی طرح حضرت شعیب علی نبینا وعلیہ السلام نے بھی اپنی قوم کو کفر و شرک سے باز آنے اور توحید و رسالت قبول کرنے کی دعوت پیش کی اور پچھلی تمام قوموں کی طرح اس قوم نے بھی اپنے پیغمبر کی نافرمانی کی اور بالآخر

عذاب میں مبتلا ہو کر ہلاک ہوئیں۔

اس قوم میں ایک زبردست عیب یہ بھی تھا کہ وہ ناپ تول میں کمی کیا کرتی تھی، آپؑ نے ان کو اس سے بھی منع فرمایا کہ کفر و شرک کر کے ناپ تول میں کمی کر کے یا دوسرے طریقے سے لوگوں کے حق مار کر ظلم کر کے زمین میں فساد مت مچاؤ، اس قوم کے متعلق یہ بھی مروی ہے کہ یہ ڈاکہ ڈالتی اور امانت میں خیانت کرتی تھی، آپ کی یہ نصیحت سن کر بطور مذاق کہنے لگے ایسا لگتا ہے بس آپ ہی پوری قوم میں عقلمند اور نیک ہیں باقی ہم اور ہمارے بزرگ سب پاگل تھے، حضرت شعیب نماز بہت پڑھا کرتے تھے، کہنے لگے شاید آپ کی نماز یہ حکم دیتی ہے کہ ہم سے ہمارے بزرگوں کا دین چھڑا دیں اور ہم اپنے معاملات میں آپ کے محتاج ہو جائیں کہ کیا جائز ہے کیا ناجائز۔

قوم کی ان کڑوی باتوں کا جواب آپ نے بڑے میٹھے انداز میں دیا فرمایا میرے عزیزو میں صرف تمھاری ہمدردی اور بھلائی کیلئے یہ نصیحتیں کرتا ہوں اور ذرا اس پر بھی تو دھیان دو کہ جن بری باتوں سے میں تم کو منع کرتا ہوں خود بھی تو ان کو نہیں کرتا، ان سے بچتا ہوں ایسا نہیں کہ میں تمکو دنیا حاصل کرنے سے روکوں اور خود سمیٹنے لگوں، آپ نے فرمایا میری باتوں پر ٹھنڈے دل سے غور کرو، بلا سوچے سمجھے میری مخالفت پر کمربستہ نہ ہوں کہیں ایسا نہ ہو کہ اس عداوت و مخالفت کی وجہ سے تم پر کوئی ایسا سخت تباہ کن عذاب آجائے جیسا تم سے پہلے قوم نوح یا قوم ہود یا قوم صالح یا قوم لوط علیہم السلام پر آچکا ہے اور قوم لوط کا واقعہ گذرے تو ابھی زیادہ عرصہ بھی نہیں ہوا۔ نیز ان کی الٹی ہوئی بستیاں بھی تمھاری بستیوں سے زیادہ دور نہیں قریب ہی ہیں جا کر دیکھو ان کا کیا انجام ہوا اس سے عبرت حاصل کرو، اور کفر و شرک سے توبہ کر کے خدائے وحدہ لاشریک لہ کی بندگی اختیار کر کے اپنی آخرت سنوار لو۔

حضرت شعیبؑ کی یہ باتیں سنکر قوم اور بھی جوش میں آگئی اور کہنے لگی آپ کے کنبہ کے لوگ جو ہمارے ساتھ ہیں ان کا خیال آتا ہے نہیں تو اب تک آپ کو سنگسار کر ڈالتے، آپ نے فرمایا افسوس اور تعجب ہے کہ خاندان کی وجہ سے میری رعایت کرتے ہو اس وجہ سے نہیں کرتے کہ میں خدا کا بھیجا ہوا ہوں، اور واضح نشانات اپنی سچائی پر دکھا رہا ہوں گویا تمھاری نظر میں میرے کنبہ کی عزت اور اس کا دباؤ اللہ تعالیٰ کی عزت و قدرت سے زیادہ ہے۔

بہرحال جب قوم تمام کوششوں کے باوجود اپنی ہٹ دھرمی اور ضد پر قائم رہی تو آپ نے فرمایا خدا کے فضل سے میں دین حق پر ہوں بس اب ہم اور تم دونوں آسمانی فیصلہ کا انتظار کرتے ہیں، بالآخر عذاب کا وقت آیا اور حضرت جبرئیلؑ کی ایک سخت چیخ سے پوری قوم ہلاک ہوگئی، صبح کو اپنے گھروں میں اوندھے پڑے ہوئے ملے، اس عذاب سے اللہ تعالیٰ نے حضرت شعیب اور آپ کے ساتھیوں کو اپنی رحمت سے بچا لیا۔

قوم شعیبؑ پر عذاب کی نوعیت

قوم شعیب پر عذاب کس طرح آیا؟ یہاں ذکر ہے کہ فرشتہ کی چیخ سے ہلاک کئے گئے اور سورۂ اعراف میں گذرا کہ زلزلہ سے ہلاک کئے گئے اور سورۂ شعراء میں ہے عذاب کے بادل ان پر مسلّط کر دئے گئے تھے ان سے ہلاک ہوئے علامہ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ کلام پاک میں موقع کے مطابق اللہ نے ایک ایک عذاب کا ذکر فرمادیا ہے، اور جب عذاب دیا گیا تھا اس وقت ان تینوں چیزوں سے اس قوم کو ہلاک کیا گیا بہت ممکن ہے چیخ ہی سے زلزلہ کی کیفیت پیدا ہوگئی ہو اور پھر آسمان سے ان پر آگ کا عذاب نازل کیا گیا جیساکہ صاحب قصص القرآن لکھتے ہیں کہ گھٹنوں کے بل اوندھے جھلسے ہوئے پڑے ہیں، اس قصہ کی تفصیل سورۂ اعراف آسان تفسیر پارہ ۸ ص ۷۹ پر گذر چکی ہے۔ وہاں دیکھ لی جائے۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿٩٦﴾ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ

اور ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو اپنے معجزات اور دلیل روشن دیکر فرعون اور اس کے سرداروں کے پاس بھیجا سو وہ

فَاتَّبَعُوْٓا اَمْرَ فِرْعَوْنَ ۚ وَمَآ اَمْرُ فِرْعَوْنَ بِرَشِيْدٍ ﴿٩٧﴾ يَقْدُمُ قَوْمَهٗ يَوْمَ

لوگ فرعون کی رائے پر چلتے رہے اور فرعون کی رائے کچھ صحیح نہ تھی وہ قیامت کے دن اپنی قوم سے آگے

الْقِيٰمَةِ فَاَوْرَدَهُمُ النَّارَ ۭ وَبِئْسَ الْوِرْدُ الْمَوْرُوْدُ ﴿٩٨﴾ وَاُتْبِعُوْا فِيْ هٰذِهٖ لَعْنَةً

آگے ہوگا پھر ان کو دوزخ میں جا اتارے گا اور وہ دوزخ بہت ہی بری جگہ ہے اترنے کی جس میں یہ لوگ اتارے جاویں گے

وَّيَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ بِئْسَ الرِّفْدُ الْمَرْفُوْدُ ﴿٩٩﴾

اور اس دنیا میں بھی لعنت ان کے ساتھ ہوگی اور قیامت کے دن بھی برا انعام ہے جو ان کو دیا گیا۔

تفسیر: ان آیات میں ارشاد خداوندی ہے کہ ہم نے موسیٰؑ کو فرعون اور اس کے سرداروں کے پاس اپنے معجزات اور روشن دلیل دے کر بھیجا، حضرت موسیٰؑ نے ان کو کفر وشرک سے باز رہنے اور توحید و رسالت کو تسلیم کر لینے کی دعوت دی مگر اس کے سرداروں نے اس کو ٹھکرا دیا، فرعون کفر وشرک پر قائم رہا اور وہ لوگ بھی فرعون کی گمراہ روش پر چلتے رہے۔ بس جس طرح ان لوگوں نے فرعون کی دنیا میں اندھی تقلید کی ہے اسی طرح آخرت میں بھی اس کی اسی طرح پیروی کریں گے، فرعون آگے آگے اور یہ سب پیچھے پیچھے آخری منزل جہنم تک پہونچ جائیں گے جہاں انھیں ٹھنڈے پانی کی جگہ بھسم کر دینے والی آگ ملے گی۔ دنیا میں بھی قیامت تک ان پر لعنت ہوتی رہے گی، اور قیامت کے دن بھی ان پر لعنت کی جائے گی، بس یہی انجام ہے ایسے سرکشوں کا۔

ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْقُرٰى نَقُصُّهٗ عَلَيْكَ مِنْهَا قَآىِٕمٌ وَّحَصِيْدٌ ۝١٠٠ وَمَا

یہ (غارت شدہ) بستیوں کے بعض حالات تھے جن کو ہم آپ سے بیان کرتے ہیں بعض بستیاں تو ان میں قائم ہیں اور بعض کا

ظَلَمْنٰهُمْ وَلٰكِنْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَمَآ اَغْنَتْ عَنْهُمْ اٰلِهَتُهُمُ الَّتِيْ يَدْعُوْنَ

بالکل خاتمہ ہوگیا اور ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا لیکن انھوں نے خود ہی اپنے اوپر ظلم کیا سو ان کے وہ معبود جن کو وہ خدا کو چھوڑ

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ لَّمَّا جَآءَ اَمْرُ رَبِّكَ ۭ وَمَا زَادُوْهُمْ غَيْرَ تَتْبِيْبٍ ۝١٠١

کر پوجتے تھے ان کو کچھ فائدہ نہ پہنچا سکے جب آپ کے رب کا حکم آپہونچا اور الٹا ان کو نقصان پہونچایا اور آپ کے

وَكَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَآ اَخَذَ الْقُرٰى وَهِىَ ظَالِمَةٌ ۭ اِنَّ اَخْذَهٗٓ اَلِيْمٌ

رب کی دار و گیر ایسی ہے جب وہ کسی بستی والوں پر دار و گیر کرتا ہے جب کہ وہ ظلم کیا کرتے ہیں بلاشبہ اس کی

شَدِيْدٌ ۝١٠٢

دار و گیر بڑی الم رساں سخت ہے۔

تفسیر اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں کہ پچھلی قوموں (مثلاً قوم نوح، قوم لوط، قوم عاد و ثمود، قوم فرعون وغیرہ) کے قصے جو تمکو سنائے گئے ہیں کہ کس طرح انھوں نے ہمارے پیغمبروں کی نافرمانی کی اور پھر کس طرح ہمارے عذاب میں گرفتار ہوئے ان میں سے بعض کی بستیاں ابھی باقی ہیں جیسے ملک مصر اور بعض کے کھنڈرات باقی ہیں جیسے قوم لوط کی بستیاں اور بعض کا نام و نشان بھی صفحۂ ہستی پر باقی نہیں رہا۔

ایک سوال کا جواب ان قوموں کی تباہ کن داستانیں سن کر کسی کے ذہن میں یہ سوال نہ آئے کہ یہ تو ان پر کھلا ہوا ظلم ہے، کیونکہ اللہ پاک نے ان کو بے قصور سزا نہیں دی بلکہ جب یہ جرائم کے ارتکاب میں حد سے نکل گئے اور اس طرح اپنے کو کھلم کھلا سزا کا مستحق ٹھہرادیا تب خدا کا عذاب آیا۔

اور جن معبودوں (بتوں) کو یہ اپنا محافظ سمجھتے تھے وہ ان کی مصیبت میں قطعاً کام نہ آئے بلکہ اُلٹے ہلاکت کا سبب بنے کہ انھی کی پوجا کی وجہ سے ان کو عذاب میں مبتلا ہونا پڑا، بلاشبہ اللہ تعالیٰ کی گرفت بڑی سخت ہے جب کوئی قوم کفر و شرک اور نافرمانی و سرکشی میں حد سے بڑھ جاتی ہے تو اللہ پاک سخت دردناک سزا دیتے ہیں، حتیٰ کہ ان کی بستیوں کو الٹ دیتے ہیں۔

اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لِّمَنْ خَافَ عَذَابَ الْاٰخِرَةِ ؕ ذٰلِكَ یَوْمٌ مَّجْمُوْعٌ ۙ لَّهُ

ان واقعات میں اس شخص کے لئے بڑی عبرت ہے جو آخرت کے عذاب سے ڈرتا ہو وہ ایسا دن ہوگا کہ اس میں تمام آدمی جمع کئے جائیں گے

النَّاسُ وَ ذٰلِكَ یَوْمٌ مَّشْهُوْدٌ ﴿۱۰۳﴾ وَمَا نُؤَخِّرُهٗۤ اِلَّا لِاَجَلٍ مَّعْدُوْدٍ ﴿۱۰۴﴾ یَوْمَ

اور وہ سب کی حاضری کا دن ہے اور ہم اسکو صرف تھوڑی مدت کے لئے ملتوی کئے ہوئے ہیں جس وقت وہ دن آدے گا

یَاْتِ لَا تَكَلَّمُ نَفْسٌ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ۚ فَمِنْهُمْ شَقِیٌّ وَّسَعِیْدٌ ﴿۱۰۵﴾ فَاَمَّا الَّذِیْنَ شَقُوْا

کوئی شخص بدون خدا کی اجازت کے بات تک نہ کر سکے گا پھر انمیں بعضے تو شقی ہوں گے اور بعضے سعید ہوں گے سو جو لوگ شقی ہیں وہ تو

فَفِی النَّارِ لَهُمْ فِیْهَا زَفِیْرٌ وَّشَهِیْقٌ ﴿۱۰۶﴾ ۙ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ

دوزخ میں ایسے حال سے ہوں گے کہ اس میں ان کی چیخ دپکار پڑی رہے گی ہمیشہ ہمیش کو اس میں رہیں گے جب تک کہ آسمان وزمین

وَالْاَرْضُ اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ ؕ اِنَّ رَبَّكَ فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ ﴿۱۰۷﴾ وَاَمَّا الَّذِیْنَ

قائم ہیں ہاں اگر خدا ہی کو منظور ہو تو دوسری بات ہے آپ کا رب جو کچھ چاہے اسکو پورے طور پر کر سکتا ہے اور رہ گئے وہ لوگ جو

سُعِدُوْا فَفِی الْجَنَّةِ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اِلَّا

سعید ہیں سو وہ جنت میں ہوں گے وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ کو رہیں گے جب تک آسمان وزمین قائم ہیں ہاں اگر خدا ہی کو

مَا شَآءَ رَبُّكَ ؕ عَطَآءً غَیْرَ مَجْذُوْذٍ ﴿۱۰۸﴾

منظور ہو (تو دوسری بات ہے) وہ غیر منقطع عطیہ ہوگا

تفسیر

ارشاد ہے کہ پچھلی قوموں کے واقعات میں بڑی عبرت ہے اس شخص کے لئے جو آخرت کے عذاب سے ڈرتا ہے وہ سوچے گا جب اللہ کا عذاب دنیا میں اس قدر سخت ہے تو آخرت میں جو اصل بدلہ کی جگہ ہے وہاں کس قدر سخت اور دردناک عذاب ہوگا۔

اس کے بعد فرمایا کہ آخرت کا دن (قیامت) ایسا ہوگا کہ اس میں تمام انسان، جنات، فرشتے اور دیگر تمام مخلوقات کو جمع کیا جائے گا اس روز خدا کی اس عدالت میں تمام اگلی پچھلی مخلوق موجود ہوگی کوئی ایک فرد بھی غیر حاضر نہیں ہوگا

اس عظیم دن کے متعلق زمانۂ جاہلیت کے عرب اور آج کے معترضین بھی کہتے ہیں کہ آخر یہ دن آئے گا کب ؟، اسکا قرآن کریم نے ہر جگہ ایک ہی جواب دیا ہے کہ اللہ کے علم میں جو میعاد اس کے لئے مقرر ہے

وہ ٹھیک اسی وقت آئیگا ایک لمحہ بھی آگے پیچھے نہیں ہوگا۔ اس کے آنے میں کسی قسم کا شک مت کرو، وہ یقینی طور پر آئیگا اور اس دن کی ہیبت کا عالم یہ ہوگا کہ کسی میں بھی یہ ہمت و جرأت نہ ہوگی کہ بغیر خدا کی اجازت ایک لفظ بھی زبان سے نکال سکے، میدان محشر میں کچھ لوگ بدبخت (کافر) ہوں گے اور کچھ لوگ نیک بخت (مومن) ہوں گے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا ہم ایک جنازہ کے ساتھ نکلے، بقیع نامی قبرستان میں پہونچے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی (چھڑی ہاتھ میں لئے سامنے سے آتے) نظر آئے آپ تشریف لاکر بیٹھ گئے تھوڑی دیر چھڑی سے زمین کو کریدتے رہے پھر فرمایا کوئی جان ایسی نہیں کہ جنت یا دوزخ میں (پہلے سے) اس کی جگہ لکھ نہ دی گئی ہو یا اس کا بدبخت و نیک بخت ہونا نہ لکھ دیا گیا ہو، یہ سنکر ایک شخص نے عرض کیا یارسول اللہ تو پھر میں اپنے (مقدر میں) لکھے پر بھروسہ کیوں نہ کروں اور عمل کو ترک کیوں نہ کردوں، حضورؐ نے فرمایا نہیں، عمل کئے جاؤ ہر ایک کو (تقدیر میں لکھے ہوئے عمل کی) توفیق دی جاتی ہے، اور نیک بختوں کو نیک بخت والے عمل کی توفیق دی جاتی ہے

بہر حال جو لوگ بدبخت ہوں گے وہ دوزخ میں ایسے حال میں ہوں گے کہ اس میں ان کی چیخ دپکار پڑی رہے گی اور وہ ہمیشہ اسی میں رہیں گے اور وہاں سے نکلنے کی کوئی سبیل نہ ہوگی، ہاں اگر خدا ہی کو نکالنا منظور ہو تو اور بات ہے، کیونکہ خدائے تعالیٰ جو کچھ چاہے اس کو پورے طور پر کرسکتا ہے مگر ان بدبخت کافروں کو جہنم سے نکلنا نصیب نہ ہوگا، کیونکہ حق تعالیٰ شانہ جو اصول بنا چکے ہیں وہ ان کو ہرگز نہیں توڑیں گے، اللہ نے فرمایا کہ کافر ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے اور مومن آخر کار جنت میں جائیں گے بس اس کے خلاف قطعاً نہیں ہوسکتا۔ اور جو لوگ نیک بخت ہوں گے وہ جنت میں جائیں گے اور ہمیشہ اسی میں رہیں گے۔

فَلَا تَكُ فِيْ مِرْيَةٍ مِّمَّا يَعْبُدُ هٰٓؤُلَآءِ ۭ مَا يَعْبُدُوْنَ اِلَّا كَمَا يَعْبُدُ اٰبَاۗؤُهُمْ مِّنْ

سو جس چیز کی یہ پرستش کرتے ہیں اسکے بارے میں ذرا شبہ نہ کرنا یہ لوگ بھی اسی طرح عبادت کررہے ہیں جس طرح ان کے قبل

قَبْلُ ۭ وَاِنَّا لَمُوَفُّوْهُمْ نَصِيْبَهُمْ غَيْرَ مَنْقُوْصٍ ﴿۱۰۹﴾

انکے باپ دادا عبادت کرتے تھے اور ہم یقیناً ان کا حصہ ان کو پورا پورا بے کم و کاست پہونچا دیں گے

اقوال و تحقیق:۔ مَادَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ کا ترجمہ مفسرینؒ نے ہمیشہ کیا ہے، یہ عرب کے محاورہ کے مطابق ہے کیونکہ اہل عرب جب کسی چیز کے دوام و ابدیت کو بتلانا چاہتے ہیں تو اس وقت یہی جملہ مادامت الخ بولتے ہیں۔

کفر کی ترقی سے دھوکہ نہ کھائیے

اس آیت میں بیان ہے کہ اتنی مخلوق کا کفر و شرک کے راستہ پر چلنا کوئی ایسی چیز نہیں جس سے دھوکا کھا کر آدمی شبہ میں پڑ جائے کہ یہی صحیح راستہ ہے، حقیقت یہ ہے کہ ان کے پاس کوئی معقول دلیل بھی نہیں، بس یہ اپنے باپ داداؤں کی اندھی تقلید اختیار کئے ہوئے ہیں جلد ہی ان کو غلط راستہ (کفر و شرک) اختیار کرنے کی پوری پوری سزا مل جائے گی، بس ان کے لئے صرف چند روزہ دنیوی زندگی ہی میں عیش و عشرت اور راحت و آرام ہے، اسکے بعد مصیبت ہی مصیبت ہے۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ فَاخْتُلِفَ فِيْهِ ۭ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ

اور ہم نے موسیٰؑ کو کتاب دی تھی تو اس میں اختلاف کیا گیا اور اگر ایک بات نہ ہوتی جو آپ کے رب کی طرف سے پہلے

مِنْ رَّبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ۭ وَاِنَّهُمْ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيْبٍ ﴿۱۱۰﴾ وَاِنَّ كُلًّا

ٹھہر چکی ہے تو ان کا فیصلہ ہو چکا ہوتا اور یہ لوگ اس کی طرف سے ایسے شک میں ہیں جس نے ان کو تردد میں ڈال رکھا ہے۔

لَّمَّا لَيُوَفِّيَنَّهُمْ رَبُّكَ اَعْمَالَهُمْ ۭ اِنَّهٗ بِمَا يَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿۱۱۱﴾

اور بالیقین سب کے سب ایسے ہی ہیں کہ آپ کا رب ان کو ان کے اعمال کا پورا پورا حصہ دے گا وہ بالیقین ان کے اعمال کی پوری خبر رکھتا ہے

تفسیر:- جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کو توریت دیکر بھیجا تو ان کی قوم میں تفریق پیدا ہوگی کچھ نے توریت کو مانا کچھ نے اس کا انکار کیا، جس طرح قرآن کریم کے متعلق آج یہی اختلاف ہو رہا ہے، بلا شک و شبہ اللہ کو یہ قدرت تھی کہ اپنی کتاب کے نہ ماننے والوں کا صفایا کر کے اختلاف کا خاتمہ کر دیتے مگر اللہ پاک کا اصول ہے کہ وہ ہر ایک کو مہلت دیتا ہے اور پھر ایک خاص وقت (قیامت) میں ان کا فیصلہ کرے گا، اس مہلت اور ڈھیل کی وجہ سے یہ لوگ فیصلہ اور سزا کے دن (قیامت) میں شبہ کرنے لگے کہ جب عذاب ابھی تک نہیں آیا تو اب کیا آئیگا۔؟
مگر یہ بات بالکل اٹل ہے کہ جب اللہ کے عذاب کا مقررہ وقت آئیگا تو یقیناً ذرہ ذرہ کا حساب کر دیا جائیگا، تاخیر عذاب سے یہ مت سمجھو کہ اسے تمھارے اعمال کی خبر نہیں وہ تمھارے ہر چھوٹے بڑے ظاہر و پوشیدہ عمل سے بخوبی واقف ہے۔

فَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ وَمَنْ تَابَ مَعَكَ وَلَا تَطْغَوْا ۭ اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ

تو آپ جسطرح کہ آپ کو حکم ہوا ہے مستقیم رہیے اور وہ لوگ بھی جو کفر سے توبہ کر کے آپ کی ہمراہی میں ہیں اور دائرہ سے ذرا مت نکلو

بَصِيرٌ ﴿١١٢﴾ وَلَا تَرْكَنُوا إِلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُم مِّن

وہ تم سب کے اعمال کو خوب دیکھتا ہے اور ان ظالموں کی طرف مت جھکو کبھی تمکو دوزخ کی آگ لگ جاوے اور خدا کے سوا تمہارا کوئی رفاقت

دُونِ اللَّهِ مِنْ أَوْلِيَاءَ ثُمَّ لَا تُنصَرُونَ ﴿١١٣﴾ وَأَقِمِ الصَّلَاةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا

کرنے والا نہ ہو پھر حمایت تو تمھاری ذرا بھی نہ ہو اور آپ نماز کی پابندی رکھیے دن کے دونوں سروں پر اور رات

مِّنَ اللَّيْلِ ۚ إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ ۚ ذَٰلِكَ ذِكْرَىٰ لِلذَّاكِرِينَ ﴿١١٤﴾

کے کچھ حصوں میں بے شک نیک کام مٹا دیتے ہیں برے کاموں کو یہ بات ایک نصیحت ہے نصیحت ماننے والوں کے لئے

وَاصْبِرْ فَإِنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ ﴿١١٥﴾

اور صبر کیا کیجیے کہ اللہ تعالیٰ نکوکاروں کا اجر ضائع نہیں کرتے۔

تفسیر: رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرکے فرمایا گیا ہے کہ آپ اور آپ کے وہ ساتھی جو کفر سے توبہ کرکے دولت ایمان سے مشرف ہوئے ہیں احکامات الٰہیہ پر مستقل مزاجی سے قائم رہیں، عقائد، عبادات، معاملات، اخلاق، دعوت و تبلیغ وغیرہ ہر چیز میں افراط و تفریط سے علیحدہ ہوکر میانہ روی اور استقامت کی راہ پر سیدھے چلیں، کسی معاملہ میں بھی حد سے نہ بڑھیں۔

استقامت سے کیا مراد ہے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ استقامت سے مراد یہ ہے کہ امر و نواہی پر قائم ہوجائے اور لومڑی کی طرح سیدھے راستے سے اِدھر اُدھر نہ مڑے۔ اور اس بات کا یقین رکھیں کہ اللہ تعالیٰ تمھارے ہر عمل کو دیکھ رہا ہے۔

اور جو لوگ حد سے نکلنے والے ظلم کرنے والے (کافرین و مشرکین وغیرہ) ہیں اے مومنوں تمھارا میلان و رجحان ان کی طرف معمولی سا بھی نہ ہونا چاہیے کہیں ایسا نہ ہو کہ آگ کی لپٹیں تم کو بھی جلا ڈالیں یاد رکھو ایسی حالت میں نہ تو خدا کے علاوہ کوئی تمھاری مدد کر سکے گا اور نہ ہی خدا کی مدد و نصرت تم کو نصیب ہو سکے گی۔

اس کے بعد والی آیت میں فرمایا گیا کہ اگر تم کو اللہ کی مدد و نصرت اور تقرب چاہیے تو نماز قائم کرو یعنی تمام ظاہری و باطنی آداب کے ساتھ نماز ادا کرو اور پھر اجمالی طور پر نماز کے اوقات کا ذکر اس طرح فرمایا کہ دن کے دونوں سروں یعنی شروع اور آخر میں اور رات کے کچھ حصہ میں نماز قائم کرو، دن کے دونوں سروں کی نمازیں فجر اور عصر ہیں اور رات کے حصوں کی نماز مغرب و عشاء ہیں، اس آیت میں اس طرح چار نمازوں کے اوقات کا ذکر آگیا، رہ گیا ظہر تو اس کا ذکر دوسری آیت أَقِمِ الصَّلَاةَ لِدُلُوكِ الشَّمْسِ میں آیا ہے۔

نماز کا حکم دینے کے ساتھ ساتھ اسی آیت میں نیک اعمال کا یہ فائدہ بھی بیان کرایا گیا ہے کہ یہ تمہارے گناہوں کا کفارہ بھی ہیں مطلب یہ ہے کہ جتنے بھی نیک اعمال ہیں، نماز روزہ زکوۃ حج صدقات وغیرہ ان سب کی برکت سے تمہارے صغیرہ گناہ مٹا دیئے جاتے ہیں کیونکہ قرآن وحدیث نے اس بات کی صراحت کردی ہے کہ گناہِ کبیرہ بغیر توبہ واستغفار کے معاف نہیں ہوتے۔

اس کے بعد فرمایا کہ قرآن اور اس کے احکامات ایک اہم نصیحت ہے ان لوگوں کیلئے جو نصیحت قبول کرتے ہیں اس میں اس اشارہ ہے کہ ہٹ دھرم اور ضدی آدمی جو کسی چیز پر غور ہی نہ کرے وہ ہر ہدایت اور نصیحت سے محروم رہتا ہے۔

قرآن کریم میں غور کرنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مدد ونصرت حاصل کرنے میں دو چیزوں کو خاص دخل حاصل ہے ۱۔ نماز ۲۔ صبر۔ مطلب یہ ہے کہ مومن خدا کی عبادت واطاعت میں ثابت قدم رہے اور کسی دکھ درد کی پروا نہ کرے، تب خدا کی مدد ونصرت اور تقرب حاصل ہوتا ہے، اللہ پاک کا یہ دستور ہے کہ وہ کسی نیکوکار کا اجر وثواب ضائع نہیں کرتا بلکہ اندازہ سے بھی زیادہ عطا فرماتا ہے۔

فَلَوْلَا كَانَ مِنَ الْقُرُوْنِ مِنْ قَبْلِكُمْ اُولُوْا بَقِيَّةٍ يَّنْهَوْنَ عَنِ الْفَسَادِ

توجو امتیں تم سے پہلے ہو گذری ہیں ان میں ایسے سمجھدار لوگ نہ ہوئے جو کہ ملک میں فساد پھیلانے سے منع کرتے

فِي الْاَرْضِ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّنْ اَنْجَيْنَا مِنْهُمْ ۚ وَاتَّبَعَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَآ اُتْرِفُوْا

بجز چند آدمیوں کے کہ جن کو ان میں سے ہم نے بچا لیا تھا اور جو لوگ نافرمان تھے وہ جس ناز ونعمت میں تھے

فِيْهِ وَكَانُوْا مُجْرِمِيْنَ ﴿۱۱۶﴾ وَمَا كَانَ رَبُّكَ لِيُهْلِكَ الْقُرٰى بِظُلْمٍ

اسی کے پیچھے پڑے رہے اور جرائم کے خوگر ہو گئے اور آپ کا رب ایسا نہیں کہ بستیوں کو کفر کے سبب

وَّاَهْلُهَا مُصْلِحُوْنَ ﴿۱۱۷﴾

ہلاک کردے اور ان کے رہنے والے اصلاح میں لگے ہوں

پچھلی قوموں پر عذاب نازل ہونے کی وجہ

پچھلی قوموں کے حالات پر افسوس ہے کہ ان میں کچھ لوگ ایسے نہیں تھے جو اپنی قوم کو فساد کرنے سے منع کرتے اور روکتے، اسی لئے فسادیوں اور نہ روکنے والوں پر عذاب الٰہی نازل ہوا جس سے وہ ہلاک وبرباد ہو گئے۔

امر بالمعروف کی اہمیت:۔ مفسر قرآن علامہ شبیر احمد عثمانی رح لکھتے ہیں کہ درحقیقت اس آیت میں

پچھلی قوموں کے حالات سنا کر امت محمدیہ کو ابھارا گیا ہے کہ ان میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے والے بکثرت موجود رہنے چاہئیں، پچھلی قومیں اس لئے تباہ ہوئیں کہ عام طور پر لوگ عیش و عشرت کے نشہ میں چور ہوکر ہر قسم کے جرم کرتے رہے، اور بڑے با اثر آدمی جن میں کوئی اثر خیر کا باقی تھا انھوں نے منع کرنا چھوڑ دیا تھا، کفر و ظلم سے دنیا کی حالت بگڑ رہی تھی اس کا سنوارنے والا کوئی نہ رہا چند گنتی کے آدمیوں نے امر بالمعروف کی کچھ آواز بلند کی مگر نقار خانہ میں طوطی کی صدا کون سنتا تھا، نتیجہ یہ ہوا کہ وہ منع کرنے والے عذاب سے محفوظ رہے باقی پوری قوم تباہ ہوگئی۔

اس کے بعد بیان ہے کہ جس بستی کے لوگ اپنی حالت درست کرنے کی طرف متوجہ ہوں، نیکی کو رواج دیں، ظلم و فساد کو روکیں تو خداوند قدوس کی یہ شان نہیں کہ خواہ مخواہ انھیں زبردستی پکڑ کر ہلاک کردے، عذاب اسی وقت آتا ہے جب لوگ کفر و ظلم اور فساد میں حد سے نکل جائیں۔

صاحب تفسیر معارف لکھتے ہیں کہ اس آیت میں ظلم سے مراد شرک ہے اور مُصْلِحُوْن سے مراد وہ لوگ ہیں جو باوجود مشرک و کافر ہونے کے ان کے معاملات، اخلاق اچھے ہوں کسی کو نقصان و تکلیف نہ پہونچاتے ہوں، جھوٹ نہ بولتے ہوں، دھوکہ نہ دیتے ہوں، اس صورت میں آیت کا مطلب یہ ہے کہ خدا کا عذاب دنیا میں کسی قوم پر محض ان کے مشرک و کافر ہونے وجہ سے نہیں آتا جب تک کہ وہ اعمال و اخلاق میں بھی ایسے کام نہ کرنے لگیں جن سے زمین میں فساد پھیلتا ہے، پچھلی جتنی قوموں پر عذاب آئے ان کے خاص خاص اعمال بد اس کا سبب بنے، قوم نوح ؑ نے اپنے پیغمبر کو طرح طرح کی تکلیفیں پہونچائیں اس لئے ان پر عذاب آیا، قوم شعیب نے ناپ تول میں کمی کی اس لئے ان پر عذاب آیا، قوم لوط نہایت بُری قسم کی بدکاری میں مبتلا ہوئی اس لئے اس پر خدا کا عذاب نازل ہوا اسی طرح قوم موسیٰؑ و عیسیٰؑ نے اپنے پیغمبروں کو ستایا جس کی وجہ سے وہ دنیا میں عذاب خداوندی کے مستحق ہوئے، قرآن کریم نے ان قوموں پر دنیا میں عذاب نازل ہونے کا سبب انھی اعمال و افعال کو بتایا ہے صرف کفر و شرک کی وجہ سے دنیا میں عذاب نہیں آتا، اس کی سزا تو ہمیشہ کیلئے دوزخ کے انگاروں میں جلنا ہے۔

وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلَا يَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِيْنَ ﴿۱۱۸﴾

اور اللہ کو منظور ہوتا تو سب آدمیوں کو ایک ہی طریقہ کا بنا دیتا اور ہمیشہ اختلاف کرتے رہیں گے مگر جس

اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّكَ ۭ وَلِذٰلِكَ خَلَقَهُمْ ۭ وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ

پر آپ کے رب کی رحمت ہو اور اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو اسی واسطے پیدا کیا ہے اور آپ کے رب کی یہ بات پوری ہوگی کہ

مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۱۹﴾

میں جہنم کو جنات سے اور انسانوں سے دونوں سے بھردوں گا۔

تمام انسان ایک مذہب پر کیوں نہیں؟

اس آیت میں فرمایا گیا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتے تو تمام انسانوں کو ایک ہی امت وملت بنا دیتے،

مطلب یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتے تو تمام انسانوں کو زبردستی ایمان قبول کرنے پر مجبور کر دیتے اور سب کے سب مسلمان ہی ہو جاتے، ان میں کوئی اختلاف نہ رہتا، مگر بتقاضائے حکمت اس دنیا میں اللہ تعالیٰ کسی کو کسی عمل پر مجبور نہیں کرتے بلکہ اللہ نے انسان کو ایک قسم کا اختیار سونپ رکھا ہے جس کے ماتحت وہ اچھا یا برا جو چاہے عمل کر سکتا ہے، اور انسان کی طبیعتیں اور مزاج مختلف ہیں اسلئے راہیں بھی مختلف ہوتی ہیں اور عمل بھی، اس کا نتیجہ یہ ہے کہ کچھ لوگ ہمیشہ دین حق سے اختلاف ہی کرتے رہیں گے سوائے ان لوگوں کے جن پر اللہ تعالیٰ نے ان کی حق پرستی کی بدولت رحم فرمایا وہ اختلاف کرنے والوں سے علیحدہ رہیں گے اور وہ ہیں انبیاء علیہم السلام کا اتباع کرنے والے۔

حاصل یہ کہ ہمیشہ دو جماعتیں رہیں گی ایک دین حق کا اتباع کرنے والی، دوسری اس سے اختلاف کرنے والی، اس طرح حق تعالیٰ شانہٗ کی یہ بات پوری ہوگئی کہ دوزخ کو جنوں اور انسانوں سے بھردوں گا۔

وَكُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهٖ فُؤَادَكَ ۚ وَجَآءَكَ فِيْ

اور ہم پیغمبروں کے قصوں میں سے یہ سارے قصے آپ سے بیان کرتے ہیں جن کے ذریعہ سے ہم آپ کے دل کو

هٰذِهِ الْحَقُّ وَمَوْعِظَةٌ وَّذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۲۰﴾ وَقُلْ لِّلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ اعْمَلُوْا

تقویت دیتے ہیں اور ان قصوں میں آپ کے پاس ایسا مضمون پہنچا ہے جو خود بھی راست ہے اور مسلمانوں کیلئے نصیحت ہے اور یاددہانی

عَلٰى مَكَانَتِكُمْ ۭ اِنَّا عٰمِلُوْنَ ﴿۱۲۱﴾ وَانْتَظِرُوْا ۚ اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ ﴿۱۲۲﴾ وَلِلّٰهِ غَيْبُ

ہے اور جو لوگ ایمان نہیں لاتے ان سے کہدیجئے کہ تم اپنی حالت پر عمل کرتے رہو ہم بھی عمل کر رہے ہیں اور تم منتظر رہو ہم بھی منتظر ہیں اور آسمانوں

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاِلَيْهِ يُرْجَعُ الْاَمْرُ كُلُّهٗ فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ ۭ وَمَا رَبُّكَ

اور زمین میں جتنی غیب کی باتیں ہیں ان کا علم خدا ہی کو ہے اور سب امور اسی کی طرف رجوع ہوں گے تو آپ اسی کی عبادت کیجئے اور

بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲۳﴾

اسی پر بھروسہ رکھئے اور آپ کا رب ان باتوں سے بے خبر نہیں جو کچھ تم لوگ کر رہے ہو۔

تفسیر:- اللہ تعالیٰ اپنے پیارے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کو مخاطب کرکے فرمارہے ہیں کہ ہم آپ کو جو پچھلی قوموں کے واقعات سناتے ہیں کہ انھوں نے اپنے رسولوں کو جھٹلایا، ان کو طرح طرح کی تکلیفیں پہونچائیں اور رسولوں نے ان پر صبر کیا جس کے نتیجہ میں نافرمان قوم پر عذاب آیا اور رسول اور ان کے اتباع کرنے والے مومنین کو نجات ملی۔

یہ واقعات اس لئے سناتے ہیں تاکہ آپ کا دل مضبوط ہو اور کامل سکون نصیب ہو، اور مسلمانوں کو عبرت ونصیحت حاصل ہو۔

اس کے بعد فرمایا کہ اگر کافرین ومشرکین واضح دلائل اور عبرتناک واقعات سن لینے کے بعد بھی دین حق قبول نہ کریں تو آپ بطور تنبیہ ان سے فرمادیجئے کہ تم اپنی حالت پر عمل کرتے رہو ہم بھی اپنے طور پر عمل کررہے ہیں اور ان اعمال کے نتیجہ کے تم بھی منتظر رہو اور ہم بھی منتظر ہیں، چنانچہ اس کے بعد کی تاریخ نے ثابت کردکھایا کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو کافروں پر فتح وکامیابی اور غلبہ عطا فرمادیا

بلاشبہ آسمان وزمین کی کوئی چیز بھی حق تعالیٰ سے چھپی ہوئی نہیں اس کو ذرہ ذرہ کی خبر ہے اور ایک وقت پوری مخلوق کے معاملات اسی کی عدالت میں پیش ہونے والے ہیں اس وقت وہ ان کافرین سے بازپرس کرے گا، بس اے محمد آپ اپنے پروردگار کی عبادت واطاعت میں لگے رہیئے اور اپنے ہر کام میں اسی پر مکمل بھروسہ رکھئے وہ بہترین کارساز ومددگار ہے۔

الحمدللہ سورۂ ہود کی تفسیر بحسن وخوبی مکمل ہوئی

آیاتہا ۱۱۱ (۱۲) سُوْرَۃُ یُوْسُفَ مَکِّیَّۃٌ (۵۳) رکوعاتہا ۱۲

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

الۗرٰ ۣ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۝۱ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ

الر۔ یہ آیتیں ہیں ایک کتاب واضح کی ہم نے اس کو اتارا ہے قرآن عربی زبان میں کا تاکہ تم سمجھو ہم نے جو

تَعْقِلُوْنَ ۝۲ نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ بِمَآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ هٰذَا

یہ قرآن آپ کے پاس بھیجا ہے اس کے ذریعہ سے ہم آپ سے ایک بڑا عمدہ قصہ بیان کرتے

الْقُرْاٰنَ ڰ وَاِنْ كُنْتَ مِنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الْغٰفِلِيْنَ ۝۳

ہیں اور اس کے قبل آپ محض بے خبر تھے۔

سورۂ یوسف کا شان نزول

سورۂ یوسف کے شان نزول کے متعلق حدیثی روایات اور اقوالِ مفسرینؒ کا حاصل یہ ہے کہ کفار مکہ نے ایک مرتبہ حضور علیہ السلام کے متعلق یہود سے گفتگو کی اور اپنی بے چینی و پریشانی کا اظہار کیا اس پر یہود نے کفار مکہ سے کہا اگر تم محمد عربی کو ناکام بنانا اور جھوٹا ثابت کرنا چاہتے ہو تو ان سے یہ سوال کرو کہ آل یعقوب ملک شام سے مصر کیوں منتقل ہوئی اور یوسف علیہ السلام سے متعلق جو واقعات ہیں ان کی تفصیل کیا ہے؟ اے کفار مکہ یاد رکھو اگر وہ نبی نہیں تو تمھارے اس سوال کا جواب ہرگز نہیں دے سکے گا، بہرحال کفار مکہ نے یہود کی ہدایت کے مطابق حضورؐ سے سوال کیا تو آپؐ نے وحیِ الٰہی کے ذریعہ وہ سب کچھ ان کو سنادیا جو سورۂ یوسف میں موجود ہے، اور اس طرح اللہ نے حضورؐ کا نبی برحق ہونا ثابت کردیا۔

قصۂ یوسفؑ ہی کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ اس کو مسلسل ترتیب وار ایک جگہ بیان کیا گیا ہے ورنہ دیگر انبیاء علیہم السلام کے قصوں کو موقع بموقع قرآن کریم کے مختلف مقامات میں بیان کیا گیا ہے۔

الٓرٰ۔ یہ حروف مقطعات میں سے ہے اس کی تفصیلات سورہ بقرہ کے شروع میں گذر چکی ہے۔

سورۂ یوسف کی یہ آیات ایک واضح کتاب (قرآن کریم) کی ہیں جن کا منجانب اللہ ہونا بالکل واضح ہے اور ان آیات میں جو کچھ بیان ہوا ہے وہ نہایت واضح اور روشن ہے، اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں کہ ہم نے اس واضح اور پاکیزہ کتاب قرآن کریم کو عربی زبان میں نازل فرمایا ہے چونکہ خود پیغمبر عربی ہیں اس لئے ان کے اولین مخاطب عربی ہوں گے، اس لئے قرآن کریم کو عربی زبان میں اتارا تاکہ وہ خود اس سے پورے پورے مستفیض ہوں اور پھر دوسروں کو اس کا فائدہ پہونچائیں چنانچہ ایسا ہی ہوا پہلے اہل عرب نے قرآن کو خود سمجھا اور پھر دوسروں کو سمجھایا۔

صاحب تفسیر ابن کثیر لکھتے ہیں کہ پاکیزہ کتاب (قرآن مقدس) پاکیزہ زبان (عربی) میں پاکیزہ رسول (محمد عربی) پر پاکیزہ فرشتے (جبرئیل) کے ذریعہ پاکیزہ بستی (مدینہ طیبہ) میں پاکیزہ مہینہ (رمضان شریف) میں نازل فرمائی گئی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں کہ اے محمدؐ ہم بیان کرتے ہیں آپ کے لئے بہترین قصہ اس قرآن کو بذریعۂ وحی نازل کرکے، بیشک آپ اس سے پہلے ان تمام واقعات سے ناواقف تھے، کیونکہ نہ تو آپ نے کوئی کتاب پڑھی اور نہ کسی استاد سے کچھ سیکھا تھا اور یہ قصۂ یوسف بھی اتنا زائد مشہور نہیں تھا کہ عام آدمی اس کو جانتا ہو۔

اِذْ قَالَ يُوسُفُ لِاَبِيْهِ يٰٓاَبَتِ اِنِّىْ رَاَيْتُ اَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ

جب کہ یوسفؑ نے اپنے والد سے کہا کہ ابا میں نے گیارہ ستارے اور سورج اور چاند دیکھے ہیں

رَاَيْتُهُمْ لِيْ سٰجِدِيْنَ ﴿۴﴾ قَالَ يٰبُنَيَّ لَا تَقْصُصْ رُءْيَاكَ عَلٰٓى اِخْوَتِكَ

ان کو اپنے روبرو سجدہ کرتے ہوئے دیکھا ہے انھوں نے فرمایا کہ بیٹا اپنے اس خواب کو اپنے بھائیوں کے روبرو بیان مت

فَيَكِيْدُوْا لَكَ كَيْدًا ؕ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۵﴾ وَكَذٰلِكَ

کرنا پس وہ تمھارے لئے کوئی خاص تدبیر کریں گے بلاشبہ شیطان آدمی کا صریح دشمن ہے اور اسی طرح تمھارا رب تم

يَجْتَبِيْكَ رَبُّكَ وَيُعَلِّمُكَ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ وَيُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ

کو منتخب کرے گا اور تمکو خوابوں کی تعبیر کا علم دیگا اور تم پر اور یعقوبؑ کے خاندان پر اپنا انعام کامل کرے گا

وَعَلٰٓى اٰلِ يَعْقُوْبَ كَمَآ اَتَمَّهَا عَلٰٓى اَبَوَيْكَ مِنْ قَبْلُ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ ؕ اِنَّ

جیسا اس کے قبل تمھارے دادا پردادا (یعنی) ابراہیمؑ و اسحٰقؑ پر اپنا انعام کامل کرچکا

رَبَّكَ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۶﴾ ع۲

ہے واقعی تمھارا رب بڑا علم و حکمت والا ہے

حضرت یوسفؑ کا خواب

اس سے پہلی آیات میں تو بطور تمہید چند باتیں بیان ہوئیں اب ان آیات سے اصل قصہ شروع کیا جارہا ہے، حضرت یوسفؑ نے اپنے والد حضرت یعقوب علیہم السلام سے عرض کیا ابا جان میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ گیارہ ستارے اور چاند اور سورج میرے سامنے جھک رہے ہیں، حضرت یوسفؑ نے یہ خواب کم سنی میں دیکھا جمعہ کی رات تھی جوکہ شب قدر بھی تھی، بیٹے کا یہ مبارک خواب سنکر باپ نے فرمایا بیٹا! یہ خواب اپنے بھائیوں کو مت سنانا نہیں تو وہ تیرے خلاف کوئی سازش کریں گے، بلاشبہ شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے وہ تیرے بھائیوں کے دلوں میں وسوسے اور بُرے خیالات ڈال کر تجھے تکلیف پہونچانے کیلئے انھیں امادہ کرے گا۔

حضرت یعقوبؑ نے خواب بتلانے سے اس لئے منع کیا کہ اس خواب کی تعبیر بہت واضح تھی اور یوسف کے بھائیوں کو جو بہرحال خاندان نبوت میں سے تھے ایسے واضح خواب کی تعبیر سمجھنا کچھ مشکل نہ تھا، کہ گیارہ ستارے گیارہ بھائی ہیں اور چاند ماں ہے اور سورج باپ ہے، گویا یہ سب حضرت یوسفؑ کی عظمت شان کے سامنے ایک وقت سر جھکائیں گے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام اس خواب سے پہلے ہی یہ محسوس کرتے تھے کہ یوسف کے ساتھ باپ کی خصوصی محبت کو دیکھ کر اس کے سوتیلے بھائی دل ہی دل میں کڑھتے ہیں اور اگر یہ خواب سن لیا

توشیطان حسد و بدلہ کی آگ ان کے دلوں میں بھڑکا دے گا، ان گیارہ بھائیوں میں حضرت یوسفؑ کا ایک حقیقی بھائی بھی تھا بنیامین اس سے اگرچہ کوئی خطرہ نہیں تھا مگر اس کے سامنے بھی خواب بیان کرنے سے احتیاطی طور پر منع کیا کہیں اس کے منہ سے کسی کے سامنے نکل جائے کہ میرے بھائی یوسفؑ نے یہ خواب دیکھا ہے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے لخت جگر یوسف سے فرمایا جس طرح اللہ تعالیٰ تجھکو یہ عزت بخشیں گے کہ تیرے بھائی وغیرہ سب تیرے مطیع ہوں گے، اسی طرح دوسری عزت یہ بھی بخشیں گے کہ اپنے انعامات واحسانات کے لئے تیرا انتخاب فرمائیں گے چنانچہ اس کا ظہور ملک مصر میں حکومت اور عزت و دولت ملنے سے ہوا۔

اور فرمایا اے میرے بیٹے اللہ کا ایک انعام تجھ پر یہ بھی ہوگا کہ خواب کی تعبیر کا فن تجھکو سکھا دیا جائیگا جو کسی کسی خوش قسمت کو نصیب ہوتا ہے، اور اسی طرح تجھ کو وہ فراست و دوراندیشی بھی نصیب ہوگی جس سے کام کے انجام کو فوراً پرکھ لیا جائے۔

اور اے یوسف اللہ تعالیٰ تجھ پر اپنی نعمت پوری فرمادیں گے جس طرح تیرے باپ دادا حضرت ابراہیمؑ و اسحٰقؑ پر نبوت نعمت پوری کرچکے، اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ یوسفؑ کو نبوت بھی عطا کی جائے گی، بلاشبہ تیرا رب بڑے علم والا اور بڑی حکمت والا ہے وہ جس چیز کا جس کو مستحق سمجھتا ہے اس کو عنایت کردیتا ہے۔

لَقَدْ كَانَ فِيْ يُوْسُفَ وَاِخْوَتِهٖٓ اٰيٰتٌ لِّلسَّآئِلِيْنَ ۞

یوسف اور ان کے بھائیوں کے قصہ میں دلائل موجود ہیں ان لوگوں کیلئے (جو آپ سے ان کا قصہ) پوچھتے ہیں

قصۂ یوسفؑ عبرت سے بھرپور ہے

حضرت یوسف علیہ السلام کا قصہ بیان کرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ اس قصہ کی اہمیت کو واضح فرما رہے ہیں کہ یوسفؑ اور ان کے بھائیوں کے واقعہ کو تم محض قصہ و کہانی اور افسانہ سمجھ کر مت پڑھ ڈالنا، حقیقت یہ ہے کہ اس قصہ میں بے شمار عبرتیں اور نصیحتیں موجود ہیں اور اللہ کی قدرت اور محمدؐ کی نبوت پر واضح دلائل موجود ہیں اللہ کی قدرت دیکھئے کہ جس بچے کو اس کے بھائیوں نے ہلاکت کے غار میں ڈال دیا اللہ نے اس کی کس طرح حفاظت فرمائی، اور پھر اس کو حکومت و سلطنت کا مالک بنا دیا۔

اور وہ یہودی و کفار مکہ جنھوں نے حضور علیہ السلام سے یہ قصہ بطور آزمائش پوچھا تھا ان کو آپ کی زبانی یہ مکمل و مفصل قصہ سنا کر آپ کی نبوت کو ثابت فرما دیا۔

إِذْ قَالُوا لَيُوسُفُ وَأَخُوهُ أَحَبُّ إِلَىٰ أَبِينَا مِنَّا وَنَحْنُ عُصْبَةٌ ۚ إِنَّ أَبَانَا لَفِي

جب کہ ان کے بھائیوں نے گفتگو کی کہ یوسف اور ان کا بھائی ہمارے باپ کو ہم سے زیادہ پیارے ہیں حالانکہ ہم ایک

ضَلَالٍ مُّبِينٍ ﴿۸﴾ اقْتُلُوا يُوسُفَ أَوِ اطْرَحُوهُ أَرْضًا يَخْلُ لَكُمْ وَجْهُ أَبِيكُمْ وَ

جماعت کی جماعت ہیں واقعی ہمارے باپ کھلی غلطی میں ہیں یا تو یوسف کو قتل کر ڈالو یا ان کو کسی سرزمین میں ڈال آؤ تو تمہارے

تَكُونُوا مِنْ بَعْدِهِ قَوْمًا صَالِحِينَ ﴿۹﴾ قَالَ قَائِلٌ مِّنْهُمْ لَا تَقْتُلُوا يُوسُفَ

باپ کا رخ خالص تمہاری طرف ہو جاوے گا اور تمہارے سب کام بن جاویں گے انھیں میں سے ایک کہنے والے

وَأَلْقُوهُ فِي غَيَابَتِ الْجُبِّ يَلْتَقِطْهُ بَعْضُ السَّيَّارَةِ إِن كُنتُمْ فَاعِلِينَ ﴿۱۰﴾

نے کہا کہ یوسفؑ کو قتل مت کرو ان کو کسی اندھیرے کنویں میں ڈالدو تا کہ ان کو کوئی راہ چلتا نکال لے جاوے اگر تم کو کرنا ہی ہے

بیٹے سے بے پناہ محبت

حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنی پہلی بیوی حضرت لیّاؔ کے انتقال کے بعد لیّا کی حقیقی بہن راحیل سے نکاح کر لیا تھا ان سے دو بچے حضرت یوسف اور بنیامین پیدا ہوئے اور ان کا انتقال بھی بنیامین کی پیدائش کے وقت ہو گیا تھا باقی دس لڑکے پہلی بیوی حضرت لیّا سے تھے، بہر حال حضرت یوسف و بنیامین دونوں حقیقی بھائی تھے، حضرت یعقوبؑ کو ان دونوں سے بہت زیادہ پیار تھا، ایک تو ان کے چھوٹا ہونے کی وجہ سے دوسرے ماں کا سایہ ان کے سر پر نہ ہونے کی وجہ سے۔

حضرت یعقوبؑ نور نظر یوسف کے متعلق اپنے نور فراست یا الہام ربّانی سے یہ سمجھ چکے تھے کہ اس کا مستقبل نہایت روشن ہے اور نبوت کا خاندانی سلسلہ اس کی ذات سے وابستہ ہونے والا ہے، نیز خود حضرت یوسف کا حسنِ صورت و سیرت اور ظاہری و باطنی خوبی، والد بزرگوار کی خصوصی محبت و توجہ اپنی طرف کھینچے ہوئے تھی۔

دوسرے بھائیوں کو اپنے والد کا یوسف سے اس قدر پیار و محبت سخت ناگوار گذرتا تھا اور اس کو وہ اپنے والد کی کھلی ناانصافی اور غلطی سمجھتے تھے اور کہتے تھے کہ وہ دونوں کم عمری کی وجہ سے باپ کی کچھ خدمت کرنے کے قابل نہیں اور ہم دس کے دس مستقل ایک جماعت ہیں اور اپنی طاقت و تعداد کی وجہ سے باپ کے لئے ہر طرح کا سہارا ہیں اور ان کی ہر قسم کی خدمت ہم ہی کرتے ہیں

حسد کی آگ

بہر حال بغض و حسد کی آگ اندر ہی اندر سلگتی رہی، آخر آپس میں مشورہ کیا کہ یوسف کی موجودگی میں ممکن نہیں کہ والد بزرگوار کی خصوصی محبت و توجہ کو ہم اپنی

طرف کھینچ سکیں لہٰذا اس دیوار ہی کو بیچ سے ہٹا دیا جائے چاہے یوسف کو قتل کر کے یا کسی دور دراز ملک میں پھینک دو جہاں سے واپس نہ آ سکے پھر والد محترم کی تمام توجہ اور مہربانی ہم پر ہونے لگے گی، بس یہ کام کر ڈالو بعد میں توبہ کر کے خوب نیک بن جائیں گے گویا رند کے رند رہے ہاتھ سے جنت بھی نہ گئی وَتَكُونُوا مِنْ بَعْدِهِ الخ کے معنی بعض مفسرین نے یہ لئے ہیں کہ یوسف کے بعد ہمارے سارے کام ٹھیک ہو جائیں گے کیونکہ والد صاحب یوسف سے مایوس ہو کر ہماری طرف متوجہ ہو جائیں گے یا یہ مطلب ہے کہ یوسف کے خاتمہ کے بعد باپ سے عذر و معذرت کر کے پھر ویسے ہی ہو جائیں گے، بنیامین کے معاملہ کو غالبًا ان کے نزدیک کوئی اہمیت نہ تھی اصل آڑ وہ یوسف ؑ ہی کو سمجھتے تھے۔

ان دس بھائیوں میں یہودا سب سے بڑا تھا، سب کی باتیں سننے کے بعد وہ بولا، قتل کرنا بہت سنگین کام ہے، ہمارا مقصد بغیر قتل کے بھی حل ہو سکتا ہے ایسا کرو کہ بستی سے دور کسی گمنام کنوئیں میں یوسف کو ڈال دو۔ بعض اہل لغت نے لکھا ہے غَيٰبَتِ الْجُبِّ اس طاقچہ کو کہتے ہیں جو کنوئیں میں پانی سے تھوڑا اوپر بنا ہوا ہوتا ہے، طاقچہ والے کنوئیں میں ڈالنے سے مقصد یہ تھا کہ ہم قتل و ہلاکت کے گناہ سے بھی بچ جائیں گے اور مقصد بھی حل ہو جائے گا، اور بہت ممکن ہے کوئی مسافر ادھر سے گذرے اور وہ یوسف کو نکال کر اپنے ہمراہ لے جائے اس طرح سانپ بھی مرجائیگا اور لاٹھی بھی نہیں ٹوٹے گی اس رائے پر سب نے اتفاق کیا اور پھر ابا حضور سے یوسف کو اپنے ساتھ سیر کو لے جانے کی درخواست کی جس کا بیان اگلی آیت میں ہے

قَالُوْا يٰٓاَبَانَا مَا لَكَ لَا تَاْمَنَّا عَلٰى يُوْسُفَ وَاِنَّا لَهٗ لَنٰصِحُوْنَ ﴿۱۱﴾ اَرْسِلْهُ

سب نے کہا کہ ابا اس کی کیا وجہ ہے کہ یوسف ؑ کے بارے میں آپ ہمارا اعتبار نہیں کرتے حالانکہ ہم ان کے خیرخواہ ہیں آپ ان

مَعَنَا غَدًا يَّرْتَعْ وَيَلْعَبْ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ﴿۱۲﴾ قَالَ اِنِّيْ لَيَحْزُنُنِيْٓ اَنْ تَذْهَبُوْا

کو کل کے روز ہمارے ساتھ بھیجیے کہ ذرا دہ کھاویں کھیلیں اور ہم ان کی پوری محافظت رکھیں گے۔ یعقوب ؑ نے فرمایا کہ مجھ کو یہ بات

بِهٖ وَاَخَافُ اَنْ يَّاْكُلَهُ الذِّئْبُ وَاَنْتُمْ عَنْهُ غٰفِلُوْنَ ﴿۱۳﴾ قَالُوْا لَئِنْ اَكَلَهُ

غم میں ڈالتی ہے کہ اس کو تم لے جاوٴ اور میں یہ اندیشہ کرتا ہوں کہ اس کو کوئی بھیڑیا کھا جاوے اور تم اس سے بے خبر رہو وہ

الذِّئْبُ وَنَحْنُ عُصْبَةٌ اِنَّآ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ﴿۱۴﴾

بولے کہ اگر ان کو بھیڑیا کھا جاوے اور ہم ایک جماعت ہیں تو ہم بالکل ہی گئے گذرے ہوئے۔

بیٹوں کی درخواست } دسوں بیٹوں نے اباجان کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا، آپ یوسف

کو ہمارے ساتھ بھیجنے پر آخر کیوں آمادہ نہیں ہوتے (معلوم ہوتا ہے اس سے پہلے بھی انھوں نے یوسف ؑ کو ساتھ لے جانے کی درخواست کی ہوگی) کیا ہم پر اطمینان دبھروسہ نہیں ہے، حالانکہ ہم دل و جان سے اس کے ہمدرد ہیں۔ کل آپ اس کو ہمارے ساتھ سیر و تفریح کیلئے بھیجدیں تاکہ وہ بھی آزادی کے ساتھ کھائے پیئے اور کھیلے کودے آپ تسلی رکھئے ہم سب اس کی حفاظت و نگرانی رکھیں گے۔

باپ کا جواب حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا میں یوسف کو تمھارے ساتھ دو وجہ سے نہیں بھیجتا اول تو مجھے اس نور نظر کے بغیر چین نہیں آتا، دوسرے یہ خطرہ ہے کہ جنگل میں کہیں ایسا نہ ہو کہ تمھاری غفلت و لاپرواہی کے وقت اس کو بھیڑیا کھا جائے، حضرت یعقوبؑ کو بھیڑیے کا خطرہ یا تو اس وجہ سے ہوا کہ کنعان میں بھیڑیوں کی زیادتی تھی، یا اس وجہ سے کہ انھوں نے خواب میں دیکھا تھا کہ وہ کسی پہاڑی کے اوپر ہیں اور یوسف ؑ اس پہاڑی کے دامن میں نیچے ہیں اچانک دس بھیڑیوں نے اس کو گھیر لیا اور اس پر حملہ کرنا چاہا مگر انھی میں سے ایک بھیڑیے نے مدافعت کرکے چھڑا دیا پھر یوسف ؑ زمین کے اندر چھپ گئے۔

اس خواب کی تعبیر بعد میں اس طرح ظاہر ہوئی کہ دس بھیڑیے یہ دس بھائی تھے، اور جس بھیڑیے نے ان کو بچایا تھا وہ ان کا بڑا بھائی یہودا تھا اور زمین میں چھپ جانا کنویں میں ڈالدینا تھا۔

بھائیوں نے والد بزرگوار سے کہا اگر ہماری جیسی طاقتور جماعت کی موجودگی میں چھوٹے بھائی کو بھیڑیا کھا جائے تو سمجھو ہم بالکل ہی گئے گذرے اور ناکارہ ہوئے آپ تسلی رکھیں ہم اس طرح کا کوئی حادثہ نہیں ہونے دیں گے

فَلَمَّا ذَهَبُوا بِهِ وَأَجْمَعُوا أَنْ يَجْعَلُوهُ فِي غَيَابَتِ الْجُبِّ ۚ وَأَوْحَيْنَا إِلَيْهِ لَتُنَبِّئَنَّهُم

سو جب ان کو لے گئے اور سب نے پختہ عزم کر لیا کہ ان کو کسی اندھیرے کنویں میں ڈالدیں اور ہم نے ان کے پاس

بِأَمْرِهِمْ هَٰذَا وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ⑮

وحی بھیجی کہ تم ان لوگوں کو یہ بات جتلاؤ گے اور وہ تمکو پہچانیں گے بھی نہیں۔

حضرت یوسفؑ کو کنویں میں ڈالدینا حضرت یعقوب علیہ السلام سے رخصت ہو کر سب بھائی پیارے یوسف کو لے چلے اور جب بستی سے باہر نکل آئے تو حضرت یوسف کو طعن و تشنیع اور مار پیٹ شروع کردی اسی حالت میں کنویں تک پہونچے وہاں جاکر ان کا کرتا نکالا اور ہاتھ پاؤں رسی سے باندھ کر کنویں میں ڈالدیا اور جب آدھے کنویں تک پہونچے تو رسی اوپر سے کاٹ دی، حضرت یوسفؑ پانی میں جا گرے، بعض مفسرینؒ نے لکھا ہے اس

کنویں کا منھ اوپر سے بہت تنگ اور چھوٹا تھا اور نیچے سے بہت وسیع اور چوڑا تھا، کنویں میں حضرت یوسفؑ کو ایک پتھر نکلا ہوا نظر آیا، آپ اس پر بیٹھ گئے اللہ تعالیٰ نے آپ کی تسلی کے لئے حضرت جبرئیلؑ کو بھیجا، حضرت جبرئیلؑ نے فرمایا اے یوسفؑ آپ غمگین نہ ہوں اطمینان و تسلی رکھیں اللہ کی مدد آپ کے ساتھ ہے وہ بہت جلد آپ کو اس مصیبت سے نجات دیں گے اور جو حرکت آپ کے ساتھ آج تمہارے بھائیوں نے کی ہے ایک دن آپ اس کو جتلائیں گے اور اللہ آپ کو اتنا اونچا مقام عطا فرمائیں گے جس کی وجہ سے آپ کے بھائی آپ کو پہچان نہ سکیں گے، چنانچہ ملک مصر کی حکومت اللہ نے آپ کو بخشی اور آپ کے بھائی مصر پہونچے تو اس وقت آپ نے اپنے بھائیوں سے ان کی کرتوت جتلائی۔

حضرت یوسف کے بڑے بھائی یہودا میں کچھ انسانیت اور شفقت و رحم کا مادہ تھا، حضرت یوسف تین روز کنویں میں رہے تو یہی بھائی دوسرے بھائیوں سے چھپ کر کھانا کنویں میں آپ کو روزانہ ڈول کے ذریعہ پہونچاتا تھا۔

وَجَآءُوْٓ اَبَاهُمْ عِشَآءً يَّبْكُوْنَ ﴿۱۶﴾ قَالُوْا يٰٓاَبَانَآ اِنَّا ذَهَبْنَا نَسْتَبِقُ وَتَرَكْنَا

اور وہ لوگ اپنے باپ کے پاس عشاء کے وقت روتے ہوئے پہنچے کہنے لگے کہ ابا ہم سب تو آپس میں دوڑنے میں

يُوْسُفَ عِنْدَ مَتَاعِنَا فَاَكَلَهُ الذِّئْبُ ۚ وَمَآ اَنْتَ بِمُؤْمِنٍ لَّنَا وَلَوْ كُنَّا صٰدِقِيْنَ ﴿۱۷﴾

لگ گئے اور یوسفؑ کو ہم نے اپنی چیز بست کے پاس چھوڑ دیا بس ایک بھیڑیا ان کو کھا گیا اور آپ تو ہمارا کاہے کو یقین کرنے لگے

وَجَآءُوْ عَلٰى قَمِيْصِهٖ بِدَمٍ كَذِبٍ ۭ قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا ۭ فَصَبْرٌ

گو ہم کیسے ہی سچے ہوں اور یوسفؑ کی قمیص پر جھوٹ موٹ کا خون بھی لگا لائے تھے یعقوبؑ نے فرمایا بلکہ تم نے اپنے دل سے

جَمِيْلٌ ۭ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ ﴿۱۸﴾

ایک بات بنالی ہے سو صبر ہی کروں گا جس میں شکایت کا نام نہ ہوگا اور جو باتیں تم بناتے ہو ان میں اللہ ہی مدد کرے

اقوال و تحقیق

حضرت یوسفؑ کے پاس حضرت جبرئیلؑ جو وحی (اللہ کا پیغام) لیکر آئے یہ وحی نبوت تھی یا نہیں؟ اسکے متعلق علمائے مفسرین رحمہم اللہ کے دو قول ہیں ایک یہ کہ یہ وحی نبوت نہ تھی کیونکہ وہ چالیس سال کی عمر میں آتی ہے بلکہ یہ وحی ایسی تھی جیسے حضرت موسیٰؑ کی والدہ کو بذریعہ وحی مطلع کیا گیا اور جیسے اَوْحٰينَا النَّحْل میں ہے ظاہر ہے شہد کی مکھی سے وحی کا کیا تعلق، بس اس سے مراد الہام ہے کسی چیز کا دل میں ڈالدینا، دوسرے مفسرینؒ نے فرمایا کنویں والی وحی، وحی نبوت ہی تھی جیسے حضرت عیسیٰؑ کو بچپن میں نبوت عطا

تفسیر:- حضرت یوسف ؑ کو کنویں میں ڈال کر سب بھائی رات میں عشاء کے وقت روتے ہوئے گھر پہونچے، والد بزرگوار نے رونے کی وجہ معلوم کی تو کہنے لگے، ابا جان ہم سب تو آپس میں دوڑ لگانے میں لگ گئے کہ کون آگے نکلے اور پیارے یوسف کو اپنے سامان کے پاس محفوظ جگہ بٹھا گئے، اتفاق کی بات ہے کہ اسی وقت بھیڑیا وہاں پہونچ گیا اور عزیز یوسف کو کھا گیا، یہ دیکھئے یوسف کا خون سے لت پت کُرتا۔ اپنے والد کے چہرے کے تأثرات دیکھ کر کہنے لگے چاہے ہم اپنی سچائی پر کیسے ہی ثبوت پیش کریں مگر آپ کو یقین آنے والا ہے نہیں۔ باپ کو دھوکہ دینے کے لئے یہ لوگ بکری کے بچہ کے خون سے حضرت یوسف ؑ کے کرتہ پر داغ دھبے لگا لائے تھے۔

حضرت حسن بصری سے مروی ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے لخت جگر یوسف کی یہ خبر سنکر چیخ پڑے اور یوسف کے کرتے کو الٹ پلٹ کر دیکھنے لگے وہ کہیں سے پھٹا ہوا نہ تھا اس کو بالکل صحیح سالم دیکھ کر فرمانے لگے میرے بچو واقعی وہ بھیڑیا بڑا ہی سمجھدار تھا جو اتنی احتیاط سے کرتہ نکال یوسف کو لے گیا۔

بھائیوں نے خون کے دھبے تو لگا دیئے مگر یہ خیال نہ رہا کہ کرتہ کو بے ترتیبی سے نوچ کر اور پھاڑ کر پیش کرتے، جس سے ان کی جعلسازی کے تمام راز فاش ہو گئے اور حضرت یعقوبؑ نے ان سے صاف طور پر فرما دیا کہ یہ تمھاری سازش اور بناوٹی باتیں ہیں۔ بس اب میں صبر ہی کا دامن تھاموں گا جس میں کسی غیر کے سامنے نہ شکوہ ہوگا نہ تم سے انتقام کی کوشش، صرف اپنے خدا سے دعا کرتا ہوں اور یوسف کی جدائی کے غم میں اللہ ہی سے مدد چاہتا ہوں اور یہ کہ اللہ حقیقتِ حال کو ظاہر فرما دے اور سلامتی کے ساتھ عزیز یوسف سے دوبارہ ملنا نصیب ہو۔

وَجَاءَتْ سَيَّارَةٌ فَأَرْسَلُوا وَارِدَهُمْ فَأَدْلَىٰ دَلْوَهُ ۖ قَالَ يَا بُشْرَىٰ هَٰذَا غُلَامٌ ۚ وَأَسَرُّوهُ

اور ایک قافلہ آنکلا اور انھوں نے اپنا آدمی پانی لانے کے واسطے بھیجا اور اس نے اپنا ڈول ڈالا کہنے لگا کہ ارے بڑی خوشی

بِضَاعَةً ۚ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِمَا يَعْمَلُونَ ﴿١٩﴾ وَشَرَوْهُ بِثَمَنٍ بَخْسٍ دَرَاهِمَ مَعْدُودَةٍ ۚ وَكَانُوا

کی بات ہے یہ تو بڑا اچھا لڑکا نکل آیا اور ان کو مال قرار دے کر چھپا لیا اور اللہ کو ان کی سب کارگذاریاں معلوم تھیں اور

فِيهِ مِنَ الزَّاهِدِينَ ﴿٢٠﴾ ع

ان کو بہت ہی کم قیمت میں بیچ ڈالا یعنی گنتی کے چند درہم کے عوض اور وہ لوگ کچھ ان کے قدردان تو تھے ہی نہیں۔

حضرت یوسف کیلئے غیبی انتظامات

بھائی تو حضرت یوسف ؑ کو کنویں میں ڈال کر چلے گئے اب اللہ تعالیٰ نے آپ کو کنویں سے نکالنے کا غیب

سے انتظام فرمایا، جس کا قصہ یہ ہوا کہ ایک قافلہ ملک شام سے ملک مصر جارہا تھا وہ صحیح راستہ سے بھٹک کر اس کنویں والے راستہ پر چلا آیا اور پھر پڑاو بھی اسی کنویں کے پاس ڈالا، اور جب پانی کی تلاش کی تو یہ کنواں نظر آیا۔

منقول ہے کہ اس کنویں کا پانی کھارا تھا مگر جب حضرت یوسفؑ کو اس میں ڈالا گیا تو آپ کی برکت سے اس کا پانی میٹھا ہو گیا۔

بہر حال اس کنویں سے پانی لینے کیلئے قافلہ والوں نے اپنا آدمی "مالک بن دُعبر" کو بھیجا اس نے ڈول ڈالا تو حضرت یوسفؑ نے اس کی رسی مضبوطی سے تھام لی اور ڈول کے ساتھ باہر آگئے، اچانک ایک نہایت حسین وخوبصورت لڑکا دیکھ کر مالک کی زبان سے خوشی میں بے ساختہ نکلا یہ تو لڑکا ہے اور پھر جاکر اس کی اطلاع قافلہ والوں کو دی۔

حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ حضرت یوسفؑ کو اللہ نے آدھا حسن عطا فرمایا تھا یعنی پورے حسن کے دو حصے کئے ایک حصہ تمام انسانوں میں تقسیم کر دیا اور ایک حصہ تمام کا تمام صرف حضرت یوسفؑ کو عنایت فرمادیا۔

حضرت یوسفؑ کی کنویں سے برآمد کی خبر سن کر قافلے والے بہت خوش ہوئے اور انھوں نے تجارتی مال بناکر آپ کو اس ڈر سے چھپالیا کہ کہیں کوئی آدمی اس لڑکے کا دعویدار نہ آجائے اور ارادہ کیا کہ اس کو مصر لے جاکر خوب قیمت میں فروخت کریں گے۔

حضرت یوسف کا بڑا بھائی یہودا جو روزانہ آپ کو کھانا پہونچاتا تھا جب وہ آیا اور اس نے آپ کو کنویں میں نہ دیکھا تو اس کی اطلاع جاکر بھائیوں کو کی، تمام بھائی دوڑے ہوئے کنویں کے پاس آئے اِدھر اُدھر تلاش کیا تو قافلہ والوں کے پاس موجود پایا ان سے کہا یہ ہمارا بھاگا ہوا غلام ہے اور اب ہم اس کو اپنے پاس رکھنا بھی نہیں چاہتے تم خریدنا چاہو تو خرید لو مگر اس کو خوب باندھ جوڑ کر پوری نگرانی میں رکھنا اس طرح بھائیوں نے پیارے یوسف کو چند روپوں میں بیچ ڈالا، لکھا ہے کہ تقریباً اٹھارہ درہم میں

اقوال و تحقیق

وَاَسَرُّوْہُ یعنی یوسف کو چھپا لیا، چھپانے والے کون لوگ تھے اس کے متعلق دو قول ہے ۱۔ مالک اور اسکے ساتھی نے اپنے قافلہ والوں سے چھپا لیا تاکہ وہ شرکت کے دعویدار نہ بن جائیں انھوں نے یہ بات بنائی کہ کنویں کے پاس رہنے والوں نے یہ غلام ہمارے سپرد کیا ہے کہ ہم اس کو مصر لے جاکر فروخت کر دیں، ۲۔ بھائیوں نے یوسف کی حقیقت چھپاکر اس کو اپنا غلام ظاہر کیا۔

دَرَاهِمَ مَعْدُوْدَةٍ کتنے درہم میں فروخت کیا اس کے متعلق تین قول منقول ہیں ۱۔ حضرت ابن عباسؓ وابن مسعودؓ سے ۲۰ درہم منقول ہے ۲۔ حضرت مجاہد سے ۲۲ درہم منقول ہیں ۳۔ حضرت عکرمہ سے ۴۰ درہم منقول ہیں۔

فروخت کیا اور نو بھائیوں نے دو، دو درہم (تقریباً آٹھ آٹھ آنے) بانٹ لئے دسویں بھائی یہودا نے حصہ نہیں لیا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یوسف علیہ السلام کے اتنا سستا بکنے پر تعجب مت کرو کیونکہ بھائی ان سے بیزار تھے ان کا اصل مقصد ان کو باپ سے دور کرنا تھا جو پیسے مل گئے اس کو غنیمت سمجھا۔

"واللہ علیم بما یعملون" یعنی اللہ کو ان کی تمام کارگذاریاں معلوم تھیں کہ بھائی بے وطن کرنا چاہتے تھے اور قافلے والے بیچ کر پیسے بنانا چاہتے تھے، بلاشبہ اللہ پاک کو اس پر پوری قدرت تھی کہ وہ ان کے تمام منصوبوں کو خاک میں ملا دیتے مگر اللہ پاک نے اپنی مخفی حکمتوں کے پیش نظر ایسا کیا۔

وَقَالَ الَّذِي اشْتَرَاهُ مِن مِّصْرَ لِامْرَأَتِهِ أَكْرِمِي مَثْوَاهُ عَسَىٰ أَن يَنفَعَنَا

اور جس شخص نے مصر میں ان کو خریدا تھا اس نے اپنی بیوی سے کہا کہ اس کو خاطر سے رکھنا کیا عجب ہے کہ ہمارے کام

أَوْ نَتَّخِذَهُ وَلَدًا ۚ وَكَذَٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوسُفَ فِي الْأَرْضِ وَلِنُعَلِّمَهُ مِن تَأْوِيلِ

آوے یا ہم اس کو بیٹا بنالیں اور ہم نے اسی طرح یوسف کو اس سرزمین میں خوب قوت دی اور تاکہ ہم ان کو خوابوں کی

الْأَحَادِيثِ ۚ وَاللَّهُ غَالِبٌ عَلَىٰ أَمْرِهِ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٢١﴾ وَلَمَّا

تعبیر دینا بتلا دیں اور اللہ تعالیٰ اپنے کام پر غالب ہے لیکن اکثر آدمی نہیں جانتے اور جب وہ اپنی جوانی کو

بَلَغَ أَشُدَّهُ آتَيْنَاهُ حُكْمًا وَعِلْمًا ۚ وَكَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ﴿٢٢﴾

پہنچے ہم نے ان کو حکمت اور علم عطا فرمایا اور ہم نیک لوگوں کو اسی طرح بدلا دیا کرتے ہیں۔

حضرت یوسفؑ کی نیلامی

قافلہ والے حضرت یوسفؑ کو مصر لے گئے اور وہاں جاکر آپ کی نیلامی شروع کر دی تو چاروں طرف سے بڑھ چڑھ کر آپ کی قیمت لگنی شروع ہوگئی آخر میں آپ کے وزن کے برابر سونا اور آپ ہی کے وزن کے برابر مشک اور آپ ہی کے وزن کے برابر ریشمی کپڑے قیمت ٹھہری یہ قیمت چکاکر عزیز مصر نے آپ کو خرید لیا، یہ ملک مصر کے وزیر خزانہ تھے ان کا نام قطفیر یا اطفیر تھا، یہ حضرت یوسف کو اپنے گھر لے گئے، ان کے دل میں اللہ نے یوسفؑ کی محبت و عزت پیدا کر دی اور وہ آپ کا نورانی چہرہ دیکھ کر قیافہ سے سمجھ گئے کہ یہ بچہ ہونہار اور باصلاحیت ہے آئندہ خوب ترقی کرے گا لہذا اپنے اپنی بیوی جس کا نام راعیل یا زلیخا تھا کو ہدایت کی اس لڑکے کو پیار و محبت سے رکھنا غلاموں جیسا معاملہ اس کے ساتھ نہ کرنا اور اس کے ٹھہرانے کا اچھا انتظام کرنا ہو سکتا ہے بڑا ہو کر یہ ہمارے کام آئے یا ہم اس کو اپنا بیٹا بنالیں مشہور یہ ہے کہ

عزیز مصر کے اولاد نہ تھی۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم نے جس طرح یوسفؑ کو بھائیوں کی دشمنی اور کنوئیں سے نکال کر عزیز مصر کے گھر پہونچایا اور عزت بخشی، اسی طرح ہم نے یوسفؑ کو سرزمین مصر کی حکومت بخشی اس میں خوش خبری ہے کہ آئندہ ملک مصر کی حکومت وسلطنت آپ کو عطا ہونے والی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم نے یوسفؑ کو حکومت اس لئے بخشی تاکہ وہ عدل وانصاف کے ذریعہ امن وامان قائم کریں اور اللہ کی کتابوں کی صحیح تعلیم دیں اور اللہ کے احکام جاری کریں۔

اور اگر "تَاْوِیْلُ الْاَحَادِیْثِ" سے خوابوں کی تعبیر مراد لی جائے تو مطلب یہ ہوگا کہ یوسف کو ان خوابوں کی تعبیر سکھادیں جو آئندہ ہونے والے واقعات کی طرف اشارہ کرتے ہیں، تاکہ ان کے ظاہر ہونے سے پہلے ہی حضرت یوسفؑ ان کے لئے تیار ہوجائیں اور پہلے سے انتظام کریں۔

بلاشبہ اللہ پاک جو کام کرنا چاہے وہ اس پر قادر وغالب ہے حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ جب کسی کام کا ارادہ فرماتے ہیں تو دنیا کے تمام اسباب وذرائع اس کے لئے تیار ہوجاتے ہیں، دیکھئے بھائی حضرت یوسفؑ کو حقیر وذلیل کرنا چاہتے تھے لیکن اللہ کا ارادہ آپ کو باعزت وباوقار کرنا تھا لہذا ملک مصر کی باگ ڈور آپ کو تھمادی مگر اکثر آدمی اس حقیقت کو نہیں سمجھتے صرف ظاہری اسباب ہی کو سب کچھ سمجھ بیٹھے ہیں۔

حضرت یوسف علی نبینا علیہ الصلوۃ والسلام جب اپنی بھرپور جوانی کو پہونچ گئے تو اللہ نے آپ کو علم وحکمت سے نواز دیا یعنی آپ کو نبوت عطا فرمادی گئی اس وقت آپ کی عمر حسن بصریؒ کے قول کے مطابق ۴۰ سال تھی حضرت ابن عباسؓ، مجاہدؒ اور قتادہؒ نے فرمایا کہ ۳۳ سال تھی اور سُدیؒ نے فرمایا ۳۰ سال تھی ان کے علاوہ بھی اور اقوال ہیں، بہرحال حضرت یوسفؑ کو نبوت مصر آنے کے ایک عرصہ بعد عطا کی گئی اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں ہم اسی طرح نیک کام کرنے والوں کو بدلہ دیتے ہیں مطلب یہ ہے کہ جس طرح حضرت یوسف کو تقویٰ وطہارت اور خوف خدا کی وجہ سے اللہ نے اپنے انعامات سے نوازا اور اپنا مقرب بنالیا، اسی طرح ہر نیک کام کرنے والے پر اللہ تعالیٰ انعام فرماتے ہیں

حضرت یوسفؑ پر تہمت لگانے کا جو قصہ آگے آرہا ہے اس سے پہلے ہی ان آیات میں اللہ پاک نے یہ تبلادیا کہ وہ سراسر تہمت والزام ہے کیونکہ جس کو ہم اپنا مقرب بنالیں اور نبوت سے سرفراز فرمائیں اس سے اس طرح کی کوئی حرکت سرزد نہیں ہوتی۔

وَرَاوَدَتْهُ الَّتِیْ هُوَ فِیْ بَیْتِهَا عَنْ نَّفْسِهٖ وَ غَلَّقَتِ الْاَبْوَابَ وَقَالَتْ هَیْتَ

اور جس عورت کے گھر میں یوسفؑ رہتے تھے وہ ان پر مفتون ہوگئی اور ان سے اپنا مطلب حاصل کرنے کو ان کو پھسلانے لگی اور سارے

لَكَ ۚ قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ إِنَّهٗ رَبِّيْٓ أَحْسَنَ مَثْوَايَ ۖ إِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۲۳﴾

دروازے بند کردیئے اور کہنے لگی کہ آجاؤ تم ہی سے کہتی ہوں یوسفؑ نے کہا اللہ بچائے وہ میرا مربی ہے کہ مجھ کو کیسی اچھی طرح رکھا ایسے حق فراموشوں کو فلاح نہیں ہوا کرتی

زلیخا کو یوسفؑ کا پھسلانا

جس عورت کے گھر میں حضرت یوسفؑ رہتے تھے یعنی عزیز مصر کی بیوی، وہ آپ کے حسن وجمال پر فریفتہ ہوگئی اور اپنا مطلب پورا کرنے کے لئے آپ کو پھسلانے لگی، اور تمام دروازے بند کرلئے، الغرض نفسانی خواہشات بھڑکانے کے جس قدر سامان ہوسکتے تھے زلیخا نے سب جمع کرکے بیتابانہ طور پر اپنا حسن وجوانی یوسفؑ کے حوالہ کرنا چاہا اس نازک اور سخت امتحان کے وقت آپنے اپنے رب کی پناہ چاہی اور ایک لفظ کہا "مَعَاذَ اللّٰهِ" (خدا کی پناہ) جس نے شیطانی جال کے تمام حلقے توڑ ڈالے، بس جسکو خدا کی پناہ مل جائے اس کو صحیح راستہ سے کوئی نہیں ہٹاسکتا۔

اس کے بعد حضرت یوسف علی نبینا علیہ الصلوۃ والسلام نے زلیخا کو نصیحت کی کہ آپ کا شوہر عزیز میرا آقا ہے اس نے مجھے عزت وراحت سے رکھا اور اولاد کی طرح میری پرورش کی، میں اسکے ساتھ بدسلوکی کیسے کرسکتا ہوں، بلاشبہ بھلائی کا بدلہ برائی سے دینے والے ظالم ہیں اور ظالم کبھی فلاح نہیں پاتا در حقیقت اس میں آپؑ نے زلیخا کو سبق دیا کہ جب میں چند روزہ پرورش کا اتنا حق پہچانتا ہوں تو تجھے تو مجھ سے زیادہ حق پہچاننا چاہیئے اور صرف اپنے شوہر ہی کی بن کر رہنا چاہیئے جس کے تجھ پر بے شمار احسانات ہیں۔

بعض مفسرینؒ نے فرمایا ہے (اِنَّهٗ) کی ضمیر اللہ کی طرف راجع ہے اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ بلاشبہ میرا خالق ورب اللہ جل شانہ ہے جس نے مجھے رہنے کے لئے راحت وعزت کا ٹھکانا دیا اور عزیز کے دل کو مجھ پر مہربان فرمایا میں تجھ سے یہ گندی حرکت کرکے اپنے خالق ومالک کی نافرمانی اور گناہ نہیں کرسکتا۔

وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ ۚ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَآ أَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ ۚ كَذٰلِكَ لِنَصْرِفَ

اور اس عورت کے دل میں تو ان کا خیال جم ہی رہا تھا اور ان کو بھی اس عورت کا کچھ کچھ خیال ہو چلا تھا اگر اپنے رب کی دلیل کو انھوں

عَنْهُ السُّوْٓءَ وَالْفَحْشَآءَ ۚ إِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۲۴﴾

نے نہ دیکھا ہوتا تو زیادہ خیال ہو جانا عجب نہ تھا ہم نے اسیطرح انکو علم دیا تاکہ ہم ان سے صغیرہ وکبیرہ گناہوں کو دور رکھیں وہ ہمارے برگزیدہ بندوں میں سے تھے

تفسیر:- زلیخا حضرت یوسفؑ سے اپنی خواہشات پورا کرنے کی فکر میں مکمل طور پر لگی ہوئی تھی اور

طرح طرح کی تدبیریں آپ کو اپنی طرف مائل کرنے کے لئے کر رہی تھی، چنانچہ صاحب مظہری رح نے سُدی اور ابن اسحاق کا بیان نقل کیا ہے کہ حضرت یوسف سے مطلب براری کرنے کے لئے زلیخا نے آپ کے حسن وجمال کی تعریف شروع کی کہنے لگی یوسف تمھارے بال بہت ہی خوبصورت ہیں، آپنے جواب دیا مرنے کے بعد سب سے پہلے یہی بدن سے جدا ہوں گے، اس نے پھر آپ کی آنکھوں کی تعریف کی آپنے فرمایا مرنے کے بعد یہ پانی ہو کر میرے چہرہ پر بہہ جائیں گی، پھر بولی یوسف تمھارا چہرہ حسین ودلکش اور ہوش ربا ہے، آپنے فرمایا کہ اس کو مٹی کھا جائے گی۔

الحاصل زلیخا آپ کے جذبات کو بھڑکانے میں لگی ہوئی تھی اور آپ اس کی خواہشات وجذبات کو ٹھنڈا کرنے کی فکر میں تھے، زلیخا نے جب دیکھا کہ میری کسی بھی تدبیر کا یوسف پر کوئی اثر نہیں ہو رہا ہے تو پھر بیتاب وبے اختیار ہو کر کہنے لگی یوسف ریشمی بستر لگا ہوا ہے اٹھو اور میرا مقصد پورا کرو، آپنے فرمایا اگر میں ایسا کروں گا تو جنت میں میرا کوئی حصہ نہ رہے گا

غرضیکہ ایک طرف زلیخا نے اپنی طرف راغب کرنے میں پوری طاقت لگا رکھی تھی دوسری طرف زیب وآسائش کے تمام سامان اور پُرسکون وبند کمرہ مزید برآں حضرت یوسفؑ کی جوانی اور سامنے خوبصورت وجوان عورت، ایسے پُرخطر ماحول میں حضرت یوسفؑ کو انسانی فطرت کے تقاضے سے کچھ کچھ غیر اختیاری میلان ہونے لگا تھا، جیسے گرمی کے روزہ میں ٹھنڈے پانی کی طرف میلان طبعی اور غیر اختیاری سب کو ہوتا ہے، حالانکہ روزہ توڑنے کا خیال تک بھی نہیں ہوتا، بہر حال اس قسم کا خیال نہ انسان کے اختیار میں ہے اور نہ اس پر کوئی مواخذہ وگناہ۔ بہر حال اس سے حضرت یوسفؑ کی شانِ تقویٰ وطہارت اور زیادہ بلند ہوجاتی ہے کہ طبعی اور بشری تقاضہ کے باوجود وہ گناہ سے محفوظ رہے۔

لَوْلَآ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ یعنی اگر حضرت یوسف اپنے رب کی برہان وحجت کو نہ دیکھتے تو اس خیال میں مبتلا رہتے مگر برہان رب دیکھ لینے کی وجہ سے، وہ غیر اختیاری خیال اور وسوسہ دل سے نکل گیا قرآن کریم نے یہ واضح نہیں فرمایا کہ برہان رب کیا چیز تھی اسی لئے اس میں حضرات مفسرین رح کے مختلف اقوال ——— ہیں، حضرت ابن عباس رض وغیرہ نے فرمایا کہ حضرت یعقوب کی صورت سامنے نظر آئی جو فرما رہے تھے کہ نادانوں جیسا کام مت کر، تیرا نام تو انبیاء کی فہرست میں لکھا ہوا ہے، بعض نے فرمایا کہ یوسفؑ کی نظر چھت کی طرف اٹھی تو اس میں یہ آیت لکھی ہوئی تھی لَا تَقْرَبُوا الزِّنَآ اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَّسَآءَ سَبِيْلًا۔ (یعنی زنا کے پاس مت جاؤ کیونکہ وہ بڑی بے حیائی (اور قہر خداوندی کا سبب) اور (معاشرہ کیلئے) بہت برا ہے، بعض مفسرین رح نے فرمایا کہ زلیخا کے مکان میں ایک بت تھا اس نے اس بت پر پردہ ڈالا تو حضرت یوسفؑ نے وجہ معلوم کی زلیخا نے کہا یہ میرا معبود ہے مجھے اس کے سامنے گناہ کرنے کی جرأت نہیں، حضرت یوسفؑ نے فرمایا میرا معبود اس سے زیادہ حیاء کا مستحق ہے اس کی نظر کو کوئی پردہ نہیں روک

سکتا، اور بعض مفسرین نے فرمایا حضرت یوسفؑ کی نبوت اور معرفت الٰہیہ ہی خود برہان رب تھی، صاحب تفسیر مظہری رح فرماتے ہیں میرے نزدیک یہی قول زیادہ قوی ہے، امام تفسیر ابن جریر ان تمام اقوال کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ جتنی بات قرآن کریم نے بتلادی ہے صرف اسی پر اکتفا کیا جائے یعنی حضرت یوسفؑ نے جو چیز دیکھی جس سے ان کے دل کا وسوسہ جاتا رہا اس چیز کی تعین میں وہ سب اقوال ہوسکتے ہیں جو حضرات مفسرینؒ نے بیان کئے، لیکن قطعی طور پر کسی کو متعین نہیں کیا جا سکتا۔

اسکے بعد اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں کہ ہم نے یوسف علیہ السّلام کو یہ بُرہان اس لئے دکھائی تھی کہ ان سے بے حیائی اور برائی کو ہٹادیں، برائی سے مراد صغیرہ گناہ ہے اور بے حیائی سے کبیرہ گناہ مراد ہے مطلب یہ ہے کہ یوسفؑ چھوٹے بڑے ہر قسم کے گناہ سے بچے رہے۔ بلاشبہ یوسفؑ ہمارے برگزیدہ اور منتخب بندوں میں سے ہے جن کو ہم نے منصب نبوت کیلئے منتخب فرمالیا ہے ایسے لوگوں کی اللہ کی طرف سے حفاظت کی جاتی ہے کہ وہ کسی برائی میں مبتلا نہ ہوسکیں ایسے لوگوں پر شیطان کا بھی اثر نہیں ہوتا، چنانچہ شیطان اللہ کے سامنے کہتا ہے قسم ہے تیری عزت وقوت کی میں تمام انسانوں کو گمراہ کروں گا سوائے ان بندوں کے جن کو آپ نے منتخب فرمالیا ہے۔

وَاسْتَبَقَا الْبَابَ وَقَدَّتْ قَمِيصَهُ مِنْ دُبُرٍ وَّأَلْفَيَا سَيِّدَهَا لَدَا الْبَابِ ۚ قَالَتْ مَا جَزَاءُ

اور دونوں دروازے کی طرف دوڑے اور اس عورت نے ان کا کرتا پیچھے سے پھاڑ ڈالا اور دونوں نے اس عورت کے شوہر کو دروازے کے

مَنْ أَرَادَ بِأَهْلِكَ سُوءًا إِلَّا أَنْ يُسْجَنَ أَوْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿٢٥﴾ قَالَ هِيَ رَاوَدَتْنِي عَنْ

پاس پایا بولی کہ جو شخص تیری بی بی کے ساتھ بدکاری کا ارادہ کرے اسکی سزا بجز اسکے اور کیا ہے کہ وہ جیلخانہ بھیجا جائے یا اور کوئی دردناک سزا ہو

نَفْسِي ۚ وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِنْ أَهْلِهَا إِنْ كَانَ قَمِيصُهُ قُدَّ مِنْ قُبُلٍ فَصَدَقَتْ وَهُوَ مِنَ

یوسفؑ نے کہا یہی مجھ سے اپنا مطلب نکالنے کو مجھ کو پھسلاتی تھی اور اس عورت کے خاندان میں سے ایک گواہ نے شہادت دی کہ ان کا کرتا اگر آگے سے

الْكَاذِبِينَ ﴿٢٦﴾ وَإِنْ كَانَ قَمِيصُهُ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ فَكَذَبَتْ وَهُوَ مِنَ الصَّادِقِينَ ﴿٢٧﴾

سے پھٹا ہے تو عورت سچی اور یہ جھوٹے اور اگر وہ کرتا پیچھے سے پھٹا ہے تو عورت جھوٹی اور یہ سچے سو جب ان کا کرتا پیچھے سے پھٹا

فَلَمَّا رَأَىٰ قَمِيصَهُ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ قَالَ إِنَّهُ مِنْ كَيْدِكُنَّ ۖ إِنَّ كَيْدَكُنَّ عَظِيمٌ ﴿٢٨﴾

ہوا دیکھا کہنے لگا یہ تم عورتوں کی چالاکی ہے بے شک تمہاری چالاکیاں بھی غضب ہی کی ہوتی ہیں

يُوسُفُ أَعْرِضْ عَنْ هَٰذَا ۚ وَاسْتَغْفِرِي لِذَنْبِكِ ۖ إِنَّكِ كُنْتِ مِنَ الْخَاطِئِينَ ﴿٢٩﴾

اے یوسفؑ اس بات کو جانے دو اور اے عورت تو اپنے قصور کی معافی مانگ بے شک سرتاسر تو ہی قصوروار ہے۔

حضرت یوسفؑ کی پاکدامنی کا ثبوت

جب حضرت یوسف علیہ السلام نے برہان رب دیکھی تو وہاں سے بھاگے، زلیخا آپ کو روکنے کے لئے پیچھے بھاگی۔ اتفاق سے آپ کی قمیص کا پچھلا حصہ زلیخا کے ہاتھ میں آگیا۔ اس نے پکڑ کر کھینچنا چاہا، کھینچا تانی میں آپ کا کرتا پیچھے سے پھٹ گیا مگر زلیخا سے چھٹ چھٹا کر باہر آگئے، بعض تاریخی روایات میں ہے کہ جس وقت حضرت یوسفؑ دروازہ پر پہونچے تو تالہ ازخود ٹوٹ کر گر گیا اور آپ جلدی سے باہر نکل گئے۔ فوراً ہی زلیخا پیچھے سے آگئی جیسے ہی یہ دونوں دروازے سے باہر آئے تو اتفاق سے زلیخا کے شوہر عزیز بھی دروازے کے قریب پہونچ گئے، اپنے شوہر کو دیکھ کر زلیخا سہم گئی اور فوراً بات بنائی کہ جو شخص آپ کی بیوی کے ساتھ برے کام کا ارادہ کرے اس کی سزا اس کے علاوہ اور کیا ہوسکتی ہے کہ اس کو جیل خانہ میں قید کردیا جائے یا سخت مار پیٹ کی سزا دی جائے، جب حضرت یوسفؑ نے دیکھا کہ اس نے تو الٹا الزام میرے ہی ذمہ لگا دیا ہے تو آپ نے اپنی صفائی کے طور پر عزیز مصر کو حقیقت بتلائی کہ آپ کی بیوی ہی اپنا مقصد نکالنے کے لئے مجھے بے قابو کررہی تھی میں نے بھاگ کر جان بچائی۔

عزیز مصر سخت حیران تھا کہ کس کو سچ اور کس کو جھوٹ جانے کہ عین اسی وقت اللہ پاک نے اپنے پیارے نبی حضرت یوسفؑ کے عزت و وقار کو برقرار رکھنے کے لئے ایک چھوٹے معصوم بچے کو جو اسی گھر میں گہوارہ میں پڑا ہوا تھا قوت گویائی عطا فرمائی، اس نے بڑی عقلمندانہ بات کہی کہ یوسفؑ کے کرتہ کو دیکھو اگر وہ آگے سے پھٹا ہوا ہے تو زلیخا سچی ہے اور اگر پیچھے سے پھٹا ہوا ہے تو یوسفؑ سچے ہیں کہ وہ اپنے بچاؤ میں بھاگ رہے تھے اور زلیخا ان کو روکنا چاہتی تھی، اس چکر میں کرتا پھٹ گیا، بعض مفسرینؒ نے فرمایا کہ یہ بات کہنے والا زلیخا کا چچازاد بھائی تھا جو نہایت ذکی و ہوشیار تھا

بہرحال بچہ کے خلاف عادت بولنے اور کرتا پیچھے سے پھٹا ہوا ہونے کی وجہ سے عزیز مصر کو یقین کامل ہوگیا کہ یوسفؑ پاکدامن اور سچے ہیں اور زلیخا قصوروار اور جھوٹی ہے تو اس نے اپنی بیوی سے کہا یہ سب تیرا مکر و فریب ہے اور واقعی عورتیں بڑی چالاک و مکار اور فریبی ہوتی ہیں چنانچہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ عورتیں شیطان کا جال ہیں

بعض علماء کا قول ہے کہ مجھے شیطان سے زیادہ عورتوں سے ڈر لگتا ہے۔ اپنی عزت کی خاطر عزیز مصر نے معاملہ ختم کرتے ہوئے کہا یوسف سچے تم ہی ہو، اس قصہ کو درگذر کرو کسی سے کوئی تذکرہ مت کرو نہیں تو یہ بات لوگوں میں پھیل کر ہماری بڑی بدنامی ہوگی اور اپنی بیوی سے کہا کہ یوسفؑ سے

اقوال و تحقیق امام احمدؒ نے اپنی مسند میں حدیث بیان کی ہے کہ شیرخوارگی کے زمانہ میں بولنے والے بچے چار ہوئے ہیں علامہ سیوطیؒ نے دوسری روایات سے تلاش کرکے ان کی تعداد گیارہ بتلائی ہے۔

معافی مانگ بلاشبہ قصوردار تو ہی ہے۔

وَ قَالَ نِسْوَةٌ فِي الْمَدِينَةِ امْرَاَتُ الْعَزِيزِ تُرَاوِدُ فَتٰهَا عَنْ نَّفْسِهٖ ۚ قَدْ شَغَفَهَا

اور چند عورتوں نے جو کہ شہر میں رہتی تھیں یہ بات کہی کہ عزیز کی بی بی اپنے غلام کو اس سے اپنا مطلب حاصل کرنے کے واسطے پھسلاتی ہے

حُبًّا ؕ اِنَّا لَنَرٰىهَا فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿٣٠﴾ فَلَمَّا سَمِعَتْ بِمَكْرِهِنَّ اَرْسَلَتْ اِلَيْهِنَّ

اس غلام کا عشق اسکے دل میں جگہ کرگیا ہے ہم تو اسکو صریح غلطی میں دیکھتے ہیں سو جب اس عورت نے ان عورتوں کی بدگوئی سنی تو کسی کے ہاتھ ان کو

وَ اَعْتَدَتْ لَهُنَّ مُتَّكَاً وَّ اٰتَتْ كُلَّ وَاحِدَةٍ مِّنْهُنَّ سِكِّيْنًا وَّ قَالَتِ اخْرُجْ

بلا بھیجا اور انکے واسطے تکیہ لگایا اور ہر ایک کو ان میں سے ایک ایک چاقو دیدیا اور کہا کہ ذرا ان کے سامنے تو آجاؤ سو عورتوں نے

عَلَيْهِنَّ ۚ فَلَمَّا رَاَيْنَهٗٓ اَكْبَرْنَهٗ وَ قَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ وَ قُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا هٰذَا

جوان کو دیکھا تو حیران رہ گئیں اور اپنے ہاتھ کاٹ لئے اور کہنے لگیں حاشا اللہ یہ شخص ہرگز آدمی نہیں

بَشَرًا ؕ اِنْ هٰذَآ اِلَّا مَلَكٌ كَرِيْمٌ ﴿٣١﴾ قَالَتْ فَذٰلِكُنَّ الَّذِيْ لُمْتُنَّنِيْ فِيْهِ ؕ وَ لَقَدْ

یہ تو کوئی بزرگ فرشتہ ہے وہ بولی وہ شخص یہی ہے جسکے بارے میں تم مجھ کو برا بھلا کہتی تھیں اور واقعی

رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ فَاسْتَعْصَمَ ؕ وَ لَئِنْ لَّمْ يَفْعَلْ مَآ اٰمُرُهٗ لَيُسْجَنَنَّ وَ لَيَكُوْنًا

میں نے اس سے اپنا مطلب حاصل کرنے کی خواہش کی تھی مگر یہ پاک صاف رہا اور اگر آئندہ میرا کہنا نہ کریگا تو بیشک جیلخانہ بھیجا جاویگا اور

مِّنَ الصّٰغِرِيْنَ ﴿٣٢﴾ قَالَ رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَيَّ مِمَّا يَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَيْهِ ۚ وَ اِلَّا

بے عزت بھی ہوگا یوسفؑ نے دعا کی کہ اے میرے رب جس کام کیطرف یہ عورتیں مجھ کو بلا رہی ہیں اس سے تو جیلخانہ میں جانا ہی مجھکو زیادہ پسند ہے

تَصْرِفْ عَنِّيْ كَيْدَهُنَّ اَصْبُ اِلَيْهِنَّ وَ اَكُنْ مِّنَ الْجٰهِلِيْنَ ﴿٣٣﴾ فَاسْتَجَابَ لَهٗ رَبُّهٗ

اور اگر آپ انکے داؤ پیچ کو مجھ سے دفع نہ کرینگے تو ان کی طرف مائل ہوجاؤں گا اور نادانی کا کام کر بیٹھونگا سو ان کی دعا انکے رب نے قبول کی اور

فَصَرَفَ عَنْهُ كَيْدَهُنَّ ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿٣٤﴾

ان عورتوں کے داؤ پیچ کو ان سے دور رکھا بیشک وہ بڑا سننے والا خوب جاننے والا ہے۔

زلیخا کی رسوائی کا چرچا

عزیز مصر نے اگرچہ رسوائی و بدنامی سے بچنے کے لئے اس معاملہ کو وہیں ختم کر دیا تھا مگر بات چھپ نہ سکی اور رفتہ رفتہ شاہی خاندان کی عورتوں میں یہ چرچا ہونے لگا کہ زلیخا بڑی ہی بے حیا ہے جو اپنے غلام پر ریجھ گئی ہے اور اسکے عشق میں مبتلا ہوگئی ہے

ایک شاھی اور معزز عہدیدار کی بیوی کے لئے یہ بات ڈوب مرنے کی ہے کہ وہ کھلی ہوئی غلطی اور بد چلنی میں مبتلا ہوگئی ہے۔

جب عورتوں کے لعن طعن کی خبر زلیخا کو پہونچی تو اس نے ان سب کی دعوت کرادی وہ آئیں تو ان کو سلیقہ سے مسند و تکیہ لگا کر بٹھایا گیا اور مختلف قسم کے کھانے اور پھل پیش کئے گئے اور سب کو ایک ایک چاقو بھی دیا گیا جو پھل وغیرہ کاٹنے کا بہانہ تھا اصل مقصد وہ تھا جو آگے آرہا ہے کہ حواس باختہ ہوکر اپنے ہاتھ زخمی کرلیں گی۔

بہر حال جب سب عورتیں کھانے کے لئے تیار ہوگئیں تو زلیخا نے حضرت یوسفؑ کو آواز دی کہ یہاں آئیے، آپ جب ان عورتوں کے سامنے آئے تو آپ کا حُسن بے مثال دیکھ کر تمام عورتیں اپنا ہوش و حواس کھو بیٹھیں اور مدہوشی کے عالم میں چاقو پھلوں کے بجائے اپنے ہاتھوں پر چلا بیٹھیں اور کہنے لگیں کون کہتا ہے یہ انسان ہے بخدا یہ تو نور کا پتلا اور بزرگ فرشتہ ہے، اور کہنے لگیں اب سمجھ میں آئی بات کہ یوسف کا حسن و جمال اور نورانی چہرہ دیکھ کر زلیخا اپنا عقل و ہوش کھو کر اس ہوش ربا غلام کے پیچھے پڑگئی اور یوسف فرشتہ کی طرح اپنی عفت و پاکدامنی کو بچاکر صاف نکل گیا۔

اب زلیخا کو مناسب موقع مل گیا لہٰذا بول پڑی دیکھ لو یہی ہے وہ غلام جس کے عشق و محبت کے بارے میں تم مجھے لعن و طعن کرتی تھیں جب ایک ہی منٹ کے دیدار نے تمہارا یہ حال بنادیا ہے تو چوبیس گھنٹے ساتھ رہنے والی کے دل پر کیا گذرتی ہوگی اس کا اندازہ لگالو، اب تو زلیخا کا حوصلہ ایسا بلند ہوا کہ کھل کر پورا واقعہ صاف صاف ان عورتوں سے بیان کردیا کہ حقیقت میں میں نے ہی اس کو اپنی خواہشات پوراکرنے کے لئے پھسلایا مگر اس بندۂ خدا نے میری ایک نہ سنی اس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسفؑ کی پاکدامنی اور زلیخا کے اقرار جرم کا ثبوت شہر کی معزز عورتوں کے سامنے پیش کرادیا۔

زلیخا حضرت یوسفؑ کو ان عورتوں کے سامنے ڈرانے دھمکانے لگی کہ اگر اب اس نے میرے کہنے کے مطابق نہ کیا تو اس کو جیل خانہ بھیجدیا جائیگا اور ضرور یہ رسوا و ذلیل ہوگا، بعض مفسرینؒ نے لکھا ہے کہ تمام عورتیں یوسف سے کہنے لگیں تمہیں اپنی مالکہ زلیخا کی بات مان لینی چاہئے اس کے بے شما احسانات تم پر ہیں انکار سے تمہارا ہی نقصان ہے کیوں بلاوجہ مصیبت خریدتے ہو، حضرت یوسف علیہ السلام نے جب یہ سمجھ لیا کہ یہ عورت تو بری طرح پیچھے پڑگئی ہے اور چاروں طرف سے شیطانی جال بچھ چکا ہے تو اپنے پروردگار کی بارگاہ میں گڑگڑا کر التجا کی اے میرے رب جس کام کیطرف یہ عورتیںعہ مجھے بلارہی ہیں اس کے مقابلہ میں مجھے قید میں رہنا

عہ چونکہ تمام عورتوں نے یوسفؑ سے زلیخا کی بات مان لینے کی سفارش کی تھی اس لئے یہاں حضرت یوسفؑ نے عورتیں (جمع کا صیغہ) استعمال کیا۔ محمد یعقوب غفرلہ ولوالدیہ۔

زیادہ پسند ہے، اے میرے پروردگار اگر آپنے مجھے ان کی فریب کاریوں اور مکاریوں سے نہ بچایا تو عجب نہیں کہ میں ان کی طرف مائل ہوجاؤں اور نادانوں میں سے بن جاؤں، یہاں حضرت یوسفؑ کی زبانی یہ بتلا دیا گیا ہے کہ انبیاء کی پاکدامنی بھی اللہ کی مدد سے ہوتی ہے اور انبیاء اپنی پاکدامنی پر مغرور نہیں ہوتے بہر حال اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسفؑ کی دعاء قبول فرمالی اور آپ ان عورتوں کے ہر قسم کے مکر و فریب سے محفوظ رہے، بلاشبہ اللہ پاک دعاؤں کو خوب سننے والے اور سب کے حالات خوب جاننے والے ہیں

ثُمَّ بَدَا لَهُم مِّنۢ بَعۡدِ مَا رَأَوُاْ ٱلۡأٓيَٰتِ لَيَسۡجُنُنَّهُۥ حَتَّىٰ حِينٖ ۝٣٥

پھر مختلف نشانیاں دیکھنے کے بعد ان لوگوں کو یہی مصلحت معلوم ہوا کہ ان کو ایک وقت (خاص) تک قید میں رکھیں

حضرت یوسفؑ کو قید

عزیز مصر کو حضرت یوسفؑ کی پاکدامنی پر بہت سی نشانیاں اور ثبوت فراہم ہوچکے تھے مگر پھر بھی ان لوگوں نے یہی مناسب سمجھا کہ آپ کو ایک مدت کیلئے قید کر دیا جائے، مصلحت اس میں یہ تھی کہ عزیز مصر اور زلیخا کی بدنامی کے چرچے ختم ہوجائیں اور لوگ یہ سمجھیں کہ قصور یوسف ہی کا تھا زلیخا خواہ مخواہ بدنام ہوئی، یہی وجہ تھی کہ جس وقت شاہ مصر نے آپ کو قید سے رہا کرکے اپنے پاس بلوایا تو آپ نے کہلا بھیجا کہ میں اس وقت تک قید خانہ سے باہر نہیں آؤں گا جب تک کہ میری پاکدامنی واضح طور پر سب کے سامنے نہ آجائے، آپ اس سلسلہ میں پوری تحقیقات کرائیں، چنانچہ بادشاہ نے مکمل طور پر تحقیقات کرائی اور خود بادشاہ نے بھی اپنی طرف سے تحقیق کی تو یہ بات کھل کر سامنے آئی کہ قصور زلیخا ہی کا تھا آپ بالکل بے قصور اور پاکدامن ہیں، بہر حال جب تمام لوگوں کو آپ کے بے قصور اور پاک دامن ہونے کا یقین ہوگیا تو آپ قید خانہ سے باہر آئے۔

وَدَخَلَ مَعَهُ ٱلسِّجۡنَ فَتَيَانِۖ قَالَ أَحَدُهُمَآ إِنِّيٓ أَرَىٰنِيٓ أَعۡصِرُ خَمۡرٗاۖ وَقَالَ

اور یوسفؑ کے ساتھ اور بھی دو غلام جیلخانہ میں داخل ہوئے ان میں سے ایک نے کہا کہ میں اپنے خواب میں دیکھتا ہوں کہ شراب نچوڑ رہا

ٱلۡأٓخَرُ إِنِّيٓ أَرَىٰنِيٓ أَحۡمِلُ فَوۡقَ رَأۡسِي خُبۡزٗا تَأۡكُلُ ٱلطَّيۡرُ مِنۡهُۖ نَبِّئۡنَا بِتَأۡوِيلِهِۦٓۖ

ہوں دوسرے نے کہا کہ میں اپنے کو اس طرح دیکھتا ہوں کہ اپنے سر پر روٹیاں لئے جاتا ہوں اسمیں سے پرندے کھاتے ہیں ہم کو اس خواب

إِنَّا نَرَىٰكَ مِنَ ٱلۡمُحۡسِنِينَ ۝٣٦ قَالَ لَا يَأۡتِيكُمَا طَعَامٞ تُرۡزَقَانِهِۦٓ إِلَّا نَبَّأۡتُكُمَا بِتَأۡوِيلِهِۦ

کی تعبیر بتلایئے آپ ہم کو نیک آدمی معلوم ہوتے ہیں یوسفؑ نے فرمایا کہ جو کھانا تمھارے پاس آتا ہے جو کہ تمکو کھانے کیلئے ملتا ہے میں اسکے

قَبۡلَ أَن يَأۡتِيَكُمَاۚ ذَٰلِكُمَا مِمَّا عَلَّمَنِي رَبِّيٓۚ إِنِّي تَرَكۡتُ مِلَّةَ قَوۡمٖ لَّا يُؤۡمِنُونَ

آنے سے پہلے اس کی حقیقت تم کو بتلا دیا کرتا ہوں یہ (بتلا دینا) اس علم کی بدولت ہے جو مجھ کو میرے رب نے تعلیم فرمایا ہے میں نے تو ان لوگوں کا

بِاللّٰهِ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۳۷﴾ وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ اٰبَآءِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ

مذہب چھوڑ رکھا ہے جو اللہ پر ایمان نہیں لاتے اور وہ لوگ آخرت کے بھی منکر ہیں اور میں نے اپنے باپ داداؤں کا مذہب اختیار کر رکھا ہے

وَيَعْقُوْبَ ؕ مَا كَانَ لَنَآ اَنْ نُّشْرِكَ بِاللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ؕ ذٰلِكَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ عَلَيْنَا

ابراہیم کا اور اسحاق کا اور یعقوب کا ہم کو کسی طرح زیبا نہیں کہ اللہ کے ساتھ کسی شئی کا شریک قرار دیں یہ ہم پر اور دوسرے لوگوں

وَعَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ ﴿۳۸﴾ يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ ءَاَرْبَابٌ

پر خدا تعالیٰ کا ایک فضل ہے لیکن اکثر لوگ شکر نہیں کرتے اے قید خانہ کے رفیقو متفرق معبود اچھے

مُّتَفَرِّقُوْنَ خَيْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ﴿۳۹﴾ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلَّآ اَسْمَآءً

یا ایک معبود برحق جو سب سے زبردست ہے (وہ اچھا) تم لوگ تو خدا کو چھوڑ کر صرف چند بے حقیقت ناموں کی

سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ؕ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ اَمَرَ اَلَّا

عبادت کرتے ہو جن کو تم نے اور تمہارے باپ داداؤں نے ٹھیرا لیا ہے خدا تعالیٰ نے تو ان کی کوئی دلیل بھیجی نہیں حکم

تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ ؕ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۴۰﴾

(دینے کا اختیار صرف) خدا کو ہے اس نے حکم دیا ہے کہ بجز اسکے کسی اور کی عبادت مت کرو یہی سیدھا طریقہ ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے

تفسیر:- جس وقت حضرت یوسف علی نبینا علیہ الصلوۃ والسلام کو جیل خانہ بھیجا گیا، اسی زمانہ میں بادشاہ کے دو غلام بھی جیل خانہ میں لائے گئے ان میں سے ایک شاہی باورچی تھا اور دوسرا ساقی، ان پر الزام تھا کہ انھوں نے کھانے اور شراب میں زہر ملانے کی سازش کی ہے ان کا مقدمہ زیر تحقیق تھا اسلئے ان کو قید کر لیا گیا، جیل خانہ میں جاکر انھوں نے حضرت یوسف کے بلند اخلاق دیکھے کہ سب قیدیوں سے پیار و محبت سے پیش آتے ہیں، سب کے دکھ درد میں کام آتے ہیں سب کو اچھی اچھی باتیں سکھاتے ہیں اور بہت سچے ہیں، نیز خواب کی تعبیر بھی بتلاتے ہیں، دن بھر آپ ان کاموں میں مشغول رہتے ہیں اور رات بھر اپنے خدا کی عبادت میں مصروف رہتے ہیں، آپ کے یہ اخلاق وصفات دیکھ کر یہ دونوں شاہی قیدی آپ سے بے حد مانوس ہوگئے اور بے پناہ آپ سے محبت وعقیدت ہوگئی۔

ایک دن ان دونوں نے آکر اپنا اپنا خواب آپ سے بیان کیا اور تعبیر معلوم کی، ساقی نے اپنا خواب بیان کیا کہ میں شراب بنانے کے لئے انگور کا عرق نکال رہا ہوں اور بادشاہ کو شراب پلا رہا ہوں، باورچی نے اپنا خواب یہ بیان کیا کہ جیسے میں سر پر روٹیوں کا ٹوکرا لئے جا رہا ہوں اور اس میں سے پرندے

نوچ نوچ کر کھا رہے ہیں

دعوت و تبلیغ

حضرت یوسفؑ نے ان کو اپنی طرف اس قدر متوجہ دیکھ کر موقع مناسب سمجھا کہ انھیں دین کی دعوت پیش کریں، بہت ممکن ہے کہ جیل خانہ کی پریشانیوں سے اکتا کر اور میری عقیدت کی وجہ سے یہ میری دعوت و تبلیغ کو قبول کرلیں، آپ نے ان کو تسلی دی کہ تمھیں خوابوں کی تعبیر بہت جلد معلوم ہوجائے گی، کھانا آنے سے پہلے پہلے میں تمھیں خواب کی تعبیر بتلا دوں گا

قَالَ لَا يَأْتِيكُمَا: حضرت تھانوی، وغیرہ مفسرینؒ نے اس آیت کی یہ تفسیر کی ہے کہ حضرت یوسفؑ نے اُن کے سامنے اپنا نبی ہونا ایک معجزہ سے ثابت کرنے کے لئے فرمایا: دیکھو جیل خانہ سے جو کھانا تم کو ملتا ہے میں اس کے آنے سے پہلے ہی تبلادیا کرتا ہوں کہ آج کھانے میں یہ چیز آئے گی، اس سے پہلے چند قیمتی باتیں سن لو، یاد رکھو میں کوئی کاہن یا منجم نہیں اور نہ ہی پیشہ ور تعبیر دینے والا ہوں بلکہ میں خواب کی تعبیر وحی الٰہی اور الہام ربانی سے دیتا ہوں، اس کے بعد ان کو توحید کی دعوت پیش کی کہ میں نے تو ان لوگوں کو پہلے ہی چھوڑ دیا ہے جو خدا کو چھوڑ کر بتوں وغیرہ کی پرستش کرتے ہیں اور اپنے بزرگ باپ داداؤں حضرت ابراہیمؑ، اسحاقؑ، یعقوب علیہم السلام کا مذہب اختیار کر رکھا ہے، جن کا عقیدہ رہا ہے کہ دنیا کی کسی بھی چیز کو خدا کا شریک نہ ٹھہرائیں صرف اسی کو اپنا معبود بنائیں اور صرف اسی کے سامنے جھکیں، صرف اسی پر بھروسہ کریں، اپنا نفع و نقصان، مرنا جینا صرف اسی کے قبضۂ قدرت میں سمجھیں، اور اے میرے جیل کے ساتھیو! تم ہی بتلاؤ کہ بہت سے معبود اچھے ہیں یا ایک معبود برحق جو سب پر غالب و زبردست ہے، بس تمھارے بڑوں نے جو بہت سے معبود بنا لئے ہیں وہ یوں ہی اپنے خیالات سے بنائے ہیں ان کا کوئی حقیقت و ثبوت نہیں، بس اصل حکم تو اللہ کا ہے جس نے ہم سب کو اور دونوں جہان کے ذرے ذرے کو پیدا کیا ہے، اسی نے ہمیں یہ حکم دیا ہے کہ ہم صرف اسی کی بندگی کریں اسی کے سامنے سجدہ ریز ہوں مگر اکثر لوگ اس طرف توجہ نہیں کرتے اور غافل ہیں۔

يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ اَمَّآ اَحَدُكُمَا فَيَسْقِيْ رَبَّهٗ خَمْرًا ۚ وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَيُصْلَبُ فَتَاْكُلُ

اے قید خانہ کے رفیقو تم میں ایک تو اپنے آقا کو شراب پلایا کرے گا اور دوسرا سولی دیا جائیگا اور اس کے سر کو پرندے (نوچ

الطَّيْرُ مِنْ رَّاْسِهٖ ۭ قُضِيَ الْاَمْرُ الَّذِيْ فِيْهِ تَسْتَفْتِيٰنِ ۝۴۱ۭ وَقَالَ لِلَّذِيْ ظَنَّ اَنَّهٗ نَاجٍ

نوچ) کھاویں گے جس بارے میں تم پوچھتے تھے وہ اسی طرح مقدر ہوچکا اور جس شخص پر رہائی کا گمان تھا اس سے

مِّنْهُمَا اذْكُرْنِيْ عِنْدَ رَبِّكَ ۡ فَاَنْسٰىهُ الشَّيْطٰنُ ذِكْرَ رَبِّهٖ فَلَبِثَ فِي السِّجْنِ بِضْعَ

یوسفؑ نے فرمایا کہ اپنے آقا کے سامنے میرا بھی تذکرہ کرنا پھر اسکو اپنے آقا سے تذکرہ کرنا شیطان نے بھلا دیا تو قید خانہ میں اور

سِنِيْنَ ۝۴۲

بھی چند سال ان کا رہنا ہوا۔

خواب کی تعبیر

دونوں شاہی قیدیوں کو توحید و ایمان کی دعوت پیش کرنے کے بعد حضرت یوسف ؑ نے ان کے خواب کی تعبیر بتلائی فرمایا تم میں سے جس نے بادشاہ کو شراب پلائی وہ قید سے بری ہو کر اپنے سابقہ عہدہ پر لوٹ کر پھر سے بادشاہ کو شراب پلائیگا اور جس نے اپنے سر پر روٹیاں دیکھی وہ سولی پر چڑھایا جائیگا اور پھر اس کے گوشت کو پرندے نوچ نوچ کر کھائیں گے، اس تعبیر کے ساتھ ساتھ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ یہ تعبیر میں نے ایسے ہی اندازے اور تخمینے سے نہیں دی بلکہ یہ خدائی فیصلہ ہے جو ہو کر رہے گا چنانچہ مقدمہ کی سماعت کئے بعد جج نے بھی یہی فیصلہ سنایا اور اس طرح ایک کو پھر سے بادشاہ کی خدمت کا موقع نصیب ہوا اور دوسرا سولی پر چڑھایا گیا۔

ان دونوں قیدیوں میں سے جس کے متعلق حضرت یوسف ؑ جانتے تھے کہ یہ بری ہوگا یعنی ساقی اس سے فرمایا جب تم بادشاہ کی خدمت میں جاؤ تو میرا بھی ذکر کرنا کہ ایک آدمی اس طرح کا بے قصور جیل خانہ میں مدتوں سے پڑا ہوا ہے، سنو میرے جو حالات تم نے دیکھے ہیں صرف وہی بیان کرنا ان میں کسی قسم کا مبالغہ مت کرنا۔ اس سے معلوم ہوا کہ کسی مصیبت سے چھٹکارہ حاصل کرنے کے لئے کسی انسان کو واسطہ و ذریعہ بنانا توکل کے خلاف نہیں۔

جب ساقی رہا ہو کر بادشاہ کی خدمت میں پہونچ گیا تو شیطان نے اس کے دل سے حضرت یوسف کا تذکرہ بادشاہ سے کرنا بھلا دیا، نتیجہ یہ ہوا کہ آپ کو اور کئی سال قید میں رہنا پڑا۔

وَقَالَ الْمَلِكُ اِنِّيْٓ اَرٰى سَبْعَ بَقَرٰتٍ سِمَانٍ يَّاْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَّسَبْعَ سُنْۢبُلٰتٍ

اور بادشاہ نے کہا کہ میں دیکھتا ہوں کہ سات گائیں فربہ ہیں جن کو سات لاغر گائیں کھا گئیں اور سات بالیں سبز ہیں

خُضْرٍ وَّاُخَرَ يٰبِسٰتٍ ؕ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَاُ اَفْتُوْنِيْ فِيْ رُءْيَايَ اِنْ كُنْتُمْ لِلرُّءْيَا تَعْبُرُوْنَ ۝۴۳

اور انکے علاوہ سات اور ہیں جو کہ خشک ہیں اے دربار والو اگر تم تعبیر دے سکتے ہو تو میرے اس خواب کے بارے میں مجھ کو

قَالُوْٓا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍ ۚ وَمَا نَحْنُ بِتَاْوِيْلِ الْاَحْلَامِ بِعٰلِمِيْنَ ۝۴۴ وَقَالَ الَّذِيْ نَجَا

جواب دو وہ لوگ کہنے لگے کہ یونہی پریشان خیالات ہیں اور ہم لوگ خوابوں کی تعبیر کا علم بھی نہیں رکھتے اور ان دو قیدیوں

مِنْهُمَا وَادَّكَرَ بَعْدَ اُمَّةٍ اَنَا اُنَبِّئُكُمْ بِتَاْوِيْلِهٖ فَاَرْسِلُوْنِ ۝۴۵ يُوْسُفُ اَيُّهَا

میں سے جو رہا ہو گیا تھا اس نے کہا اور مدت کے بعد اس کو خیال آیا میں اس کی تعبیر کی خبر لائے دیتا ہوں آپ لوگ مجھکو ذرا جانے دیں

الصِّدِّيْقُ اَفْتِنَا فِيْ سَبْعِ بَقَرٰتٍ سِمَانٍ يَّاْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَّسَبْعِ

اجازت دیجئے، اے یوسف اے صدقِ مجسم آپ ہم لوگوں کو اسکا جواب دیجئے کہ سات گائیں موٹی ہیں ان کو سات دبلی گائیں کھا گئیں

سُنْۢبُلٰتٍ خُضْرٍ وَّاُخَرَ يٰبِسٰتٍ ۙ لَّعَلِّيْٓ اَرْجِعُ اِلَى النَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۴۶﴾ قَالَ

اور سات بالیں ہری ہیں اور اسکے علاوہ خشک بھی ہیں تاکہ میں ان لوگوں کے پاس لوٹ کر جاؤں اور بیان کروں تاکہ ان کو بھی معلوم ہو جائے

تَزْرَعُوْنَ سَبْعَ سِنِيْنَ دَاَبًا ۚ فَمَا حَصَدْتُّمْ فَذَرُوْهُ فِيْ سُنْۢبُلِهٖٓ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّا

آپ نے فرمایا کہ تم سات سال متواتر غلہ بونا پھر جو فصل کاٹو تو اس کو بالوں میں رہنے دینا ہاں مگر تھوڑا سا جو تمہارے

تَاْكُلُوْنَ ﴿۴۷﴾ ثُمَّ يَاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ سَبْعٌ شِدَادٌ يَّاْكُلْنَ مَا قَدَّمْتُمْ لَهُنَّ اِلَّا

کھانے میں آوے پھر اس سات برس کے بعد سات برس اور ایسے سخت آویں گے جو کہ اس ذخیرہ کو کھا جاویں گے جس کو تم

قَلِيْلًا مِّمَّا تُحْصِنُوْنَ ﴿۴۸﴾ ثُمَّ يَاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ عَامٌ فِيْهِ يُغَاثُ النَّاسُ وَ

نے ان برسوں کے واسطے جمع کر کے رکھا ہوگا ہاں مگر تھوڑا سا (جو بیج کے واسطے) رکھ چھوڑو گے پھر اس کے بعد ایک برس ایسا

فِيْهِ يَعْصِرُوْنَ ﴿۴۹﴾ ع ۶ ۱۳

آوے گا جس میں لوگوں کے لئے خوب بارش ہوگی اور اس میں شیرہ بھی نچوڑیں گے

شاہِ مصر کا خواب اور اس کی تعبیر

اس سورۂ یوسف میں جگہ جگہ اس پر توجہ دلائی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ جب کوئی کام چاہتے ہیں تو اس کے لئے ایسے اسباب پیدا فرما دیتے ہیں جس کی طرف آدمی کا خیال بھی نہیں جاتا چنانچہ حضرت یوسف ؑ کی رہائی کا معاملہ بھی ایسے ہی ہوا۔ مصر کے بادشاہ ریّان بن دلید نے ایک خواب دیکھا جس کو دیکھ کر وہ حیران و پریشان ہو گیا، دربار منعقد کیا گیا جس میں سلطنت کے ماہرین، معتبر کاہن، منجم اور علم داں حضرات کو جمع کیا گیا بادشاہ نے ان کے سامنے اپنا خواب بیان کیا کہ میں نے دیکھا ہے سات گائیں تندرست و موٹی تازی ہیں، ان کو سات دبلی پتلی اور کمزور گائیں کھا گئیں، اور میں نے دیکھا کہ سات بالیں (گیہوں وغیرہ کی) ہری ہیں اور سات بالیں خشک ہیں، خشک بالیں ہری بالوں کو لپٹ گئیں اور ان کو بھی خشک کر دیا، تم لوگ مجھے اس خواب کی تعبیر بتاؤ۔ کسی کی سمجھ میں تعبیر نہیں آئی تو بات بنائی کہ بادشاہ سلامت یہ ایسا خواب نہیں جس کی تعبیر ہو محض پریشان خیالات ہیں، بسا اوقات نیند میں اس طرح کے مناظر دیکھتے ہیں۔

اب ساقی کو حضرت یوسف ؑ کی بات یاد آئی اس نے بادشاہ سے عرض کیا کہ جیل میں ایک مقدس بزرگ فرشتہ صورت موجود ہے جو فن تعبیر کا ماہر ہے (بہت ممکن ہے اس نے اپنے خواب کا بھی پورا قصہ بتلایا ہو)۔

اجازت ہو تو میں ان سے تعبیر معلوم کرنے کیلئے جاؤں، بادشاہ کی طرف سے اجازت ملی تو ساقی جیل خانہ پہونچا اور جاکر عرض کیا اے سچے یوسف بادشاہ نے یہ خواب دیکھا ہے اس کی تعبیر کوئی نہ دے سکا پورا دربار بھرا ہوا ہے، بادشاہ کو اس خواب کی تعبیر چاہئے مجھے یقین ہے آپ جو تعبیر دیں گے وہ سچ اور صحیح ہوگی بس آپ مجھے تعبیر بتلایئے کہ تاکہ میں ان تمام لوگوں کو جاکر سنا سکوں۔

حضرت یوسف ؑ کی پیغمبرانہ عالی اخلاق دیکھئے کہ آپ نے اس کو نہ کوئی ملامت کی اور نہ ہی آئندہ کے لئے کوئی شرط لگائی بلکہ فوراً تعبیر بتلادی فرمایا سات موٹی گائیں اور ہری بالوں کی تعبیر ایسے سات سال ہیں جن میں متواتر خوش حالی رہے گی کھیتوں اور جانوروں میں خوب پیداوار ہوگی سات دبلی گائیں اور خشک بالوں کی تعبیر ایسے سات سال ہیں جن میں زبردست قحط پڑے گا جس میں پچھلا تمام ذخیرہ کھاکر ختم کردیا جائے گا۔

تعبیر کے علاوہ آپ ؑ نے مخلوقِ خدا پر شفقت و ہمدردی کرتے ہوئے یہ تدبیر بھی تلائی کہ پہلے سات سال میں جو پیداوار ہو اسے کفایت شعاری سے استعمال کرنا اور باقی غلہ بالوں ہی میں رہنے دینا تاکہ وہ کیڑے وغیرہ سے محفوظ رہ سکے اس طرح سات سال کی پیداوار سے تم چودہ سال کا کام چلا سکوگے، اگر تم نے میری تدبیر پر عمل نہ کیا تو قحط سالی کا مقابلہ کرنا بہت مشکل ہوجائیگا، اسی کے ساتھ آپ نے ان کو ایک خوش خبری بھی سنائی کہ قحط کے سات سالوں کے بعد جو آٹھواں سال آئے گا وہ بہت ہی زیادہ پیداوار کا ہوگا، حضرت قتادہ رضؓ نے فرمایا کہ یہ خوش خبری آپ ؑ نے بذریعۂ وحی سنائی

وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُوْنِیْ بِهٖ ۚ فَلَمَّا جَآءَهُ الرَّسُوْلُ قَالَ ارْجِعْ اِلٰی رَبِّكَ فَسْـَٔلْهُ

اور بادشاہ نے حکم دیا کہ ان کو میرے پاس لاؤ چنانچہ یہاں سے قاصد چلا پھر جب انکے پاس قاصد پہونچا آپ نے فرمایا

مَا بَالُ النِّسْوَةِ الّٰتِیْ قَطَّعْنَ اَیْدِیَهُنَّ ؕ اِنَّ رَبِّیْ بِكَیْدِهِنَّ عَلِیْمٌ ۝۵۰

کہ تو اپنی سرکار کے پاس لوٹ جا پھر اس سے دریافت کر کہ ان عورتوں کا کیا حال ہے جنھوں نے اپنے ہاتھ کاٹ لئے تھے میرا رب ان عورتوں کے فریب کو خوب جانتا ہے۔

تفسیر:- بادشاہ کچھ تو پہلے ہی ساقی کے تذکرہ سے حضرت یوسف ؑ کا معتقد ہوگیا تھا اور جب آپ نے خواب کی صحیح اور موزوں تعبیر اور رعایا کی ہمدردی کی تدبیر سنی تو آپ کے علم وفضل اور

اقوال وتحقیق بِكَیْدِهِنَّ:- یہاں حضرت یوسف ؑ نے فریب میں تمام عورتوں کو شامل کردیا جب کہ حقیقت میں صرف ایک عورت (زلیخا) کا فریب تھا، جواب اس کا یہ ہے کہ چونکہ دوسری عورتیں مددگار تھیں اسلئے جمع کا صیغہ استعمال فرمایا، دوسرا جواب یہ ہے کہ حقِ پرورش کے پیش نظر آپ نے صاف طور پر زلیخا کا نام نہیں لیا۔

دانشوری و دور اندیشی اور حسن اخلاق کا سکہ اس کے دل پر بیٹھ گیا. فوراً حکم دیا کہ آپ کو میرے پاس لاؤ تاکہ میں ان کے مرتبہ اور قابلیت کے موافق عزت کرسکوں، چنانچہ قاصد شاہی پیغام لے کر آپ کی خدمت میں پہونچا تو آپ نے آنے سے انکار کر دیا اور قاصد سے کہا کہ بادشاہ سے جاکر کہنا کیا آپ کو ان عورتوں کے واقعہ کی حقیقت معلوم ہے جنھوں نے دعوت کے موقع پر اپنے ہاتھ کاٹ لئے تھے حضرت یوسفؑ یہ چاہتے تھے کہ میرے دامن پر کسی قسم کا دھبہ باقی نہ رہے اس لئے آپ نے بادشاہ کو اس طرف توجہ دلائی کہ پہلے میری پاکدامنی کی ان عورتوں سے تحقیق کرلیں جب آپ کو میری پاکدامنی کا یقین ہوجائے اور کسی کو بھی میری پاکدامنی پر شبہ نہ رہے تب میں قید خانہ سے باہر آؤں گا۔

اس کے بعد حضرت یوسفؑ نے فرمایا کہ میرا رب تو ان عورتوں کے جھوٹ اور مکروفریب کو جانتا ہی ہے میں چاہتا ہوں کہ بادشاہ وقت کو بھی حقیقت حال کا صحیح علم ہوجائے۔

قَالَ مَا خَطْبُكُنَّ اِذْ رَاوَدْتُّنَّ يُوْسُفَ عَنْ نَّفْسِهٖ ؕ قُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا عَلِمْنَا عَلَيْهِ مِنْ

کہا کہ تمہارا کیا واقعہ ہے جب تم نے یوسفؑ سے اپنے مطلب کی خواہش کی عورتوں نے جواب دیا حاش للہ ہم کو ان میں ذرا بھی

سُوْٓءٍ ؕ قَالَتِ امْرَاَتُ الْعَزِيْزِ الْـٰٔنَ حَصْحَصَ الْحَقُّ ۫ اَنَا رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ وَاِنَّهٗ

تو کوئی برائی کی بات نہیں معلوم ہوئی عزیز کی بی بی کہنے لگی کہ اب تو حق بات ظاہر ہو ہی گئی میں نے ان سے

لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۵۱﴾ ذٰلِكَ لِيَعْلَمَ اَنِّيْ لَمْ اَخُنْهُ بِالْغَيْبِ وَاَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ كَيْدَ

اپنے مطلب کی خواہش کی تھی اور بے شک وہی سچے ہیں، یوسفؑ نے فرمایا یہ تمام اہتمام محض اس وجہ سے ہے

الْخَآئِنِيْنَ ﴿۵۲﴾

تاکہ (عزیز) کو یقین کے ساتھ معلوم ہوجائے کہ میں نے اسکی عدم موجودگی میں اسکی آبرو میں دست اندازی نہیں کی اور یہ کہ اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والوں کے فریب کو چلنے نہیں دیتا

زلیخا کا اعتراف جرم اور حضرت یوسف کی رہائی

شاہ مصر نے حضرت یوسفؑ کی منشا کے مطابق ان تمام عورتوں کو اور زلیخا کو طلب کیا اور ان سے پوچھا کہ صاف صاف اور صحیح صحیح بتاؤ اس معاملہ کی اصل حقیقت کیا ہے جب کہ تم نے اپنا مطلب پورا کرنے کے لئے یوسف کو پھسلایا تھا، بادشاہ نے پوچھنے کا یہ انداز اس لئے اختیار کیا کہ اس کو یقین ہوچکا تھا کہ یوسف واقعۃً بے قصور ہے، یا اس لئے اختیار کیا تاکہ عورتیں یہ سمجھیں کہ بادشاہ کو سب معلوم ہے اور پھر ان کو جھوٹ بولنے کی ہمت نہ ہو، صحیح صحیح واقعہ کی حقیقت ظاہر کر دیں، چنانچہ یہی ہوا کہ بادشاہ کے پوچھنے پر سب نے متفقہ طور پر جواب دیا، حاشا للہ، ہم نے

یوسفؑ میں کوئی بھی برائی کی بات نہیں پائی۔ زلیخا کہنے لگی اب تو حق بات سب پر ظاہر ہو ہی گئی ہے لہذا میں اپنے جرم کا اقرار کرتی ہوں، حقیقت یہ ہے کہ میں نے ہی یوسف کو اپنا مطلب پورا کرنے کے لئے پھسلایا تھا اور وہ اس بات میں بالکل سچے ہیں کہ میں نے ان کو پھسلایا تھا۔

حضرت یوسفؑ فرماتے ہیں کہ قید سے رہائی کا انکار کر کے میں نے اپنے معاملہ کی تحقیقات کا مطالبہ اس لئے کیا تھا کہ عزیز مصر کو پورے یقین و ثبوت کے ساتھ معلوم ہو جائے کہ میں نے اس کی غیر موجودگی میں اس کی عزت و آبرو پر ہاتھ نہیں ڈالا، کسی قسم کی کوئی خیانت نہیں کی اور یہ تحقیق و تفتیش میں نے اس لئے کرائی تاکہ میری پاک دامنی بالکل روشن ہو کر سامنے آجائے اور لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ خائنوں اور دغا بازوں کا فریب چلنے نہیں دیتا چنانچہ عورتوں کا فریب نہ چلا اور حق سب کے سامنے آکر رہا، اور فریبی رسوا و ذلیل ہوئے

حق تعالیٰ شانہ ہم سب کو ہر طرح
کے مکر و فریب سے
محفوظ فرمائے
اللھم آمین

الحمد للہ

پارہ و ما من دابۃ ۱۲ کی تفسیر بحسن و خوبی مکمل ہوئی

تفسیر ھذا

ذیل کتب تفاسیر سے مستفاد ہے

۱ بیان القرآن ۲ معارف القرآن ۳ فوائد عثمانیہ ۴ مظہری، ۵ ابن کثیر
۶ تفسیر حقانی ۷ قصص القرآن وغیرہم

قسط وار شائع ہونے والی تین عظیم الشان کتابیں

آسان تفسیر

قرآن کریم کے نزول کا اصل مقصد اس کو سمجھ کر عمل کرنا ہے۔ اس مقصد کو پورا کرنے کے لیے آسان تفسیر کا سلسلہ جاری کیا گیا ہے۔ یہ تفسیر اکابرامت کی قدیم وجدید مستند ومعتبر تفاسیر کا خلاصہ ونچوڑ ہے۔ جس کو نہایت آسان وعام فہم زبان اور مختصر وجامع انداز میں مولانا محمد یعقوب قاسمی نے قلمبند کیا ہے، ترجمہ کلام پاک حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ کا ہے۔ الحمدللہ یہ تفسیر بتیس (۳۲) قسطوں میں تیار ہو چکی ہے۔

تذکرۃ الانبیاء

اس کتاب میں حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر نبی آخر الزماں محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم تک مشہور پیغمبروں کے واقعات و حالات اور ان کے ماننے والوں کی فلاح ونجات اور جھٹلانے والوں کا انجام تفصیل کے ساتھ مستند طور پر سلیس وعام فہم انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ الحمدللہ یہ کتاب، سولہ (۱۶) قسطوں میں تیار ہو چکی ہے۔

تلخیص بخاری شریف

بخاری شریف جس کے متعلق فرمایا گیا ہے ''اصح الکتب بعد کتاب اللہ الصحیح البخاری'' کہ قرآن کریم کے بعد کتابوں میں سب سے زیادہ صحیح کتاب بخاری شریف ہے۔ ''تلخیص بخاری شریف'' میں صحیح بخاری شریف کی منتخب احادیث پاک کا ترجمہ وتشریح آسان وعام فہم انداز میں بالخصوص عام اردو داں طبقہ کے لیے مستند ومعتبر شروحات بخاری شریف وغیرہ کتب سے اخذ کر کے مولانا محمد یعقوب قاسمی (سابق استاذ حدیث وتفسیر دار العلوم سہارنپور) نے ترتیب دیا ہے۔

''تلخیص بخاری شریف'' کو اپنے وقت کے عظیم اکابرین نے اپنی قیمتی تقریظات سے مزین فرمایا ہے۔

ان کتابوں کو آپ فون کر کے گھر بیٹھے پوسٹ مین سے وی، پی رجسٹری، پارسل کے ذریعہ حاصل کر سکتے ہیں۔ مکمل معلومات حاصل کرنے، اور ان کتابوں کو طلب کرنے کے لیے ہمارے موبائل نمبر پر رابطہ قائم فرمائیں۔

گذارش: خواہش مند حضرات کے مکمل پتے روانہ فرما کر اشاعت دین میں تعاون فرمائیں۔ فجزاکم اللہ۔

ادارہ دعوت وتبلیغ

گلی نمبر۲، آلی کی چنگی، منڈی سمیتی روڈ، سہارنپور، موبائل نمبر: 09837375773 09837002261

اس دور کی سب سے آسان، عام فہم اور مستند تفسیرِ قرآن کریم

آسان تفسیر

پارہ ۱۳

مرتب

مولانا محمد یعقوب قاسمی

سابق استاذِ حدیث و تفسیر دار العلوم سہارنپور

ترجمہ: حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

شائع کردہ

ادارہ دعوت و تبلیغ

گلی آئی کی چنگی منڈی سمیتی روڈ سہارنپور یوپی

MOBILE : 9837375773

50/-

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ

اور ہم نے قرآن کو نصیحت حاصل کرنے کیلئے آسان کردیا ہے سو کیا کوئی نصیحت حاصل کرنیوالا ہے

قرآن شریف کی

آسان تفسیر اردو

قدیم وجدید مستند و معتبر کتب تفاسیر کے ماخذ کی روشنی میں

ترجمہ قرآن شریف

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رح

مرتب

محمد یعقوب قاسمی فاضل دارالعلوم دیوبند

پارہ ۱۳ وما ابرئ

شائع کردہ

ادارہ دعوت وتبلیغ آلی کی چنگی گلی ۲ سہارنپور ۲۴۷۰۰۱ (یو پی)

مطبع الانور قاسمی دیوبند

فہرست عنوانات آسان تفسیر اردو پارہ وَمَا أُبَرِّئُ نَفْسِي ۱۳

شان پیغمبری	۳
نفس کی تین حالتیں	۳
واقعہ کی تحقیق	۴
ایک علمی نکتہ	۵
حضرت یوسفؑ کو دنیوی عظمت بھی عطا ہوئی	۶
قحط کا زمانہ شروع	۷
بھائی، یوسفؑ کے دربار میں	۷
ایک سوال کا جواب	۸
بھائیوں کی اپنے وطن واپسی	۹
بیٹوں سے عہد	۱۰
بیٹوں کو ہدایت	۱۱
نظر لگنا حق ہے	۱۱
نظر بد کا علاج	۱۱
بنیامین کو روکنے کی تدبیر	۱۴
دو سوالوں کا ایک جواب	۱۵
حضرت یوسفؑ کا ضبط و تحمل	۱۶
صبر یعقوبؑ	۱۹
تلاش یوسفؑ	۲۰
تیسرا سفر مصر	۲۱
کنعان واپسی	۲۴
خاندان یعقوبؑ مصر میں	۲۵
قصہ یوسف کا اختتام	۲۷
قصہ یوسفؑ حضورؐ کی نبوت کا واضح ثبوت ہے	۲۸
منکرین توحید و رسالت	۲۹
ایک شبہ کا جواب	۳۱
انبیاء کے قصے عبرت انگیز ہیں	۳۲
دلائل توحید	۳۳
منکرین قیامت دوزخی ہیں	۳۶
قدرت خداوندی	۳۷
فرشتوں کے ذریعہ انسان کی حفاظت	۳۸
ایک عبرت آموز واقعہ	۴۰
حق و باطل کی مثال	۴۳
حق و باطل کا انجام	۴۳
صلحاء کی صفات اور مقام	۴۴
بدنصیبوں کی خصلتیں اور انجام	۴۶
معجزات کا مطالبہ	۴۸
شان نزول	۵۱
مومن و کافر کا انجام	۵۴
حضورؐ کو تسلی	۵۶
کفار کا مکر اور اس کی سزا	۵۷
سورۂ ابراہیم کا آغاز	۵۹
ایک شبہ کا جواب	۵۹
کافرین کے اعمال کی مثال	۶۶
مؤمنین و کافرین اور ان کے اعمال کی سزا	۶۹
ناشکری کی سزا	۷۰
حضرت ابراہیم کی دعا	۷۳
ایک سوال کا جواب	۷۳
اللہ کا وعدہ حق ہے	۷۸
قرآن ایک جامع کتاب ہے	۸۰

وَمَآ اُبَرِّئُ نَفْسِیْ ۚ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوْٓءِ

اور میں اپنے نفس کو بری نہیں بتلاتا نفس تو بری ہی بات بتلاتا ہے

اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْ ؕ اِنَّ رَبِّیْ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۵۳﴾

بجز اس کے جس پر میرا رب رحم کرے بلاشبہ میرا رب بڑی مغفرت والا بڑی رحمت والا ہے۔

شانِ پیغمبری

پیغمبروں کی یہ شان ہوتی ہے کہ وہ اپنے اعمالِ حسنہ کو بھی اپنا کمال نہیں سمجھتے، بلکہ اللہ کے فضل و کرم کا نتیجہ سمجھتے ہیں، چنانچہ اس آیت پاک میں حضرت یوسف علی نبینا علیہ الصلوۃ والسلام فرما رہے ہیں کہ زلیخا کے پھسلانے اور اپنی طرف راغب کرنے کے باوجود میں غلط کاری سے محفوظ رہا اس میں میرا کوئی کمال نہیں بلکہ یہ تو محض اللہ پاک کا مجھ پر فضل و کرم ہے کہ اس نے مجھے اس کام سے بچائے رکھا اور میں پاک دامن و پاکباز رہا نہیں تو نفسِ انسانی کی خاصیت تو یہ ہے کہ وہ برائی کی طرف لے جاتا ہے چنانچہ ایک حدیث پاک میں جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ تمھارا سب سے بڑا دشمن خود تمھارا نفس ہے جو تمھیں برے کاموں میں مبتلا کر کے ذلیل و خوار بھی کرتا ہے اور طرح طرح کی مصیبتوں میں بھی مبتلا کرتا ہے۔

پس جس پر اللہ رحم فرمائے وہ ہی برائی سے بچ سکتا ہے بلاشبہ میرا پروردگار بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔

نفس کی تین حالتیں

نفس کی تین قسمیں اور تین حالتیں ہوتی ہیں ۱ اَمّارہ ۲ لوّامہ ۳ مُطمئنّہ۔
نفس انسانی کی پہلی حالت امارہ ہوتی ہے یعنی وہ برے کاموں کا تقاضہ کرتا ہے لیکن جب انسان خدا اور آخرت کے خوف سے اس تقاضے کو پورا نہ کرے تو اس کا نفس لوّامہ بن جاتا ہے یعنی برے کاموں پر ملامت کرنے والا اور ان سے توبہ کرنے والا جیسے عام صلحاء امت کے نفوس ہیں اور جب کوئی انسان نفس کے خلاف مجاہدہ کرتے کرتے اپنے نفس کو اس حالت میں پہونچا دے کہ برے کاموں کا تقاضہ ہی اس میں نہ رہے تو وہ نفس مطمئنہ ہو جاتا ہے، صلحاء امت کو تو یہ حال مجاہدہ اور ریاضت سے حاصل ہوتا

اقوال و تحقیق

وما ابری تا غفور رحیم۔ ابن تیمیہؒ وغیرہ بعض مفسرین نے اس کو زلیخا کا قول قرار دیا ہے، اس صورت میں آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ زلیخا نے کہا کہ میں اپنے نفس کو پاک نہیں کہتی اور نہ اسے ہر قسم کے جرم سے بری کرتی ہوں نفس میں تو طرح طرح کے خیالات آتے ہی ہیں اور وہ برائی کرنے پر اکساتا ہی رہتا ہے لہذا نفس کے دھوکہ اور پھسلانے میں آکر میں نے حضرت یوسفؑ کو اپنے پھندے میں لانا چاہا مگر وہ نہ آئے کیونکہ نفس برائی پر ابھارتا ہے مگر جس کو اللہ رحم فرما کر بچالے اس کو نہیں ابھارتا بیشک میرا رب بخشنے والا مہربان ہے۔

ہے اور پھر بھی اس حالت کا ہمیشہ قائم رہنا یقینی و ضروری نہیں ہوتا اور حضرات انبیاء علیہم السلام کو خود بخود عطاء خداوندی سے ایسا ہی نفس مطمئنہ بغیر کسی سابقہ مجاہدہ کے نصیب ہوتا ہے اور وہ ہمیشہ اسی حالت پر رہتا ہے

وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُونِي بِهِ أَسْتَخْلِصْهُ لِنَفْسِي ۖ فَلَمَّا كَلَّمَهُ قَالَ إِنَّكَ الْيَوْمَ

اور بادشاہ نے کہا کہ ان کو میرے پاس لاؤ میں ان کو خاص اپنے لئے رکھوں گا پس جب بادشاہ نے ان سے باتیں کیں تو

لَدَيْنَا مَكِينٌ أَمِينٌ ﴿٥٤﴾ قَالَ اجْعَلْنِي عَلَىٰ خَزَائِنِ الْأَرْضِ ۖ إِنِّي حَفِيظٌ عَلِيمٌ ﴿٥٥﴾

بادشاہ نے کہا کہ تم ہمارے نزدیک بڑے معزز اور معتبر ہو، یوسف نے فرمایا کہ ملکی خزانوں پر مجھ کو مامور کردو میں حفاظت رکھوں گا خوب واقف ہوں

واقعہ کی تحقیقات

حضرت یوسفؑ کی منشاء کے مطابق شاہ مصر نے آپ کے واقعہ کی تحقیقات کرائیں جس سے بادشاہ پر یہ واضح ہوا کہ یوسف بالکل بے قصور ہیں جرم سراسر زلیخا کا ہے، آپ کی پاکبازی سے متاثر ہو کر بادشاہ نے حکم دیا کہ یوسف کو ہمارے پاس لایا جائے ہم اس کو اپنا مشیر خاص بنانا چاہتے ہیں، چنانچہ قاصد جیل خانہ پہونچ کر بادشاہ کا پیغام سناتا ہے، آپ نے آنے کے لئے غسل فرما کر نئے کپڑے پہنے، اور چلتے وقت قیدیوں کو دعائیں دیں، الغرض پورے اعزاز و اکرام کے ساتھ آپ کو دربار شاہی میں لایا گیا جب آپ شاہی دربار پر پہونچے تو دعا کی، میری دنیا کے لئے میرا رب مجھے کافی ہے، اور ساری مخلوق کے بدلے میرا رب میرے لئے کافی ہے جو اس کی پناہ میں آگیا وہ بالکل محفوظ ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، اور جب دربار میں پہونچ کر بادشاہ کا سامنا ہوا تو یہ دعا کی "اے اللہ میں شاہ مصر کی خیر کے بجائے تیری خیر کا طالب ہوں اور میں شاہ مصر سے تیری پناہ چاہتا ہوں"

بادشاہ نے جب آپ کی طرف دیکھا تو آپ نے اس کو عربی زبان میں سلام کیا السلام علیکم ورحمۃ اللہ، بادشاہ نے دریافت کیا یہ کون سی زبان ہے، آپ نے فرمایا یہ میرے چچا حضرت اسمٰعیل کی عربی زبان ہے پھر آپ نے بادشاہ کو عبرانی زبان میں دعا دی، بادشاہ نے پھر سوال کیا یہ کون سی زبان ہے آپ نے جواب دیا یہ میرے باپ دادا کی عبرانی زبان ہے، بادشاہ ان دونوں زبانوں سے ناواقف تھا، اگرچہ وہ اور مختلف زبانوں کا ماہر تھا، بہر حال بادشاہ نے آپ کو اپنے قریب بٹھا کر مختلف زبانوں میں بہت سی باتیں کیں بادشاہ جس زبان میں بات کرتا، آپ اسی زبان میں اس کا جواب دیتے، اس وقت آپ کی عمر صرف تیس سال تھی، اس نوجوان (حضرت یوسفؑ) میں اس قدر صلاحیت دیکھ کر بادشاہ بہت متاثر ہوا اور آپ کے فضل و کمال کا گرویدہ ہوگیا، بادشاہ نے حضرت یوسف سے فرمایا کہ آج سے آپ ہمارے بڑے معزز و معتبر اور معتمد ہیں۔

بادشاہ کے خواب کی جو تعبیر آپ نے بتلائی تھی اس کے متعلق بادشاہ نے آپ سے مشورہ کیا کہ اب ہمیں

اس سلسلہ میں کیا کرنا چاہیئے، آپ نے فرمایا کہ پہلے سات سالوں میں خوب بارش ہونے والی ہے، لہٰذا آپ ان سات سالوں میں خوب کاشت کرا کر زیادہ سے زیادہ غلہ پیدا کرانے کا انتظام کریں اور اپنے ملک کے تمام کاشت کاروں کو یہ پیغام پہونچادیں تاکہ وہ غفلت نہ برتیں اور خوب ہمت ولگن سے زیادہ سے زیادہ اناج اگانے کی کوشش کریں، ان کاشتکاروں کو یہ بھی ہدایت کردی جائے کہ پیداوار کا پانچواں حصہ بالوں اور ڈنٹھل سمیت بچا کر رکھتے ہیں (اس صورت میں اناج بھی خراب نہیں ہوگا اور ڈنٹھل وغیرہ بھوسے کی شکل میں جانوروں کی غذا بن سکے گا) اس طرح آپ کی رعایا قحط کے سالوں میں اس جمع شدہ غلہ سے اپنا کام چلا سکے گی، اور جو اناج کاشتکاروں اور سرکاری زمینوں سے حکومت کو حاصل ہو اس کا اسٹاک کر کے رکھیں تاکہ ملک سے باہر والے لوگوں کو معمولی قیمت پر دے کر ان کی ضرورت بھی پوری کی جائے کیونکہ یہ قحط ملک مصر کے چاروں طرف پھیلے گا، آپ نے بادشاہ سے یہ بھی فرمایا کہ ضرورت مندوں کو معمولی قیمت پر اناج دیکر شاہی خزانہ میں اتنا مال جمع ہو جائے گا جو آج تک کسی بادشاہ کے دورِ حکومت میں نہیں ہو سکا۔

آپ کا یہ مشورہ وتدبیر سن کر بادشاہ بے حد خوش ہوا اور مطمئن ہوا اور ساتھ ہی ساتھ بادشاہ کے سامنے ایک اہم سوال یہ آیا کہ اس عظیم اور اہم پروگرام کا انتظام کس طرح ہوگا، اور کون کرے گا، بادشاہ کی اس پریشان کن سوال کا جواب حضرت یوسف علیہ السلام نے دیا کہ اس اہم اور عظیم کام کے لئے میں تیار ہوں، آپ ملک کے خزانے زمین کی پیداوار میرے سپرد کردیں میں ان کی پوری حفاظت بھی کر سکتا ہوں، اور ان کو صحیح طریقہ پر خرچ کرنے سے بھی میں پورا واقف ہوں۔

شاہ مصر اگرچہ حضرت یوسفؑ کے کمالات کا گرویدہ اور ان کی دیانت اور عقل وشعور کا پورا معتقد ہو چکا تھا مگر اس نے آپ کو وزیر خزانہ نہیں بنایا بلکہ ایک سال تک آپ کو اپنا معزز مہمان بنا کر رکھا (شاید اس وجہ سے تاکہ آپ کے تمام حالات صحیح طور پر سامنے آجائیں) اور جب آپ شاہ مصر کی کسوٹی پر ہر اعتبار سے پورے اترے تو اس نے ایک سال کے بعد آپ کو صرف وزیر خزانہ ہی نہیں بلکہ وزیر مملکت بنا کر پورا ملک آپ کے سپرد کر دیا اور خود برطرف ہوگیا، اور اب حضرت یوسف شاہ مصر بن گئے۔

بعض روایات میں ہے کہ شاہ مصر ریان بن ولید نے ایمان قبول کر لیا تھا، بعض مفسرین رحمہ نے لکھا ہے کہ اسی دوران زلیخا کے شوہر عزیز مصر کا انتقال ہوگیا، اور بادشاہ نے زلیخا کا نکاح حضرت یوسفؑ سے کر دیا، اس وقت حضرت یوسف علیہ السلام نے زلیخا سے فرمایا، کیا یہ صورت اس سے اچھی نہیں جو تم چاہتی تھیں، اس پر زلیخا شرمندہ ومعذرت خواہ ہوئی، تاریخی روایات کے مطابق حضرت یوسفؑ کے زلیخا سے دو لڑکے پیدا ہوئے۔

ایک علمی نکتہ:- اِجْعَلْنِیْ عَلٰی خَزَآئِنِ الْاَرْضِ:- اس آیت کے ضمن میں علماء مفسرین نے یہ لکھا ہے کہ اپنے لئے کسی عہدہ کا طلب کرنا ایسے حالات میں جائز ہے جب کہ یہ سمجھا جائے کہ اس

کام کو میرے علاوہ کوئی دوسرا صحیح ڈھنگ سے انجام نہیں دے سکے گا اور خود اس میں اس کام کو صحیح طور پر انجام دینے کی صلاحیت ہو اور اسی کے ساتھ اس کی نیت مخلوق خدا سے ہمدردی ہو اپنے لئے عزت وجاہ اور مال و دولت کا حاصل کرنا نہ ہو، بالکل یہی صورت حضرت یوسف ؑ کو پیش آئی اسی لئے آپ نے از خود عہدہ طلب کیا۔

رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے جو عہدہ طلب کرنے سے منع فرمایا ہے وہ انھی حالات میں ہے جب کہ اس عہدے کے لائق دوسرے لوگ بھی موجود ہوں، یا یہ کہ عہدہ طلبی سے حصول عزت وجاہ اور مال و دولت ہو۔

وَكَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوسُفَ فِي الْأَرْضِ ۚ يَتَبَوَّأُ مِنْهَا حَيْثُ يَشَاءُ ۚ نُصِيبُ

اور ہم نے ایسے طور پر یوسف ؑ کو با اختیار بنا دیا کہ اس میں جہاں چاہیں رہیں سہیں ہم جس پر چاہیں

بِرَحْمَتِنَا مَنْ نَشَاءُ ۖ وَلَا نُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ ﴿٥٦﴾ وَلَأَجْرُ الْآخِرَةِ خَيْرٌ

اپنی عنایت متوجہ کر دیں اور ہم نیکی کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتے ، اور آخرت کا اجر کہیں زیادہ بڑھ کر ہے

لِلَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ ﴿٥٧﴾ ع

ایمان اور تقویٰ والوں کے لئے

حضرت یوسف ؑ کو دنیوی عظمت بھی عطا ہوئی

حضرت یوسف علی نبینا علیہ الصلوۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ نے ایک طرف نبوت جیسی عظیم الشان دولت سے نوازا اور دوسری طرف دنیوی سلطنت دے کر عظمت بخشی اور سلطنت بھی ایسی باکمال دبے مثال کہ جس میں پوری رعایا آپ سے بے حد خوش اور مطمئن تھی، ان آیات میں اللہ پاک فرما رہے ہیں کہ ہم نے یوسف ؑ کو ملک مصر میں پورے طور پر با اختیار بنا دیا کہ جہاں جو چاہیں تصرف کریں اور پبلک پر جو چاہیں احکام نافذ کریں، پس ہم جس کو چاہتے ہیں اپنی رحمت و نعمت سے اسی طرح نوازتے ہیں، اور ہم نیک کام کرنے والوں کا اجر کبھی ضائع نہیں کرتے ۔ یہ نعمتیں تو حضرت یوسف ؑ کو دنیا میں عطا کی گئیں آخرت کی نعمتیں دنیا کی ان نعمتوں سے بدرجہا اعلیٰ و افضل ہیں ۔

ان آیات میں یہ بات بھی بتلا دی گئی ہے کہ دنیا و آخرت کی یہ نعمتیں حضرت یوسف ؑ ہی کیلئے خاص نہیں بلکہ ہر اس شخص کے لئے ہیں جو ایمان و پرہیزگاری اختیار کرے، پس اللہ تعالیٰ کسی کو مالدار بنا کر اور کسی کو بغیر مالدار بنائے، قناعت و رضا کی دولت عطا فرما کر زندگی کا عیش مرحمت فرما دیتے ہیں۔

وَجَآءَ اِخْوَةُ يُوْسُفَ فَدَخَلُوْا عَلَيْهِ فَعَرَفَهُمْ وَهُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ ﴿۵۸﴾ وَلَمَّا

اور یوسف کے بھائی آئے پھر یوسف کے پاس پہونچے یوسف نے ان کو پہچان لیا اور انھوں نے یوسف کو نہیں

جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ قَالَ ائْتُوْنِيْ بِاَخٍ لَّكُمْ مِّنْ اَبِيْكُمْ ۚ اَلَا تَرَوْنَ اَنِّيْٓ

پہچانا اور جب یوسف نے ان کا سامان تیار کردیا تو فرمایا کہ اپنے علاتی بھائی کو بھی لانا تم دیکھتے نہیں ہو کہ میں پورا ناپ کر

اُوْفِي الْكَيْلَ وَاَنَا خَيْرُ الْمُنْزِلِيْنَ ﴿۵۹﴾ فَاِنْ لَّمْ تَاْتُوْنِيْ بِهٖ فَلَا كَيْلَ

دیتا ہوں اور میں سب سے زیادہ مہمان نوازی کرتا ہوں ، اور اگر تم اس کو میرے پاس نہ لائے تو نہ میرے پاس

لَكُمْ عِنْدِيْ وَلَا تَقْرَبُوْنِ ﴿۶۰﴾ قَالُوْا سَنُرَاوِدُ عَنْهُ اَبَاهُ وَاِنَّا لَفٰعِلُوْنَ ﴿۶۱﴾

تمہارے نام کا غلہ ہوگا اور نہ تم میرے پاس آنا ، وہ بولے ہم اس کے باپ سے اس کو مانگیں گے اور ہم اس کام کو

وَقَالَ لِفِتْيٰنِهِ اجْعَلُوْا بِضَاعَتَهُمْ فِيْ رِحَالِهِمْ لَعَلَّهُمْ يَعْرِفُوْنَهَآ اِذَا انْقَلَبُوْٓا

ضرور کرینگے اور یوسف نے اپنے نوکروں سے کہدیا کہ ان کی جمع پونجی ان کے اسباب میں رکھ دو تاکہ جب اپنے

اِلٰٓى اَهْلِهِمْ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۶۲﴾

گھر لوٹ جاویں تو اس کو پہچانیں شاید پھر دوبارہ آئیں

قحط کا زمانہ شروع

خواب کی تعبیر کے مطابق مصر اور اس کے چاروں طرف زبردست قحط شروع ہوگیا حضرت یوسف اپنی خداداد صلاحیتوں سے خوش حالی کے سات سالوں میں خوب کاشت کراکر بڑی تعداد میں غلہ جمع کراچکے تھے اور ملک مصر کے کاشتکاروں نے بھی آپ کی ہدایت کے مطابق اپنی ضرورت کے مطابق اناج جمع کرلیا تھا

بہرحال جب قحط پھیلا تو حضرت یوسفؑ نے سرکاری گودام سے لوگوں کو اناج دینا شروع کردیا اور یہ خبر دور دور پھیل گئی کہ مصر کا بادشاہ بڑا رحم دل ہے وہ دوسرے ملک کے لوگوں کو بھی معمولی قیمت پر غلہ دے رہا ہے اس خبر کو سن کر آس پاس کے شہروں اور ملکوں سے لوگ غلہ لینے آنے لگے۔

بھائی، یوسف کے دربار میں

کنعان میں بھی قحط آیا تو حضرت یوسف کے دس بھائی علاوہ بنیامن کے غلہ لینے مصر آئے، حضرت یوسفؑ نے ان کو پہچان لیا مگر وہ حضرت یوسفؑ کو نہ پہچان سکے کیونکہ یہ بات ان کے وہم وگمان میں بھی نہ تھی کہ جس بچہ کو ہم نے غلام بناکر فروخت کردیا تھا وہ اتنے بڑے ملک کا بادشاہ بن سکتا ہے، دوسرے شاہی لباس میں وہ آپ کی شناخت سے

بالکل عاجز رہے ہیں، حضرت یوسف ؑ نے پورے حالات سننے کی غرض سے ان سے اجنبی طور پر باتیں کیں کہ تم کون ہو کہاں سے آئے ہو، مجھے تو تم جاسوس لگتے ہو، کہنے لگے بادشاہ سلامت ہم تو قحط کے مارے فاقہ زدہ کنعان کے رہنے والے ہیں، ہم اللہ کے پیغمبر حضرت یعقوب ؑ کے بارہ لڑکے ہیں دس آپ کے سامنے حاضر ہیں سب سے چھوٹے بھائی یوسف کو بچپن میں ہی جنگل میں بھیڑیے نے پھاڑ کھایا تھا وہ ہمارے باپ کا سب سے چہیتا تھا اس کے بعد سے ہمارے والد دوسرے بھائی بنیامین سے اپنا دل بہلاتے ہیں اور اس کو اپنے سے جدا ہونے نہیں دیتے، حضرت یوسف ؑ نے ان کی باتیں سنکر شاہی ملازمین سے فرمایا ان کو لیجاؤ اور عزت کے ساتھ شاہی مہمان بنا کر رکھو۔

جاتے وقت ان کو ایک ایک اونٹ غلہ دیا (جو وزن کے حساب سے دو سو دس سیر ہوتا ہے) کہنے لگے کہ ہمارے گیارہویں بھائی کا حصہ بھی دیدیجئے، آپ نے فرمایا یہ ہمارے اصول کے خلاف ہے، ہم حاضر ہی کو غلہ دیتے ہیں غائب کو نہیں اگر تمھیں اس کا حصہ لینا ہے تو اگلی مرتبہ اس کو بھی لے کر آنا ضرور دونگا تم میرے اخلاق دیکھ ہی چکے ہو، حضرت یوسف طبعی طور پر یہ چاہتے تھے کہ وہ اپنے حقیقی بھائی بنیامین سے ملیں اس لئے ان سے کہا اگر تم اس کو لے کر نہ آئے تو میں تم میں سے کسی کو بھی آئندہ غلہ نہ دوں گا (کیونکہ اس کو ساتھ نہ لانے کی صورت میں یہ سمجھوں گا کہ تم نے مجھ سے جھوٹ بولا اور دھوکہ دے کر زیادہ غلہ لینا چاہا) حضرت یوسف کے ذہن میں یہ بات آئی کہ ہو سکتا ہے اگلی مرتبہ غلہ خریدنے کے لئے ان کے پاس کچھ مال نہ ہو اور یہ اس مجبوری کی وجہ سے نہ آسکیں، لہذا خادموں کو حکم دیا کہ ان کا مال ان کے غلہ میں ہی چھپا کر رکھ دیں چنانچہ انھوں نے ایسا ہی کیا اور ان کی طرف سے حضرت یوسف ؑ نے خزانہ میں مال اپنے پاس سے جمع کر دیا۔

رخصت ہوتے وقت بھائیوں نے عرض کیا کہ ہم اپنے باپ سے پوری پوری کوشش کر کے بنیامین کو اگلی مرتبہ لے کر آئیں گے۔

ایک سوال کا جواب

یہاں پر ایک سوال یہ ذہن میں آتا ہے کہ حضرت یوسف ؑ جانتے تھے کہ میرے والد میری جدائی سے بے حد پریشان ہیں تو پھر عزیز مصر کے گھر میں رہنے کے زمانہ میں جب کہ ان کو مکمل آزادی تھی کیوں والد سے ملاقات کرنے نہ گئے، یا کم از کم اپنی خیریت کی اطلاع ہی بھیجدیتے، اور اگر جب بھی نہیں دی تو اب اپنے بھائیوں کے ذریعہ تو بھیج ہی دینی چاہئے تھی، آخر ایسا کیوں؟

امام قرطبی نے اس کا جواب اپنی تفسیر میں یہ لکھا ہے کہ حضرت یوسف ؑ کو بذریعہ وحی اللہ نے منع فرما دیا تھا کہ اپنے حالات کی کوئی خبر اپنے گھر نہ پہونچائیں، اس میں کیا حکمتیں پوشیدہ تھیں اس کو اللہ ہی خوب جانتا ہے۔

فَلَمَّا رَجَعُوْٓا اِلٰٓى اَبِيْهِمْ قَالُوْا يٰٓاَبَانَا مُنِعَ مِنَّا الْكَيْلُ فَاَرْسِلْ مَعَنَآ اَخَانَا

غرض جب لوٹ کر اپنے باپ کے پاس پہونچے کہنے لگے اے ابا ہمارے لئے غلہ کی بندش کردی گئی

نَكْتَلْ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ﴿۶۳﴾ قَالَ هَلْ اٰمَنُكُمْ عَلَيْهِ اِلَّا كَمَآ اَمِنْتُكُمْ عَلٰٓى اَخِيْهِ مِنْ

سو آپ ہمارے بھائی (بنیامین) کو ہمارے ساتھ بھیج دیجئے تاکہ ہم غلہ لاسکیں اور ہم ان کی پوری حفاظت رکھیں گے یعقوبؑ نے فرمایا

قَبْلُ ؕ فَاللّٰهُ خَيْرٌ حٰفِظًا ۪ وَّهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿۶۴﴾ وَلَمَّا فَتَحُوْا مَتَاعَهُمْ وَجَدُوْا

کہ بس میں اسکے بارہ میں تمہارا ویسا ہی اعتبار کرتا ہوں جیسا کہ اس سے پہلے اسکے بھائی کے بارہ میں تمہارا اعتبار کرچکا ہوں سو اللہ سب سے

بِضَاعَتَهُمْ رُدَّتْ اِلَيْهِمْ ؕ قَالُوْا يٰٓاَبَانَا مَا نَبْغِيْ ؕ هٰذِهٖ بِضَاعَتُنَا رُدَّتْ اِلَيْنَا ۚ

بڑھ کر نگہبان ہے اور وہ سب مہربانوں سے زیادہ مہربان ہے اور جب انھوں نے اپنا اسباب کھولا تو ان کو ان کی جمع پونجی ملی کہ انھی کو واپس کردی

وَنَمِيْرُ اَهْلَنَا وَنَحْفَظُ اَخَانَا وَنَزْدَادُ كَيْلَ بَعِيْرٍ ؕ ذٰلِكَ كَيْلٌ يَّسِيْرٌ ﴿۶۵﴾

گئی کہنے لگے کہ اے ابا اور ہم کو کیا چاہیے یہ ہماری جمع پونجی بھی تو ہم کو لوٹا دی گئی اور اپنے گھر والوں کے واسطے رسد لادیں گے اور اپنے بھائی کی خوب حفاظت رکھیں گے اور ایک اونٹ کا بوجھ غلہ اور زیادہ لادینگے یہ تھوڑا سا غلہ ہے۔

بھائیوں کی اپنے وطن واپسی

دسوں بھائی غلہ لے کر خوشی خوشی اپنے والد حضرت یعقوب علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حاکم مصر (حضرت یوسفؑ) کے حسن سلوک اور بلند اخلاق کی بہت تعریف کی اور کرم فرمائی کا پورا واقعہ سنایا، اسی کے ضمن میں یہ بھی عرض کیا کہ اگر بنیامین ہمارے ساتھ ہوتا تو ہمیں غلہ اور زیادہ ملتا اس کا حصہ ہمراہ نہ ہونے کی وجہ سے نہیں دیا اور آئندہ کے لئے حاکم مصر نے صاف صاف کہدیا ہے کہ اگلی مرتبہ اگر تم بنیامین کو ساتھ لے کر نہیں آئے تو تم میں سے کسی کو بھی غلہ نہیں ملے گا، اس لئے ہماری آپ سے درخواست ہے کہ آپ بنیامین کو ہمارے ساتھ ضرور بھیجدیں تاکہ ہم سب اپنے اپنے حصہ کا غلہ لاسکیں، اور آپ اس کی طرف سے پورا اطمینان رکھئے ہم اس کی مکمل حفاظت ونگہبانی کریں گے، حضرت یعقوبؑ نے فرمایا کیا میں تم پر اسی طرح اطمینان کردوں جس طرح یوسف کے بارے میں کرچکا ہوں، مطلب یہ ہے کہ تمہاری بات پر تو کیا بھروسہ ہوسکتا ہے، تم کیا حفاظت کروگے بس اصل بھروسہ تو اللہ کی ذات پر ہے وہی اس کی حفاظت فرمائے گا، اور مجھ کو یوسف کی جدائی کے بعد دوسری مصیبت سے بچائیگا۔

حالات سفر کی اس گفتگو سے فارغ ہونے کے بعد انھوں نے اپنا سامان کھولنا شروع کیا تو دیکھا کہ اس میں وہ پونجی بھی موجود ہے جو وہ غلہ کی قیمت میں ادا کرکے آئے تھے جس کو حاکم مصر نے محض اپنے کرم سے ان کو واپس کردی، یہ خوش خبری اپنے والد محترم کو دی اور کہا کہ حاکم مصر ہم پر بہت ہی زیادہ مہربان ہے

ایسی صورت میں ہم کو اپنے بھائی بنیامین کے ساتھ دوبارہ مزور جانا چاہیئے تاکہ اس مرتبہ ایک حصہ مزید بڑھ کر آتے، ہم جو غلہ لائے ہیں وہ ہمارے اخراجات کے لحاظ سے کم ہے جلد ہی ختم ہوجائیگا اور قحط شدید پڑا ہوا ہے بس اب تو آپ ہمیں جانے کی اجازت دے ہی دیجئے۔

قَالَ لَنْ اُرْسِلَهٗ مَعَكُمْ حَتّٰى تُؤْتُوْنِ مَوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ لَتَاْتُنَّنِيْ بِهٖٓ اِلَّآ اَنْ

یعقوبؑ نے فرمایا کہ اس وقت تک ہرگز اس کو تمہارے ہمراہ نہ بھیجوں گا جب تک کہ اللہ کی قسم کھا کر مجھ کو پکا قول نہ

يُّحَاطَ بِكُمْ ۚ فَلَمَّآ اٰتَوْهُ مَوْثِقَهُمْ قَالَ اللّٰهُ عَلٰى مَا نَقُوْلُ وَكِيْلٌ ﴿٦٦﴾

دو گے کہ تم اس کو ضرور لے ہی آؤ گے ہاں اگر کہیں گھر ہی جاؤ تو مجبوری ہے سو جب وہ قسم کھا کر اپنے باپ کو قول دے چکے تو انھوں نے فرمایا کہ ہم لوگ جو کچھ بات چیت کر رہے ہیں یہ سب اللہ ہی کے حوالے ہے۔

بیٹوں سے عہد

ایک طرف بنیامین کو ہمراہ لے جانے پر بیٹوں کا اصرار دوسری طرف غلہ کی شدید ضرورت جس کہ عادتاً زندگی کا دارومدار ہے اور جان بچانا فرض ہے لہذا حضرت یعقوبؑ نے اپنے دسوں بیٹوں سے عہد و پیمان لیکر بنیامین کو ہمراہ لے جانے کی اجازت دیدی۔ حضرت یعقوب نے فرمایا کہ قسم کھا کر عہد کرو کہ ہم ہر طرح سے اس کی مکمل حفاظت کریں گے، ہاں اگر تقدیر الٰہی سے کوئی حادثہ پیش آجائے جس میں تم سب گھر جاؤ تو مجبوری ہے۔ دسوں بھائیوں نے قسم کھا کر عہد کیا کہ ہم اس کی حفاظت میں کسی قسم کی کوتاہی نہیں کریں گے۔ اس عہد کو مضبوط کرنے کے لئے حضرت یعقوبؑ نے فرمایا "عَلٰى مَا نَقُوْلُ وَكِيْلٌ" یعنی ہم جو کچھ عہد و پیمان کر رہے ہیں یہ سب اللہ کے سپرد ہے اگر کسی نے عہد شکنی کی تو اس کی سزا اللہ دیگا، علی ما نقول وکیل کا دوسرا مطلب یہ بیان کیا گیا ہے کہ ہمارا یہ عہد و پیمان تو اسباب ظاہری کے درجہ میں ہے اصل بھروسہ تو اللہ کی ذات پر ہے اصل محافظ و نگراں وہی ہے انسان بھی اسی کی توفیق سے کسی کا محافظ و نگراں ہو سکتا ہے۔

حضرت شاہ عبدالقادر دہلویؒ لکھتے ہیں کہ حضرت یعقوب نے ظاہری اسباب بھی اختیار کر لئے اور بھروسہ اللہ پر رکھا اسی طرح توکل دبھروسہ اختیار کرنے کا حکم سب کو ہے۔

وَقَالَ يٰبَنِيَّ لَا تَدْخُلُوْا مِنْۢ بَابٍ وَّاحِدٍ وَّادْخُلُوْا مِنْ اَبْوَابٍ مُّتَفَرِّقَةٍ ۭ

اور یعقوبؑ نے ان سے فرمایا کہ اے میرے بیٹو سب کے سب ایک ہی دروازے سے مت جانا بلکہ علیحدہ علیحدہ دروازوں سے

وَمَآ اُغْنِيْ عَنْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ۭ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ۭ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ ۚ وَعَلَيْهِ

جانا اور خدا کے حکم کو تم پر سے نہیں ٹال سکتا حکم تو بس اللہ ہی کا ہے اسی پر بھروسہ رکھتا ہوں اور اسی پر بھروسہ

فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ﴿٦٧﴾ وَلَمَّا دَخَلُوْا مِنْ حَيْثُ اَمَرَهُمْ اَبُوْهُمْ ۭ مَا كَانَ

کرنے والوں کو بھروسہ کرنا چاہئے اور جب مصر پہونچ کر جس طرح ان کے باپ نے کہا تھا اندر داخل ہوئے تو باپ کا ارمان

يُغْنِيْ عَنْهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ اِلَّا حَاجَةً فِيْ نَفْسِ يَعْقُوْبَ قَضٰىهَا ۭ

پورا ہو گیا ان کے باپ کو ان سے خدا کے حکم کو ٹالنا مقصود نہ تھا لیکن یعقوبؑ کے جی میں ایک ارمان تھا جس کو

وَاِنَّهٗ لَذُوْ عِلْمٍ لِّمَا عَلَّمْنٰهُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿٦٨﴾ ع

انھوں نے ظاہر کر دیا اور وہ بلا شبہ بڑے عالم تھے بایں وجہ کہ ہم نے ان کو علم دیا تھا لیکن اکثر لوگ اس کا علم نہیں رکھتے۔

بیٹوں کو ہدایت

جب بنیامین کو ہمراہ لے جانے کی اجازت مل گئی تو یہ گیارہ بھائیوں کا قافلہ مصر کے لئے روانہ ہوا، جاتے وقت حضرت یعقوبؑ نے ان کو ہدایت فرمائی کہ جب تم مصر میں داخل ہو تو ایک ہی دروازہ سے داخل مت ہونا بلکہ علیحدہ علیحدہ دروازوں سے ہونا (پہلے زمانے میں شہروں کی چہار دیواری ہوا کرتی تھی اور اس میں چاروں طرف بڑے بڑے دروازے ہوا کرتے تھے)۔

حضرت یعقوبؑ کے تمام بیٹے حسین و خوبصورت، مضبوط و طاقتور جوان تھے اس لئے نظر بد اور حسد وغیرہ سے بچنے کے لئے والد بزرگوار نے بیٹوں کو علیحدہ علیحدہ دروازوں سے داخل ہونے کی تدبیر اختیار کرنے کا حکم فرمایا اور فرمایا یہ تدبیر محض ظاہری اسباب کے طور پر ہے کیونکہ دنیا دار الاسباب ہے یاد رکھو کوئی بھی تدبیر خدائی فیصلہ کو نہیں بدل سکتی، تمام کائنات میں صرف خدا ہی کا حکم چلتا ہے، اسی نے ہمیں تدبیر اختیار کرنے کی تعلیم دی ہے بس آدمی کو چاہئے کہ بچاؤ کی تدبیر اختیار کرکے بھروسہ خدا ہی پر رکھے، چنانچہ حضرت یعقوبؑ نے فرمایا میرا مکمل بھروسہ اللہ پر ہے اور ہر بھروسہ کرنے والے کو اللہ ہی کی ذات پر بھروسہ کرنا چاہئے، اس میں اپنے بچوں کو تعلیم دی کہ تم بھی اس تدبیر پر نازاں و مغرور مت ہونا بھروسہ اللہ ہی پر رکھنا۔

نظر لگنا حق ہے

انسان کی نظر لگنا اور اس سے دوسرے انسان یا جانور وغیرہ کو تکلیف و نقصان ہونا حق ہے، اسے کوئی جاہلانہ وہم وگمان نہ سمجھے چنانچہ بخاری و مسلم شریف میں حضرت ابوہریرہ رضؓ سے منقول ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ نظر بد کا اثر ہونا صحیح اور حق ہے خود آپؐ نے نظر بد سے پناہ مانگی ہے اور امت کو پناہ مانگنے کی تلقین فرمائی ہے۔

نظر بد کے متعلق ارشاد ہے کہ یہ گھوڑے سوار کو گرا دیتی ہے اور پتھر کو پھاڑ دیتی ہے۔

نظر بد کا علاج

ایک روایت میں ہے کہ جب تمھیں کسی کے جان و مال میں کوئی چیز یا کوئی بات تعجب خیز اور اچھی معلوم ہو تو۔ مَاشَاءَ اللّٰهُ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ کہہ لیا کرو اس سے نظر بد کا اثر ختم ہو جاتا ہے

اور جب تم کو اپنے اوپر نظر بد لگ جانے کا اندیشہ ہو تو لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ کہہ لیا کرو، نظر بد کے اثر سے بچ جاؤ گے چنانچہ کفار نے ایک شخص کو جو نظر بد میں مشہور تھا اس پر آمادہ کیا کہ حضور علیہ السلام کو نظر لگادے چنانچہ جس وقت آپ قرآن کی تلاوت فرمارہے تھے وہ شخص آیا اور پوری ہمت سے نظر لگانے کی کوشش کرنے لگا، آپ نے لاحول ولا قوۃ الا باللہ پڑھا جس سے اس کی نظر بد کا اثر آپ پر کچھ نہ ہوا اور وہ ناکام واپس چلا گیا۔

بہرحال بیٹے باپ کی ہدایت کے مطابق مختلف دروازوں سے شہر میں داخل ہوئے یہ تدبیر اللہ کے حکم کو ٹال نہ سکتی تھی بس باپ کی ایک مشفقانہ خواہش تھی جو بیٹوں نے پوری کردی، اس تدبیر سے اگرچہ بچے نظر بد سے محفوظ رہے مگر بنیامین کو حفاظت سے واپس لانے کی تمام تدبیریں ناکام رہی کیونکہ ان کو حضرت یوسف نے چوری کے الزام کے بہانے اپنے پاس روک لیا تھا۔

آیت کے اخیر میں اللہ تعالیٰ نے حضرت یعقوبؑ کی تعریف فرمائی ہے کہ یعقوب بڑے علم والے تھے کیونکہ ان کو ہم نے بذریعہ وحی علم دیا تھا اس لئے انھوں نے تدبیر اختیار کی جو شرعاً جائز اور پسندیدہ ہے اور بھروسہ اللہ ہی پر رکھا مگر بہت سے لوگ اس حقیقت سے ناواقفیت کی وجہ سے کہتے ہیں کہ اس طرح کی تدبیریں اختیار کرنا پیغمبر کی شایان شان نہیں۔

مفسر قرآن علامہ شبیر احمد عثمانیؒ لکھتے ہیں کہ جن کو علم خداوندی ہوتا ہے وہ تقدیر و تدبیر دونوں کو جمع کرتے ہیں اور ہر ایک کو اس کے درجہ میں رکھتے ہیں اور جو بے علم ہوتے ہیں وہ ایک پر بھروسہ کرلیتے ہیں بہت سے تدبیر کو سب کچھ سمجھ کر تقدیر کا انکار کر بیٹھتے ہیں اور بہت سے تقدیر کو سب کچھ سمجھ کر تدبیر و اسباب کو ترک کر بیٹھتے ہیں

وَلَمَّا دَخَلُوا عَلَىٰ يُوسُفَ آوَىٰ إِلَيْهِ أَخَاهُ قَالَ إِنِّي أَنَا

اور جب یہ لوگ یوسفؑ کے پاس پہونچے تو انھوں نے اپنے بھائی کو اپنے ساتھ ملالیا (اور تنہائی میں

أَخُوكَ فَلَا تَبْتَئِسْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿٦٩﴾

ان سے) کہا میں تیرا بھائی یوسف ہوں سو یہ لوگ جو کچھ کرتے رہے ہوں اس کا رنج مت کرنا

اقوال و تحقیق حضرت یعقوب علیہ السلام نے مختلف دروازوں سے جانے کی ہدایت پہلی بار نہیں کی اس دوسرے سفر کے موقع پر فرمائی ایسا کیوں؟ جوابات:- پہلی مرتبہ یہ عام مسافروں کی طرح شہر میں داخل ہوئے تھے نہ ان کو کوئی پہچانتا تھا مگر جب عزیز مصر کی ان پر خاص توجہات و مہربانی ہوئی تو عام ارکان دولت اور شہر کے لوگوں میں تعارف ہوگیا تو اب یہ خطرہ ہوگیا کہ کسی کی نظر نہ لگ جائے ؛ ۲۔ پچھلی مرتبہ ان پر جاسوسی کا الزام لگایا اس سے بچانے کیلئے باپ نے یہ تدبیر ان کو ہدایت فرمائی ۳۔ اس مرتبہ لخت جگر بنیامین بھی ہمراہ تھا اس کی وجہ سے یہ اہتمام کیا۔

تفسیر جب برادران یوسفؑ شاہی دربار میں پہونچے تو انھوں نے حاکم مصر (یوسفؑ) کے سامنے بنیا مین کو پیش کرتے ہوئے عرض کیا ہم آپ کے حکم کے مطابق ان کو لے آئے ہیں، حضرت یوسفؑ نے فرمایا بہت اچھا کیا تم نے عنقریب اس کا اچھا صلہ تم کو ملیگا۔ اور پھر ان کو عزت و آرام سے ٹھہرایا۔

حضرت قتادہ رضؓ کے بیان کے مطابق حضرت یوسفؑ نے ان کے قیام کا یہ انتظام فرمایا کہ دو دو بھائیوں کو ایک ایک کمرہ میں ٹھہرایا، بنیا مین اکیلے رہ گئے۔ ان سے فرمایا کہ تم میرے ساتھ ٹھہر جانا، جب تنہائی کا موقع ملا تو حضرت یوسف نے بنیا مین سے فرمایا میں تیرا بھائی یوسف ہوں تو اب کسی قسم کا رنج و غم نہ کر اور جو بدسلوکی ان بھائیوں نے کی ہے اس کو بھول جا، اللہ کا احسان ہے اس نے ہم کو ملا دیا ہے۔

بنیا مین نے کہا میں آپ کو چھوڑ کر کسی قیمت پر نہیں جاؤں گا۔ حضرت یوسفؑ نے فرمایا میری جدائی کا غم ہی والد کے لئے بہت ہے اس پر تمہاری جدائی وہ برداشت نہیں کر سکیں گے۔ بنیا مین نے کہا آپ کچھ بھی کیجئے حضرت یوسف نے فرمایا تمھیں یہاں روکنے کے لئے کوئی ایسی تدبیر نہیں جس میں تمہاری بدنامی نہ ہو، بنیا مین نے کہا مجھے اپنی بدنامی کی کوئی پرواہ نہیں بس مجھے اپنے پاس روک لیجئے۔

فَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ جَعَلَ السِّقَايَةَ فِي رَحْلِ أَخِيهِ ثُمَّ أَذَّنَ

پھر جب یوسفؑ نے ان کا سامان تیار کر دیا تو پانی پینے کا برتن اپنے بھائی کے اسباب میں رکھ دیا پھر ایک

مُؤَذِّنٌ أَيَّتُهَا الْعِيرُ إِنَّكُمْ لَسَارِقُونَ ﴿٧٠﴾ قَالُوا وَأَقْبَلُوا عَلَيْهِمْ مَاذَا تَفْقِدُونَ ﴿٧١﴾

پکارنے والے نے پکارا کہ اے قافلہ والو تم ضرور چور ہو وہ ان کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگے کہ تمھاری کیا چیز گم ہو گئی

قَالُوا نَفْقِدُ صُوَاعَ الْمَلِكِ وَلِمَنْ جَاءَ بِهِ حِمْلُ بَعِيرٍ وَأَنَا بِهِ زَعِيمٌ ﴿٧٢﴾ قَالُوا تَاللَّهِ

ہے انھوں نے کہا کہ ہم کو بادشاہی پیمانہ نہیں ملتا اور جو شخص اس کو حاضر کرے اس کو ایک بار شتر غلہ ملیگا، اور میں اس کا

لَقَدْ عَلِمْتُمْ مَا جِئْنَا لِنُفْسِدَ فِي الْأَرْضِ وَمَا كُنَّا سَارِقِينَ ﴿٧٣﴾ قَالُوا فَمَا

ذمہ دار ہوں یہ لوگ کہنے لگے کہ بخدا تم کو خوب معلوم ہے کہ ہم لوگ ملک میں فساد پھیلانے نہیں آئے اور ہم لوگ چوری کرنیوالے

جَزَاؤُهُ إِنْ كُنْتُمْ كَاذِبِينَ ﴿٧٤﴾ قَالُوا جَزَاؤُهُ مَنْ وُجِدَ فِي رَحْلِهِ فَهُوَ

نہیں ان لوگوں نے کہا اچھا اگر تم لوگ جھوٹے نکلے تو اس کی کیا سزا انھوں نے جواب دیا کہ اس کی سزا یہ ہے کہ جس

جَزَاؤُهُ كَذَٰلِكَ نَجْزِي الظَّالِمِينَ ﴿٧٥﴾ فَبَدَأَ بِأَوْعِيَتِهِمْ قَبْلَ وِعَاءِ أَخِيهِ

شخص کے اسباب میں ملے پس وہی شخص اپنی سزا ہے ہم لوگ ظالموں کو ایسی ہی سزا دیا کرتے ہیں، پھر

ثُمَّ اسْتَخْرَجَهَا مِنْ وِّعَاءِ اَخِيْهِ ؕ كَذٰلِكَ كِدْنَا لِيُوْسُفَ ؕ مَا كَانَ لِيَاْخُذَ اَخَاهُ

یوسف نے اپنے بھائی کے تھیلے سے قبل تلاشی کی ابتدار اول دوسرے بھائیوں کے تھیلوں سے

فِىْ دِيْنِ الْمَلِكِ اِلَّاۤ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ؕ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ ؕ وَفَوْقَ

کی پھراس کو اپنے بھائی کے تھیلے سے برآمد کرلیا ہم نے یوسف کی خاطر اسی طرح تدبیر فرمائی یوسف اپنے بھائی

كُلِّ ذِىْ عِلْمٍ عَلِيْمٌ ﴿۷۶﴾

کو اس بادشاہ کے قانون کی رو سے نہیں لے سکتے تھے مگر یہ ہے کہ اللہ ہی کو منظور تھا ہم جس کو چاہتے

ہیں خاص درجوں تک پہونچادیتے ہیں اور تمام علم والوں سے بڑھکر ایک بڑا علم والا ہے۔

بنیامین کو روکنے کی تدبیر

حضرت یوسف علیہ السلام نے بنیامین کو روکنے کی یہ ترکیب کی کہ جب اپنے بھائیوں کا غلہ اور روانگی کا سامان تیار کرایا تو بنیامین کے سامان میں ایک پیالہ خود یا کسی خاص خادم کے ذریعہ رکھوادیا اس پیالہ میں حضرت یوسفؑ پانی پیتے تھے اور غلّہ کے احترام کی وجہ سے اسی پیالہ سے غلہ بھی ناپ کر دیتے تھے اس پیالہ کو بعض نے زبرجد کا اور بعض نے سونے کا بعض نے چاندی کا بتلایا ہے۔

الغرض جب یہ گیارہ بھائیوں کا قافلہ اپنا سامان لاد کر کچھ مسافت طے کرچکا تو پیچھے سے ایک درباری نے آواز لگاکر ان کو روکا اور کہا تم لوگ چور ہو، انھوں نے کہا تم ہمیں بلا وجہ کیوں چور بتاتے ہو ابھی تو ہم مع سامان کے موجود ہیں ہماری تلاشی لے لو، درباری نے کہا دیکھو شاہی پیالہ گم ہوگیا ہے اگر تم میں سے کسی نے اسے اٹھایا ہے تو بلا کسی حیل وحجت کے دیدو دینے والے کو بطور انعام ایک اونٹ غلہ دیا جائیگا۔ میں اس کا ضامن ہوں، یہ لوگ کہنے لگے آپ بلا وجہ ہم پر شک کرتے ہیں ہم یہاں کسی قسم کی شرارت و چوری وغیرہ تو کرنے آئے نہیں اور نہ ہی ہم چوروں کے خاندان سے ہیں کہ چوری ہمارا پیشہ ہو، اور پھر ہماری دیانتداری اور شرافت سے خود حاکم مصر بھی اچھی طرح واقف ہیں، درباریوں نے کہا تم بلا وجہ فضول باتیں کررہے ہو ہم تمھارے سامان کی تلاشی لیتے ہیں بتلاؤ اگر پیالہ برآمد ہوگا تو کیا سزا ہوگی، کہنے لگے جس کے سامان سے پیالہ نکلے گا وہی اس کے بدلہ میں جائیگا ہمارے یہاں چور کی یہی سزا ہے، مطلب یہ کہ شریعت یعقوب میں چور کی سزا یہ ہے کہ جس کا مال چرایا ہے اس کا غلام بن کر رہے۔

درباری اس قافلہ کو حضرت یوسفؑ کے پاس لے گئے اور آپ کے حکم سے تلاشی شروع ہوئی، بنیامین کی تلاشی سب سے آخر میں لی گئی اس میں سے پیالہ برآمد ہوا، سب بھائیوں کی گردنیں شرم سے جھک گئیں،

اور بنیامین سے مخاطب ہو کر کہنے لگے تو نے یہ کیا حرکت کی ہے ہم سب کا منھ کالا کر دیا۔

بہرحال اس تدبیر سے بنیامین کو روک لیا گیا اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ یہ تدبیر بذریعہ وحی ہم نے یوسف ؑ کو سکھائی نہیں تو وہ شاہ مصر کے قانون کے مطابق باوجود چوری ثابت ہو جانے کے نہیں روک سکتے تھے کیونکہ بادشاہ کا قانون چور کی پٹائی اور چوری کے مال سے دوگنا مال لے کر چور کو چھوڑ دینا تھا، مگر چونکہ حق تعالیٰ کو ایسا کرنا مقصود تھا اس لئے حضرت یوسف کے دل میں یہ تدبیر ڈالدی اور بھائیوں کے منھ سے چور کی سزا کا فیصلہ ظاہر کر دیا، بس ہم جس کے چاہتے ہیں درجات بلند کر دیتے ہیں جیسا کہ اس واقعہ میں حضرت یوسف ؑ کے درجات ان کے بھائیوں کے مقابلہ میں بلند کر دیئے گئے اور ہر علم والے سے بڑھ کر علم والا موجود ہے یعنی علم کے لحاظ سے بعض بعض سے بڑھے ہوتے ہیں، بڑے سے بڑے عالم کے مقابلہ میں اس سے زیادہ علم والا موجود ہوتا ہے اگر کوئی پوری مخلوق میں سب سے بڑا عالم ہے تو اللہ تعالیٰ سب سے بڑے عالم ہیں۔

دو سوالوں کا ایک جواب

اس مقام پر ایک سوال تو یہ پیدا ہوتا ہے کہ حضرت یوسف ؑ نے بنیامین کو اپنے پاس روکنے کی تدبیر کیوں اختیار کی جب کہ انھیں معلوم تھا کہ والد بزرگوار کو اس کی جدائی کا سخت صدمہ پہونچے گا؟ دوسرا سوال یہ ہے کہ بے گناہ بھائیوں پر جعلسازی کر کے چوری کا الزام لگا کر انھیں سب کے سامنے رسوا و ذلیل کیوں کیا؟

ان دونوں سوالوں کا ایک ہی جواب ہے کہ یہ سب کام خدا کی مصلحت و حکمت کے تحت اسی کے امر سے وجود میں آئے، درحقیقت ان میں حضرت یعقوب ؑ کے امتحان کی تکمیل ہو رہی تھی، اس جواب کی طرف اس آیت میں اشارہ فرمایا گیا ہے۔ "کذٰلک کدنا لیوسف" یعنی ہم نے اسی طرح تدبیر کی یوسف کے لئے بنیامین کو روکنے کی، دیکھئے اس تدبیر یوسفی کو حق تعالیٰ نے اپنی طرف منسوب فرمایا ہے،

ان سب کاموں کی مثال ایسی ہی ہے جیسے موسیٰ ؑ و خضر ؑ کے واقعہ میں کشتی توڑنا، لڑکے کو قتل کرنا وغیرہ جو بظاہر گناہ تھے مگر حضرت خضر نے یہ سب کام بحکم خدا خاص مصلحت کے تحت کئے۔

قَالُوٓا اِنْ يَّسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ اَخٌ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ ۚ فَاَسَرَّهَا يُوْسُفُ فِىْ نَفْسِهٖ

کہنے لگے کہ اگر اس نے چوری کی تو (تعجب نہیں) اس کا ایک بھائی بھی اس سے پہلے چوری کر چکا ہے پس یوسف ؑ نے اس

وَلَمْ يُبْدِهَا لَهُمْ ۚ قَالَ اَنْتُمْ شَرٌّ مَّكَانًا ۚ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا تَصِفُوْنَ ۝

بات کو اپنے دل میں پوشیدہ رکھا اور اس کو ان کے سامنے ظاہر نہیں کیا یعنی یوں کہا کہ اس کے درجہ میں تم تو اور بھی زیادہ برے ہو اور جو کچھ تم بیان کر رہے ہو اس کا علم اللہ ہی کو خوب ہے۔

تفسیر:۔ جب بنیامین کے سامان سے پیالہ برآمد ہوا تو بھائی جھنجلا کر کہنے لگے، اگر اس نے چوری کی تو کوئی

تعجب کی بات نہیں کیونکہ اس کے حقیقی بھائی یوسف نے بھی اسی طرح کی چوری کی تھی مطلب یہ تھا کہ یہ ہمارا حقیقی بھائی نہیں ہے، حضرت یوسفؑ پر جو چوری کا الزام لگا اس سے متعلق علماء مفسرین نے تین واقعہ لکھے ہیں، پہلا واقعہ حضرت سعید بن جبیر اور قتادہؒ سے یہ منقول ہے کہ حضرت یوسفؑ کے نانا کا ایک بت تھا جس کی وہ پوجا کرتے تھے حضرت یوسفؑ چپکے سے اسے اٹھا لائے تھے اور توڑ دیا تھا تاکہ نانا جان اس کی پوجا نہ کر سکیں، کوئی بھی ذی شعور اس کو چوری سے تعبیر نہیں کر سکتا۔ دوسرا واقعہ حضرت مجاہدؒ سے یہ منقول ہے کہ ایک روز ایک سائل آیا حضرت یوسفؑ نے دسترخوان سے (چھپا کر) کچھ کھانا اٹھا لیا اور سائل کو دیدیا، اس واقعہ کو نقل کرنے کے بعد قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ لکھتے ہیں کہ حضرت یوسفؑ سخی گھرانے کے ایک فرد تھے اور سائلوں کو دینے سے خود حضرت یعقوبؑ خوش ہوتے تھے اس لئے یہ چوری نہ تھی بھائیوں نے حسد و جلن کی وجہ سے اس کو چوری سے تعبیر کیا۔ تیسرا واقعہ محمد بن اسحٰق سے منقول ہے کہ حضرت یوسفؑ بہت چھوٹے تھے کہ ان کی والدہ راحیل کا انتقال ہو گیا تو یہ اپنی پھوپھی کی پرورش میں آ گئے پھوپھی آپ سے حد درجہ محبت و پیار کرتی تھیں، حضرت یوسفؑ کو اللہ پاک نے بچپن ہی سے حسن و جمال کے ساتھ ایسی خوبیاں عطا فرمائی تھیں کہ جو آپ کی طفلانہ ادائیں دیکھتا وہ آپ کا دیوانہ ہو جاتا۔ اسی وجہ سے حضرت یعقوبؑ بھی آپ سے بے پناہ شفقت و محبت فرماتے تھے، چنانچہ حضرت یوسفؑ جب ذرا بڑے ہوئے تو حضرت یعقوبؑ نے اپنی بہن سے فرمایا کہ اب یوسف کو ہمارے پاس چھوڑ دو مگر چونکہ پھوپھی عزیز یوسف پر دل و جان سے فریفتہ تھیں لہذا وہ ٹال مٹول کر کے بھیجنے سے انکار کر دیتیں، ادھر حضرت یعقوبؑ سے بھی اب نور نظر کی جدائی برداشت نہیں ہو رہی تھی لہذا آپ نے خوب تقاضا کر کے بہن کو بھیجنے پر آمادہ کر لیا، عزیز یوسف کو اپنے پاس رکھنے کے لئے پھوپھی نے یہ چال چلی کہ وہ پٹکا جو ان کو اپنے والد حضرت اسحاقؑ سے وراثت میں ملا تھا (پورے خاندان میں اس کی بڑی قدر و قیمت سمجھی جاتی تھی) وہ حضرت یوسفؑ کی کمر پر کپڑوں کے نیچے باندھ کر بھیجدیا، اور پھر اس پٹکے کی تلاش شروع کر دی آخر حضرت یوسفؑ کی کمر پر ملا تو بہن نے کہا کہ یوسف نے چوری کی ہے لہذا شریعت ابراہیمی کے مطابق یوسف اب میرا ہے میں اس کو اپنے ہمراہ لے جاتی ہوں، مذہبی اصول کے مطابق مجبوراً حضرت یعقوبؑ نے یوسف کو اس کی پھوپھی کے حوالہ کر دیا اور پھر پھوپھی کے انتقال کے بعد ہی یوسفؑ حضرت یعقوبؑ کی تربیت میں آئے۔

اس پورے واقعہ کی حقیقت سب بھائیوں پر روشن تھی کہ یوسف بالکل بے قصور ہیں صرف پھوپھی نے پیار و محبت کی وجہ سے یہ حیلہ و تدبیر اختیار کی تھی مگر اس وقت بنیا مین پر غصہ کی وجہ سے اس کے حقیقی بھائی یوسف کو بھی چوری میں ملوث کر دیا۔

حضرت یوسف کا ضبط و تحمل:- اپنے متعلق اتنا زبردست الزام سننے کے باوجود بھی حضرت یوسفؑ بے قابو نہ ہوئے، زبان سے ایک حرف تک نہ نکالا مکمل ضبط و تحمل اور

صبر سے کام لیا بس اپنے دل ہی دل میں کہا افسوس ہے تم مجھ پر چوری کا جھوٹا الزام لگاتے ہو جب کہ تم نے نہایت
سنگین قسم کی چوری کی کہ بیٹے کو باپ سے چرا کر اسے بیچ ڈالا بس میری چوری کا حال تو اللہ کو خوب معلوم ہے، خدا
خوب جانتا ہے کہ تم اپنے بیان میں کہاں تک سچے ہو وہی تم کو غلط بیانیوں کی سزا دے گا۔

قَالُوْا يٰٓاَيُّهَا الْعَزِيْزُ اِنَّ لَهٗٓ اَبًا شَيْخًا كَبِيْرًا فَخُذْ اَحَدَنَا مَكَانَهٗ

کہنے لگے اے عزیز اس کا ایک بہت بوڑھا باپ ہے سو اس کی جگہ ہم میں سے ایک کو رکھ لیجئے ہم

اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝۷۸ قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اَنْ نَّاْخُذَ اِلَّا مَنْ وَّجَدْنَا

آپ کو نیک مزاج دیکھتے ہیں یوسفؑ نے کہا ایسی بات سے خدا بچائے کہ جس کے پاس ہم نے اپنی

مَتَاعَنَا عِنْدَهٗٓ ۙ اِنَّآ اِذًا لَّظٰلِمُوْنَ ۝۷۹ؑ فَلَمَّا اسْتَيْـَٔسُوْا مِنْهُ خَلَصُوْا نَجِيًّا ۭ ع

چیز پائی ہے اس کے سوا دوسرے شخص کو پکڑ کر رکھ لیں اس حالت میں تو ہم بڑے بے انصاف سمجھے جائیں گے، پھر جب ان

قَالَ كَبِيْرُهُمْ اَلَمْ تَعْلَمُوْٓا اَنَّ اَبَاكُمْ قَدْ اَخَذَ عَلَيْكُمْ مَّوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ

کو یوسفؑ سے تو بالکل امید نہ رہی تو علیحدہ ہو کر باہم مشورہ کرنے لگے ان میں جو سب سے بڑا تھا اس نے کہا کہ تم کو معلوم

وَمِنْ قَبْلُ مَا فَرَّطْتُّمْ فِيْ يُوْسُفَ ۚ فَلَنْ اَبْرَحَ الْاَرْضَ حَتّٰى يَاْذَنَ

نہیں کہ تمہارے باپ نے تم سے خدا کی قسم کھلا کر پکا قول لے چکے ہیں اور اس سے پہلے یوسفؑ کے بارے میں کس قدر کوتاہی کر ہی

لِيْٓ اَبِيْٓ اَوْ يَحْكُمَ اللّٰهُ لِيْ ۚ وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ ۝۸۰ اِرْجِعُوْٓا اِلٰٓى اَبِيْكُمْ فَقُوْلُوْا

چکے ہو سو میں تو اس زمین سے ٹلتا نہیں تاوقتیکہ میرے باپ مجھ کو اجازت نہ دیں، یا اللہ تعالیٰ اس مشکل کو سلجھا دے

يٰٓاَبَانَآ اِنَّ ابْنَكَ سَرَقَ ۚ وَمَا شَهِدْنَآ اِلَّا بِمَا عَلِمْنَا وَمَا كُنَّا

اور وہی خوب سلجھانے والا ہے تم واپس اپنے باپ کے پاس جاؤ اور کہو کہ اے ابا آپ کے صاحبزادے نے چوری کی اور ہم تو

لِلْغَيْبِ حٰفِظِيْنَ ۝۸۱ وَسْـَٔلِ الْقَرْيَةَ الَّتِيْ كُنَّا فِيْهَا وَالْعِيْرَ الَّتِيْٓ اَقْبَلْنَا

وہی بیان کرتے ہیں جو ہم کو معلوم ہوا ہے اور ہم غیب کی باتوں کے حافظ نہیں تھے اور اس بستی والوں سے پوچھ لیجئے جہاں ہم موجود

فِيْهَا ۭ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ۝۸۲

تھے اور اس قافلہ والوں سے پوچھ لیجئے جن میں ہم شامل ہو کر آئے ہیں اور یقین جانئے ہم بالکل سچ کہتے ہیں۔

تفسیر برادران یوسف نے جب دیکھا کہ ہمارے ہی قول و قانون کے مطابق بنیامین حاکم مصر کے ہوگئے ہیں تو اب انھیں گھبراہٹ شروع ہوئی تو حاکم مصر (یوسف ؑ) سے خوشامد شروع کی کہنے لگے کہ آپ بہت نیک مزاج اور رحم دل آقا ہیں بنیامین کی جدائی کا ہمارے بوڑھے اور ضعیف والد صدمہ برداشت نہیں کر پائیں گے، لہذا ہماری آپ سے التجا ہے کہ بنیامین کے بدلے ہم میں سے کسی ایک کو روک لیں، حضرت یوسف ؑ نے فرمایا، یہ تو ہمارے اختیار میں نہیں جس کو چاہیں پکڑ لیں ہم تو صرف اس کو روکیں گے جس کے پاس سے چوری کا مال برآمد ہوا ہے، یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ کرے کوئی اور بھرے کوئی، اور پھر تمہارے قانون کے مطابق بھی ہم اس صورت میں ظالم ٹھہریں گے، یہ ہم سے نہیں ہوسکتا کہ مجرم کو چھوڑ دیں اور بے گناہ کو گرفتار کرلیں، یہ تو کھلی بے انصافی ہے، حضرت یوسف ؑ کا یہ جواب سن کر سب بھائی بنیامین کی رہائی سے مایوس و ناامید ہوگئے تو مجمع سے علیحدہ جاکر آپس میں مشورہ کرنے لگے اکثر کی رائے یہ تھی کہ ہمیں وطن واپس جانا چاہیے گمان میں سے بڑے بھائی (غالباً یہ کہنے والا یہودا ہی ہے اسی نے یوسف کے معاملہ میں بھی ہمدردانہ مشورہ دیا تھا) نے کہا ہم باپ کے سامنے کیا منھ لے کر جائیں گے، جو عہد ہم نے کیا تھا اس کا کیا جواب دیں گے ایک کوتاہی تو یوسف ؑ کے بارے میں کرچکے ہیں جس کا اثر آج تک موجود ہے اب بنیامین کو چھوڑ کر سب کا چلے جانا کس طرح مناسب ہے، میں تو مصر کی سرزمین کو اس وقت تک نہیں چھوڑ سکتا جب تک کہ خود والد بزرگوار مجھے یہاں سے وطن واپسی کی اجازت نہ دیدیں یا اللہ تعالیٰ اس مشکل کو سلجھا دے کہ بنیامین کی رہائی کا غیب سے انتظام فرمادیں، بس مجھے یہیں رہنے دو اور تم والدین کے پاس جاکر انھیں پورا واقعہ سناؤ کہ بنیامین کو چوری کے جرم میں حاکم مصر نے اپنے پاس روک لیا ہے اور ہم نے بحفاظت لانے کا آپ سے جو عہد کیا تھا وہ ظاہری اسباب کے اعتبار سے کیا تھا، غیب کا حال تو ہم نہیں جانتے تھے کہ یہ چوری کرکے گرفتار ہوگا اور ہم مجبور ہوجائیں، برادران یوسف چونکہ اپنے اعتماد کو پہلے ہی کھو چکے تھے اس لئے یہ سمجھتے تھے کہ والد صاحب کو ہماری بات کا یقین نہ ہوگا اس لئے انھوں نے کہا کہ ابا حضور اگر آپ کو ہمارا یقین نہیں تو آپ کوئی معتبر آدمی بھیج کر وہاں تحقیق کرالیں جہاں چوری کا مال ہماری اور ان کی آنکھوں کے سامنے برآمد ہوا یا ان قافلہ والوں سے معلوم کرلیں جو ہمارے ساتھ وہاں موجود تھے اور واپس ساتھ آئے ہیں، آپ کو معلوم ہوجائے گا ہم اپنے بیان میں بالکل سچے ہیں۔

اقوال و تحقیق قَالَ كَبِيرُهُمْ :- بڑے سے کون سا بھائی مراد ہے اس میں علماء مفسرین رح سے تین قول منقول ہیں ۱۔ حضرت ابن عباس ؓ نے فرمایا یہاں عمر میں بڑا ہونا مراد نہیں ہے بلکہ علم و فضل میں بڑا ہونا مراد ہے اور یہ یہودا تھا ۲۔ حضرت قتادہؒ وغیرہ نے عمر میں بڑا ہونا مراد لیا ہے فرماتے ہیں وہ روبیل تھا ۳۔ حضرت مجاہدؒ نے فرمایا جاہ و مرتبت میں بڑا ہونا مراد ہے یہ شمعون تھا، سفر میں بھائیوں کا سردار بھی یہی تھا

قَالَ بَلۡ سَوَّلَتۡ لَكُمۡ اَنۡفُسُكُمۡ اَمۡرًا ؕ فَصَبۡرٌ جَمِيۡلٌ ؕ عَسَى اللّٰهُ اَنۡ يَّاۡتِيَنِىۡ

یعقوب فرمانے لگے بلکہ تم نے اپنے دل سے ایک بات بنالی ہے سو صبر ہی کروں گا جس میں شکایت کا نام نہ ہوگا اللہ سے امید ہے

بِهِمۡ جَمِيۡعًا ؕ اِنَّهٗ هُوَ الۡعَلِيۡمُ الۡحَكِيۡمُ ﴿۸۳﴾ وَتَوَلّٰى عَنۡهُمۡ وَقَالَ يٰۤاَسَفٰى عَلٰى

کہ ان سب کو مجھ تک پہونچا دیگا وہ خوب واقف ہے بڑی حکمت والا ہے، اور ان سے دوسری طرف رخ کرلیا اور کہنے لگے ہائے

يُوۡسُفَ وَابۡيَضَّتۡ عَيۡنٰهُ مِنَ الۡحُـزۡنِ فَهُوَ كَظِيۡمٌ ﴿۸۴﴾

یوسفؑ افسوس اور غم سے ان کی آنکھیں سفید پڑگئیں اور وہ گھٹا کرتے تھے

تفسیر جب برادران یوسفؑ نے جاکر اپنے والد سے عرض کیا کہ حاکم مصر نے بنیامین کو روک لیا ہے تو والد صاحب نے فرمایا یہ بھی تمہاری بنائی ہوئی بات ہے مطلب یہ کہ جیسے یوسفؑ کے معاملہ میں بات بنائی تھی اسی طرح بنیامین کے معاملہ میں بھی گھڑلی ہے، بنیامین چوری کرے یہ نہیں ہوسکتا بہرحال میں تو اس پر بھی صبر ہی کروں گا اپنے دکھ کا کسی سے شکوہ نہیں کروں گا، اللہ کی رحمت و قدرت سے کیا بعید ہے کہ وہ یوسف و بنیامین اور وہ بھائی جو بنیامین کی وجہ سے مصر میں رہ گیا ہے سب کو مجھ سے ملادے بلاشبہ وہ سب کے احوال سے خوب واقف ہے کہ کون کہاں کس حال میں ہے اور بلاشبہ وہ بڑی حکمت والا ہے وہ ہر ایک کے ساتھ اپنی حکمت و مصلحت کے مطابق معاملہ کرتا ہے جب ملانا چاہے گا تو غیب سے اسباب پیدا کردے گا اور ملادے گا۔

بنیامین کی جدائی سے یوسف کا غم تازہ ہوگیا اور بے اختیار پکار اٹھے ہائے افسوس یوسف، "وَتَوَلّٰى عَنۡهُمۡ" کی تفسیر صاحب معارف نے یہ کی ہے کہ بنیامین کی اس جدائی کے نئے زخم کے بعد حضرت یعقوبؑ نے بیٹوں سے اس معاملہ میں گفتگو چھوڑ کر اپنے رب کے سامنے فریاد کی اور فرمایا کہ مجھے سخت رنج و غم ہے یوسف پر اور اس رنج و غم میں روتے روتے آنکھیں سفید ہوگئی یعنی بینائی جاتی رہی یا بہت ضعیف ہوگئی، اس غم میں آپ اندر ہی اندر گھلتے اور گھٹتے رہے مگر کسی کے سامنے اپنے دکھ کا اظہار تک نہ کیا، حضرت مقاتل کے قول کے مطابق آپ کی یہ حالت (نابینا رہنا) چھ سال رہی

صبر یعقوبؑ اللہ تعالیٰ انبیاء علیہم السلام کو سخت قسم کے امتحانوں میں مبتلا فرماتے ہیں، اپنی حکمت و مصلحت کے مطابق جس کو امتحان میں چاہتے ہیں مبتلا کردیتے ہیں، حضرت یعقوبؑ کو بیٹے کی جدائی کے امتحان میں مبتلا فرمایا کہ پہلے یوسف کی بے پناہ محبت آپ کے دل میں ڈالدی اور پھر اس کو ایسے دردناک طریقہ سے جدا کیا کہ یہ بھی معلوم نہ ہوسکا کہ عزیز یوسف زندہ ہے یا نہیں اور اگر ہے تو کس حال میں ہے اور اس پر مزید یہ کہ اس مہلک غم کا کسی سے شکوہ بھی نہیں فرمایا بلکہ اندر ہی اندر گھلتے رہے اور یہ

آزمائش و امتحان (جدائی یوسف) چالیس سال اور ایک قول کے مطابق اسّی سال رہا۔ حضرت شاہ عبد القادر محدث دہلوی رحؒ نے فرمایا اس قدر سنگین درد اتنی مدت دبائے رکھنا بغیر پیغمبر کے سوا کسی کے بس کی بات نہیں

قَالُوْا تَاللّٰهِ تَفْتَؤُا تَذْكُرُ يُوْسُفَ حَتّٰى تَكُوْنَ حَرَضًا اَوْ تَكُوْنَ مِنَ

بیٹے کہنے لگے بخدا تم سدا کے سدا یوسف کی یادگاری میں لگے رہوگے یہاں تک کہ گھل گھل کر دم بلب

الْهٰلِكِيْنَ ۝ قَالَ اِنَّمَآ اَشْكُوْا بَثِّيْ وَحُزْنِيْٓ اِلَى اللّٰهِ وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا

ہو جاؤ گے یا یہ کہ بالکل مر ہی جاؤ گے، یعقوبؑ نے فرمایا کہ میں تو اپنے رنج و غم کی صرف اللہ سے شکایت کرتا ہوں اور

تَعْلَمُوْنَ ۝ يٰبَنِيَّ اذْهَبُوْا فَتَحَسَّسُوْا مِنْ يُّوْسُفَ وَاَخِيْهِ وَلَا تَايْــَٔسُوْا مِنْ رَّوْحِ

اللہ کی باتوں کو جتنا میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے، اے میرے بیٹو جاؤ اور یوسف اور ان کے بھائی کی تلاش کرد

اللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ لَا يَايْــَٔسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ ۝

اور اللہ کی رحمت سے نا امید مت ہو بے شک اللہ کی رحمت سے وہی لوگ نا امید ہوتے ہیں جو کافر ہیں۔

تفسیر اپنے والد کی یہ کیفیات دیکھ کر بیٹے کہنے لگے آپ تو ہمیشہ یوسف ہی کو یاد کرتے رہیں گے یہاں تک کہ گھل گھل کر جاں بلب ہو جائیں گے یا مر ہی جائیں، آخر اس قدر غم کو دل میں لگانے سے کیا فائدہ، حضرت یعقوبؑ نے ان سے فرمایا میں اپنی فریاد اور دکھ درد کا شکوہ تم سے نہیں کرتا بلکہ اپنے رب سے کرتا ہوں، بس تم مجھ کو میری حالت پر رہنے دو اور فرمایا کہ میری یہ فریاد خالی نہ جائے گی میں اپنے رب کی طرف سے وہ بات جانتا ہوں جس کا تمھیں علم نہیں یعنی اللہ تعالیٰ نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے کہ وہ پھر ان سب سے مجھے ملائے گا، یہ وعدہ یا تو بذریعہ وحی ہوا ہوگا یا بذریعہ خواب جو حضرت یوسف نے دیکھا تھا جس کی تعبیر ابھی تک وجود میں نہیں آئی تھی اور اس کا ہونا لازمی ہے۔

تلاشِ یوسف اس وعدہ کی وجہ سے حضرت یعقوبؑ کو یقین ہو گیا کہ یوسف زندہ ہے لہٰذا اس کی تلاش کی جائے، صاحب تفسیر مظہری نے تلاش یوسف کی وجہ یہ واقعہ لکھا ہے ابن ابی حاتم نے نضر بن عربی کا بیان نقل کیا ہے کہ حضرت یعقوبؑ کو عزیز یوسفؑ کے زندہ یا مردہ ہونے کی ۲۴ سال تک کوئی خبر نہ ملی آخر ایک روز موت کا فرشتہ انسانی شکل میں آپ کے سامنے آ کھڑا ہوا، آپ نے اس سے معلوم کیا تم کون ہو اس نے کہا میں موت کا فرشتہ ہوں آپ نے اس سے فرمایا کہ میں تجھے یعقوب کے معبود کی قسم دیتا ہوں بتا تو نے یوسف کی روح قبض کی ہے کہ نہیں، اس نے کہا نہیں ملک الموت کا یہ جواب سن کر حضرت یعقوبؑ نے اپنے بیٹوں سے فرمایا میرے بیٹو جاؤ یوسف اور اس کے بھائی کو تلاش کرو اور اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو کیونکہ اس کی رحمت سے سوائے کافروں کے کوئی نا امید و مایوس نہیں ہوتا۔

فَلَمَّا دَخَلُوا عَلَيْهِ قَالُوا يَا أَيُّهَا الْعَزِيزُ مَسَّنَا وَأَهْلَنَا الضُّرُّ وَجِئْنَا بِبِضَاعَةٍ

پھر جب یوسفؑ کے پاس پہونچے کہنے لگے اے عزیز ہم کو اور ہمارے گھر والوں کو بڑی تکلیف پہنچ رہی ہے اور ہم کچھ

مُزْجَاةٍ فَأَوْفِ لَنَا الْكَيْلَ وَتَصَدَّقْ عَلَيْنَا ۖ إِنَّ اللَّهَ يَجْزِي الْمُتَصَدِّقِينَ ﴿٨٨﴾

یہ نکمی چیز لائے ہیں سو آپ پورا غلہ دیدیجیے اور ہم کو خیرات دیدیجیے بے شک اللہ تعالیٰ خیرات دینے والوں کو جزا دیتا ہے

قَالَ هَلْ عَلِمْتُمْ مَا فَعَلْتُمْ بِيُوسُفَ وَأَخِيهِ إِذْ أَنْتُمْ جَاهِلُونَ ﴿٨٩﴾ قَالُوا أَإِنَّكَ

یوسف نے فرمایا وہ بھی تم کو یاد ہے جو کچھ تم نے یوسفؑ اور اس کے بھائی کے ساتھ کیا تھا جبکہ تمھاری جہالت کا زمانہ تھا کہنے

لَأَنْتَ يُوسُفُ ۖ قَالَ أَنَا يُوسُفُ وَهَٰذَا أَخِي ۖ قَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَيْنَا ۖ إِنَّهُ مَنْ

لگے کیا سچ مچ تم ہی یوسف ہو انھوں نے فرمایا میں یوسف ہوں اور یہ میرا بھائی ہے ہم پر اللہ تعالیٰ نے بڑا احسان کیا واقعی

يَتَّقِ وَيَصْبِرْ فَإِنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ ﴿٩٠﴾ قَالُوا تَاللَّهِ لَقَدْ آثَرَكَ اللَّهُ

جو شخص گناہوں سے بچتا ہے اور صبر کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ ایسے نیک کام کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتا وہ کہنے لگے کہ بخدا کچھ شک نہیں

عَلَيْنَا وَإِنْ كُنَّا لَخَاطِئِينَ ﴿٩١﴾ قَالَ لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ ۖ يَغْفِرُ اللَّهُ لَكُمْ ۖ

تم کو اللہ تعالیٰ نے ہم پر فضیلت عطا فرمائی اور بیشک ہم خطا وار تھے یوسف نے فرمایا کہ تم پر آج کوئی الزام نہیں اللہ تعالیٰ تمھارا قصور

وَهُوَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ ﴿٩٢﴾ اذْهَبُوا بِقَمِيصِي هَٰذَا فَأَلْقُوهُ عَلَىٰ وَجْهِ أَبِي يَأْتِ

معاف کرے وہ سب مہربانوں سے زیادہ مہربان ہے اب تم میرا یہ کرتا لیتے جاؤ اور اس کو میرے باپ کے چہرے پر ڈالدو ان کی آنکھیں

بَصِيرًا وَأْتُونِي بِأَهْلِكُمْ أَجْمَعِينَ ﴿٩٣﴾ ع

روشن ہوجاویں گی اور اپنے گھر والوں کو سب کو میرے پاس لے آؤ۔

تیسرا سفر مصر

برادران یوسف باپ کے فرمانے پر مصر کو روانہ ہوئے یہ سوچ کر کہ یوسف کا پتہ تو معلوم نہیں بنیامین کا معلوم ہے لہذا پہلے اس کی رہائی کی کوشش کریں اور غلہ کی بھی سخت ضرورت ہے وہ بھی مصر جاکر ہی پوری ہوسکے گی، دوران گفتگو اگر حاکم مصر کو نرم پایا تو بنیامین کی رہائی کی درخواست کریں گے۔

بہرحال جب یہ دربار شاہی میں پہونچے تو عزیز مصر (یوسف) سے عرض کیا کہ قحط و ناداری کی وجہ سے ہم اور ہمارے گھر والے سخت پریشان ہیں گھر کا تمام سامان بک چکا ہے اس لئے ہم اس مرتبہ پونجی بھی تھوڑی سی لائے

ہیں یہ حاضر ہے اگرچہ یہ غلہ کی قیمت نہیں ہو سکتی بس ہم آپ کی سابقہ مہربانیوں اور احسان کو دیکھتے ہوئے درخواست کرتے ہیں کہ ہم کو پورا پورا غلہ دلوا دیجئے چاہے صدقہ وخیرات سمجھ کر ہی دیجئے بلاشبہ اللہ پاک صدقہ وخیرات کرنے والوں کو نیک بدلہ عطا کرتا ہے۔

حضرت یوسف ؑ نے جب والدین اور بھائیوں کی سخت پریشانی کا حال ایسے عاجزانہ انداز سے سنا تو ان سے رہا نہ گیا اور حق تعالیٰ کے حکم سے اب اپنا راز ظاہر کر دیا چنانچہ حضرت یوسف ؑ نے اپنے بھائیوں سے مخاطب ہو کر فرمایا کیا تم کو یاد ہے جو معاملہ تم نے یوسف اور اس کے بھائی کے ساتھ کیا تھا جب کہ تم جہالت میں سرشار تھے یعنی نہ بھلے برے کی پہچان تھی نہ انجام کی فکر تھی۔

عزیز مصر کی یہ گفتگو سنکر برادران یوسف حیران و پریشان رہ گئے اور سوچنے لگے عزیز مصر کو یوسف کے قصہ سے کیا واسطہ، اتنی مدت کے بعد یہ کون گھر کا بھیدی نکل آیا۔ اپنے اوپر عزیز مصر کی مہربانیاں اور بنیامین سے خصوصی تعلق سے ان کو خیال ہوا کہیں یہ یوسف ہی تو نہیں جس کو ہم نے مصری قافلہ کے ہاتھوں فروخت کر دیا تھا۔ ان کے ذہنوں میں اب یوسف کا خواب بھی تازہ ہو گیا جس کی تعبیر تھی کہ ایک دن یوسف ؑ کو کوئی بلند مرتبہ حاصل ہوگا اور ہم سب اس کے سامنے جھکیں گے، اب انھوں نے عزیز مصر کی شکل و صورت، گفتار و انداز، لب و لہجہ کو دوسری نظر سے دیکھا تو ان کی نگاہوں میں یوسف ؑ کا نقشہ کھنچ گیا مگر موجودہ حالت کے پیش نظر قدرتی طور پر یہ جرأت نہ ہوئی کہ یہ کہہ اٹھیں کہ تو یوسف ہے بلکہ نرم لہجہ میں بطور سوال کے دریافت کیا کہ واقعی آپ ہی یوسف ہیں؟ حضرت یوسف ؑ نے فرمایا ہاں میں ہی یوسف ہوں اور یہ بنیامین میرا حقیقی بھائی ہے، حضرت یوسف نے بنیامین کا ذکر اس لئے بڑھا دیا تاکہ ان کو اچھی طرح یقین ہو جائے کہ میں ہی یوسف ہوں نیز اسلئے بھی تاکہ ان کو اپنے مقصد میں کامیاب ہونا معلوم ہو جائے کہ جن دو بھائیوں کی تلاش میں ہم نکلے تھے وہ ہم کو ایک ہی جگہ آسانی سے مل گئے ہیں۔

اس کے بعد حضرت یوسف ؑ نے فرمایا کہ اللہ رب العزت نے ہم پر احسان فرمایا کہ جدائی کو ملاپ سے، ذلت کو عزت سے، تکلیف کو راحت سے، تنگی کو عیش سے بدل دیا جو غلام بنا کر فروخت کیا گیا تھا آج خدا نے اس کو ملک مصر کی حکومت بخشی بیشک جو آدمی گناہوں سے بچتا ہے اور مصیبتوں پر صبر کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ ایسے نیک کام کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتے۔

اب برادران یوسف ؑ کو علاوہ شرم و ندامت کے اور اعتراف جرم و خطا کے کوئی چارہ نہ تھا انکو

اقوال و تحقیق "تَصَدَّقْ عَلَيْنَا" ابن جریج اور ضحاک ؒ نے اس کی یہ تفسیر کی ہے کہ آپ اپنی خیرات میں ہمارے بھائی بنیامین کو واپس کر دیجئے، حضرت مجاہد ؒ نے فرمایا کہ اولاد انبیاء ؑ کے لئے صدقہ وخیرات کی حرمت صرف امت محمدیہ کے ساتھ خاص ہے۔

حضرت یوسفؑ کا فضل و کمال تسلیم کرنا پڑا چنانچہ کہنے لگے اللہ نے ہر حیثیت سے آپ کو ہم پر فضیلت بخشی اور بلاشبہ آپ اسی لائق تھے اور یقیناً غلطی اور بھول ہماری ہی تھی کہ ہم نے آپ کی قدر نہ پہچانی آخر آپ کا خواب سچا ہوا اور ہمارا حسد بیکار ثابت ہوا، حضرت یوسفؑ نے اپنے بھائیوں کی پشیمانی کی یہ کیفیت دیکھ کر پیغمبرانہ شان کے مطابق فرمایا کہ میں آج تمھیں کوئی الزام نہیں دیتا، تم پر کسی قسم کی ملامت نہیں کرتا میں تمھاری تمام غلطیاں معاف کر چکا ہوں جو لفظ میں نے کہے محض حق تعالیٰ کا احسان اور صبر و تقویٰ کا نتیجہ ظاہر کرنے کی نیت سے کہے آج کے بعد تمھارے قصور کا ذکر تک نہ ہوگا اور پھر فرمایا کہ میں بارگاہ خداوندی میں تمھاری مغفرت کی دعا کرتا ہوں، بلاشبہ وہ تمام رحم کرنے والوں سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے، بہر حال اس داستان کو ختم کرو اور اب تم کنعان واپس جاؤ اور میرا یہ کرتا لیتے جاؤ اس کو والد بزرگوار کی آنکھ پر ڈال دینا ان شاء اللہ اس سے ان کی آنکھوں کی روشنی واپس آجائے گی، پھر انھیں اور سب گھر والوں کو میرے پاس لے آؤ تاکہ ہم سب مل کر خوش ہوں اور اللہ کی دی ہوئی نعمتوں سے فائدہ اٹھائیں اور اس کا شکر ادا کریں۔

کرتے سے بینائی کا واپس آجانا یہ حضرت یوسفؑ کا معجزہ تھا، اور ائمہ تفسیر حضرت مجاہدؒ اور ضحاکؒ نے فرمایا کہ یہ اس کرتے کی خصوصیت تھی کیونکہ یہ عام کپڑوں کی طرح نہ تھا بلکہ حضرت ابراہیمؑ کے لئے جنت سے اس وقت لایا گیا تھا جب ان کو برہنہ کرکے نمرود نے آگ میں ڈالا تھا پھر یہ جنتی کرتہ ہمیشہ حضرت ابراہیم کے پاس محفوظ رہا اور آپ کی وفات کے بعد حضرت اسحاقؑ کے پاس محفوظ رہا اور ان کی وفات کے بعد حضرت یعقوبؑ کو ملا آپ نے اس کو ایک بڑی متبرک چیز سمجھ کر ایک نلکی میں بند کرکے حضرت یوسفؑ کے گلے میں بطور تعویذ کے ڈال دیا تھا تاکہ نظر بد سے محفوظ رہیں۔

برادران یوسف نے جب ان کا کرتا والد کو دھوکا دینے کیلئے اتار لیا اور وہ برہنہ کرکے کنویں میں ڈال دیئے گئے تو جبرئیل امین تشریف لائے اور گلے میں پڑی ہوئی نلکی کھول کر اس سے کرتا نکالا اور یوسفؑ کو پہنادیا، یہ کرتا حضرت یوسف کے پاس برابر محفوظ رہا۔ اس وقت بھی حضرت جبرئیلؑ ہی نے حضرت یوسف کو یہ مشورہ دیا کہ یہ جنت کا لباس ہے اس کی خاصیت یہ ہے کہ نابینا کے چہرے پر ڈالا جائے تو وہ بینا ہوجاتا ہے اس کو اپنے والد کے پاس بھیجدو اس سے ان کی بینائی واپس آجائے گی۔

حضرت مجدد الف ثانی'' کی تحقیق یہ ہے کہ حضرت یوسف کا حسن و جمال اور ان کا وجود خود جنت ہی کی ایک چیز تھی لہذا ان کے جسم سے متصل ہونے والے ہر کرتے میں یہ خاصیت ہوسکتی ہے۔

وَلَمَّا فَصَلَتِ الْعِيرُ قَالَ أَبُوهُمْ إِنِّي لَأَجِدُ رِيحَ يُوسُفَ لَوْلَا أَنْ

اور جب قافلہ چلا تو ان کے باپ نے کہنا شروع کیا کہ اگر تم مجھ کو بڑھاپے میں بہکی باتیں کرنے والا نہ سمجھو تو ایک بات کہوں کہ

تُفَنِّدُوْنِ ﴿۹۴﴾ قَالُوْا تَاللّٰهِ اِنَّكَ لَفِیْ ضَلٰلِكَ الْقَدِیْمِ ﴿۹۵﴾ فَلَمَّآ اَنْ جَآءَ الْبَشِیْرُ

مجھ کو تو یوسف کی خوشبو آرہی ہے وہ کہنے لگے کہ بخدا آپ تو اپنے اسی پرانے غلط خیال میں مبتلا ہیں، پس جب

اَلْقٰهُ عَلٰى وَجْهِهٖ فَارْتَدَّ بَصِیْرًا ۚ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ ۚ اِنِّیْٓ اَعْلَمُ مِنَ

خوشخبری لانے والا آپہونچا تو اس نے وہ کرتا ان کے منہ پر لاکر ڈال دیا پس فوراً ہی ان کی آنکھیں کھل گئیں آپ

اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۹۶﴾ قَالُوْا یٰٓاَبَانَا اسْتَغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَآ اِنَّا كُنَّا خٰطِئِیْنَ ﴿۹۷﴾ قَالَ

نے فرمایا کیوں میں نے تم سے کہا نہ تھا کہ اللہ کی باتوں کو جتنا میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے، سب بیٹوں نے کہا کہ اے باپ

سَوْفَ اَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّیْ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ﴿۹۸﴾

ہمارے لئے ہمارے گناہوں کی دعائے مغفرت کیجئے ہم بیشک خطاوار تھے، یعقوبؑ نے فرمایا عنقریب تمہارے لئے اپنے رب سے دعائے

مغفرت کروں گا بے شک وہ غفور رحیم ہے۔

کنعان واپسی

حضرت یوسفؑ کے فرمانے پر برادران یوسف کا قافلہ مصر سے کنعان کیلئے روانہ ہوا، جیسے ہی یہ قافلہ کرتہ لے کر چلا تو حضرت یعقوبؑ نے اپنے پاس والوں سے کہنا شروع کیا کہ اگر تم مجھ کو بڑھاپے کی وجہ سے بہکی ہوئی باتیں کرنے والا نہ سمجھو تو ایک بات کہوں وہ یہ کہ مجھے یوسفؑ کی خوشبو آرہی ہے۔ وہ سب کہنے لگے بخدا آپ تو اپنے اسی پرانے غلط خیال میں مبتلا ہیں، عجب حال ہے اتنا عرصہ گذر جانے کے بعد بھی آپ کے دل سے یوسف کی یاد نہیں گئی، اسی کا خواب وخیال ہر وقت آپ کو آتا رہتا ہے۔

حضرت ابن عباسؓ کی روایت کے مطابق مصر اور کنعان کے درمیان آٹھ دن کی مسافت کا راستہ تھا حضرت حسنؓ نے فرمایا تقریباً ڈھائی سو میل کا فاصلہ تھا، اللہ تعالیٰ نے اتنی دور سے کرتہ کے ذریعہ حضرت یوسف کی خوشبو حضرت یعقوبؑ کے دماغ تک پہونچادی، یہ بڑی تعجب کی بات ہے کہ جب یوسفؑ اپنے وطن کنعان ہی کے ایک کنوئیں میں تین دن پڑے رہے تو اس وقت حضرت یعقوبؑ کو خوشبو نہ آئی اور آج ڈھائی سو میل سے خوشبو آرہی ہے، یہ سب حق تعالیٰ شانہ کی اپنی حکمت ومصلحتیں ہیں جن کے راز کو وہی بخوبی جانتا ہے اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کوئی معجزہ کسی پیغمبر کے اختیار میں نہیں بلکہ جب اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں تو معجزہ ظاہر فرما دیتے ہیں۔

بہرحال برادران یوسف کا قافلہ کنعان پہونچتا ہے اور ان میں سے ایک بھائی نے کرتے کو حضرت یعقوب کے چہرہ پر ڈالا تو فوراً بینائی لوٹ آئی۔ یہ کرتا ڈالنے والا بھائی یہودا تھا، اسی نے حضرت یوسف کا خون آلود کرتہ حضرت یعقوبؑ کو دیا تھا، اس جرم کی تلافی کے لئے اس مرتبہ بھی یہی کرتا لایا۔ الغرض حضرت یعقوبؑ کی بینائی واپس آگئی بیٹوں سے کہنے لگے دیکھو میں ہمیشہ تم سے کہا کرتا تھا کہ خدا کی بعض وہ باتیں میں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔ اور میں تم سے

کہا کرتا تھا کہ اللہ تعالیٰ میرے یوسف سے مجھے ضرور ملائیگا۔ اور ابھی چند دن پہلے میں نے کہا تھا مجھے یوسفؑ کی خوشبو آرہی ہے۔

بیٹوں کیلئے یہ وقت بڑی ندامت وشرمندگی کا ہے سر جھکائے ہوئے کھڑے ہیں اور اپنے تمام جرموں کا اقرار کرکے والد بزرگوار سے دعائے مغفرت کی درخواست کر رہے ہیں، حضرت یعقوبؑ نے فرمایا عنقریب میں اپنے رب سے تمہارے لئے مغفرت کی دعا کروں گا بلاشبہ وہ بڑا بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔ یہاں حضرت یعقوبؑ نے فوراً دعا کرنے کے بجائے یہ فرمایا کہ عنقریب دعا کروں گا ایسا کیوں؟ اس کی وجہ مفسرینؒ نے یہ بیان کی ہے کہ پورے اہتمام کے ساتھ رات کے آخری حصہ میں بوقت تہجد تمہارے لئے دعا کروں گا کیونکہ وہ وقت قبولیت دعا کا ہے، غرضیکہ رات کے اخیر حصہ میں حضرت یعقوبؑ نماز پڑھنے کے لئے کھڑے ہوگئے اور نماز سے فارغ ہوکر دعا کی اے اللہ مجھ سے جو بے صبری یوسف کے معاملہ میں ہوئی ہے تو اس کو معاف فرما دے اور میرے بیٹوں نے جو برا سلوک یوسفؑ کے ساتھ کیا ہے اس کو بھی بخش دے، اللہ کی طرف سے وحی آئی اے یعقوبؑ تمہارا اور تمہارے بچوں کا قصور میں نے معاف کیا

فَلَمَّا دَخَلُوا عَلٰى يُوسُفَ اٰوٰٓى اِلَيْهِ اَبَوَيْهِ وَقَالَ ادْخُلُوا مِصْرَ اِنْ شَآءَ

پھر جب یہ سب کے سب یوسف کے پاس پہونچے تو انھوں نے اپنے والدین کو اپنے پاس جگہ دی اور کہا سب

اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ ؕ﴿۹۹﴾ وَرَفَعَ اَبَوَيْهِ عَلَى الْعَرْشِ وَخَرُّوْا لَهٗ سُجَّدًا ۚ وَقَالَ يٰٓاَبَتِ

مصر میں چلئے خدا کو منظور ہے تو امن وچین سے رہئے اور اپنے والدین کو تخت پر اونچا بٹھایا اور یہ سب کے سب یوسف کے

هٰذَا تَاْوِيْلُ رُءْيَايَ مِنْ قَبْلُ ۫ قَدْ جَعَلَهَا رَبِّيْ حَقًّا ؕ وَقَدْ اَحْسَنَ بِيْٓ اِذْ

آگے سجدے میں گر گئے یوسفؑ نے کہا اے میرے باپ یہ ہے میرے خواب کی تعبیر جو پہلے زمانہ میں دیکھا تھا جس کو

اَخْرَجَنِيْ مِنَ السِّجْنِ وَجَآءَ بِكُمْ مِّنَ الْبَدْوِ مِنْۢ بَعْدِ اَنْ نَّزَغَ الشَّيْطٰنُ بَيْنِيْ

میرے رب نے سچا کر دیا اور خدا نے میرے ساتھ احسان کیا کہ ایک تو اس نے مجھے قید سے نکالا اور دوسرا یہ کہ تم سب کو جنگل

وَبَيْنَ اِخْوَتِيْ ؕ اِنَّ رَبِّيْ لَطِيْفٌ لِّمَا يَشَآءُ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ﴿۱۰۰﴾

سے یہاں لایا بعد اس کے ہوا کہ شیطان نے میرے اور میرے بھائیوں کے درمیان میں فساد ڈلوا دیا تھا بلاشبہ میرا

رب جو چاہتا ہے اس کی عمدہ تدبیر کرتا ہے، بلاشبہ وہ بڑے علم اور حکمت والا ہے۔

خاندان یعقوبؑ مصر میں

حضرت یعقوبؑ اپنے پورے خاندان کو لے کر مصر روانہ ہوئے ایک روایت کے مطابق یہ قافلہ بہتر افراد پر مشتمل تھا اور دوسری روایت کے مطابق

ترانوے پر، جس میں مرد و عورت بچے سبھی شامل تھے، جب حضرت یوسف علیہ السلام کو اطلاع ہوئی کہ ان کے والد مع خاندان کے شہر کے قریب آگئے ہیں تو آپ مع متعلقین کے شہر سے باہر استقبال کے لئے تشریف لے گئے، جب حضرت یعقوبؑ نے مدتوں کے بچھڑے ہوئے نور نظر کو دیکھا تو سینہ سے چمٹالیا جب رقت آمیز ملاقات ہو چکی تو حضرت یوسفؑ نے خاندان کے لوگوں سے فرمایا شہر میں چلو قحط وغیرہ کا بالکل اندیشہ مت کرو انشاءاللہ بالکل راحت و آرام سے رہوگے، صاحب معارف نے 'امنین' کی تفسیر یہ کی ہے کہ بے خوف وخطر بغیر کسی پابندی کے شہر میں داخل ہو جائیں مطلب یہ تھا کہ دوسرے ملک میں داخل ہونے والے مسافروں پر جو پابندیاں عام طور پر عادۃً ہوا کرتی ہیں آپ ان سب پابندیوں سے بری ہیں، بہرحال جب یہ سب لوگ مصر میں حضرت یوسفؑ کے مکان میں داخل ہوئے تو حضرت یوسفؑ نے اپنے والدین کو اپنے پاس ٹھہرایا، حضرت یوسفؑ کی حقیقی والدہ تو بنیامین کی پیدائش کے وقت ہی انتقال فرما چکی تھیں یہ ساتھ میں آنے والی ان کی سوتیلی والدہ اور حقیقی خالہ لیا تھیں۔

جب ان تمام باتوں سے فراغت ہو چکی تو حضرت یوسفؑ نے مناسب سمجھا کہ دربار منعقد کریں تاکہ مصریوں کا بھی بزرگ باپ اور خاندان سے تعارف ہو جائے اور تمام درباری ان کے عزت و احترام سے آگاہ ہو جائیں چنانچہ دربار منعقد ہوا اور تمام درباری اپنی مقررہ نشستوں پر بیٹھ گئے، حضرت یوسفؑ کے حکم سے ان کے والدین کو تخت شاہی پر جگہ دی گئی اور باقی خاندان نے حسب مراتب نیچے جگہ پائی جب سب انتظامات مکمل ہو گئے تب حضرت یوسفؑ شاہی محل سے نکل کر تخت شاہی پر جلوہ افروز ہوئے تو تمام درباری حکومت کے دستور کے مطابق تخت کے سامنے تعظیم کے لئے سجدہ میں گر پڑے، تمام درباریوں کے اس فعل کو دیکھ کر ماں باپ تمام بھائی اور پورے خاندان نے بھی یہی عمل کیا، حضرت یوسفؑ نے اپنی طرف سے والدین کی تعظیم کی اور تخت شاہی پر بٹھایا مگر خدا کو جو تعظیم کرانا تھی اسے یوسفؑ کس طرح روک سکتے تھے، یہ واقعہ دیکھ کر حضرت یوسفؑ کو اپنے بچپن کا خواب یاد آگیا اور اپنے والد سے کہنے لگے یہ ہے تعبیر اس خواب کی جو مدت ہوئی میں نے دیکھا تھا میرے رب نے اسے سچا ثابت کر دیا۔

اس کے بعد حضرت یوسفؑ نے اپنی کچھ پرانی داستان سنا کر اللہ کے احسان و کرم کا شکر ادا کیا داستان سنانے میں آپ نے اس بات کا خاص خیال رکھا کہ کسی کی دل شکنی نہ ہو، اللہ اکبر یہ بلند اخلاق پیغمبر کے سوا کس میں ہو سکتے ہیں، بہرحال آپ نے فرمایا اللہ کا مجھ پر بہت بڑا احسان ہے کہ اس نے مجھے قید سے رہائی دلا کر ملک مصر کا حاکم اور مختار بنا دیا اس اختلاف کے بعد جو شیطان نے میرے اور بھائیوں کے درمیان پیدا

اقوال و تحقیق حضرت یوسف کو جو سجدہ کیا گیا یہ سجدہ تعظیمی تھا، حافظ ابن کثیرؒ نے لکھا ہے حضرت آدمؑ سے لے کر حضرت عیسیٰؑ کے زمانہ تک سجدۂ تعظیمی جائز تھا شریعت محمدی میں اس کو ممنوع و حرام قرار دیا گیا ہے بعض مفسرینؒ نے اس جگہ سجدہ کے معنی جھک جانے کے لئے ہیں سجدہ شرعی کے معنی مراد نہیں لیا۔

کردیا تھا اور دوبارہ ملنے کی کوئی امید نہ رہی تھی اس کے لئے ایسے اسباب غیب سے پیدا فرمائے کہ ہم سب خوشی دلی کے ساتھ پھر سے مل گئے اور اب عزت و سکون کے ساتھ اکٹھے ہیں، بلاشبہ میرا رب جو کام کرنا چاہے اس کے لئے بہترین تدبیر پیدا کردیتا ہے یقیناً وہی بڑے علم و حکمت والا ہیں۔

رَبِّ قَدْ اٰتَيْتَنِيْ مِنَ الْمُلْكِ وَعَلَّمْتَنِيْ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ ۚ فَاطِرَ

اے پروردگار آپ نے مجھے سلطنت کا بڑا حصہ دیا اور مجھ کو خوابوں کی تعبیر دینا تعلیم فرمایا اے آسمانوں

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۣ اَنْتَ وَلِيّٖ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا

اور زمین کے پیدا کرنے والے آپ میرے کارساز ہیں دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی مجھ کو پوری

وَّاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۰۱﴾

فرماں برداری کی حالت میں دنیا سے اٹھا لیجئے اور مجھ کو خاص نیک بندوں میں شامل کر دیجئے

قصہ یوسف کا اختتام

ملک مصر میں حضرت یعقوب ؑ مع اپنے خاندان کے ایک قول کے مطابق سترہ سال اور دوسرے قول کے مطابق ۲۴ سال خوش و خرم رہ کر ایک سو سینتالیس سال کی عمر میں وفات پائی، وفات سے پہلے حضرت یوسف ؑ کو وصیت فرمائی کہ مجھے میرے وطن کنعان میں والد حضرت اسحٰق کے پاس دفن کرنا حضرت سعید بن جبیر سے مروی ہے کہ حضرت یعقوب ؑ کو سال کی لکڑی کے تابوت میں رکھ کر کنعان بھیجا گیا اور ان کے بزرگوں کے پاس دفن کیا گیا، اس کے بعد[1] حضرت یوسف ؑ کو بھی آخرت کا اشتیاق اور اپنے رب سے ملنے کا شوق غالب ہوا تو آپ نے اپنے رب کی بارگاہ میں عرض کیا اے میرے پروردگار آپنے مجھے ہر طرح کی نعمتوں سے نوازا ظاہری دولت یعنی ملک و سلطنت کا بڑا حصہ عطا فرمایا باطنی دولت یعنی خواب کی ایسی تعبیر دینا سکھائی جو بالکل یقینی ہے اور یہ موقوف ہے وحی پر، مطلب یہ ہے کہ آپنے مجھے نبوت بھی بھی عطا کی، حاصل یہ کہ ظاہری دولت سلطنت اور باطنی دولت نبوت دونوں عطا فرمائی ہیں، اور پھر عرض کیا اے خالق ارض و سما بلاشبہ آپ میرے کارساز ہیں دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی جس طرح آپ نے دنیا میں میرے تمام کام بنا دیئے کہ سلطنت و نبوت عطا فرمائی اسی طرح آخرت کے کام بھی بنا دیجئے کہ مجھ کو فرماں برداری کی حالت میں دنیا سے اٹھانا اور مجھے نیک بندوں یعنی میرے بزرگ انبیاء علیہم السلام میں شامل فرما دینا۔ حضرت حسن بصری ؒ نے فرمایا اس دعا کے بعد آپ صرف چند سال زندہ رہے اور پھر داعی اجل کو لبیک کہا، بعض دیگر مفسرین ؒ کے قول کے مطابق ایک ہفتہ بھی نہ گذرا تھا کہ دنیا سے

[1] یہ بھی کہا گیا ہے کہ حضرت یعقوب ؑ کے انتقال کے بعد حضرت یوسف ؑ ساٹھ سال زندہ رہے، واللہ اعلم، محمد یعقوب غفرلہ

کوچ فرما گئے، وفات کے وقت آپ کی عمر ایک سو بیس سال تھی، مصر ہی میں آپ کو سنگ مرمر کے تابوت میں دریائے نیل کے کنارے دفن کیا گیا، عروہ بن زبیر کا بیان ہے کہ اللہ نے جب حضرت موسیٰ ؑ کو حکم دیا کہ بنی اسرائیل کو ملک مصر سے نکال کر ملک شام لیجائیں اسی کے ساتھ یہ بھی حکم دیا کہ حضرت یوسف ؑ کی ہڈیاں مصر میں نہ چھوڑنا بلکہ اپنے ساتھ لے جانا اور کنعان میں جاکر اپنے بزرگوں کے پاس دفن کرنا حضرت موسیٰ ؑ نے اللہ کے حکم کی تعمیل کی،

فائدہ :- خاندان یعقوب یعنی قوم بنی اسرائیل جس وقت مصر آئے تھے تو ان کی تعداد بہتر یا ترانوے تھی اور جب مصر سے نکلے تو ان کی تعداد چھ لاکھ ستر ہزار ہوگئی تھی

ذٰلِكَ مِنْ اَنۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ ۚ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ اَجْمَعُوْٓا اَمْرَهُمْ

یہ قصہ غیب کی خبروں میں سے ہے جو وحی کے ذریعہ سے ہم آپ کو بتلاتے ہیں اور آپ ان کے پاس اس وقت موجود

وَهُمْ يَمْكُرُوْنَ ﴿۱۰۲﴾ وَمَآ اَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۰۳﴾ وَمَا تَسْـَٔلُهُمْ

نہ تھے جبکہ انھوں نے اپنا ارادہ پختہ کرلیا تھا اور وہ تدبیریں کر رہے تھے اور اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے گو آپ کا کیسا ہی جی چاہتا ہو

عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ؕ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۰۴﴾ ع

اور آپ ان سے اس پر کچھ معاوضہ تو چاہتے نہیں یہ تو صرف تمام جہان والوں کے لئے ایک نصیحت ہے۔

قصۂ یوسف ؑ حضور کی نبوت کا واضح ثبوت ہے

پچھلی آیت تک حضرت یوسف ؑ کا واقعہ مکمل ہوچکا، اب ان آیات میں بتایا جارہا ہے کہ جس وقت حضرت یوسف ؑ کو باپ سے جدا کرکے کنویں میں ڈالا جارہا تھا اس وقت اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ وہاں موجود نہ تھے کہ اپنی آنکھوں سے پورا واقعہ دیکھ کر انھیں سنادیا ہو اور نہ ہی آپ کی قوم میں سے کوئی شخص اس واقعہ سے واقف تھا کہ آپ ... اس سے سنکر ان کو سنادیا ہو، پس یہ تو ہم نے آپ کو بذریعۂ وحی سنایا ہے اور وحی صرف نبی ہی پر آتی ہے لہٰذا اس سے آپ کی نبوت واضح طور پر ثابت ہوگئی۔

شان نزول

یہود اور قریش نے جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا تھا کہ اگر آپ اپنی نبوت میں سچے ہیں تو ہمیں یوسف علیہ السلام کا واقعہ بتلایئے کیا ہوا، آپؐ نے بذریعۂ وحی ان کو مکمل واقعہ سنادیا اس کے بعد بھی آپ کی نبوت کے قائل نہ ہوئے کفر ہی پر جمے رہے، اسلام قبول نہ کیا، اس سے آپ کو بہت صدمہ ہوا، اس موقع پر آپ کی تسلی کے لئے اللہ پاک نے یہ آیت وما اکثر الناس الخ نازل

ع ۱ آیت ۱۰۱ کی تفسیر میں جو تاریخ و حقائق ہم نے لکھے ہیں وہ اسرائیلی و تاریخی روایات سے ثابت ہیں مرفوع حدیث سے نہیں

ہوئی، یعنی باوجودیکہ آپ کی نبوت پر واضح دلائل موجود ہیں مگر پھر بھی اکثر آدمی ایمان نہیں لاتے خواہ آپ کتنی ہی کوشش اور تمنا کرتے رہیں ان کا یہ حال جب ہے جب کہ آپ دین و قرآن کی تعلیم پر ان سے کوئی معاوضہ و بدلہ بھی طلب نہیں کرتے بس آپ کا فریضہ تو انھیں اسلام کی دعوت پیش کرنا ہے مسلمان بنا دینا نہیں، بس آپ کا مقصد تو قوم کی خیر خواہی اور اجر آخرت حاصل کرنا ہے وہ پورا ہوگیا پھر آپ کیوں غمگین ہوتے ہیں، اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ قرآن کریم تمام جہان والوں کے لئے سرچشمۂ ہدایت ہے جو اس سے فیض اٹھا کر ہدایت حاصل کریگا وہ کامیاب ہے اور جو نہیں مانے گا وہ ناکام ہے۔

وَكَأَيِّن مِّنْ آيَةٍ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ يَمُرُّونَ عَلَيْهَا وَهُمْ عَنْهَا

اور بہت سی نشانیاں ہیں آسمانوں میں اور زمین میں جن پر ان کا گذر ہوتا رہتا ہے اور وہ ان کی طرف

مُعْرِضُونَ ﴿۱۰۵﴾ وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُم بِاللَّهِ إِلَّا وَهُم مُّشْرِكُونَ ﴿۱۰۶﴾ أَفَأَمِنُوا أَن

توجہ نہیں کرتے اور اکثر لوگ جو خدا کو مانتے بھی ہیں تو اس طرح کے شرک بھی کرتے جاتے ہیں سو کیا پھر

تَأْتِيَهُمْ غَاشِيَةٌ مِّنْ عَذَابِ اللَّهِ أَوْ تَأْتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً وَهُمْ

بھی اس بات سے مطمئن ہوئے بیٹھے ہیں کہ ان پر خدا کے عذاب کی کوئی ایسی آفت آپڑے جو ان کو محیط ہو جاوے

لَا يَشْعُرُونَ ﴿۱۰۷﴾

یا ان پر قیامت اچانک آجائے اور ان کو خبر بھی نہ ہو۔

منکرین توحید و رسالت

ان آیات میں فرمایا گیا ہے کہ جس طرح یہ لوگ نبوت کا اقرار نہیں کرتے اسی طرح توحید[1] باری تعالیٰ کو بھی نہیں مانتے، حالانکہ زمین و آسمان میں بے شمار چیزیں اس طرح کی موجود ہیں جو خدا کے معبود برحق ہونے پر واضح ثبوت ہیں انھی میں سے پچھلی قوموں کی وہ الٹی ہوئی اور تباہ شدہ بستیاں بھی ہیں جو سفر میں آتے جاتے لوگ اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں مگر افسوس عقل کے کیسے اندھے ہیں کہ ان سے بھی عبرت حاصل نہیں کرتے۔ اس کے بعد فرمایا ان میں سے بہت سے ایسے لوگ بھی ہیں جو اللہ پر بھی ایمان لاتے ہیں اس کے ساتھ دوسروں کو بھی شریک کرتے ہیں جس سے ان کا ایمان بالکل ضائع ہو جاتا ہے، اخیر میں فرمایا جارہا ہے کہ تعجب ہے ان لوگوں کے حال پر کہ باوجودیکہ کفر و شرک میں ملوث ہونے کے خدا کے عذاب سے بے خوف ہیں، کیا انھوں نے اللہ کے عذابات یا قیامت کے ہولناک حوادث سے محفوظ رہنے کا کچھ انتظام کر لیا ہے۔

[1] توحید باری تعالیٰ کی مکمل تفصیل اور دلائل ہماری کتاب تقریر ایسے کیجئے حصہ اول میں ملاحظہ فرمائیے۔ محمد یعقوب غفرلہ ولوالدیہ

قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ ۣ عَلٰي بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ ۭ وَسُبْحٰنَ

آپ فرما دیجئے کہ یہ میرا طریق ہے میں خدا کی طرف اس طور سے بلاتا ہوں کہ میں دلیل پر قائم ہوں میں بھی اور میرے ساتھ

اللّٰهِ وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۰۸﴾ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ

والے بھی اور اللہ پاک ہے اور میں مشرکین میں سے نہیں ہوں اور ہم نے آپ سے پہلے مختلف بستی والوں میں سے

اِلَيْهِمْ مِّنْ اَهْلِ الْقُرٰى ۭ اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ

جتنے رسول بھیجے سب آدمی ہی تھے. تو کیا یہ لوگ ملک میں چلے پھرے نہیں کہ دیکھ لیتے کہ ان لوگوں کا کیسا انجام ہوا

عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ وَلَدَارُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ اتَّقَوْا ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۰۹﴾

جو ان سے پہلے کافر ہو گذرے ہیں اور البتہ عالم آخرت ان لوگوں کیلئے نہایت بہبودی کی چیز ہے جو احتیاط رکھتے ہیں سو کیا تم اتنا بھی نہیں سمجھتے۔

تفسیر اس آیت پاک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں کہ میرا راستہ یہی خالص توحید کا راستہ ہے، میں پورے یقین وبصیرت .... اور دلائل کے ساتھ پوری دنیا کو اسی توحید کے راستہ پر چلنے کی دعوت دیتا ہوں اور جو لوگ (صحابہ کرامؓ) میرا اتباع کرنے والے ہیں وہ بھی اسی توحید کے راستہ پر چلنے کی دعوت دیتے ہیں، بعض مفسرینؒ نے فرمایا اتباع کرنے والوں سے اس آیت میں امت محمدی کا ہر وہ شخص مراد ہے جو دعوت رسول کو امت تک پہونچانے کی خدمت میں مشغول ہو، حضرت کلبیؒ اور ابن زیدؒ نے فرمایا کہ اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جو شخص حضور علیہ السلام کے اتباع کا دعوی کرے اس پر لازم ہے کہ آپ کی دعوت کو لوگوں میں پھیلائے اور تعلیم قرآن کو عام کرے

مشرکین کی اصلاح کے لئے فرمایا گیا کہ اللہ کی ذات ہر قسم کے شرک سے پاک ہے اور میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔

مشرکین کہا کرتے تھے کہ اگر اللہ تعالیٰ کو ہمیں توحید کے راستہ پر چلانا تھا تو ہماری ہدایت کے لئے فرشتوں کو کیوں نہیں بھیجا. وَمَآ اَرْسَلْنَا الخ اس آیت میں اس کا مختصر جواب یہ دیا گیا ہے کہ اس سے پہلے بھی ہم نے جن قوموں میں رسول بھیجا ہے وہ آدمیوں ہی میں سے بھیجا ہے فرشتوں میں سے نہیں، اور وجہ اس کی ظاہر ہے کہ انسان کے مزاج کو انسان ہی خوب پہچان کر صحیح طور پر تبلیغ کر سکتا ہے، فرشتہ ہم مزاج نہ ہونے کی وجہ سے اس فریضہ کو صحیح انجام نہیں دے سکتا۔

اس کے بعد ان لوگوں کو تنبیہ فرمائی گئی ہے جو اللہ کے رسول کی دعوت کو ٹھکرا کر کفر وشرک میں مبتلا رہتے ہیں ارشاد خداوندی ہے کیا یہ لوگ زمین پر چلتے پھرتے نہیں کہ ان لوگوں کا اور ان کی بستیوں کا حال

دیکھیں جنھوں نے ہمارے پیغمبروں کو جھٹلایا تھا ہم نے ان کو کس طرح تباہ و برباد کر ڈالا ہے۔ افسوس ہے ان کے حال پر کہ یہ دنیا کی چند روزہ چمک دمک میں ایسے مست ہوئے کہ آخرت کو بھلا بیٹھے جب کہ پرہیزگاروں کے لئے آخرت ہی دنیا سے ہزار درجہ بہتر ہے تعجب ہے ان لوگوں کو اتنی بھی عقل نہیں کہ یہ سمجھ سکیں کہ دنیا کی عارضی راحت بہتر ہے یا آخرت کی دائمی راحت بہتر ہے۔

حَتّٰٓى اِذَا اسْتَيْـَٔسَ الرُّسُلُ وَ ظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا جَآءَهُمْ نَصْرُنَا

یہاں تک کہ پیغمبر مایوس ہو گئے اور ان پیغمبروں کو گمان غالب ہو گیا کہ ہمارے فہم نے غلطی کی ہے ان کو ہماری مدد پہونچی،

فَنُجِّيَ مَنْ نَّشَآءُ ؕ وَلَا يُرَدُّ بَاْسُنَا عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۱۱۰﴾

پھر ہم نے جس کو چاہا وہ بچا لیا گیا اور ہمارا عذاب مجرم لوگوں سے نہیں ہٹتا۔

ایک شبہ کا جواب اس آیت پاک میں پچھلی امتوں کی سرکشی سے حضور علیہ السلام کے دور کے لوگوں کو متنبہ کیا گیا ہے اور ان کے ایک شبہ کو دور کیا گیا وہ یہ کہ اکثر لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عذاب الٰہی سے ڈرانے کا ذکر عرصہ سے سن رہے ہیں اور کوئی عذاب آتا نہیں دیکھ رہے تھے اس سے ان کی ہمتیں بڑھ رہی تھیں کہ اگر کوئی عذاب آنا ہوتا تو اب تک آچکا ہوتا۔

اس آیت پاک میں اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت و مصلحت سے بسا اوقات نافرمان لوگوں کو مہلت دیتے رہتے ہیں اور کبھی کبھی عذاب آنے میں اتنی تاخیر ہو جاتی ہے کہ نافرمانوں کی جرأت بڑھ جاتی ہے اور پیغمبروں کو ایک گونہ پریشانی پیش آتی ہے، چنانچہ ارشاد ہے کہ پچھلی امتوں کو اس قدر مہلتیں دی گئیں کہ مدت دراز تک ان پر عذاب نہ آنے سے پیغمبر یہ خیال کر کے مایوس ہو گئے کہ اللہ کے اجمالی وعدۂ عذاب کا جو وقت ہم نے اپنے انداز سے اپنے ذہنوں میں مقرر کر رکھا تھا اس وقت میں کفار پر عذاب نہ آئیگا، اور حق کا غلبہ ظاہر نہ ہو سکا، ان پیغمبروں کو یہ بھی خیال ہونے لگا کہ عذاب الٰہی آنے کا جو وقت ہم نے اپنے انداز سے متعین کر لیا تھا وہ غلط ہے، اسی مایوسی کی حالت میں پیغمبروں کو ہماری مدد پہونچی وہ یہ کہ وعدہ کے مطابق کفار پر عذاب آیا اور ہلاک ہوئے۔ پیغمبر اور ان کے ماننے والے مومنوں کو اس عذاب سے بچا لیا گیا، اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں ہمارا عذاب مجرموں سے ہٹتا نہیں بلکہ ضرور آتا ہے، یعنی کفار مکہ عذاب میں تاخیر

اقوال و تحقیق كُذِبُوْا کی جو تفسیر بیان کی گئی ہے وہی سب سے زیادہ صحیح اور بے غبار ہے، اور كُذِبُوْا کا حاصل اپنے تخمینہ اور خیال کا غلط ہونا ہے جو ایک قسم کا اجتہادی غلطی ہے اور انبیاء سے کوئی ایسی اجتہادی غلطی ہو سکتی ہے البتہ انبیاء اور دوسرے مجتہدین میں یہ فرق ہے کہ انبیاء سے جب کوئی اجتہادی غلطی ہو جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ ان کو اس غلطی پر قائم نہیں رہنے دیتے بلکہ ان کو باخبر کر کے حقیقت کھول دیتے ہیں دوسرے مجتہدین کا یہ مقام نہیں۔

ہونے سے دھوکہ میں نہ رہیں

لَقَدْ كَانَ فِيْ قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ ۭ مَا كَانَ حَدِيْثًا يُّفْتَرٰى

ان کے قصہ میں سمجھدار لوگوں کے لئے عبرت ہے، یہ قرآن کوئی تراشی ہوئی بات تو ہے نہیں بلکہ اس سے پہلے

وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيْلَ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّ

جو کتابیں ہو چکی ہیں یہ ان کی تصدیق کرنے والا ہے اور ہر بات کی تفصیل کرنے والا ہے اور ایمان والوں

رَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۱۱۱﴾

کے لئے ذریعہ ہدایت و رحمت ہے

انبیاء کے قصے عبرت انگیز ہیں

اس آیت پاک میں فرمایا جارہا ہے کہ حضرت یوسفؑ اور دیگر انبیاء علیہم السلام اور ان کی امتوں کے قصے جو قرآن پاک بیان کرتا ہے ان میں سمجھدار لوگوں کے لئے بڑی عبرت ونصیحت ہے ان قصوں کو پڑھ کر یہ یقین بنتا ہے کہ اللہ کے فرمانبردار بالآخر کامیاب ہوتے ہیں اور نافرمان بالآخر ناکام اور تباہ وبرباد ہوتے ہیں۔

اس کے بعد فرمایا گیا کہ یہ قرآن کوئی گھڑی ہوئی بات نہیں بلکہ تصدیق ہے ان کتابوں کی جو اس سے پہلے نازل ہو چکی ہیں یعنی توریت وانجیل، یہ قرآن کریم ہر چیز کی تفصیل ہے یعنی قرآن میں ہر اس چیز کی تفصیل موجود ہے جس کی دین میں انسان کو ضرورت پیش آتی ہے، عبادات، معاملات، اخلاق، معاشرت، حکومت، سیاست وغیرہ ـــ انسانی زندگی کے ہر انفرادی یا اجتماعی حالات سے متعلق احکامات وہدایات اس میں موجود ہیں، اور فرمایا کہ یہ قرآن ہدایت ورحمت ہے ایمان والوں کے لئے چونکہ ایمان والے ہی اس پر عمل کرکے فائدہ اٹھاتے ہیں، کافرین تو انکار کرکے اس کو اپنے لئے وبالِ جان بنالیتے ہیں اگرچہ یہ رحمت وہدایت ان کے لئے بھی ہے کیونکہ قرآن پورے عالم کی رہبری کے لئے اتارا گیا ہے اب اس سے اگر کوئی فائدہ حاصل نہ کرے تو یہ کمی اس کی ہے۔

حضرت وہب بن منبہ رحؒ نے فرمایا کہ جتنی آسمانی کتابیں اور صحیفے ہیں ان میں سے کوئی بھی حضرت یوسف کے قصہ سے خالی نہیں، شیخ ابو منصورؒ نے فرمایا قصہ یوسفؑ سے حضور علیہ السلام کو تسلی دینا مقصود ہے کیونکہ آپ کو تو تکلیفیں غیروں سے پہونچیں اور حضرت یوسفؑ کو ان کے بھائیوں نے بھی نہیں چھوڑا حتی کہ آپ کو مار ڈالنے کی کوشش کی اور غلام بنا کر بیچ ڈالا مگر انجام کار اللہ کے نبی ہی کو غلبہ نصیب ہوا اسی طرح اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو بھی عنقریب غلبہ نصیب ہوگا۔

بحمد اللہ تعالیٰ وتوفیقہ سورۂ یوسفؑ کی تفسیر بحسن وخوبی مکمل ہوئی

(۱۳) سُوْرَةُ الرَّعْدِ مَدَنِيَّةٌ (۹۶)　آیاتہا ۴۳　رکوعاتہا ۶

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں۔

الٓمّٓرٰ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ ؕ وَالَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ

الٓمّٓرٰ　یہ آیتیں ہیں ایک بڑی کتاب کی اور جو کچھ آپ پر آپ کے رب کی طرف سے نازل کیا جاتا ہے یہ بالکل سچ ہے

النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ ① اَللّٰهُ الَّذِيْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا ثُمَّ

اور لیکن بہت سے آدمی ایمان نہیں لاتے، اللہ ایسا ہے کہ اس نے آسمانوں کو بلا ستون کے اونچا کھڑا کر دیا چنانچہ تم ان کو

اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ؕ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ

دیکھ رہے ہو پھر عرش پر قائم ہوا اور آفتاب و ماہتاب کو کام میں لگا دیا ہر ایک ایک وقت معین میں چلتا رہتا ہے وہی ہر

يُدَبِّرُ الْاَمْرَ يُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ بِلِقَآءِ رَبِّكُمْ تُوْقِنُوْنَ ②

کام کی تدبیر کرتا ہے اور دلائل کو صاف صاف بیان کرتا ہے تاکہ تم اپنے رب کے پاس جانے کا یقین کر لو۔

تفسیر اس سورہ رعد کی پہلی آیت میں قرآن کریم کی حقانیت کو بیان کیا گیا ہے، ارشاد ہے کہ جو کچھ اس سورت میں پڑھا جانے والا ہے وہ عظیم الشان کتاب کی آیتیں ہیں، یہ قرآن مقدس اور جو احکامات (یعنی احادیث مقدسہ) آپ پر نازل کئے گئے وہ سب حق ہیں جن میں کسی بھی شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہیں مگر افسوس اکثر لوگ غور وفکر نہ کرنے کی وجہ سے اس پر ایمان نہیں لاتے۔

دلائل توحید اس کے بعد والی آیت میں حق تعالیٰ شانہ کے وجود اور اس کی توحید کے دلائل بیان فرمائے گئے ہیں کہ اس کی مخلوقات ومصنوعات کو ذرا غور سے دیکھو تو یہ یقین کرنا پڑیگا کہ اس کے بنانے والی کوئی ایک ہستی ہے جو قادرِ مطلق ہے اور تمام مخلوقات وکائنات اس کے قبضۂ قدرت میں ہے،

چنانچہ ارشاد ہے کہ خدا کی ذات وہ ہے جس نے اس دنیا کی عظیم الشان بلند وبالا مضبوط اور خوبصورت چھت (آسمان) بنائی جسے تم دیکھتے ہو اور کمال یہ کہ اس اتنی لمبی چوڑی چھت میں کوئی ستون بھی نہیں۔

اسکے بعد فرمایا کہ پھر حق تعالیٰ شانہ عرش پر جو تختِ حکومت کے مشابہ ہے قائم اور اس طرح جلوہ افروز ہوا جو اس کی شایان شان ہے اس کی کیفیت کو کوئی نہیں سمجھ سکتا بس اتنا اعتقاد رکھنا کافی ہے کہ جس کیفیت

سے جلوہ افروز ہونا اللہ کی شان کے لائق ہے وہی مراد ہے،

اللہ تعالیٰ نے چاند و سورج کو کام میں لگا دیا وہ برابر اس کو انجام دے رہے ہیں ہزاروں سال ہو چکے وہ برابر اپنی مقررہ رفتار پر چل رہے ہیں چنانچہ سورج اپنا دورہ ایک سال میں اور چاند ایک ماہ میں پورا کرتا ہے، بلاشبہ اللہ ہی کی وہ ذات ہے جو تمام امور میں جو اس عالم میں ہوتے ہیں ان کی تدبیر کرتا ہے، دیکھئے ابتدار زمانہ سے دنیا کا نظام کتنے عمدہ طریقہ سے چل رہا ہے اور اسی طرح انشاءاللہ قیامت تک پورے سلیقہ سے چلتا رہے گا، اور اللہ تعالیٰ اپنی آیات کو تفصیل کے ساتھ بیان فرماتے ہیں۔ آیات سے مراد قرآن کریم کی آیات بھی ہوسکتی ہیں، جن کو اللہ پاک بڑے واضح طور سے بیان فرماتے ہیں اور مزید اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی اس کی تفصیل و تفسیر کرا دی ہے، اور آیات سے مراد قدرت خداوندی کی نشانیاں بھی ہوسکتی ہیں جو اس نے آسمان و زمین اور دوسری مخلوقات و مصنوعات کو پیدا فرما کر ہمارے سامنے رکھ دی ہیں کہ ان کو دیکھو، غور کرو اور ہماری حقیقت کو پہچانو، ان تمام چیزوں کو اللہ پاک نے اس لئے وجود بخشا اور ان کو ایک خاص نظام پر برقرار رکھا تاکہ انسان کو قیامت کا یقین ہو جائے، چنانچہ ان چیزوں میں انسان جب اس طور پر غور کرے گا کہ جب اللہ کی ذات ان اہم ترین چیزوں کو پیدا کرنے اور ان کے نظام کو برقرار رکھنے پر قادر ہے تو وہ مجھ ناچیز انسان کو جس نے مجھے اول مرتبہ بھی پیدا کیا فنا کر کے دوبارہ پیدا کرنے پر یقیناً قادر ہے اور اسی کا نام قیامت ہے کہ اللہ پاک ایک مقررہ وقت پر تمام انسانوں کو زندہ کر کے ان کے اعمال کی باز پرس کریگا، اچھے اعمال کرنے والے کو اجر و ثواب اور بُرے اعمال کرنے والے کو سزا و عذاب دیگا۔

وَهُوَ الَّذِي مَدَّ الْأَرْضَ وَجَعَلَ فِيهَا رَوَاسِيَ وَأَنْهَارًا ۖ وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ

اور وہ ایسا ہے کہ اس نے زمین کو پھیلایا اور اس میں پہاڑ اور نہریں پیدا کیں اور اس میں ہر قسم کے

جَعَلَ فِيهَا زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ ۖ يُغْشِي اللَّيْلَ النَّهَارَ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ

پھلوں سے دو دو قسم کے پیدا کئے۔ شب سے دن کو چھپا دیتا ہے، ان امور میں سوچنے والوں کے واسطے

يَتَفَكَّرُونَ ③

دلائل ہیں۔

تفسیر اس آیت میں بھی خدا کے وجود و توحید پر بطور دلائل کے بیان فرمایا گیا ہے کہ حق تعالیٰ شانہ کی ذات وہ ہے جس نے زمین کو پھیلایا اور اس میں پہاڑ اور نہریں بنائی جس سے یہ انسان مختلف قسم کے فائدے حاصل کرتا ہے، اللہ تعالیٰ ہی نے اس زمین سے قسم قسم کے پھل پیدا کئے اور اس پر مزید کمال قدرت یہ کہ ہر پھل دو، دو طرح کے پیدا کئے مثلاً کھٹے میٹھے، چھوٹے، بڑے پھر ان کے رنگ بھی مختلف

اور ذائقہ بھی الگ خوشبو بھی الگ جدید تحقیق کے مطابق ہر قسم کے پھل میں نر و مادہ بھی پائے جاتے ہیں۔
اور خدا کی ذات وہ ہے جو رات کے اندھیرے سے دن کی روشنی کو چھپا دیتا ہے جس کی وجہ سے روشن فضا تاریک ہو جاتی ہے، بلاشبہ ان تمام مذکورہ چیزوں میں غور و فکر کرنے والوں کے لئے خدا کے وجود اور قدرت و وحدانیت پر روشن دلائل اور واضح ثبوت ہیں۔

وَفِي الْأَرْضِ قِطَعٌ مُّتَجٰوِرٰتٌ وَّجَنّٰتٌ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّ زَرْعٌ وَّنَخِيْلٌ صِنْوَانٌ وَّغَيْرُ

اور زمین میں پاس پاس مختلف قطعے ہیں اور انگوروں کے باغ ہیں اور کھیتیاں ہیں اور کھجوریں ہیں جن میں بعضے

صِنْوَانٍ يُّسْقٰى بِمَآءٍ وَّاحِدٍ وَّنُفَضِّلُ بَعْضَهَا عَلٰى بَعْضٍ فِي الْاُكُلِ ۭ اِنَّ

تو ایسے ہیں کہ تنہ سے اوپر جا کر دو تنے ہو جاتے ہیں اور بعضے میں دو تنے نہیں ہوتے، سب کو ایک ہی طرح کا پانی دیا جاتا ہے،

فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ۝۴

اور ہم ایک کو دوسرے پر پھلوں میں فوقیت دیتے ہیں ان امور میں (بھی) سمجھداروں کے واسطے دلائل ہیں۔

تفسیر اور اسی طرح زمین کے بہت سے قطعے آپس میں ملے ہوئے ہونے کے باوجود مزاج اور خاصیت میں مختلف ہیں کوئی نرم کوئی سخت، کوئی پیداوار کے قابل، کوئی بیکار، کوئی باغات کے مطلب کی، کوئی کھیتی کے مطلب کی، اور پھر ان قطعوں میں انگور کے باغات ہیں، کھیتی ہے اور کھجور کے درخت ہیں اور پھر ان درختوں میں کچھ ایسے ہیں کہ ایک تنے سے اوپر جا کر دو تنے ہو جاتے ہیں جیسے عام درخت اور بعض ایسے ہیں جو اوپر تک ایک ہی تنے والے رہتے ہیں جیسے کھجور کے درخت۔

ذرا غور تو کیجئے کہ زمین بھی ملی ہوئی اور قریب قریب ہے اور بارش ہوا، چاند سورج کی شعاعیں بھی سب پر برابر پڑ رہی ہیں اس کے باوجود کوئی زمین کا حصہ کھیتی و باغات اگانے کے قابل ہے کوئی نہیں اور اس طرح پیدا ہونے والی چیزیں بھی مختلف ہیں، کسی میں کوئی پھل، کسی میں کوئی پھل، کسی میں کوئی اناج تو کسی میں کوئی اناج پیدا ہو رہا ہے، اس سے روز روشن کی طرح یہ بات واضح ہو کر سامنے آجاتی ہے کہ ان سب چیزوں کے پیچھے کوئی زبردست ہستی کارفرما ہے اور وہ ہی ذات خداوندی ہے۔

ان آیات میں مختلف دلائل پیش فرما کر انسان کو دعوت دی گئی ہے کہ وہ ان میں غور و فکر کر کے اپنے معبود کی ہستی کو پہچانے اور اس کی عبادت و اطاعت اختیار کر کے اپنے دین و دنیا کو سنوار لے۔

وَاِنْ تَعْجَبْ فَعَجَبٌ قَوْلُهُمْ ءَاِذَا كُنَّا تُرٰبًا ءَاِنَّا لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ۵

اور اگر آپ کو تعجب ہو تو ان کا یہ قول تعجب کے لائق ہے کہ جب ہم خاک ہو گئے کیا ہم پھر از سر نو پیدا ہوں گے

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا بِرَبِّهِمْ ۖ وَأُولَٰئِكَ الْأَغْلَالُ فِي أَعْنَاقِهِمْ ۖ وَأُولَٰئِكَ

یہ وہ لوگ ہیں کہ انھوں نے اپنے رب کے ساتھ کفر کیا اور ایسے لوگوں کی گردنوں میں طوق ڈالے جادیں گے

أَصْحَابُ النَّارِ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ۝٥

اور ایسے لوگ دوزخی ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

منکرین قیامت دوزخی ہیں

اس آیت پاک میں جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرکے فرمایا گیاہے کہ ان لوگوں کے قیامت کا انکار کرنے سے تعجب ہوتو داقعی یہ بات قابل تعجب ہے کہ ہم مرکر خاک ہوجانے پر دوبارہ کس طرح زندہ کئے جائیں گے۔ ان کی اس بات پر تعجب اس لئے ہے کہ جو ذات آسمان وزمین پہاڑ و دریا چاند وسورج ، دن رات، اناج وپھل وغیرہ عظیم ترین چیزوں کو وجود بخشتی ہے وہ اس حقیر انسان کو دوبارہ کیوں وجود نہیں بخش سکتی جبکہ وہ اس کو پہلے بھی ایک بار پیدا کرچکا ہے دوبارہ پیدا کرنا اس کے لئے بالکل آسان ہے۔

اس آیت میں یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ ان لوگوں نے اپنے رب کے ساتھ کفر کیا دوبارہ پیدا ہونے سے انکار کرکے، یہ خدا کے قدرت کے منکر ہوئے اور قیامت کا انکار کرکے حضور کی رسالت کے منکر ہوئے اس لئے انھوں نے کھلا کفر کیا، اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں کہ ایسے لوگوں کے گلے میں دوزخ میں طوق ڈالے جائیں گے اور یہ لوگ ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے۔

وَيَسْتَعْجِلُونَكَ بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ وَقَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمُ الْمَثُلَاتُ ۗ

اور یہ لوگ عافیت کی میعاد ختم ہونے سے پہلے آپ سے مصیبت کا تقاضا کرتے ہیں حالانکہ اس سے پہلے واقعات

وَإِنَّ رَبَّكَ لَذُو مَغْفِرَةٍ لِلنَّاسِ عَلَىٰ ظُلْمِهِمْ ۖ وَإِنَّ رَبَّكَ لَشَدِيدُ

عقوبت گذر چکے ہیں اور یہ بات بھی یقینی ہے کہ آپ کا رب لوگوں کی خطائیں باوجود ان کی بیجا حرکتوں کے معاف کردیتا ہے،

الْعِقَابِ ۝٦ وَيَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْلَا أُنْزِلَ عَلَيْهِ آيَةٌ مِنْ رَبِّهِ ۗ

اور یہ بات بھی یقینی ہے کہ آپ کا رب سخت سزا دیتا ہے، اور یہ کفاریوں کہتے ہیں کہ ان پر خاص معجزہ کیوں نہیں نازل کیا گیا آپ صرف

إِنَّمَا أَنْتَ مُنْذِرٌ ۖ وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ ۝٧ ع

ڈرانے والے ہیں اور ہر قوم کے لئے ہادی ہوتے چلے آئے ہیں

تفسیر:- منکرین اور مشرکین کہ حضور علیہ السلام سے کہا کرتے تھے کہ اگر واقعۃً آپ اللہ کے رسول ہیں تو رسول

کی مخالفت پر جس عذاب سے آپ ہمیں ڈراتے ہیں وہ ہم پر نازل کیوں نہیں ہوتا؟ اس کا جواب یہ دیا گیا تم لوگ وقت سے پہلے ہی عذاب کا مطالبہ کر رہے ہو۔ ایسا لگتا ہے کہ تمھیں عذاب آنے کا یقین نہیں حالانکہ تم سے بہت پہلے بہت سی قوموں (قوم عاد و ثمود، لوط و نوح وغیرہ) پر عذاب آچکا ہے تم پر بھی آسکتا ہے۔ مگر اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بلاشبہ آپ کا رب لوگوں کے سرکش و نافرمان ہونے کے باوجود بڑی مغفرت و رحمت والا بھی ہے اور جو لوگ اس مغفرت و رحمت سے فائدہ نہ اٹھائیں اپنی سرکشی و نافرمانی پر جمے رہیں ان کے لئے سخت عذاب دینے والا بھی ہے اس لئے اللہ تعالیٰ کے غفور و رحیم ہونے سے کسی غلط فہمی میں نہ پڑیں کہ ہم پر عذاب آہی نہیں سکتا۔

منکرین و مشرکین اور کفار حضور علیہ السّلام کی نبوت کا انکار کرتے اور یہ اعتراض کرتے تھے کہ جس معجزہ کا ہم نے آپ سے مطالبہ کیا ہے وہ کیوں نہیں دکھایا گیا؟ اس کا جواب اس آیت میں حق تعالیٰ نے یہ فرما کر دیدیا کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ تو ہمارے عذاب سے لوگوں کو ڈرانے والے ہیں، جس کا یہ مطلب ہوا کہ معجزہ دکھانا آپ کا کام نہیں بلکہ وہ ہمارا کام ہے جس معجزہ کی ضرورت سمجھتے ہیں دکھا دیتے ہیں، ہم کسی کے پابند نہیں کہ کسی کے مطالبہ پر ان کا فرمائشی معجزہ دکھائیں، آپ سے پہلے بھی بہت سے نبی اس دنیا میں آئے ہیں انھوں نے بھی آپ کی طرح اپنی نبوت کو واضح کرنے کے لئے معجزہ دکھایا، قوم کے مطالبہ پر فرمائشی معجزات انھوں نے بھی نہیں دکھائے۔

اَللّٰهُ يَعۡلَمُ مَا تَحۡمِلُ كُلُّ اُنۡثٰى وَمَا تَغِيۡضُ الۡاَرۡحَامُ وَمَا تَزۡدَادُ ؕ وَكُلُّ

اللہ تعالیٰ کو سب خبر رہتی ہے جو کچھ کسی عورت کو حمل میں رہتا ہے اور جو کچھ حمل میں کمی بیشی ہوتی ہے اور ہر شئی

شَىۡءٍ عِنۡدَهٗ بِمِقۡدَارٍ ﴿۸﴾ عٰلِمُ الۡغَيۡبِ وَ الشَّهَادَةِ الۡكَبِيۡرُ الۡمُتَعَالِ ﴿۹﴾

اللہ کے نزدیک ایک خاص انداز سے ہے وہ تمام پوشیدہ اور ظاہر چیزوں کا جاننے والا ہے سب سے بڑا عالیشان ہے

سَوَآءٌ مِّنۡكُمۡ مَّنۡ اَسَرَّ الۡقَوۡلَ وَمَنۡ جَهَرَ بِهٖ وَمَنۡ هُوَ مُسۡتَخۡفٍۢ بِالَّيۡلِ وَ

تم میں سے جو شخص کوئی بات چپکے سے کہے اور جو پکار کر کہے اور جو شخص رات میں کہیں چھپ جاوے اور جو دن میں

سَارِبٌۢ بِالنَّهَارِ ﴿۱۰﴾

چلے پھرے یہ سب برابر ہیں۔

قدرتِ خداوندی

ان آیات میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کا ذکر ہو رہا ہے، ارشاد ہے اللہ تعالیٰ کو سب خبر رہتی ہے جو کسی عورت کو حمل رہتا ہے یعنی لڑکا ہے یا لڑکی، خوبصورت ہے یا بدصورت، نیک ہے یا بد، اور اسی طرح اللہ تعالیٰ کو اس کا بھی پورا پورا علم رہتا ہے جو کچھ عورتوں کے رحم میں کمی د

بیشی ہوتی ہے یعنی بچہ پورا ہے یا ادھورا، ایک ہے یا ایک سے زائد، ہوا ہے یا پانی، اور کتنے وقت میں پیدا ہوگا آج کے سائنسی ترقی یافتہ دور میں ایک بھی اس سلسلہ میں قطعًا ناکام ہیں۔ اس سلسلہ میں حکیم وڈاکٹر یا تجربہ کار عورتیں جو کچھ بتلاتے ہیں وہ بھی ایک گمان کی حد تک ہے اس کو یقینی بات نہیں کہا جاسکتا، الغرض دنیا کی کوئی بھی ظاہری وچھپی ہوئی چیز خدائے تعالیٰ سے پوشیدہ نہیں جو بات انسان چپکے سے کہتا ہے وہ اس کو بھی جانتا ہے اور جو پکار کر کہتا ہے اس کو بھی جانتا ہے اور اسی طرح جو شخص رات کی اندھیری میں کہیں چھپ جائے وہ بھی اس کے علم میں رہتا ہے اور جو دن کے اجالے میں گھومے پھرے اس کو بھی جانتا ہے، الحاصل اس کا علم وقدرت تمام چیزوں پر برابر حاوی ہے یقیناً وہ سب سے بڑی شان والا ہے۔

لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَ مِنْ خَلْفِهٖ يَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ ؕ

ہر شخص کے لئے کچھ فرشتے ہیں جن کی بدلی ہوتی رہتی ہے کچھ اس کے آگے اور کچھ اسکے پیچھے وہ بحکم خدا اس کی حفاظت

اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ؕ وَاِذَآ اَرَادَ اللّٰهُ

کرتے رہتے ہیں واقعی اللہ تعالیٰ کسی قوم کی حالت میں تغیر نہیں کرتا جب تک وہ لوگ خود اپنی حالت کو نہیں بدلتے اور

بِقَوْمٍ سُوْٓءًا فَلَا مَرَدَّ لَهٗ ۚ وَمَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّالٍ ⑪

جب اللہ تعالیٰ کسی قوم پر مصیبت ڈالنا تجویز کرلیتا ہے تو پھر اس کے ہٹنے کی کوئی صورت ہی نہیں اور خدا کے سوا کوئی انکا مددگار نہیں رہتا

فرشتوں کے ذریعہ انسان کی حفاظت

اس آیت میں اللہ کی قدرت اور بندوں پر شفقت کا نمونہ پیش کیا گیا ہے۔ ارشاد ہے ہر بندے کے ساتھ اللہ نے فرشتے مقرر فرما رکھے ہیں جن میں سے بعض بندے کے اچھے برے تمام کاموں کو لکھنے پر مقرر ہیں اور بعض بندے کو ان بلاؤں سے بچانے پر مامور ہیں جن سے اللہ تعالیٰ اس بندے کو محفوظ رکھنا چاہتا ہے، جس طرح اس عالم میں اللہ تعالیٰ کی عام عادت ہے کہ جو چیز پیدا کرنا چاہتا ہے اس کے ظاہری اسباب مہیا فرمادیتا ہے، اسی طرح کچھ باطنی اسباب پیدا فرمائے ہیں، جن کو ہماری نظریں نہیں دیکھ سکتی۔

حضرت مجاہد سے مروی ہے کہ ہر بندہ پر ایک فرشتہ مقرر ہے جو سوتے جاگتے ہر انس وجن اور کیڑے مکوڑے کے ضرر سے اس کی حفاظت کرتا ہے۔ ہاں اگر کسی چیز کے متعلق اللہ کا حکم ہوچکا اور وہ اس کے مقدر میں لکھی جاچکی تو اسکے وقوع کے وقت یہ فرشتہ بندے سے الگ ہوجاتا ہے۔ کعب احبار سے مروی ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ تم پر فرشتے مقرر نہ فرماتے، جو کھانے پینے اور بے پردگی کے وقت تمہارے ساتھ رہتے ہیں تو جنات تم کو جھپٹ لیتے۔

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے عثمان بن عفان کے سوال پر فرمایا کہ ہر ایک بندے پر اللہ نے

بیس فرشتے مقرر فرما رکھے ہیں ان میں سے دس دن میں رہتے ہیں اور دس رات میں ، حضرت ابوہریرہؓ کی
روایت کے مطابق ان کی ملاقات عصر اور فجر کے وقت ہوتی ہے ۔

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ الخ یعنی اللہ تعالیٰ کسی قوم کی اچھی حالت کو بری حالت سے اس وقت تک نہیں
بدلتا جب تک وہ قوم خود ہی اپنے اعمال واحوال کو برائی میں نہ بدل دے ، جب وہ اپنے حالات خدا کی
نافرمانی وسرکشی سے بدلتی ہے تو اللہ پاک بھی اپنا طرز بدل دیتے ہیں اور جب اللہ تعالیٰ ان پر عذاب
مسلط کرنا چاہتا ہے تو پھر اس کو کوئی ٹال نہیں سکتا اور نہ ہی اس وقت ان کی کوئی مدد کر سکتا ہے

جب انسان اللہ کا فرماں بردار اور شکر گذار رہتا ہے تو اللہ پاک اس کی حفاظت اپنے فرشتوں
سے کراتے ہیں اور جب یہ نافرمان وسرکش اور ناشکرا ہوجاتا ہے تو اس کی حفاظت کو اٹھا کر اس پر
اپنا عذاب مسلط فرما دیتے ہیں جس سے اس کو بچانے والا کوئی نہیں ۔

هُوَ الَّذِیْ یُرِیْكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّیُنْشِئُ السَّحَابَ الثِّقَالَ ﴿۱۲﴾ وَیُسَبِّحُ

وہ ایسا ہے کہ تم کو بجلی دکھاتا ہے جس سے ڈر بھی ہوتا ہے اور امید بھی ہوتی ہے اور وہ بادلوں کو بلند کرتا ہے جو پانی سے

الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ وَالْمَلٰٓئِكَةُ مِنْ خِیْفَتِهٖ ۚ وَیُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ فَیُصِیْبُ

بھرے ہوئے ہوتے ہیں اور رعد اسکی تعریف کے ساتھ اس کی پاکی بیان کرتا ہے اور فرشتے بھی اسکے خوف سے اور وہ بجلیاں بھیجتا ہے

بِهَا مَنْ یَّشَآءُ وَهُمْ یُجَادِلُوْنَ فِی اللّٰهِ ۚ وَهُوَ شَدِیْدُ الْمِحَالِ ﴿۱۳﴾

پھر جس پر چاہے گرا دیتا ہے اور وہ لوگ اللہ کے باب میں جھگڑتے ہیں حالانکہ وہ بڑا شدید القوت ہے ۔

تفسیر اے لوگو اللہ تعالیٰ کی ہستی وہ ہے جو تمھیں برق وبجلی دکھلاتی ہے جو تمھارے لئے خوف بھی بن سکتی ہے
کہ جس جگہ پڑجائے سب کچھ خاک کر ڈالے ، اور طمع ولالچ بھی ہوتی ہے کہ بجلی کی چمک کے بعد بارش
آئے گی جس سے زمین میں پیداوار ہوگی جس سے انسان وحیوان سبھی فائدہ اٹھاتے ہیں ، اور خدا ہی کی وہ ہستی ہے
جو بڑے بڑے بھاری بادل سمندر سے ان سون بنا کر اٹھاتی ہے ، اور پھر ان پانی سے بھرے ہوئے بادلوں کو فضا
میں بڑی تیزی کے ساتھ کہیں سے کہیں لیجاتی ہے اور اپنے حکم کے مطابق زمین کے جس حصہ پر برسانا چاہتی ہے
برساتی ہے ۔

وَیُسَبِّحُ الرَّعْدُ اور رعد ایک فرشتہ کا نام ہے جو بادلوں پر معمور ہے اس کے پاس آگ کے کوڑے ہوتے
ہیں جس سے وہ بادلوں کو ہنکاتا ہے ، یہ رعد نامی فرشتہ اور دوسرے فرشتے اللہ تعالیٰ کی تسبیح وتحمید کرتے
ہیں اللہ کے خوف سے ، اور اللہ تعالیٰ ہی کی وہ ذات ہے جو زمین پر بجلیاں بھیجتا ہے اور اس بجلی سے جس
کو چاہے ہلاک کر دیتا ہے مختلف قسم کی چیزیں بیان کر کے ، اللہ کی توحید وقدرت کاملہ کو واضح کیا گیا ہے مگر ان سب

کے باوجود کفار و مشرکین اللہ کی توحید و قدرت کاملہ، لوگوں کو دوبارہ پیدا کرنے اور ان کو جزا و سزا دینے کے بارے میں حضور علیہ السلام سے جھگڑتے رہتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ بڑی سخت قوت والے ہیں اور بڑی قوی تدبیر کرنے والے ہیں جس کے سامنے کسی کی ـــ کوئی بھی چال نہیں چلتی ۔

ایک عبرت آموز واقعہ

کتب احادیث میں ایک واقعہ حضرت انس رضؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی کو کسی بڑے آدمی کے پاس ایمان کی دعوت دینے کیلئے بھیجا اس شخص نے کہا جس خدا کی بندگی کی تم مجھے دعوت دے رہے ہو وہ کس چیز کا بنا ہوا ہے لوہے کا تانبے کا چاندی کا یا سونے کا، صحابی رضؓ نے آکر اس شخص کا یہ جواب سنایا، آپ نے اس کا کوئی جواب نہ دیا بلکہ دوبارہ پھر ایمان کی دعوت پیش کرنے کے لئے ان صحابی کو بھیجا، اس نے پھر وہی سوال کیا آپ نے تیسری مرتبہ پھر ایمانی دعوت پیش کرائی مگر اس نے اس مرتبہ بھی وہی سوال کیا اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس پر ایک بجلی گرادی جس سے وہ خاک ہوگیا۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی وَيُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ الخ

لَهٗ دَعْوَةُ الْحَقِّ ؕ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَجِيْبُوْنَ لَهُمْ بِشَيْءٍ

سچا پکارنا اسی کے لئے خاص ہے اور خدا کے سوا جن کو یہ لوگ پکارتے ہیں وہ ان کی درخواست کو اس سے زیادہ منظور

اِلَّا كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ اِلَى الْمَآءِ لِيَبْلُغَ فَاهُ وَمَا هُوَ بِبَالِغِهٖ ؕ وَمَا دُعَآءُ الْكٰفِرِيْنَ

نہیں کرسکتے جتنا پانی اس شخص کی درخواست کو منظور کرتا ہے جو اپنے دونوں ہاتھ پانی کی طرف پھیلائے ہوئے ہو تاکہ وہ اسکے منہ

اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ ﴿۱۴﴾ وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّ كَرْهًا

تک آجائے اور وہ اسکے منہ تک کافروں کی درخواست کرنا محض بے اثر ہے اور اللہ ہی کے سامنے سب سرخم کئے ہیں جتنے آسمانوں

وَّظِلٰلُهُمْ بِالْغُدُوِّ وَ الْاٰصَالِ ﴿۱۵﴾ السجدة

میں ہیں اور جتنے زمین میں ہیں خوشی سے اور مجبوری سے اور ان کے سائے بھی صبح اور شام کے وقتوں میں ۔

تفسیر

ارشاد ہے کہ پکارنا (دعائیں مانگنا) اسی سے چاہیئے جس کے قبضہ میں ہر ایک کا نفع ونقصان ہے اور یہ صفت صرف اللہ تعالیٰ میں ہے کیونکہ وہ قدرت کاملہ رکھتا ہے، اور کفار و مشرکین جو اللہ کے علاوہ اپنے معبودان باطل کو پکارتے ہیں ان سے اپنی مرادیں مانگتے ہیں اس کی حقیقت اس سے زیادہ نہیں جیسے وہ پیاسا شخص جو کنویں کے کنارے پر اپنے دونوں ہاتھ پھیلا کر اور خوشامد کرکے پانی کو پکارے کہ میرے منھ میں آجا، ظاہر ہے کہ پانی اس کے منھ میں آنے سے رہا، بس یہی حال معبودان باطل

کا ہے جب خود ان کے قبضہ میں کچھ نہیں تو وہ دوسروں کو کیا دیں گے۔ بلاشبہ قادر مطلق صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے جس کے سامنے سربسجود ہے جو کوئی ہے آسمانوں اور زمین میں بعضے خوشی سے جیسے اہل ایمان اور فرشتہ اور بعضے مجبوری سے جیسے وہ منافق اور کافر جو تلوار کے خوف سے سربسجود ہوتے ہیں اگرچہ وہ دل سے اس بات کو پسند نہیں کرتے، مجبوری کی صورت میں سربسجود ہونے کی۔ دوسری تفسیر مشیت الٰہی کا تابع ہونا بیان کی گئی ہے، جس مخلوق میں اللہ تعالیٰ جو تصرف کرنا چاہتے ہیں وہ مخلوق اللہ کے اس تصرف کے تابع ہے اپنے ارادہ اور قدرت سے اس کے خلاف نہیں کرسکتی۔

اس کے بعد فرمایا کہ ان زمین والوں کے سائے (پرچھائیاں) بھی صبح و شام سربسجود ہیں یعنی سائے کا گھٹنا بڑھنا دائیں بائیں مائل ہونا سب اللہ ہی کے ارادہ اور مشیت سے ہے چونکہ سائے کے گھٹنے بڑھنے کا زیادہ ظہور صبح و شام میں ہوتا ہے اس لئے ان وقتوں کا ذکر خاص طور پر کیا گیا۔

قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ قُلِ اللّٰهُ ؕ قُلْ اَفَاتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖۤ

آپ کہئے کہ آسمانوں اور زمین کا پروردگار کون ہے، آپ کہدیجئے کہ اللہ ہے آپ یہ کہئے کہ کیا پھر بھی تم نے خدا کے سوا

اَوْلِيَآءَ لَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا ؕ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ۙ

دوسرے مددگار قرار دے رکھے ہیں جو خود اپنی ذات کے نفع و نقصان کا بھی اختیار نہیں رکھتے آپ کہئے کہ کیا اندھا اور آنکھوں

اَمْ هَلْ تَسْتَوِي الظُّلُمٰتُ وَالنُّوْرُ ۚ اَمْ جَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ خَلَقُوْا كَخَلْقِهٖ

والا برابر ہو سکتا ہے، یا کہیں تاریکی اور روشنی برابر ہو سکتی ہے، یا انھوں نے اللہ کے ایسے شریک قرار دے رکھے ہیں کہ

فَتَشَابَهَ الْخَلْقُ عَلَيْهِمْ ؕ قُلِ اللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ﴿١٦﴾

انھوں نے بھی پیدا کیا ہو جیسا خدا پیدا کرتا ہے پھر ان کو پیدا کرنا ایک سا معلوم ہوا ہو آپ کہدیجئے کہ اللہ ہی ہر چیز کا خالق ہے اور وہی واحد ہے غالب ہے

تفسیر

ان آیات میں فرمایا گیا ہے کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کافرین و مشرکین سے کہئے کہ آسمانوں اور زمین کا پروردگار کون ہے یعنی ان کو پیدا کرنے والا اور ان کے نظام کو چلانے والا کون ہے چونکہ اس کا جواب واضح ہے کہ پروردگار اللہ ہے نیز مشرکین بھی اس کے قائل تھے لہذا حضور ہی کے ذریعہ جواب بھی کہلا دیا کہ آسمان و زمین کا پروردگار اللہ تعالیٰ ہے۔ اسکے بعد ان سے فرمایا گیا کہ اللہ کے پروردگار ہونے کے اقرار اور اس کی توحید و قدرت پر بے شمار دلائل سننے کے بعد بھی تم اللہ کے سوا دوسروں کو اپنا کارساز اور مددگار قرار دیتے ہو۔ سنو جن کو تم اپنا مددگار کہتے ہو ان کی یہ حالت ہے کہ خود اپنا نفع و نقصان بھی ان کے قبضہ میں نہیں ہے تو پھر بھلا وہ تم کو کیا فائدہ پہونچا سکیں گے اور کس طرح مصیبت

ونقصان سے بچا سکیں گے، آپ ان سے پوچھئے کیا اندھا اور آنکھوں والا برابر ہو سکتا ہے، اندھے سے مراد کافرین ہیں اور آنکھوں والے سے مراد مومنین ہیں جو اپنے نور ایمانی سے سیدھے راستہ پر چل رہے ہیں، اس کے بعد فرمایا کیا روشنی (ایمان) اور تاریکی (کفر) برابر ہو سکتی ہے، ظاہر ہے کہ ایمان کا مقام بہت بلند ہے اور کفر کا بہت پست ہے پھر دونوں کیسے برابر ہو سکتے ہیں۔

آگے ارشاد ہے کہ جیسی مخلوقات اللہ تعالیٰ نے پیدا کی ہیں کیا تمہارے معبودوں نے بھی ایسی کوئی چیز پیدا کی ہے جسے دیکھ کر تمھیں ان دیوتاؤں پر خدائی کا شبہ ہونے لگے، وہ تو ایک مکھی کا پر اور ایک مچھر کی ٹانگ بھی نہیں بنا سکتے بلکہ تمام چیزوں کی طرح وہ خود بھی اسی اکیلے زبردست خدا کی مخلوق ہیں، پھر ایسی عاجز و مجبور چیزوں کو خدائی تخت پر بٹھا دینا کس قدر بے عقلی اور گستاخی ہے۔

أَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَالَتْ أَوْدِيَةٌۢ بِقَدَرِهَا فَاحْتَمَلَ السَّيْلُ زَبَدًا

اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی نازل فرمایا پھر نالے اپنی مقدار کے موافق چلنے لگے، پھر وہ سیلاب خس و خاشاک کو بہا لایا

رَّابِيًا ۚ وَمِمَّا يُوقِدُونَ عَلَيْهِ فِي النَّارِ ابْتِغَآءَ حِلْيَةٍ أَوْ مَتَاعٍ زَبَدٌ مِّثْلُهُ ۚ

جو اس کے اوپر ہے اور جن چیزوں کو آگ کے اندر زیور یا اور اسباب بنانے کی غرض سے تپاتے ہیں اس میں بھی ایسا ہی میل کچیل

كَذَٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْحَقَّ وَالْبَاطِلَ ۚ فَأَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَآءً ۚ وَأَمَّا مَا

ہے اللہ تعالیٰ حق اور باطل کی اسی طرح کی مثال بیان کر رہا ہے سو جو میل کچیل تھا وہ تو پھینک دیا جاتا ہے اور جو چیز

يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْأَرْضِ ۚ كَذَٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْأَمْثَالَ ﴿١٧﴾ لِلَّذِينَ

لوگوں کے کارآمد ہے وہ دنیا میں رہتی ہے اللہ تعالیٰ اسی طرح مثالیں بیان کیا کرتے ہیں، جن لوگوں نے اپنے رب

اسْتَجَابُوا لِرَبِّهِمُ الْحُسْنَىٰ ۚ وَالَّذِينَ لَمْ يَسْتَجِيبُوا لَهُ لَوْ أَنَّ لَهُمْ مَا فِي

کا کہنا مان لیا ان کے واسطے اچھا بدلہ ہے اور جن لوگوں نے اس کا کہنا نہ مانا ان کے پاس اگر تمام دنیا بھر کی چیزیں ہوں اور

الْأَرْضِ جَمِيعًا وَمِثْلَهُ مَعَهُ لَافْتَدَوْا بِهِ ۚ أُولَٰئِكَ لَهُمْ سُوٓءُ الْحِسَابِ ۙ

اس کے ساتھ اسی کے برابر اور بھی ہو تو وہ سب اپنی رہائی کے لئے دے ڈالیں ان لوگوں کا سخت حساب ہوگا اور

وَمَأْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۖ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿١٨﴾ ع

النصف ع۲

ان کا ٹھکانا دوزخ ہے اور وہ برا قرارگاہ ہے

حق و باطل کی مثال

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حق و باطل کے فرق کو واضح کرنے کے لئے دو مثالیں بیان فرمائی ہیں، اول یہ کہ جب آسمان سے بارش برستی ہے تو اس سے ندی، نالے، تالاب اور زمین کے گڈھے وغیرہ بھر جاتے ہیں یعنی جس میں جتنی وسعت ہوتی ہے وہ اسی کی بقدر پانی اپنے میں سمو لیتا ہے، یہ پانی کا سیلاب جو کوڑا کرکٹ بہالے گیا تھا وہ سب پانی کے اوپر آجاتا ہے، دوم اسی طرح سونا چاندی پیتل لوہا وغیرہ کو جب زیور یا دوسری ضرورت کے سامان بنانے کے لئے تپاتے ہیں تو ان کا میل کچیل بھی جھاگ بن کر اوپر آجاتا ہے اور تھوڑی ہی دیر میں وہ جھاگ خشک یا منتشر ہو کر ختم ہو جاتا ہے پس جس طرح پانی اور سونے وغیرہ کے اوپر میل کچیل چھا جاتا ہے اور اصل چیز پانی و سونے کو دبا لیتا ہے اور پھر تھوڑی ہی دیر میں اپنا نام و نشان کھو بیٹھتا ہے اسی طرح حق و باطل کی مثال ہے کہ جب وحی الٰہی آسمانی دین حق کو لے کر اترتی ہے تو اس سے انسان اپنی صلاحیت کے مطابق فیض حاصل کرتے ہیں اور پھر حق و باطل آپس میں بھڑ جاتے ہیں اور پھر باطل حق پر ایسے ہی چھا جاتا ہے جس طرح پانی پر میل کچیل مگر باطل کا یہ جوش و خروش عارضی ہوتا ہے، کچھ ہی عرصہ میں مثل میل کچیل کے ختم ہو جاتا ہے اور پھر اصل چیز پانی وغیرہ کے حق ہمیشہ کیلئے باقی رہتا ہے، خدا کی شان دیکھئے وہ اپنے بندوں کو سیدھے راستہ پر لانے کے لئے کیسی عجیب اور مؤثر مثالیں بیان فرماتے ہیں۔

نتیجہ یہ نکلا کہ آخر کار غلبہ حق کا ہو کر رہتا ہے، کسی مومن کو باطل کی عارضی ترقی سے دھوکا نہ کھانا چاہئے، نیز اسی طرح جب کسی انسان کے دل میں ایمان و یقین کی لہر دوڑ جائے تو شروع میں مختلف قسم کے وہم اور وسوسے اس کے دل و دماغ کو جھنجھوڑیں گے مگر اس سے گھبرانے کی کوئی ضرورت نہیں کیونکہ یہ مثل تانبے پیتل کے میل کچیل کے ہیں جو تھوڑی دیر میں خود اپنا وجود کھو دیں گے

حق و باطل کا انجام

اس کے بعد حق و باطل کا انجام بیان فرمایا، ارشاد ہے جس نے حق قبول کیا یعنی ایمان و عمل صالح اختیار کیا ان کے لئے دنیا و آخرت کی بھلائی ہے اور جنت ان کا ٹھکانا ہے، اور جن لوگوں نے باطل قبول کیا تو کفر و سرکشی کو اختیار کیا، آخرت میں ان کی بری حالت ہوگی قیامت کے دن اگر دنیا کے تمام خزانے بلکہ اسی قدر اور بھی ان کے پاس موجود ہوں اس کو دیکر بھی ان کو عذاب الٰہی سے چھٹکارہ و رہائی میسر نہ ہوگی بلکہ ان سے سختی کے ساتھ حساب لیا جائے گا اور پھر انجام کار ان کو ہمیشہ کے لئے جہنم میں پھینک دیا جائیگا

اَفَمَنْ يَّعْلَمُ اَنَّمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ كَمَنْ هُوَ اَعْمٰى ۭ اِنَّمَا

جو شخص یہ یقین رکھتا ہو کہ جو کچھ آپ کے رب کی طرف سے آپ پر نازل ہوا ہے وہ سب حق ہے کیا ایسا شخص اس

يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿١٩﴾ الَّذِيْنَ يُوْفُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَلَا يَنْقُضُوْنَ

کی طرح ہوسکتا ہے جو کہ اندھا ہے پس نصیحت تو سمجھدار ہی لوگ قبول کرتے ہیں یہ سمجھدار لوگ ایسے ہیں کہ اللہ سے جو کچھ انھوں

الْمِيْثَاقَ ﴿٢٠﴾ وَالَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ وَ

نے عہد کیا ہے اس کو پورا کرتے ہیں اور عہد کو توڑتے نہیں اور یہ ایسے ہیں کہ اللہ نے جن علاقوں کے قائم رکھنے کا حکم کیا ہے

يَخَافُوْنَ سُوْٓءَ الْحِسَابِ ﴿٢١﴾ وَالَّذِيْنَ صَبَرُوا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ وَ اَقَامُوا

ان کو قائم رکھتے ہیں اور اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور سخت عذاب کا اندیشہ رکھتے ہیں اور یہ لوگ ایسے ہیں کہ اپنے رب کی

الصَّلٰوةَ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً وَّيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ

رضامندی کے جویاں رہ کر مضبوط رہتے ہیں اور نماز کی پابندی رکھتے ہیں اور جو کچھ ہم نے ان کو روزی دی ہے اس میں سے چپکے

اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ ﴿٢٢﴾ جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ

بھی اور ظاہر کرکے بھی خرچ کرتے ہیں اور بدسلوکی کو حسن سلوک سے ٹال دیتے ہیں اس جہان میں نیک انجام ان لوگوں کے واسطے ہے

وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ ﴿٢٣﴾ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ

یعنی ہمیشہ رہنے کی جنتیں جن میں وہ لوگ بھی داخل ہوں گے اور ان کے ماں باپ اور بیبیوں اور اولاد میں جو لائق ہوں گے وہ بھی

بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ ﴿٢٤﴾

داخل ہوں گے اور فرشتے ان کے پاس ہر دروازہ سے آتے ہوں گے کہ تم صحیح سلامت رہو گے بدولت اسکے کہ تم مضبوط رہے تھے سو اس جہاں میں تمھارا انجام بہت اچھا ہے۔

صلحاء کی صفات اور مقام

جو شخص یہ یقین رکھتا ہو کہ ایک وہ شخص کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضور علیہ السلام پر نازل ہوا ہے وہ سب حق ہے، اور دوسرا وہ شخص جو گمراہ ہے بھلائی کو سمجھتا ہی نہیں اور اگر سمجھ بھی لیتا ہے تو مانتا نہیں کیا یہ دونوں شخص برابر ہو سکتے ہیں ہرگز نہیں بس نصیحت کو سمجھدار لوگ ہی حاصل کرتے ہیں، اس کے بعد حق تعالیٰ شانہ نے سمجھ دار لوگوں کی نو صفات بیان فرمائی ہیں ۱ـ اللہ سے جو عہد کیا تھا اس کو پورا کرتے ہیں، اس میں وہ تمام عہد شامل ہیں جو اللہ و بندے کے درمیان ہیں اور جو انسان نے عالم ارواح میں اللہ کی ربوبیت کا عہد کیا تھا وہ بھی داخل ہے، ۲ـ عہد کی خلاف ورزی نہیں کرتے اس میں وہ عہد و پیمان بھی داخل ہیں

جو اللہ سے کئے ہیں اور وہ عہد بھی جو لوگ آپس میں کرتے ہیں ع۳ جن تعلقات کو اللہ نے قائم رکھنے کا حکم دیا ہے ان کو برقرار رکھتے ہیں، اس میں رشتہ داروں کے ساتھ تعلقات برقرار رکھنا بھی داخل ہے اور اس طرح ایمان کو عمل کے ساتھ اور حقوق العباد کو حقوق اللہ اور اسلامی اخوت کو برقرار رکھنا شامل ہے ع۴ اپنے رب کی عظمت وجلال کا تصور کرکے اس سے ڈرتے ہیں ع۵ ان کو قیامت کے دن ذرہ ذرہ کا حساب دینے کا خوف لگا رہتا ہے ع۶ یہ لوگ مصیبت پر خالص اللہ کی خوشنودی کے لئے صبر کرتے ہیں کسی دنیوی لالچ کے لئے نہیں اور نہ ہی اسلئے کہ دنیا والے ان کو صابر کہیں ع۷ نماز کو پابندی کے ساتھ اس کے شرائط وآداب اور خشوع وخضوع کے ساتھ ادا کرتے ہیں ع۸ اور جو مال اللہ نے ان کو دیا ہے اس میں سے فی سبیل اللہ بھی خرچ کرتے ہیں، پوشیدہ طور پر بھی اور دکھلا کر بھی. اگرچہ صدقہ وخیرات پوشیدہ طور پر ہی کرنا افضل ہے مگر کسی شرعی مصلحت کے پیش نظر دکھلا کر دینا بھی افضلیت سے خالی نہیں ع۹ برائی کا جواب بھلائی سے دیتے ہیں، سختی کے مقابلہ میں نرمی اختیار کرتے ہیں اور ظالم کے ظلم کو معاف کردیتے ہیں بشرطیکہ معافی میں ظلم اور برائی کے بڑھنے کا اندیشہ نہ ہو، بدی سے بچ کر نیکی اختیار کرتے ہیں اگر کبھی کوئی گناہ ہوجاتا ہے تو اس کی تلافی کے لئے فوراً کوئی نیک کام کرتے ہیں، چنانچہ جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ کو وصیت فرمائی تھی کہ گناہ کے بعد نیک کام کرلیا کرو اس سے وہ بدی مٹ جائے گی یعنی جب گناہ پر نادم وتائب ہو کر نیک کام کرلیا جائیگا تو وہ گناہ بالکل ختم ہوجائیگا

ان نو صفات والے بلند مقام صلحاء کو خوشخبری دی گئی کہ انھی کے لئے آخرت میں بہترین مقام ہے اور وہ ہے ہمیشگی کا گھر جنت، اس آیت میں جنت کے ساتھ لفظ عدن بھی مذکور ہے حضرت عمر فاروق رضہ نے ایک مرتبہ منبر پر یہ آیت جَنّٰتُ عَدْنٍ تلاوت کی پھر لوگوں سے فرمایا تم کو معلوم ہے جنت عدن کیا ہے اور پھر خود ہی بیان فرمایا کہ عدن جنت میں ایک محل ہے جس کے دس ہزار دروازے ہیں اور ہر دروازے پر پچیس ہزار بڑی بڑی خوبصورت آنکھوں والی حوریں مقرر ہیں اس محل میں سوائے انبیاء، صدیقین اور شہداء کے کوئی داخل نہ ہوگا، حضرت ضحاک سے مروی ہے کہ عدن جنت کا شہر ہے، جس میں انبیاء، شہداء، اور دین کے سچے رہبر ہوں گے، بعض حضرات مفسرین رح نے فرمایا ہے عدن جنت کے درمیانی حصہ کا نام ہے یہ جنت کے مقامات میں سب سے اعلیٰ مقام ہے.

ایک خوشخبری ان حضرات کو یہ بھی سنائی گئی کہ جنت میں ایک نعمت ومسرت تم کو یہ بھی حاصل ہوگی کہ تمھارے والدین اولاد اور بیویاں جو اپنے ایمان وعمل صالح کی وجہ سے جنت میں داخل ہونے کے لائق ہوں گے سب اکٹھے رہیں گے اگر ان میں سے کوئی کم رتبہ ہوگا جس کا کم سے کم درجہ یہ ہے کہ مسلمان ہو تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے اور ان صلحاء کاملین کی رعایت وبرکت سے ان کا درجہ بڑھا کر

اسی مقام پر پہونچادیگا، صاحب تفسیر معارف القرآن نے لکھاہے کہ اس سے معلوم ہوا کہ بزرگوں کے ساتھ تعلق چاہیے نسب اور قرابت کا ہو یا دوستی کا وہ آخرت میں بھی بشرطِ ایمان نفع دیگا۔ ان صلحاء کاملین کی تعظیم وتکریم کے لئے فرشتے جنت یا محل کے ہر دروازے سے سلام کرتے ہوئے داخل ہوں گے اور تحفے لے کر ان کے پاس حاضر ہوں گے، صحیح حدیث میں ہے کہ جنت کے آٹھ دروازے ہیں، فرشتے ان سے کہیں گے تم پر سلامتی ہو یعنی جس عذاب وسزا کا تم کو خوف تھا اب اللہ نے اس سے تم کو بچالیا ہے اور ہمیشہ کے لئے نعمتیں اور مسرتیں عطا فرمادی ہیں اور یہ سب نعمتیں تم کو صبر کرنے کی وجہ سے نصیب ہوئیں، کیونکہ تم نے نفسانی خواہشات سے روک کر خدا کی اطاعت وفرمانبرداری کی اور مصائب و پریشانی کو برداشت کیا پس تم کو بہت ہی اچھا ٹھکانہ میسر آیا۔

وَالَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ

اور جو لوگ خدا تعالیٰ کے معاہدوں کو ان کی پختگی کے بعد توڑتے ہیں اور خدا تعالیٰ نے جن علاقوں کے قائم رکھنے کا حکم

يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ ۙ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ ۝۲۵

فرمایا ہے ان کو قطع کرتے ہیں اور دنیا میں فساد کرتے ہیں ایسے لوگوں پر لعنت ہوگی اور ان کے لئے اس جہان

اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ ۭ وَفَرِحُوْا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۭ وَمَا الْحَيٰوةُ

میں خرابی ہوگی اللہ جس کو چاہے رزق زیادہ دیتا ہے اور تنگی کردیتا ہے اور یہ لوگ دنیوی زندگی پر اتراتے ہیں

الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا مَتَاعٌ ۝۲۶

اور یہ دنیوی زندگی آخرت کے مقابلہ میں بجز ایک متاع قلیل کے اور کچھ بھی نہیں

بدنصیبوں کی خصلتیں اور انجام

اللہ تعالیٰ کا یہ دستور ہے کہ جہاں اچھے لوگوں کی صفات اور ان کا انجام بیان کرتے ہیں وہیں بُرے لوگوں کی خصلتیں اور انجام بھی بیان فرماتے ہیں، تاکہ لوگوں کے سامنے دونوں راستے اور ان کا انجام آجائے اور پھر وہ اپنی سمجھ سے صحیح راہ اختیار کرسکیں چنانچہ یہاں پر بھی پہلے اعلیٰ مؤمنین صلحاء کی صفات اور ان کا مقام ذکر فرمایا اب ان آیات میں بدنصیب گمراہ لوگوں کی خصلتیں اور ان کا انجام بیان فرمایا گیا ہے، ارشاد ہے کہ (۱) ایک خصلت تو ان لوگوں کی یہ ہے کہ پختہ سے پختہ عہد کرنے کے بعد توڑ دیتے ہیں، چنانچہ ازل میں جو عہد تمام روحوں سے ربوبیت کے متعلق لیا گیا تھا وہ ان کافرین ومشرکین نے دنیا میں آکر توڑ دیا (۲) دوسری خصلت ان کی یہ ہے کہ جن تعلقات کو قائم رکھنے کا انھیں حکم کیا گیا تھا انھوں نے ان کو ختم کردیا، اس میں وہ تعلق بھی داخل ہے

جو اللہ و رسول سے ہے انھوں نے اللہ و رسول کی نافرمانی کر کے اس کو ختم کر ڈالا۔ اسی طرح رشتہ داروں کے تعلقات بھی اس میں داخل ہیں، اللہ و رسول نے رشتہ داروں کے جو حقوق تبلائے ہیں یہ ان کو بھی ادا نہیں کرتے تیسری خاصلت ان کی یہ ہے کہ زمین پر فتنہ و فساد اور بگاڑ پیدا کرتے ہیں لڑائی جھگڑا لوٹ مار ظلم و ستم قتل و غارت گری مچائے رکھتے ہیں ۔۔۔ ان کی یہ تین بُری خصلتیں ذکر کرنے کے بعد ان کا انجام بیان فرمایا گیا ہے کہ ان پر لعنت ہے، لعنت کا مطلب ہے اللہ کی رحمت سے دور ہو جانا جس سے اللہ کی رحمت کا سایہ ہٹ گیا سمجھ لو اس پر تمام مصیبتوں کے پہاڑ توڑ دیئے پھر اس کے لئے کہیں بھی چین و سکون نہیں، اور فرمایا کہ آخرت میں ان کا ٹھکانا برا ہے یعنی ہمیشہ کے لئے ان کو جہنم میں پھینک دیا جائیگا۔

اس کے بعد والی آیت میں فرمایا گیا کہ کسی کی خوش حالی کو دیکھ کر یہ دھوکہ نہیں کھانا چاہیے کہ حق تعالیٰ شانہ اس سے خوش ہیں بلکہ یہ تو اللہ کی مرضی پر موقوف ہے کہ وہ جس کو چاہیں فراخی کا رزق عطا فرمائیں اور جس پر چاہیں رزق کی راہیں تنگ کر دیں، اس میں درحقیقت یہ حکمت و مصلحت ہوتی ہے کہ نافرمانوں پر عیش و عشرت کے دروازے کھول کر انھیں ڈھیل دینا مقصود ہوتا ہے کہ جس قدر نافرمانی و سرکشی کرنی ہے کرلو آخرکار تمھارا انجام بُرا ہونے والا ہے اور فرماں بردار کو ضروریات زندگی کی الجھنوں میں پھنسا کر اس کا امتحان لینا مقصود ہوتا ہے کہ دیکھیں اس حال میں بھی یہ ہمارا فرماں بردار رہتا ہے یا نہیں۔

آگے فرماتے ہیں کہ اہل مکہ دنیوی زندگی کی عیش و عشرت اور راحت و آرام پر اتراتے ہیں تکبر و گھمنڈ کرتے ہیں مگر ان کو یہ معلوم نہیں کہ یہ دنیا کی چند روزہ زندگی آخرت کی دائمی زندگی کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں، اور آخرت کی دائمی راحت و آرام اور عیش و عشرت والی زندگی صرف مؤمنوں کو نصیب ہوگی کافرین و مشرکین اس سے محروم رہیں گے۔

وَيَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْلَا أُنزِلَ عَلَيْهِ آيَةٌ مِّن رَّبِّهِ ۗ قُلْ إِنَّ اللَّهَ يُضِلُّ

اور یہ کافر لوگ کہتے ہیں کہ ان پر کوئی معجزہ ان کے رب کی طرف سے کیوں نہیں نازل کیا گیا، آپ کہہ دیجئے کہ واقعی

مَن يَشَاءُ وَيَهْدِي إِلَيْهِ مَنْ أَنَابَ ﴿٢٧﴾ الَّذِينَ آمَنُوا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوبُهُم

اللہ تعالیٰ جس کو چاہیں گمراہ کر دیتے ہیں اور جو شخص ان کی طرف متوجہ ہوتا ہے اس کو اپنی طرف سے ہدایت کر دیتے ہیں

بِذِكْرِ اللَّهِ ۗ أَلَا بِذِكْرِ اللَّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ ﴿٢٨﴾ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا

مراد اس سے وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور اللہ کے ذکر سے ان کے دلوں کو اطمینان ہوجاتا ہے جو لوگ ایمان لائے اور نیک

الصّٰلِحٰتِ طُوْبٰى لَهُمْ وَحُسْنُ مَاٰبٍ ﴿٢٩﴾

کام کئے ان کے لئے خوشحالی اور نیک انجامی ہے۔

معجزات کا مطالبہ

کافرین ومشرکین آپ کی نبوت پر اعتراض وطعن کی غرض سے بے ہودہ معجزات کا مطالبہ کیا کرتے تھے ۱۔ ہمارے بڑوں کو زندہ کردو تاکہ ہم ان سے بات کر سکیں ۲۔ پہاڑوں کو ان کی جگہ سے ہٹا کر اس زمین کو وسیع کرکے کھیتی کے مطلب کی بنا دیجئے ۳۔ زمین عرب میں میٹھی نہریں بہنے لگیں ۴۔ صفا پہاڑ کو سونے کا بنا دیجئے۔ اگرچہ اللہ پاک کو ان تمام چیزوں کو وجود میں لانے کی قوت ہے لیکن اس کی حکمت وعادت ایسی نہیں کہ وہ فرمائشی معجزات کے مطالبہ کو پورا کرے چنانچہ حدیث پاک میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی آئی کہ ان کی خواہش کے مطابق میں پہاڑ کو سونے کا بنا دیتا ہوں اور اس پہاڑی (اور ریگستانی) زمین کو کھیتی کے مطلب کی کردیتا ہوں اور زمین عرب میں میٹھی نہریں بہادیتا ہوں مگر پھر بھی اگر یہ ایمان نہ لائے تو انھیں وہ سزا دوں گا جو کسی کو نہ ہوئی ہو، اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اگر آپ چاہو تو میں یہ کردوں اور اگر چاہو تو ان کے لئے توبہ کا دروازہ کھلا رہنے دوں، آپ نے دوسری صورت پسند فرمائی۔

ارشاد ہے کہ سیکڑوں معجزات دیکھ کر بھی تم لوگ راہ راست پر نہ آئے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کے قانون کے مطابق اس کی مشیت یہی ہے کہ تم کو تمھاری پسند کردہ گمراہی میں چھوڑے رکھے اگر معجزات دیکھ کر تم اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتے تو وہ اپنی عادت کے مطابق تمھیں اصل منزل پر پہونچا کر گمراہی سے بچا لیتا مگر خود تم ہی نے صحیح راستہ اختیار نہیں کیا اور فضول باتوں میں پڑکر گمراہی اپنے مقدر میں لکھوالی

اس کے بعد فرمایا گیا کہ جو لوگ اللہ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں انہیں ایمان کی دولت نصیب ہوتی ہے اور اللہ کے ذکر اور خدا کی یاد سے انھیں اطمینان وسکون حاصل ہوتا ہے اور سب سے بڑا ذکر قرآن کریم ہے اس کے پڑھنے (اور سمجھنے) سے دل میں یقین کی کیفیت پیدا ہوتی ہے اور شیطانی وساوس دور ہوتے ہیں، خوب سمجھ لو دولت، حکومت، منصب، عزت وشہرت اور فرمائشی معجزات دیکھ لینے سے چین وسکون نصیب نہیں ہوگا، بلکہ یہ دولت تو اللہ کے ذکر سے نصیب ہوگی اور پھر جس درجہ کا ذکر ہوگا، اسی درجہ کا اطمینان وسکون نصیب ہوگا، بس جو لوگ دولت ایمان واعمال صالحہ سے مالا مال ہوجاتے ہیں ان کے لئے دنیا میں خوشحالی اور آخرت میں اچھا انجام ہوتا ہے۔

درخت طوبیٰ اور اسکی صفات

طُوْبٰى اس کے لغوی معنی خوشحالی کے ہیں، اور طوبیٰ جنت میں ایک درخت کا نام بھی ہے، بہت سی احادیث میں اس کی عجیب وغریب صفات بیان کی گئی ہیں کچھ کو ہم یہاں نقل کرتے ہیں، ۱۔ اس درخت کو اللہ تعالیٰ

نے اپنے ہاتھ سے بویا ہے اور اپنی روح سے اس میں پھونکا ہے ۲ یہ درخت تمام جنتیوں پر سایہ کئے ہوئے ہوگا، اس کے پھیلاؤ کا اندازہ اس سے کیجئے حضرت ابوہریرہ رضی سے مروی ہے کہ اسکے سائے میں گھوڑسوار سو برس تک چلتا رہے تب بھی ختم نہ ہو۔ ۳ سیاہ رنگ کے علاوہ ہر رنگ، ہر پھول، ہر پھل اللہ نے اس میں پیدا کیا ہے ۴ اس درخت سے کپڑے اور زیور بھی پیدا ہوں گے، حضرت ابوہریرہ رضی کی روایت میں تو یہاں تک ہے کہ اللہ تعالیٰ اس درخت سے فرمائے گا میرا بندہ جو کچھ چاہتا ہے تو اس کو پیدا کر چنانچہ اس کے اندر سے گھوڑا مع زین ولگام کے اور اونٹنی مع کجاوے اور نکیل وغیرہ کے پیدا ہوگی ۵ جنت کا ہر درخت اسی سے پیدا ہوا ہے ۶ جنت کی ہر نہر اس کی جڑ سے نکلتی ہے، اللہ تعالیٰ تمام مومنوں کو اس درخت سے مستفیض فرمائے، اللھم آمین۔

كَذٰلِكَ اَرْسَلْنٰكَ فِيْٓ اُمَّةٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهَآ اُمَمٌ لِّتَتْلُوَا۟ عَلَيْهِمُ

(اور) اسی طرح ہم نے آپ کو ایک ایسی امت میں رسول بنا کر بھیجا ہے کہ اس سے پہلے اور بہت سی امتیں گذر چکی ہیں تاکہ

الَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَهُمْ يَكْفُرُوْنَ بِالرَّحْمٰنِ ۭ قُلْ هُوَ رَبِّيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ

آپ ان کو وہ کتاب پڑھ کر سنادیں جو ہم نے آپ کے پاس وحی کے ذریعہ بھیجی ہے اور (وہ) لوگ ایسے بڑے رحمت والے کی ناسپاسی

عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ مَتَابِ ۝۳۰

کرتے ہیں آپ فرما دیجئے کہ وہ میرا مربی ہے اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں میں نے اسی پر بھروسہ کر لیا اور اسی کے پاس مجھکو جانا ہے

تفسیر ارشاد ہے کہ جس طرح ہم نے پچھلی امتوں میں رسول بنا کر بھیجے ہیں اسی طرح اس امت کے لئے ہم نے آپؐ کو رسول بنا کر بھیجا ہے تاکہ آپ ان کو قرآن مقدس جو اپنی رحمت سے ہم نے آپ پر نازل فرمایا ہے پڑھ کر سنائیں، جو لوگ آپ کو اور ہماری کتاب قرآن کریم کو نہ مانیں تو انھیں پہلی امتوں کے منکرین کا حشر اپنے سامنے رکھنا چاہئے انھیں ان سے بھی زیادہ سنگین سزا دی جائیگی کیونکہ پہلے پیغمبروں کے مقابلہ میں محمد عربی اللہ کو زیادہ محبوب ہیں۔

افسوس ہے کافرین اپنے اس محسن اعظم اللہ جل شانہ کے پروردگار ہونے کا انکار کرتے ہیں جس نے ــــ ہر طرف سے اپنی رحمتوں کی بارش ان پر کر رکھی ہے، آپ ان سے فرما دیجئے کہ جس محسن اعظم خالق ومالک اور قادر مطلق کا تم انکار کرتے ہو وہی میرا پروردگار ہے اس کے سوا کوئی عبادت وبندگی کا مستحق نہیں اسی پر میرا بھروسہ ہے وہی تمہارے مقابلہ میں میری مدد فرمائیگا میری تمام تر توجہ اور قلبی میلان اسی ایک ذات اللہ جل شانہٗ کی طرف ہے۔

وَلَوْ اَنَّ قُرْاٰنًا سُيِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ اَوْ قُطِّعَتْ بِهِ الْاَرْضُ اَوْ كُلِّمَ بِهِ

اور اگر کوئی ایسا قرآن ہوتا جس کے ذریعہ سے پہاڑ ہٹا دیئے جاتے یا اس کے ذریعہ سے زمین جلدی جلدی طے ہو جاتی یا اس

الْمَوْتٰى ؕ بَلْ لِّلّٰهِ الْاَمْرُ جَمِيْعًا ؕ اَفَلَمْ يَا۟يْـَٔسِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ لَّوْ يَشَآءُ

کے ذریعہ مردوں کے ساتھ کسی کو باتیں کرا دی جاتیں تب بھی یہ لوگ ایمان نہ لاتے بلکہ سارا اختیار خاص اللہ ہی کو ہے کیا پھر بھی ایمان والوں کو

اللّٰهُ لَهَدَى النَّاسَ جَمِيْعًا ؕ وَلَا يَزَالُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا تُصِيْبُهُمْ بِمَا صَنَعُوْا

اس بات میں دلجمعی نہیں ہوئی کہ اگر خدا تعالیٰ چاہتا تو تمام آدمیوں کو ہدایت کر دیتا اور یہ کافر تو ہمیشہ اس حالت میں رہتے ہیں کہ انکے کردار وں

قَارِعَةٌ اَوْ تَحُلُّ قَرِيْبًا مِّنْ دَارِهِمْ حَتّٰى يَاْتِيَ وَعْدُ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ

کے سبب ان پر کوئی نہ کوئی حادثہ پڑتا رہتا ہے یا ان کی بستی کے قریب نازل ہوتا رہتا ہے، یہاں تک کہ اللہ کا وعدہ آجاویگا

الْمِيْعَادَ ؑ ﴿۳۱﴾ وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَاَمْلَيْتُ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثُمَّ ع

یقیناً اللہ تعالیٰ وعدہ خلاف نہیں کرتے اور بہت سے پیغمبروں کے ساتھ جو آپ سے قبل ہو چکے ہیں استہزاء ہو چکا ہے پھر میں

اَخَذْتُهُمْ ۫ فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ ﴿۳۲﴾ اَفَمَنْ هُوَ قَآئِمٌ عَلٰى كُلِّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ ۚ

ان کافروں کو مہلت دیتا رہا پھر میں نے ان پر دارو گیر کی سو میری سزا کسی طرح کی تھی پھر کیا جو ہر شخص کے اعمال پر مطلع ہو اور

وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ ؕ قُلْ سَمُّوْهُمْ ؕ اَمْ تُنَبِّئُوْنَهٗ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي الْاَرْضِ

ان لوگوں کے شرکاء برابر ہو سکتے ہیں اور ان لوگوں نے خدا کے لئے شرکاء تجویز کئے ہیں آپ کہیے کہ ان کا نام تو لو کیا تم اللہ تعالیٰ

اَمْ بِظَاهِرٍ مِّنَ الْقَوْلِ ؕ بَلْ زُيِّنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مَكْرُهُمْ وَصُدُّوْا عَنِ

کو ایسی بات کی خبر دیتے ہو کہ دنیا میں اس کی خبر اللہ تعالیٰ کو نہ ہو یا محض ظاہری لفظ کے اعتبار سے ان کو شریک کہتے

السَّبِيْلِ ؕ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ﴿۳۳﴾ لَهُمْ عَذَابٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا

ہو بلکہ کافروں کو اپنے مغالطہ کی باتیں مرغوب معلوم ہوتی ہیں اور یہ لوگ راہِ حق سے محروم ہو گئے ہیں اور جس کو خدا تعالیٰ

وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَقُّ ۚ وَمَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ وَّاقٍ ﴿۳۴﴾

گمراہی میں رکھے اس کا کوئی راہ پر لانے والا نہیں ان کے لئے دنیوی زندگانی میں عذاب ہے اور آخرت کا عذاب اس سے

بدرجہا سخت ہے اور اللہ سے ان کا کوئی بچانے والا نہیں ہوگا۔

شانِ نزول

یہ بات متعدد بار گذر چکی ہے کہ کافرین و مشرکین ایمان نہ لانے اور آپ کی نبوت میں عیب نکالنے کے لئے طرح طرح کے حیلے بہانے تلاش کرتے اور بلا وجہ فضول معجزات کا آپ سے مطالبہ کرتے، اس آیت میں بھی اسی طرح کی چیزوں کے مطالبہ کا ذکر کیا گیا ہے، کچھ مشرکین نے جن میں ابو جہل بن ہشام اور عبداللہ بن امیہ بھی شامل تھے پروگرام بنایا اور عبداللہ بن امیہ نے ایک شخص کو حضورؐ کی خدمت میں یہ کہلا کر بھیجا کہ ہم آپ کے دین میں داخل ہونا چاہتے ہیں مگر ہماری تین شرطیں ہیں ۱۔ قرآن کے ذریعہ سے مکہ کے پہاڑوں کو یہاں سے ہٹا دیجئے تاکہ زمین ہموار اور کشادہ ہو جائے جس میں ہم آرام سے کھیتی کر سکیں باغات لگا سکیں اور یہاں پانی کے چشمے اور نہریں بھی جاری کرا دیجئے تاکہ کھیتی اور باغات سے خوب پیداوار ہو، ہم نے آپ ہی سے سنا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کے لئے پہاڑوں کو رواں اور مسخر کر دیا گیا تھا پہاڑ ان کے ساتھ مل کر اللہ کی تسبیح کرتے تھے، اپنے دعوٰی کے اعتبار سے آپ داؤدؑ سے کم مرتبہ تو نہیں ہیں۔ ۲۔ زمین جلدی جلدی طے ہو جائے یعنی مختصر وقت میں لمبا سفر ہو سکے تاکہ ملک شام وغیرہ کا جو ہم تجارتی سفر کرتے ہیں اس سے جلد واپسی ہو جایا کرے، ان کے کہنے کا مطلب یہ تھا کہ ہم ہوا کے دوش پر بیٹھ کر سفر کریں جس طرح آپ کے فرمان کے مطابق حضرت سلیمانؑ کے لئے ہوا کو مسخر کر کے لمبے لمبے فاصلوں کو مختصر کر دیا گیا تھا، اپنے دعوٰی کے لحاظ سے آپ سلیمانؑ سے بھی کم مرتبہ نہیں۔

۳۔ آپ کے فرمان کے مطابق حضرت عیسٰیؑ مردوں کو زندہ کر دیا کرتے تھے، آپ بھی اپنے دادا قُصیٰ یا ہمارے مردوں میں سے کسی کو زندہ کر دیجئے تاکہ ہم ان سے آپ کی نبوت کے بارے میں تصدیق کریں آخر اپنے دعوٰی کے اعتبار سے آپ عیسٰیؑ سے بھی کم مرتبہ نہیں ہیں۔

ان کے مطالبہ کے جواب میں مختصر طور پر فرمایا گیا بَلْ لِّلّٰهِ الْاَمْرُ جَمِیْعًا یعنی تمام اختیارات اللہ ہی کو ہیں، ہدایت وضلالت اسی کے قبضہ میں ہے، اللہ جس کو توفیق عطا فرماتا ہے وہی ایمان لاتا ہے اور توفیق اسی کو ملتی ہے جو دین حق کی خواہش اور تڑپ رکھتا ہے اور جو حق سے روگردانی کرتا ہے وہ محروم رہتا ہے

قرآن کریم میں دوسری جگہ اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ اگر قرآن کے ذریعہ بطور معجزہ ان کے یہ مطالبے پورے کر دیئے جائیں تب بھی وہ ایمان لانے والے نہیں کیونکہ وہ ان مطالبوں سے پہلے ایسے معجزات دیکھ چکے ہیں جو ان کے مطلوبہ معجزات سے بہت زیادہ بڑھے ہوئے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اشارے سے چاند کے دو ٹکڑے ہو جانا، پہاڑوں کا اپنی جگہ سے ہٹ جانا، ہوا کے مسخر ہونے سے زیادہ حیرت انگیز ہیں، اسی طرح بے جان کنکری کا آپ کے دست مبارک میں بولنا اور تسبیح کرنا، کسی مردہ انسان کے دوبارہ زندہ ہو کر بولنے سے زیادہ اہم معجزہ ہے، لیلۃ المعراج میں مسجد اقصٰی اور پھر وہاں سے آسمانوں کا سفر اور بہت مختصر وقت میں واپسی، تسخیر ہوا اور تخت سلیمانی سے زیادہ عظیم معجزہ ہے، مگر یہ ظالم سب کچھ اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کر لینے کے بعد جب ایمان نہ لائے تو ان مطالبات سے ان کی بدنیتی واضح ہو گئی کہ یہ

ایمان لانے والے نہیں۔
یہ لوگ اگر ہٹ دھرمی چھوڑ کر صدق دل سے قرآن کریم ہی پر نظر ڈالیں تو انھیں معلوم ہوگا کہ وہ عظیم کتاب قرآن مقدس ہی ہے جس نے روحانی طور پر پہاڑوں کی طرح جمے ہوئے لوگوں کو ان کی جگہ سے ہٹادیا اور قلوب انسانی کی زمین کو پھاڑ کر معرفت الٰہی کے چشمے جاری کردیئے، اللہ تک پہونچنے کے راستے برسوں کی جگہ منٹوں میں طے کرا دیئے مردہ قوموں اور مردہ دلوں میں اَبَدی زندگی کی روح پھونک دی، جب ایسے قرآن سے تم کو شفاو ہدایت نصیب نہ ہوئی تو فرض کرو تمھارے مطالبہ کے مطابق یہ قرآن مادّی اور حسّی طور پر بھی وہ تمام چیزیں دکھلا دیتا جن کا تم نے مطالبہ کیا تھا تب ہی کیا امید تھی کہ تم ایمان لے آتے اور نئے مطالبات کا دروازہ بند کر دیتے، تم ایسے ضدی اور سرکش ہو کر بڑے سے بڑا معجزہ دیکھ کر بھی ایمان لانے والے نہیں۔
امام بغوی رح نے نقل کیا ہے کہ جب صحابۂ کرام رض نے مشرکین مکہ کے مطالبات سنے تو تمنا کرنے لگے کہ بطور معجزہ کے یہ مطالبات پورے کر دیئے جائیں تو بہتر ہے سارے مکہ والے مسلمان ہوجائیں گے اور اسلام کو بڑی قوت حاصل ہوجائے گی، اس پر یہ آیت نازل ہوئی اَفَلَمْ يَايْئَسِ الَّذِيْنَ الخ یعنی کیا اہل ایمان (صحابہ کرام رض) مشرکین کے حق و ایمان سے روگردانی کے لئے طرح طرح کے حیلے بہانے دیکھنے کے بعد بھی ان کے ایمان قبول کرنے سے مایوس نہیں ہوئے ان سے قبولِ ایمان کی اب تک امید کئے بیٹھے ہیں جو کہ ان کے مطالبات پورا ہونے کی تمنا کرنے لگے۔ جب کہ یہ بھی جانتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو تمام انسانوں کو ایسی ہدایت دیتا کہ وہ ایمان قبول کئے بغیر نہ رہتے مگر اللہ کی حکمت و مصلحت کا تقاضا یہ نہ تھا کہ سب کو قبولِ ایمان پر مجبور کرلیا جائے بلکہ حکمت یہی تھی کہ ہر شخص کا اپنا اختیار باقی رہے اپنے اختیار سے ایمان قبول کرے یا کفر اس کے بعد فرمایا گیا کہ مشرکین کے مطالبات اس لئے پورے نہیں کئے گئے کہ اللہ تعالیٰ کو ان کی بدنیتی اور ہٹ دھرمی معلوم تھی کہ مطالبات پورا ہوجانے پر بھی ایمان نہیں لائیں گے۔ یہ تو اللہ کے نزدیک اسی کے مستحق ہیں کہ ان پر دنیا میں بھی آفتیں آئیں جیسا کہ اہل مکہ پر کبھی قحط کی آفت، کبھی اسلامی غزوات بدر و احد وغیرہ میں ان پر قتل و قید ہونے کی آفت، کسی پر بجلی گری، کوئی کسی دوسری بلا میں مبتلا ہوا، اور کبھی ایسا بھی ہوگا کہ آفت براہ راست ان پر نہیں آئے گی بلکہ ان کے قریب والی بستیوں پر آئیں گی جس سے ان کو عبرت حاصل ہو اور ان کو اپنا انجام بد بھی نظر آنے لگے، ان آفات کا یہ سلسلہ چلتا ہی رہے گا جب تک کہ اللہ کا وعدہ پورا نہ ہوجائے کیونکہ اللہ کا وعدہ کبھی ٹل نہیں سکتا، اس سے مراد مکہ مکرمہ فتح ہوجانے کا وعدہ ہے جو اللہ نے اپنے پیارے نبیؐ سے کیا تھا، یعنی مختلف قسم کی آفتیں ان پر آتی ہی رہیں گی یہاں تک کہ مکہ فتح ہوگا اور مشرکین مغلوب ہوجائیں گے اور جزیرۃ العرب کفر و شرک کی گندگی سے پاک و صاف ہوجائے گا، بعض مفسرین رح نے وعد سے مراد قیامت کا دن لیا ہے جس کا وعدہ تمام پیغمبروں سے کیا ہوا ہے۔
مشرکین کے بے ہودہ مطالبات اور ضد بندی سے حضور علیہ السلام کو رنج و غم پہونچنے کا اندیشہ تھا

اس لئے اگلی آیت وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ ﷺ میں فرمایا گیا کہ آپ سے پہلے پیغمبروں کو بھی اسی طرح کے حالات پیش آئے ان کی نبوت کو جھٹلایا گیا اور مذاق اڑایا گیا مگر ہم نے ان گستاخوں کو فوراً نہیں پکڑا بلکہ انھیں ڈھیل دی اور جب ان کی سرکشی انتہا کو پہونچ گئی تو پھر ان کا ایسا بُرا حشر کیا کہ آج تک ان کی تباہی وبربادی کی داستانیں زبانوں پر ہیں۔

اس کے بعد ان مشرکین کی جہالت اور بے عقلی کو اس طرح واضح فرمایا کہ یہ کیسے بے وقوف ہیں کہ بے جان و بے شعور بتوں کو اس ذات پاک (حق تعالیٰ شانہ) کے برابر ٹھہراتے ہیں جو ہر نفس پر نگراں ہے اور اسکے اعمال و افعال سے بخوبی واقف ہے، تعجب ہے کہ ایسے مختار کل اور قادر مطلق معبود کے ہوتے ہوئے انسان عاجز و حقیر چیزوں کے سامنے سر جھکائے، توحید کے مقابلہ میں شرک کی حمایت کرنا یہ دراصل ان کے نفس کا دھوکہ اور شیطان کا فریب ہے اسی نے ان کو راہ حق سے روک دیا ہے ان کافروں کے لئے دنیوی زندگی میں بھی عذاب ہے کہ مجاہدین کے ہاتھوں قتل اور قید ہو کر ذلت اٹھاتے ہیں یا بیماری و پریشانی اور مصیبتوں میں مبتلا کر دیئے جاتے ہیں، یہ تو دنیا میں عذاب کا ایک حقیر نمونہ ہے آخرت کا عذاب اس سے کہیں زیادہ اور سخت ہے اس عذاب سے بچانے والا ان کو کوئی نہیں ہوگا پس یہ ہمیشہ عذاب ہی میں مبتلا رہیں گے۔

مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِیْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ؕ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ اُكُلُهَا دَآئِمٌ

جس جنت کا متقیوں سے وعدہ کیا گیا ہے اس کی کیفیت یہ ہے کہ اس کے نیچے سے نہریں جاری ہوں گی

وَّ ظِلُّهَا ؕ تِلْكَ عُقْبَى الَّذِیْنَ اتَّقَوْا ۖۗ وَّ عُقْبَى الْكٰفِرِیْنَ النَّارُ ﴿۳۵﴾ وَ الَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ

اس کا پھل اور اسکا سایہ دائم رہے گا یہ تو انجام ہوگا متقیوں کا اور کافروں کا انجام دوزخ ہوگا اور جن لوگوں

الْكِتٰبَ یَفْرَحُوْنَ بِمَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكَ وَ مِنَ الْاَحْزَابِ مَنْ یُّنْكِرُ بَعْضَهٗ ؕ قُلْ اِنَّمَاۤ

کو ہم نے کتاب دی ہے اس سے خوش ہوتے ہیں جو آپ پر نازل کی گئی ہے اور ان ہی کے گروہ میں

اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ وَ لَاۤ اُشْرِكَ بِهٖ ؕ اِلَیْهِ اَدْعُوْا وَ اِلَیْهِ مَاٰبِ ﴿۳۶﴾ وَ كَذٰلِكَ

بعضے ایسے ہیں کہ اس کے بعض حصہ کا انکار کرتے ہیں، آپ فرمائیے کہ مجھ کو صرف یہ حکم ہوا ہے کہ

اَنْزَلْنٰهُ حُكْمًا عَرَبِیًّا ؕ وَ لَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ بَعْدَ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ

میں اللہ کی عبادت کروں اور کسی کو شریک نہ ٹھہراؤں میں اللہ ہی کی طرف بلاتا ہوں اور اسی کی طرف مجھ کو جانا ہے اور اسی طرح ہم نے اس کو اس طور پر نازل کیا کہ وہ ایک خاص حکم ہے عربی زبان میں اور اگر آپ ان کے نفسانی

مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا وَاقٍ ﴿٣٧﴾

خیالات کا اتباع کرنے لگیں بعد اسکے کہ آپ کے پاس علم پہونچ چکا تو اللہ کے مقابلے میں نہ کوئی آپ کا مددگار ہوگا اور نہ کوئی بچانیوالا

مومن و کافر کا انجام

ارشاد ہے کہ کافروں کا انجام جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ عذاب کا شکار رہیں گے، اور متقیوں یعنی کفر و شرک سے بچنے والے مومنوں کا انجام جنت ہے جس کی یہ شان ہے اس کے محلات و باغات کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی اور جنت کے پھل ہمیشہ رہیں گے، کبھی ختم نہ ہوں گے۔

حضرت ثوبان رض کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جنتی درخت جنت سے جب کوئی پھل لیگا تو فوراً اس کی جگہ دوسرا پھل آجائیگا، اسی طرح جنت میں سایہ بھی ہمیشہ رہے گا نہ کبھی دھوپ کی تپش ہوگی نہ سردی کی تکلیف کیونکہ جنت میں سورج ہی نہیں ہوگا بلکہ عرش کے اندر سے روشنی پھیلی ہوگی جو ہر وقت برابر ہوگی گھٹے ۔ بڑھے گی نہیں۔

مومنین و کافرین کے ذکر کے بعد اہل کتاب یہود و نصاریٰ کے متعلق بیان ہوا کہ ان میں سے کچھ لوگ ایسے ہیں جو قرآن کریم کے نزول سے خوش ہوتے ہیں کیونکہ انھوں نے نزول قرآن کریم کی اطلاع اپنی کتابوں میں پڑھی تھی، جو کچھ قرآن کریم میں بیان کیا گیا ہے وہ ان کی کتابوں (توریت و انجیل) کے موافق ہے اس لئے یہ لوگ قرآن کریم کو سچے دل سے خوش ہو کر ان لیتے ہیں اور ایمان قبول کر لیتے ہیں اور انہی اہل کتاب میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو اس کتاب مقدس قرآن عظیم کے نزول سے ناخوش ہیں اور اس کے بعض حصہ کا انکار کرتے ہیں جو ان کی پہلی شریعت اور خواہشات کے خلاف ہے ۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ آپ ان سے فرما دیجئے کہ چاہے کوئی خوش ہو یا ناخوش میں تو اسی خدائے وحدہٗ لاشریک لہٗ کی بندگی کرتا ہوں جس کو تمام پیغمبر اور ان کی امتیں بالاتفاق مانتے چلے آئے ہیں، میں اسی ذات کی بندگی کی تمام دنیا کو دعوت دیتا ہوں اور میرا اس بات پر کامل یقین ہے، میرا انجام اسی کے ہاتھ میں ہے ۔ میں اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں وہی میرا ٹھکانہ ہے وہی مجھکو کافروں پر غالب اور ان کو مغلوب فرمائے گا۔

اس کے بعد فرمایا کہ جس طرح ہم نے گذشتہ قوموں کے لئے انھیں کی زبان میں کتابیں نازل کی تھیں اسی طرح ہم نے اے محمد عربی (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ پر قرآن مقدس جس میں تمام عبادات و معاملات اور حق و باطل کے فیصلے ہیں عربی زبان میں نازل فرمایا ہے جو آپ کی قومی زبان ہے تاکہ ان کیلئے اس کا سمجھنا اور سمجھانا آسان ہو ، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرمایا گیا کہ کسی کی انکار و ناخوشی کی قطعاً پرواہ مت کیجئے بلکہ جو عظیم علم آپ کو آپ کے رب نے دیا ہے اس کی پیروی کرتے رہئے

اور اگر بفرض محال آپ ان لوگوں کے خیالات و خواہشات کی طرف مائل ہو گئے ان کا اتباع کرنے لگے تو پھر اللہ کے عذاب سے آپ کو کون بچا سکتا ہے اور اللہ کے مقابلہ میں آپ کی مدد کون کرسکتا ہے ۔ یہ حضور کو خطاب فرما کر درحقیقت آپ کی امت کو سنایا گیا ہے۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّذُرِّيَّةً ۗ وَمَا كَانَ

اور ہم نے یقیناً آپ سے پہلے بہت سے رسول بھیجے اور ہم نے ان کو بیبیاں اور بچے بھی دیئے اور کسی پیغمبر

لِرَسُوْلٍ اَنْ يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۗ لِكُلِّ اَجَلٍ كِتَابٌ ﴿۳۸﴾ يَمْحُوا اللّٰهُ

کے اختیار میں یہ امر نہیں کہ ایک آیت بھی بدون خدا کے حکم کے لا سکے ہر زمانہ کے مناسب خاص خاص احکام ہوتے ہیں

مَا يَشَآءُ وَيُثْبِتُ ۚ وَعِنْدَهٗٓ اُمُّ الْكِتٰبِ ﴿۳۹﴾

خدا تعالیٰ جس حکم کو چاہیں موقوف کر دیتے ہیں اور جس حکم کو چاہیں قائم رکھتے ہیں اور اصل کتاب اسی کے پاس ہے

تفسیر:- ارشاد ہے کہ محمد عربی سے پہلے بھی ہم نے جو پیغمبر بھیجے وہ آسمان کے فرشتے نہ تھے اسی دنیا کے رہنے والے آدمی تھے جو کھانا بھی کھاتے تھے اور دیگر انسانی ضروریات کی بھی ان کو حاجت ہوتی تھی، ان کے بیوی بچے بھی تھے، ان پیغمبروں میں سے کسی کو یہ قدرت نہ تھی کہ لوگوں کا مطالبہ اپنی طرف سے پورا کر دیں ان کی مرضی وخواہش کے مطابق معجزہ دکھا دینا یا حرام کو حلال، اور عذاب کو رحمت بنا دیں، بلکہ وہ ہر چیز میں اللہ کی اجازت کے منتظر رہتے، جس چیز کے متعلق اللہ کا حکم ہو جاتا وہ لوگوں کو سنا دیتے یا دکھا دیتے اور اللہ کے حکم کا یہ حال ہے کہ اس کے یہاں ہر چیز کا ایک معین وقت لکھا ہوا ہے وہ اسی وقت ہوگا نہ اس سے پہلے نہ بعد اس میں رد و بدل کی ہمت نہ کسی پیغمبر میں ہے نہ فرشتے میں۔

اے اہل کتاب اور مشرکین دکافرین جو صفات پہلے نبیوں میں تھے وہی محمد عربی میں ہیں پھر آپ کا کھانا پینا اور بیوی بچوں والا ہونا تم کو کیوں شانِ پیغمبری کے خلاف معلوم ہوتا ہے اور اس کی آڑ لیکر تم کیوں آپ کی نبوت کا انکار کرتے ہو

اس کے بعد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جو ہر زمانے اور ہر قوم کے لئے مختلف پیغمبروں کے ذریعہ اپنی کتابیں بھیجتے ہیں جن میں شرعی احکام و فرائض کا بیان ہوتا ہے یہ ضروری نہیں کہ یہ سب احکام ہمیشہ باقی رہیں بلکہ قوموں کے حالات اور زمانہ کے تغیرات کے مناسب اپنی حکمت کے ذریعہ جس حکم کو چاہتے ہیں ختم کر دیتے ہیں اور جس حکم کو چاہتے ہیں باقی رکھتے ہیں اصل کتاب بہرحال اللہ تعالیٰ کے پاس محفوظ ہے جس میں پہلے ہی سے لکھا ہوا ہے کہ فلاں حکم جو فلاں قوم کے لئے لکھا ہوا ہے وہ ایک مقررہ

وقت کیلئے ہے یا خاص حالات کی وجہ سے ہے جب وہ وقت پورا ہوجائیگا یا حالات بدل جائیں گے تو یہ حکم بھی بدل جائیگا

ائمہ تفسیر کی ایک جماعت نے حضرت ابن عباس رضہ سے اس آیت يَمْحُوا اللهُ مَا يَشَآءُ الخ کی یہ تفسیر نقل کی ہے کہ یہ آیت تقدیر کے لکھے ہوئے سے متعلق ہے یعنی جس حکم کو چاہتے ہیں اللہ تعالیٰ تقدیر سے مٹا دیتے ہیں اور جس کو چاہتے ہیں برقرار رکھتے ہیں، احادیث میں ہے کہ بعض اعمال سے انسان کی عمر اور رزق بڑھ جاتا ہے اور بعض سے کم ہوجاتا ہے چنانچہ صحیح بخاری شریف میں ہے کہ رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کرنے میں عمر زیادہ ہوجاتی ہے اور مسند احمد کی روایت میں ہے کہ بعض اوقات انسان کوئی ایسا گناہ کرتا ہے کہ اس کی وجہ سے رزق سے محروم کردیا جاتا ہے اور ماں باپ کی خدمت واطاعت سے عمر بڑھ جاتی ہے اور تقدیر الٰہی کو کوئی چیز علاوہ دعا کے ٹال نہیں سکتی، اس سے معلوم ہوا کہ جو عمر یا رزق اللہ تعالیٰ نے تقدیر میں لکھ دیا ہے وہ بعض اعمال کی وجہ سے کم یا زیادہ ہوسکتا ہے اور دعا کی وجہ سے بھی تقدیر بدل جاتی ہے۔ اس تقدیر سے مراد وہ تقدیر کی کتاب ہے جو فرشتوں کے ہاتھوں یا ان کے علم میں ہوتی ہے اور جو اُمّ الکتاب[1] میں لکھا ہوا ہوتا ہے جو صرف علم الٰہی کے لئے خاص ہے اس کا علم کسی مقرب فرشتے کو بھی نہیں ہوتا ہے اس میں کسی قسم کی کمی وزیادتی اور ردوبدل قطعاً نہیں ہوتی اس میں وہ چیز لکھی ہوتی ہے جو دعا اور عمل کے بعد آخری نتیجہ کے طور پر ہوتی ہے

وَاِنْ مَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِىْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ

اور جس بات کا ہم ان سے وعدہ کررہے ہیں اس میں کا بعض واقعہ اگر ہم آپ کو دکھا دیں خواہ ہم آپ کو وفات دیدیں پس

وَ عَلَيْنَا الْحِسَابُ ﴿۴۰﴾ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا نَاْتِى الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا ط

آپ کے ذمہ تو پہنچادینا ہے اور داروگیر کرنا تو ہمارا کام ہے کیا اس امر کو نہیں دیکھ رہے ہیں کہ ہم زمین کو ہر چہار طرف سے برابر

وَاللّٰهُ يَحْكُمُ لَا مُعَقِّبَ لِحُكْمِهٖ ط وَهُوَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿۴۱﴾

کم کرتے چلے آتے ہیں اور اللہ حکم کرتا ہے اسکے حکم کو کوئی ہٹانے والا نہیں اور وہ بڑی جلدی حساب لینے والا ہے

حضورؐ کو تسلی:- ان آیات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو وعدے آپ سے کئے ہیں کہ اسلام کی مکمل فتح ہوگی اور کفر کی مکمل شکست اور کا فرین ذلیل

[1] اُمّ الکتاب سے مراد درحقیقت اللہ کا علم ازلی محیط ہے جو تمام قضا و قدر کے دفاتر کی اصل اور جڑ ہے اور لوح محفوظ میں بھی جو لکھا ہوتا ہے وہ اسی سے نقل ہے۔ واللہ اعلم بالصواب، محمد یعقوب غفرلہ ولوالدیہ۔

وخوار ہوں گے، تو یہ ضرور ہو کر رہے گا، بس آپ اس فکر میں نہ پڑیں کہ اسلام کو مکمل فتح و کامرانی کب ہوگی؟ ممکن ہے آپ کی زندگی میں ہو جائے اور ممکن ہے کہ آپ کی وفات کے بعد ہو، اور آپ کی اطمینان و تسلی کے لئے تو یہ بھی کافی ہے جو آپ دیکھ رہے ہیں کہ ہم برابر کفار کی زمینوں کو ان کے اطراف سے گھٹاتے چلے آرہے ہیں یعنی ان کے اطراف مسلمانوں کے قبضہ میں آتے جارہے ہیں اس طرح کفار کی زمینیں گھٹتی جارہی ہیں اور مسلمانوں کی زمین وسیع ہوتی جارہی ہے، اس طرح ایک دن اس فتح کی تکمیل بھی ہو جائے گی۔

مفسر قرآن علامہ شبیر احمد عثمانی نور اللہ مرقدہٗ نے اَوَلَمْ یَرَوْا اَنَّا نَاْتِی الْاَرْضَ الخ کی تفسیر کے تحت لکھا کہ سرزمین مکہ کے آس پاس اسلام کا اثر پھیلتا جاتا ہے اور کفر کی عملداری گھٹتی جاتی ہے بڑے بڑے قبیلوں اور عظیم عظیم شخصیتوں کے دلوں پر اسلام کا سکہ بیٹھ رہا ہے اس طرح ہم آہستہ آہستہ کفر کی حکومت کو دباتے چلے جارہے ہیں،

بس اصل طاقت وحکومت اللہ کے ہاتھ میں ہے وہ وعدوں کو اپنے مقررہ وقت پر ضرور پورا فرمائیگا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ اپنا فرض دعوت وتبلیغ انجام دینے میں مصروف رہئے، آپ کی نبوت کو جھٹلانے والے سرکش ونافرمان لوگوں سے ہم خود حساب لے لیں گے۔

وَقَدْ مَكَرَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلِلّٰهِ الْمَكْرُ جَمِيْعًا ۭيَعْلَمُ مَا تَكْسِبُ كُلُّ

اور ان سے پہلے جو لوگ ہو چکے ہیں انھوں نے تدبیریں کیں سو اصل تدبیر تو خدا ہی کی ہے اس کو سب خبر رہتی ہے جو

نَفْسٍ ۭ وَسَيَعْلَمُ الْكُفّٰرُ لِمَنْ عُقْبَى الدَّارِ ﴿۴۲﴾ وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَسْتَ مُرْسَلًا ۭ

شخص جو کچھ کرتا ہے اور ان کفار کو ابھی معلوم ہوا جاتا ہے کہ اس عالم میں نیک انجامی کس کے حصہ میں ہے، اور یہ کافر لوگ یوں کہہ

قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًۢا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ۙ وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ ﴿۴۳﴾

رہے ہیں کہ آپ پیغمبر نہیں آپ فرما دیجئے کہ میرے اور تمہارے درمیان اللہ تعالیٰ اور وہ شخص جس کے پاس کتاب کا علم ہے کافی گواہ ہیں۔

کفار کا مکر اور اس کی سزا

ان آیات میں ارشاد ہے کہ کافرین ومشرکین جو آپ کو تکالیف پہونچانے اور مذہب اسلام میں عیب لگانے کی تدبیریں کرتے ہیں ان سے کچھ نہیں ہوتا، چنانچہ ان سے پہلے جو کافر گذرے ہیں انھوں نے بھی اسی طرح کی تدبیریں کی تھیں ان کی تدبیروں سے بھی کچھ نہ ہوا کیونکہ اصل تدبیر تو اللہ ہی کی ہے اس کے سامنے کسی کی تدبیر نہیں چلتی، اللہ کی ذات وہ ہے کہ اس سے کچھ چھپا ہوا نہیں بھلا اسکے سامنے کسی کی تدبیر اور مکر وفریب کیا چل سکتا ہے، اللہ ان مکاروں کو خوب مزہ چکھائے گا اور کافروں کو پتہ چل جائیگا کہ کس کے لئے آخرت میں اچھی جزا ہے جب کہ ان کافرین کو جہنم میں ڈال کر عذاب میں مبتلا کر دیا جائیگا اور مؤمنین کو جنت میں داخل فرما کر راحت وآرام نصیب فرما دیا جائیگا۔

اس کے بعد فرمایا کہ کفارانِ مکہ اور سردارانِ یہود کہتے ہیں کہ آپ اللہ کے نبی نہیں ہیں، بس آپ ان سے کہہ دیجئے کہ تمہارے نہ ماننے سے کیا ہوتا ہے جبکہ میری نبوت پر خود اللہ تعالیٰ اور وہ لوگ جن کو آسمانی کتاب کا علم ہے گواہ ہیں۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے میری نبوت کی صداقت ایسے واضح دلائل (معجزات) سے فرمادی ہے کہ اسکے بعد کسی گواہ کی ضرورت نہیں اور وہی قیامت کے دن فیصلہ فرمائے گا اس وقت میری نبوت کا انکار کرنے والوں کے پاس کوئی عذر نہ ہوگا، نیز سابقہ آسمانی کتابوں میں میری نبوت کا تذکرہ موجود ہے، منصف مزاج اور دیانت داران علماء سے معلوم کرلو جن کو اللہ پاک نے اپنی کتاب کا علم عطا فرمایا ہے، الغرض عقلی اور نقلی دلائل کے موجود ہوتے ہوئے حضورؐ کی نبوت کا انکار کرنا بدبختی کی واضح دلیل ہے۔

بحمدہ تعالیٰ وتوفیقہ سورۂ رعد کی تفسیر بحسن وخوبی مکمل ہوئی

آیاتہا ۵۲ (۱۴) سُوْرَةُ اِبْرٰهِيْمَ مَكِّيَّةٌ (۷۲) رکوعاتہا ۷

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں میں اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

الٓرٰ ۚ كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۙ بِاِذْنِ رَبِّهِمْ

الرا یہ ایک کتاب ہے جس کو ہم نے آپ پر نازل فرمایا ہے تاکہ آپ تمام لوگوں کو ان کے پروردگار کے حکم سے تاریکیوں

اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ۝۱ اللّٰهِ الَّذِيْ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ

سے روشنی کی طرف یعنی خدائے غالب ستودہ صفات کی راہ کی طرف لادیں وہ ایسا خدا ہے کہ اسی کی ملک ہے جو کچھ

وَوَيْلٌ لِّلْكٰفِرِيْنَ مِنْ عَذَابٍ شَدِيْدِ ۝۲ الَّذِيْنَ يَسْتَحِبُّوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا

آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور بڑی خرابی یعنی بڑا سخت عذاب ہے ان کافروں کو جو دنیوی زندگانی کو

عَلَى الْاٰخِرَةِ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ۭ اُولٰۗىِٕكَ فِيْ ضَلٰلٍ

آخرت پر ترجیح دیتے ہیں اور اللہ کی راہ سے روکتے ہیں اور اس میں کجی کے متلاشی رہتے ہیں ایسے لوگ بڑی

بَعِيْدٍ ۝۳

دور کی گمراہی میں ہیں۔

سورۂ ابراہیم کا آغاز یہ قرآن کریم کی چودہویں سورت سورۂ ابراہیم شروع ہو رہی ہے اس سورت کے شروع میں رسالت ونبوت اور اس کی کچھ خصوصیات کا بیان ہے پھر توحید کا مضمون اور اس کے شواہد کا ذکر ہے اسی سلسلہ میں حضرت ابراہیمؑ کا قصہ ذکر کیا گیا ہے اور اسی مناسبت سے اس سورت کا نام ابراہیم رکھا گیا۔

ارشاد ہے کہ یہ قرآن ایک ایسی عظیم ومقدس کتاب ہے جس کو اے محمد ہم نے آپ کی طرف نازل فرمایا ہے تاکہ آپ اس کے ذریعہ اپنے پروردگار کی توفیق وحکم سے دنیا کے تمام لوگوں کو کفر وشرک اور گمراہی کی تاریکی سے نکال کر ایمان وہدایت کی روشنی کی طرف لا سکیں یعنی اس راستہ کی طرف لائیں جو اس زبردست وغالب خدا کا پسندیدہ ہے جو تمام تعریفوں کا مستحق ہے اور آسمان وزمین کی ہر چیز کا مالک ہے، افسوس ہے ان لوگوں پر جو ایسی عظیم اور اہم کتاب کے نازل ہو جانے کے بعد بھی کفر وشرک اور گمراہی کی اندھیری میں بھٹکتے رہیں ایک دن ان کو سخت دردناک عذاب میں مبتلا کیا جائیگا، ان کافرین کا یہ حال ہے کہ یہ دنیا کو آخرت کے مقابلہ میں پسند کرتے ہیں اور اپنی تمام کوششیں وہ اس کو حاصل کرنے میں صرف کرتے ہیں، دین وآخرت کی انھیں قطعاً فکر نہیں مزید یہ کہ دوسرے لوگوں کو بھی راہ حق سے روکتے ہیں اور انھیں بہکانے کے لئے دین اسلام میں طرح طرح کے شبہے عیب اور کمی نکالنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں درحقیقت یہ لوگ صحیح راستہ سے بھٹک کر گمراہی میں اتنی دور جا پہونچے جہاں سے ہدایت پر واپس آنا بڑا مشکل ہے

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ ۭ فَيُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ

اور ہم نے تمام پیغمبروں کو ان ہی کی قوم کی زبان میں پیغمبر بنا کر بھیجا ہے تاکہ ان سے بیان کریں پھر جس کو اللہ

يَّشَاۗءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝۴

تعالیٰ چاہیں گمراہ کرتے ہیں اور جس کو چاہیں ہدایت کرتے ہیں اور وہی غالب ہے حکمت والا ہے

ایک شبہ کا جواب بعض کافرین نے یہ شبہ کیا کہ قرآن عربی زبان میں کیوں ہے، ایسا لگتا ہے کہ محمد عربی نے اس کو خود تصنیف کیا ہے نہیں تو عربی کے علاوہ کسی اور زبان میں ہوتا؟ اس آیت پاک میں اس کا جواب دیا گیا ہے کہ ان ناسمجھ کافرین کا یہ شبہ واعتراض بالکل لغو ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تمام پیغمبروں پر انھی کی قوم کی زبان میں وحی نازل کی ہے تاکہ احکام الٰہی کو آسانی سے قوم سمجھ سکے، رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم جس قوم میں مبعوث ہوئے وہ عربی تھی اس لئے ان کے لئے آسمانی کتاب اور وحی عربی زبان میں نازل فرمائی تاکہ وہ احکامات خداوندی کو واضح طور پر پہلے خود سمجھے، اور پھر دوسری قوموں کو جو غیر عربی ہیں سمجھائے، بہرحال ہدایت کا مکمل سامان مہیا فرما کر حق تعالیٰ نے جس کو راہ حق کی طرف مائل دیکھا اس کو قبول حق کی توفیق دیدی وہ صاحب ایمان

بن گیا اور جس کو راہ حق سے روگردانی کرتے ہوئے دیکھا اس کو قبول حق کی توفیق نہ دے کر گمراہی میں رہنے دیا،
بلاشبہ اللہ کی ذات بڑی زبردست اور غلبہ والی ہے، چاہتا تو سب کو زبردستی راہِ حق پر لگا دیتا مگر اس کی
حکمت ومصلحت کچھ اس طرح کی ہے کہ وہ انسان کو اختیار دے کر آزاد چھوڑ دیتا ہے، اب چاہے وہ اللہ کے
غضب کو اختیار کرے یا اس کی رحمت کو اپنالے۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَآ اَنْ اَخْرِجْ قَوْمَكَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۙ وَذَكِّرْهُمْ

اور ہم نے موسیٰؑ کو یہ حکم دے کر بھیجا کہ اپنی قوم کو تاریکیوں سے روشنی کی طرف لاؤ اور ان کو اللہ تعالیٰ کے معاملات

بِاَيّٰىمِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ۝ وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهِ

یاد دلاؤ بلاشبہ ان معاملات میں عبرتیں ہیں ہر صابر شاکر کے لئے اور اس وقت کو یاد کیجئے جب موسیٰؑ نے اپنی قوم

اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ اَنْجٰىكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْۗءَ

سے فرمایا کہ تم اللہ تعالیٰ کا انعام اپنے اوپر یاد کرو جب کہ تم کو فرعون والوں سے نجات دی جو تم کو سخت تکلیفیں

الْعَذَابِ وَيُذَبِّحُوْنَ اَبْنَاۗءَكُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَاۗءَكُمْ ۭ وَفِيْ ذٰلِكُمْ بَلَاۗءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ

پہونچاتے تھے تمہارے بیٹوں کو ذبح کر ڈالتے تھے اور تمہاری عورتوں کو زندہ چھوڑ دیتے تھے اور اس میں تمہارے

عَظِيْمٌ ۝ وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكُمْ لَىِٕنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَلَىِٕنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِيْ ع ۱۴

رب کی طرف سے ایک بڑا امتحان تھا اور وہ وقت یاد کرو جب کہ تمہارے رب نے تم کو اطلاع فرمادی کہ اگر تم شکر کرو گے

لَشَدِيْدٌ ۝ وَقَالَ مُوْسٰٓى اِنْ تَكْفُرُوْٓا اَنْتُمْ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۙ

تو تم کو زیادہ نعمت دوں گا اور اگر تم ناشکری کرو گے تو میرا عذاب بڑا سخت ہے اور موسیٰ علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا کہ اگر

فَاِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ حَمِيْدٌ ۝

تم اور تمام دنیا بھر کے آدمی سب کے سب مل کر بھی ناشکری کرنے لگو تو اللہ تعالیٰ بالکل بے احتیاج ستودہ صفات ہیں۔

تفسیر: ان آیات میں ارشاد ہے کہ ہم نے حضرت موسیٰؑ کو اپنی نشانیاں یعنی معجزات دیکر ان کی قوم کی طرف
بھیجا تاکہ وہ ان کو کفر کی اندھیری سے ایمان کی روشنی میں لائیں اور ان کو اللہ کے معاملات یعنی
اس کے انعامات واحسانات یاد دلائیں تاکہ اس سے عبرت حاصل کریں، اللہ نے تم کو غلامی کی ذلت سے نکال کر
دولت آزادی سے مالامال فرمایا، جبکہ فرعونی تم کو سخت تکلیفیں پہونچاتے تھے اور تمہاری نرینہ اولاد کو مار دیا کرتے

تھے اور بچیوں کو زندہ رہنے دیتے تھے تاکہ جب یہ جوان ہو جائیں تو ان کی خدمت گاری میں کام آئیں[1]۔ اللہ تعالیٰ فرمار ہے ہیں کہ تمہارے لئے مصیبت اور نجات دونوں میں ہماری طرف سے ایک بڑی آزمائش اور امتحان ہے کہ دیکھیں کون مصیبت پر صبر کرتا ہے اور کون نجات پر شکر کرتا ہے، اور ذرا وہ وقت بھی یاد کرو جب ہم نے موسیٰ ؑ کی زبانی یہ اعلان کرایا تھا کہ جو ہماری نعمتوں کا شکر گذار ہوگا ہم اسے اور زیادہ نعمتیں دیں گے، جسمانی اور روحانی بھی اور دنیوی و اُخروی بھی، اور اگر ناشکری کروگے تو جو نعمتیں تم کو دے رکھی ہیں وہ بھی چھین لیں گے اور ناشکری کی سخت سزا بھی دیں گے، حضرت موسیٰ ؑ نے اپنی قوم سے فرمایا کہ اگر تم سب اور پوری دنیا والے بھی اللہ کی ناشکری کریں تو اس کا ذرہ برابر بھی کوئی نقصان نہیں اس کی ذات تو مستغنی و بے نیاز ہے اسے کسی کے شکر کی ضرورت نہیں وہ تو اپنی ذات میں مستحق حمد و شکر اور خوبیوں والا ہے، اگر تم اللہ کی حمد و شکر نہ کروگے تو کیا ہوا اس میں تمہارا ہی نقصان ہے اس کی حمد و شکر میں تو فرشتے اور تمام کائنات کا ذرّہ ذرّہ لگا ہوا ہے

اَلَمْ یَاْتِكُمْ نَبَؤُا الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ قَوْمِ نُوْحٍ وَّعَادٍ وَّ ثَمُوْدَ ۛ۬ وَ الَّذِیْنَ

کیا تم کو ان لوگوں کی خبر نہیں پہونچی جو تم سے پہلے ہو گذرے ہیں یعنی قوم نوح اور عاد اور ثمود اور جو لوگ ان کے بعد ہوئے

مِنْۢ بَعْدِهِمْ ۛ۬ لَا یَعْلَمُهُمْ اِلَّا اللّٰهُ ؕ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ فَرَدُّوْۤا

ہیں جن کو بجز اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا ان کے پیغمبران کے پاس دلائل لے کر آئے سو ان قوموں نے اپنے ہاتھ

اَیْدِیَهُمْ فِیْۤ اَفْوَاهِهِمْ وَ قَالُوْۤا اِنَّا كَفَرْنَا بِمَاۤ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ وَ اِنَّا لَفِیْ شَكٍّ

ان پیغمبروں کے منہ میں دے دیئے اور کہنے لگے جو حکم دے کر تم کو بھیجا گیا ہے ہم اس کے منکر ہیں اور جس امر کی طرف تم

مِّمَّا تَدْعُوْنَنَاۤ اِلَیْهِ مُرِیْبٍ ۝۹ قَالَتْ رُسُلُهُمْ اَفِی اللّٰهِ شَكٌّ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ

الثلثة

ہم کو بلاتے ہو ہم تو اس کی جانب سے بہت بڑے شبہ میں ہیں جو ہم کو تردد میں ڈالے ہوئے ہے ان کے پیغمبروں نے

وَ الْاَرْضِ ؕ یَدْعُوْكُمْ لِیَغْفِرَ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَ یُؤَخِّرَكُمْ اِلٰۤی اَجَلٍ مُّسَمًّی ؕ

کہا کیا اللہ تعالیٰ کے بارے میں شک ہے جو کہ آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے وہ تم کو بلا رہا ہے تاکہ تمہارے گناہ معاف کردے

[1] قوم موسیٰ ؑ کے ان واقعات کو ہم نے اختصار کے ساتھ اس لئے لکھا ہے کہ اس سے پہلے کئی جگہ سورۂ بقرہ اور اعراف وغیرہ میں تفصیل سے لکھے جا چکے ہیں، جس کا جی چاہے وہاں دیکھ لے۔ محمد یعقوب غفرلہٗ ولوالدیہ۔

قَالُوْٓا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ؕ تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَصُدُّوْنَا عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ

اور معین وقت تک تم کو حیات دیدے انھوں نے کہا کہ تم محض ایک آدمی ہو جیسے ہم ہیں تم یوں چاہتے ہو کہ ہمارے آباؤ اجداد

اٰبَآؤُنَا فَاْتُوْنَا بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ⑩ قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ اِنْ نَّحْنُ اِلَّا بَشَرٌ

جس چیز کی عبادت کرتے تھے اس سے ہم کو روک دو سو کوئی معجزہ صاف دکھلاؤ ان کے رسولوں نے کہا کہ ہم بھی تمہارے

مِّثْلُكُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَمُنُّ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَمَا كَانَ لَنَآ اَنْ نَّاْتِيَكُمْ

جیسے آدمی ہی ہیں لیکن اللہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہے احسان فرما دے اور یہ بات ہمارے قبضہ کی نہیں کہ ہم تم کو کوئی

بِسُلْطٰنٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ⑪ وَمَا لَنَآ اَلَّا

معجزہ دکھلا سکیں، بغیر خدا کے حکم کے اور اللہ ہی پر سب ایمان والوں کو بھروسہ کرنا چاہیے اور ہم کو اللہ پر بھروسہ کرنے

نَتَوَكَّلَ عَلَى اللّٰهِ وَقَدْ هَدٰىنَا سُبُلَنَا ؕ وَلَنَصْبِرَنَّ عَلٰى مَآ اٰذَيْتُمُوْنَا ؕ وَعَلَى

کا کون امر باعث ہو سکتا ہے حالانکہ اس نے ہم کو ہمارے (منافع دارین کے) راستے بتلا دیئے اور تم نے جو کچھ ہم کو ایذا پہونچائی ہے ہم اس پر

اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ⑫ ع

صبر کریں گے اور اللہ ہی پر بھروسہ کرنے والوں کو بھروسہ رکھنا چاہیے۔

تفسیر:- ان آیات میں فرمایا گیا ہے کہ اے لوگو کیا تمکو ان قوموں کی تباہی کی خبر نہیں پہونچی جو تم سے پہلے گذر چکی ہیں قوم نوح قوم عاد اور قوم ثمود اور ان کے علاوہ بے شمار قومیں جن کی گنتی سوائے اللہ کے کوئی نہیں جانتا، تعجب ہے ان کی تباہی کے حالات سنکر تمھیں ابھی تک بھی عبرت حاصل نہ ہوئی۔

ان گذشتہ قوموں کے پاس ان کے پیغمبر اللہ کے واضح معجزات لے کر پہونچے اور توحید و رسالت کی دعوت پیش کی تو ان کافروں نے اپنے ہاتھ تعجب کی وجہ سے یا غصہ کی وجہ سے یا مذاق کے طور پر اپنے منھ میں دیدیئے یا منھ پر ہاتھ رکھ کر اللہ کے پیغمبر کو اشارہ کیا کہ اپنی تقریر بند کیجئے ہم نہ سننا چاہتے ہیں نہ ماننا اور کہنے لگے کہ جس چیز (ایمان و توحید) کی طرف تم ہم کو بلا رہے ہو ہم تو اس کی طرف سے بہت زیادہ

اقوال و تحقیق:- اَلَمْ يَاْتِكُمْ الخ کو بعض مفسرینؒ نے سابقہ کلام موسیٰؑ کا تتمہ مانا ہے اور بعض دیگر مفسرینؒ نے اس کو اللہ کا کلام قرار دے کر اس کے مخاطب امت محمدیہ کو بتایا ہے۔

تردد و شبہ میں پڑے ہوئے ہیں۔ اس سے ان کا مقصد توحید و رسالت کا انکار کرنا تھا۔ ان کو سمجھانے کیلئے پیغمبروں نے فرمایا کیا تم کو اس خدائے وحدہٗ لاشریک لہٗ کی ذات میں شک ہے جس نے آسمان و زمین کو وجود بخشا اور ان کا مضبوط و مستحکم نظام برقرار رکھے ہوئے ہے۔

وہ تم کو ہمارے (یعنی پیغمبروں کے) ذریعہ ایمان قبول کرنے کی دعوت دے رہا ہے کہ تمہارے پچھلے تمام گناہ معاف کردے اور ایمان لانے کے بعد جیسے اعمال کروگے ویسے ہی تمہارے ساتھ معاملہ کیا جائے گا۔ پیغمبروں کی دعوت قبول کرنے کے بجائے قوم والے اپنی پرانی عادت کے مطابق ان میں کمی نکالنے لگے، کہنے لگے کہ تم تو ہمارے ہی جیسے آدمی ہو، تم میں اور ہم میں کیا فرق ہے، ان کے کہنے کا مقصد یہ تھا کہ جیسا کہ قرآن میں دوسری جگہ ہے کہ اگر اللہ کو ایمان کی دعوت پیش کرنا ہی تھی تو وہ فرشتوں کے ذریعہ پیش کرتا اور اپنے پیغمبروں سے مخاطب ہو کر کہنے لگے کہ ہم خوب سمجھتے ہیں کہ اس دعوت ایمان سے آپ کا مقصد صرف یہ ہے کہ ہم اپنے بزرگوں کے ان معبودوں اور بتوں کو پوجنا چھوڑ دیں جن کو وہ پشت در پشت پوجتے چلے آئے تھے اور ایسا ممکن نہیں، اگر آپ واقعی اپنے آپ کو اللہ کا پیغمبر بتلاتے ہو تو کوئی بہت اہم اور عظیم معجزہ لے کر آؤ۔ معجزات تو یہ پہلے ہی بہت سے دیکھ چکے تھے مگر صرف عناد اور ضد کی وجہ سے اس طرح کا مطالبہ کیا، پیغمبروں نے ان سے فرمایا کہ بلاشبہ ہم تمہارے ہی جیسے انسان ہیں کوئی دوسری مخلوق یا فرشتہ نہیں مگر یہ تو اللہ کا فضل ہے کہ وہ انسانوں میں سے جس کو چاہتا ہے دولت پیغمبری سے نواز دیتا ہے اور رہا ہمارا اللہ کے پیغمبر ہونے کا ثبوت سو وہ ہم پہلے ہی کچھ معجزات دکھا کر پیش کر چکے ہیں جو ماننے والوں کے لئے بہت کافی ہیں اس کے بعد بھی تمہارا ہم سے معجزات کا مطالبہ کرنا تو اس کے متعلق یہ بات یاد رکھو کہ معجزات دکھانا ہمارے قبضۂ اختیار میں نہیں بلکہ یہ تو اللہ کے اختیار میں ہے اس کے ارادہ و مشیت کے بغیر ہم کچھ نہیں کر سکتے، یعنی اگر تم ہماری باتوں کو نہ مانو اور مخالفت ہی کرتے رہو تو ہم تمہاری مخالفت و عداوت سے نہیں ڈرتے بلکہ اللہ کی ذات پر بھروسہ کرتے ہیں اور تمام ایمان والوں کو اللہ ہی کی ذات پر بھروسہ کرنا چاہئے اور کوئی وجہ بھی نہیں کہ ہم اللہ کی ذات پر بھروسہ نہ کریں جب کہ اس نے ہمارے حال پر فضل فرما کر ہمیں صحیح راہ دکھائی جس سے دونوں جہاں سنور گئے، بہرحال تم ہمیں اور ہمارے مؤمن ساتھیوں کو کتنی ہی تکلیفیں پہونچاؤ ہم راہ سے ڈگمگانے والے نہیں، تمہاری سختیاں دیکھ کر ہم توکل کو چھوڑنے والے نہیں، بلکہ اس پر اللہ کے فضل سے قائم رہیں گے۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِرُسُلِهِمْ لَنُخْرِجَنَّكُمْ مِّنْ اَرْضِنَآ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِيْ مِلَّتِنَا ط

اور ان کفار نے اپنے رسولوں سے کہا کہ ہم تم کو اپنی زمین سے نکال دیں گے یا یہ ہو کہ تم ہمارے مذہب میں پھر آجاؤ

فَاَوْحٰۤى اِلَيْهِمْ رَبُّهُمْ لَنُهْلِكَنَّ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۳﴾ وَلَنُسْكِنَنَّكُمُ الْاَرْضَ مِنْۢ

پس ان رسولوں پر ان کے رب نے وحی نازل فرمائی کہ ہم ان ظالموں کو ضرور ہلاک کر دیں گے اور ان کے بعد تم کو اس

بَعْدِهِمْ ؕ ذٰلِكَ لِمَنْ خَافَ مَقَامِيْ وَ خَافَ وَعِيْدِ ﴿۱۴﴾ وَاسْتَفْتَحُوْا وَخَابَ

سرزمین میں آباد رکھیں گے یہ ہر اس شخص کے لئے ہے جو میرے روبرو کھڑے ہونے سے ڈرے اور میرے وعید سے

كُلُّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ ﴿۱۵﴾ مِّنْ وَّرَآئِهٖ جَهَنَّمُ وَيُسْقٰى مِنْ مَّآءٍ صَدِيْدٍ ﴿۱۶﴾

ڈرے اور کفار فیصلہ چاہنے لگے اور جتنے سرکش ضدی تھے وہ سب بے مراد ہوئے اسکے آگے دوزخ ہے اور اس کو ایسا پانی پینے کو

يَّتَجَرَّعُهٗ وَلَا يَكَادُ يُسِيْغُهٗ وَيَاْتِيْهِ الْمَوْتُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّمَا هُوَ

دیا جائیگا جو کہ پیپ لہو ہوگا جس کو گھونٹ گھونٹ کرکے پیویگا اور گلے سے آسانی کے ساتھ اتارنے کی کوئی صورت نہ ہوگی

بِمَيِّتٍ ؕ وَمِنْ وَّرَآئِهٖ عَذَابٌ غَلِيْظٌ ﴿۱۷﴾

اور ہر طرف سے اس پر موت کی آمد ہوگی اور وہ کسی طرح مرے گا نہیں اور اس کو سخت عذاب کا سامنا ہوگا

تفسیر:۔ نبوت کی حق وصداقت پر معجزات دیکھ کر بھی کافر اپنی ضد پر قائم رہے اور پیغمبروں سے کہنے لگے آگے ہم آپ کی کچھ سننا نہیں چاہتے اب تمہارے لئے دو ہی راستے ہیں یا تو چپ چاپ تم ہم میں پہلے کی طرح مل جل کر رہنے لگو اور جن جن لوگوں کو بہکا کر تم نے ہمارے دین سے بہکا دیا ہے وہ پھر سے اسی دین کو اختیار کرلیں اور تم ہماری یہ بات نہیں مانوگے تو ہم تم سب کو اپنے شہروں سے نکال دیں گے، چنانچہ قوم لوط، قوم شعیب نے بھی یہی دھمکی دی تھی کہ ہم تم کو جلاوطن کردیں گے اور مشرکین قریش نے بھی حضورؐ اور آپ کے ساتھیوں کے لئے یہی منصوبہ بنایا تھا مگر یہ تو کسی اور ہی کے قبضہ کی بات ہے، بہرحال ان کی دھمکی کے بعد بذریعہ وحی اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبروں سے فرمایا کہ یہ تم کو کیا جلاوطن کریں گے ہم ہی ان ظالموں کو ہمیشہ کیلئے تباہ کرکے یہاں سے نکال دیں گے پھر کبھی واپس نہ آسکیں گے اور ان کی جگہ تم کو اور تمہارے مخلص مومن ساتھیوں کو آباد کریں گے، دیکھو کفار مکہ نے حضورؐ اور آپ کے ساتھیوں کو مکہ سے جلاوطن کرنا چاہا مگر نتیجہ یہ ہوا کہ وہاں مسلمان ہمیشہ کے لئے آباد ہوگئے اور کافرین کا نام ونشان بھی وہاں نہ رہا۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں کہ یہ کامیابی ہم انھیں کو بخشتے ہیں جو ہم سے ڈرتے ہیں، اور اس کا یقین رکھتے ہیں کہ ہمارا رب ہمارے تمام اعمال وحرکات کو بخوبی دیکھ رہا ہے اور ایک دن اپنے اعمال کا حساب دینے کے لئے ہمیں خدائے بالا وبرتر کی عدالت میں کھڑا ہونا پڑے گا وہاں اسکے

عذاب سے کوئی نہیں بچا سکے گا ،

جب ان کافروں نے دعوت توحید و رسالت کو ٹھکرا دیا تو پیغمبروں نے اپنے رب سے ان دشمنان خدا پر فتح چاہی اور فیصلہ طلب کیا ، دوسری طرف کافروں نے بھی پیغمبروں سے عذاب کے آجانے کا مطالبہ کیا کہ ہم بہت مدت سے تمہارے عذاب کی دھمکیاں سنتے آرہے ہیں ، لے آؤ کہاں ہے تمہارے رب کا عذاب الغرض ایک طرف کافرین کا نڈر ہوکر عذاب کا مطالبہ کرنا اور دوسری طرف پیغمبروں کی دشمنان خدا پر فتح کی دعا ، اس کی بدولت اللہ پاک ان سرکش اور ضدی کافرین پر عذاب نازل فرما کر انھیں تباہی و ہلاکت کے غار میں اتار دیا اور پیغمبروں اور ان کے ساتھیوں کو واضح طور پر فتح و کامیابی عطا فرمائی

ان کافرین کو دنیوی عذاب ذلت و رسوائی اور قتل و قید وغیرہ کے علاوہ آخرت میں سنگین سزائیں دی جائیں گی چنانچہ انھی آیات میں فرمایا گیا ہے کہ ان کو شدید پیاس کے وقت پیپ یا پیپ جیسا پانی پلایا جائیگا مگر اس کے بدبودار اور بدمزہ ہونے کی وجہ سے وہ اس کو مجبوراً زبردستی بتکلف گھونٹ گھونٹ کرکے پئیں گے اور پھر بآسانی اس کو نگل نہ سکیں گے اس کے نہایت گرم اور گندہ ہونے کی وجہ سے ، حدیث پاک میں ہے کہ فرشتے لوہے کا گُرز سر پر مار کر زبردستی منھ میں پانی ڈالدیں گے

حضرت ابوامامہ کی روایت میں حضورؐ کا ارشاد ہے کہ جب یہ پانی ان کے قریب لایا جائیگا تو وہ اس سے برداشت نہ ہوسکے گا اور جب زیادہ قریب کیا جائیگا تو ان کے چہرہ کو بھون ڈالے گا اور سر کی کھال گر پڑے گی اور جب اس کو پئیں گے تو انتڑیوں کے ٹکڑے ٹکڑے ہوکر پاخانہ کے راستے سے نکل جائیں گے الغرض چاروں طرف سے سامان موت ان کو گھیرے ہوئے ہوں گے مگر موت نہ آوے گی کہ چین پا جائیں ۔

اب تو گھبرا کے یہ کہتے ہیں کہ مرجائیں گے ؎ مر کے بھی چین نہ پایا تو کدھر جائیں گے

الغرض ایک عذاب کے بعد دوسرا اس سے زیادہ سخت عذاب ان کو دیا جائیگا ۔

مَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ اَعْمَالُهُمْ كَرَمَادِ ِۨاشْتَدَّتْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ

جو لوگ اپنے پروردگار کے ساتھ کفر کرتے ہیں ان کی حالت باعتبار عمل کے یہ ہے جیسے کچھ راکھ ہو جس کو تیز آندھی

يَوْمٍ عَاصِفٍ ؕ لَا يَقْدِرُوْنَ مِمَّا كَسَبُوْا عَلٰى شَيْءٍ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِيْدُ ﴿۱۸﴾

کے دن میں تیزی کے ساتھ ہوا اڑا لے جائے ۔ ان لوگوں نے جو کچھ عمل کئے تھے ان کا کوئی حصہ ان کو حاصل نہ ہوگا یہ

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ بِالْحَقِّ ؕ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ وَ يَاْتِ

بھی بڑی دور دراز کی گمراہی ہے ، یہ بات تجھ کو معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کو اور زمین کو بالکل ٹھیک ٹھیک پیدا کیا ہے پس اگر وہ چاہے تو تم سب کو فنا کردے اور ایک دوسری نئی مخلوق پیدا کردے اور یہ خدا کو کچھ بھی مشکل

بِخَلْقٍ جَدِيدٍ ﴿۱۹﴾ وَّمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيزٍ ﴿۲۰﴾ وَبَرَزُوا لِلّٰهِ جَمِيعًا فَقَالَ

نہیں اور خدا کے سامنے سب پیش ہوں گے، پھر چھوٹے درجہ کے لوگ بڑے درجہ کے لوگوں سے کہیں گے

الضُّعَفَاءُ لِلَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا إِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا فَهَلْ أَنْتُمْ مُغْنُونَ عَنَّا مِنْ

کہ ہم تمہارے تابع ہیں تو کیا تم ذرا کے عذاب کا کچھ جز ہم سے ہٹا سکتے ہو، وہ کہیں گے اگر اللہ ہم کو کوئی

عَذَابِ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ۚ قَالُوا لَوْ هَدٰىنَا اللّٰهُ لَهَدَيْنٰكُمْ ۚ سَوَاءٌ عَلَيْنَا أَجَزِعْنَا

راہ بتلاتا تو ہم تمکو بھی راہ بتلا دیتے ہم سب کے حق میں دونوں صورتیں برابر ہیں خواہ ہم پریشان ہوں خواہ

أَمْ صَبَرْنَا مَا لَنَا مِنْ مَّحِيصٍ ﴿۲۱﴾ ع

صبر کریں ہمارے بچنے کی کوئی صورت نہیں)

کافرین کے اعمال کی مثال

ارشاد ہے کہ اگر ان کافرین کا یہ گمان ہو کہ ہم نے دنیا میں بہت سے اچھے کام کئے، خیرات دی لوگوں کی ضرورت و مصیبت میں کام آئے لہٰذا آخرت میں یہ اعمال ہماری نجات کا ذریعہ بنیں گے تو خوب غور سے سن لو کہ یہ اعمال تمہارے قطعاً کام نہ آئیں گے کیونکہ بغیر ایمان کے کوئی بھی نیکی اللہ کے یہاں مقبول نہیں، پس تمہارے اعمال کی مثال اس راکھ جیسی ہے جس پر تیز آندھی آئے اور وہ راکھ کو اُڑا کر بے نشان کر دے۔ ایسے ہی آخرت میں تمہارے اعمال بھی بے نشان ہوں گے۔ تمہارے کسی کام نہ آئیں گے

اور اگر کافرین کا یہ گمان ہو کہ قیامت نہیں آئے گی تو اس کے متعلق ارشاد فرمایا کہ خدا کی ذات وہ ہے جس نے یہ عظیم الشان آسمان و زمین کو کامل قدرت و حکمت سے پیدا کیا تو اس کے لئے انسانوں کا دوبارہ پیدا کرنا کیا مشکل ہے اور اس کے لئے یہ بھی کچھ مشکل نہیں کہ وہ تمہاری جگہ کوئی دوسری مخلوق لے آئے جو تم سے زیادہ فرماں بردار ہو، بہرحال قیامت اپنے وقت مقررہ پر ضرور آئے گی اس دن تمام خلائق اللہ تعالیٰ کے سامنے جواب دہ ہوگی اے کافرین اس وقت تمہارے حق میں عذاب کا فیصلہ ہوگا تو تم اپنے پیشوا اور رہبروں سے کہوگے کہ دنیا میں ہم تمہارے کہنے کے مطابق چلے تم نے ہمیں امیدیں دلائی تھیں کہ اس راستہ پر چل کر تم کو کوئی مصیبت و عذاب نہیں آئے گا تو اب تم لوگ ہمیں اس عذاب سے بچاؤ، کم از کم اس عذاب و سزا میں کچھ کمی ہی کرا دو، پیشوا جواب دیں گے ہم تمکو کیا بچائیں، ہم خود نہیں بچ سکے، ہم بھی تمہاری طرح سخت عذاب میں گرفتار ہیں اور اس سے چھٹکارہ کی کوئی شکل نہیں۔

وَقَالَ الشَّيْطٰنُ لَمَّا قُضِيَ الْاَمْرُ اِنَّ اللّٰهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ

اور جب تمام مقدمات فیصل ہو چکیں گے تو شیطان جواب میں کہے گا کہ اللہ تعالیٰ نے تم سے سچے وعدے کئے تھے اور میں

وَوَعَدْتُّكُمْ فَاَخْلَفْتُكُمْ ؕ وَمَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّآ اَنْ دَعَوْتُكُمْ

نے بھی کچھ وعدے کئے تھے سو میں نے وہ وعدے تم سے خلاف کئے تھے اور میرا تم پر اور تو کچھ زور چلتا نہ تھا بجز اس کے کہ

فَاسْتَجَبْتُمْ لِيْ ۚ فَلَا تَلُوْمُوْنِيْ وَلُوْمُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ؕ مَآ اَنَا بِمُصْرِخِكُمْ وَمَآ اَنْتُمْ

میں نے تمکو بلایا تھا سو تم نے میرا کہنا مان لیا تو تم مجھ پر ملامت مت کرو اور ملامت اپنے آپ کو کرو نہ میں تمہارا مددگار ہوں

بِمُصْرِخِيَّ ؕ اِنِّيْ كَفَرْتُ بِمَآ اَشْرَكْتُمُوْنِ مِنْ قَبْلُ ؕ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ عَذَابٌ

نہ تم میرے مددگار ہو میں خود تمہارے اس فعل سے بیزار ہوں کہ تم اس کے قبل مجھ کو شریک قرار دیتے تھے یقیناً

اَلِيْمٌ ﴿۲۲﴾ وَاُدْخِلَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا

ظالموں کیلئے دردناک عذاب مقرر ہے اور جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک کام کئے وہ ایسے باغوں میں داخل کئے

الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ ؕ تَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلٰمٌ ﴿۲۳﴾

جاویں گے جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی وہ ان میں اپنے پروردگار کے حکم سے ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے وہاں ان کو سلام اس لفظ سے کیا جائیگا السلام علیکم۔

تفسیر اس سے پہلی آیات میں کفر کے پیشواؤں کا ذکر تھا، اس آیت میں کفر و شرک کے سب سے بڑے پیشوا شیطان کا ذکر ہے، جب حساب وکتاب سے فراغت ہو جائے گی اور جنتیوں کو جنت میں اور جہنمیوں کو جہنم میں جانے کا حکم ہو جائیگا اس وقت کافرین دوزخ میں جا کر یا داخل ہوتے وقت شیطان کو الزام دیں گے کہ مردود تو نے دنیا میں ہماری راہ ماری اور اس عذاب میں مبتلا کیا اب اس سے بچاؤ کا ہمارے لئے کچھ انتظام کر، شیطان ان کو جواب دے گا کہ کمبخت بیوقوفو! پیغمبروں کے ذریعہ اللہ نے تم سے سچے وعدے کئے تھے کہ پیغمبروں کے بتلائے ہوئے راستہ پر چلو گے تو جنت میں راحت و آرام کی زندگی بسر کرو گے اور ان کی خلاف ورزی کرو گے تو دوزخ کے شدید عذاب میں مبتلا کئے جاؤ گے، اور میں نے تم سے جھوٹے وعدے کئے تھے جنکا جھوٹا ہونا دنیا میں ذرا غور وفکر سے واضح ہو سکتا تھا اور آج آخرت میں تمہارے سامنے ہے میرے پاس کوئی ایسی طاقت نہیں تھی کہ زبردستی تم کو جھوٹی بات ماننے پر مجبور کر دیتا بس میں نے خدا کی نافرمانی کی طرف تم کو دعوت دی اور تم نے اسے قبول کر لیا۔ بس آج تم مجھ کو کسی قسم کی

ملامت نہ کرو کیونکہ اس میں اصل قصور تمہارا ہے کہ تم نے میری بات مانی کیوں اور مجھ سے کسی قسم کی مدد کی توقع رکھنا بھی بے سود ہے کیونکہ اس وقت میں خود مدد کا محتاج ہوں مگر مانگوں تو کس سے مانگوں بس اب تم اپنے کیے کی سزا بھگتو اور میں اپنے کیے کی بھگتوں گا۔

تنبیہ کافرین کے یہ حالات بیان کرکے دو باتوں پر تنبیہ کرنا مقصود ہے، اوّل یہ کہ کافرین کا یہ گمان قطعاً بے بنیاد ہے کہ ان کے پیشوا اور معبودان باطل ان کو عذاب خداوندی سے بچا سکیں گے، دوئم یہ کہ جو لوگ آج شیاطین جن وانس کی پیروی اختیار کئے ہوئے ہیں ان کو آخرت کے اس منظر سے عبرت حاصل کرنا چاہئے اور ان کی پیروی ترک کرکے اللہ ورسول کی پیروی اختیار کرلینی چاہئے اسی میں سمجھداری اور فائدہ ہے۔

کافرین کی بدحالی بیان کرنے کے بعد مؤمنین کی فتح یابی کا ذکر فرمایا کہ جو لوگ اللہ ورسول پر ایمان لائے ان کی مکمل پیروی کی نیک اعمال کئے ان کو (جنت میں) ایسے باغوں میں داخل کیا جائیگا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی اور یہ لوگ اپنے رب کے حکم سے اس میں ہمیشہ رہیں گے اور فرشتے ان کو السلام علیکم کہیں گے اور جنتی آپس میں بھی ایک دوسرے کو سلام کریں گے یعنی آخرت کی سلامتی نصیب ہوجانے پر مبارکباد پیش کریں گے

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا

کیا آپ کو معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کیسی مثال بیان فرمائی ہے کلمہ طیبہ کی کہ وہ مشابہ ہے ایک پاکیزہ درخت کے

ثَابِتٌ وَّ فَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ ﴿۲۴﴾ تُؤْتِيْٓ اُكُلَهَا كُلَّ حِيْنٍ بِاِذْنِ رَبِّهَا ؕ وَيَضْرِبُ

جس کی جڑ خوب گڑی ہوئی ہو اور اس کی شاخیں اونچائی میں جارہی ہوں وہ خدا کے حکم سے ہر فصل میں اپنا پھل دیتا ہے

اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۵﴾ وَمَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيْثَةٍ

اور اللہ تعالیٰ مثالیں لوگوں کے واسطے اس لئے بیان فرماتے ہیں تاکہ وہ خوب سمجھ لیں اور گندہ کلمہ کی مثال ایسی ہے جیسے ایک

كَشَجَرَةٍ خَبِيْثَةِ ۨ اجْتُثَّتْ مِنْ فَوْقِ الْاَرْضِ مَا لَهَا مِنْ قَرَارٍ ﴿۲۶﴾

خراب درخت ہو کہ زمین کے اوپر ہی اوپر سے اکھاڑ لیا جاوے اس کو کچھ ثبات نہ ہو۔

يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۚ

اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو اس پکی بات سے دنیا اور آخرت میں مضبوط رکھتا ہے

وَيُضِلُّ اللّٰهُ الظّٰلِمِيْنَ ۙ وَيَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ ﴿۲۷﴾

اور ظالموں کو بھلا دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے

مؤمنین و کافرین اور انکے اعمال کی مثال

ان آیات میں پہلے مؤمنین اور ان کے اعمال کی مثال دی ہے اور اس کے بعد کافرین و منافقین کے اعمال کی مثال دی ہے، مومن اور اس کے اعمال کی مثال ایک ایسے درخت سے دی گئی ہے جس کا تنہ مضبوط اور بلند ہو اور اس کی جڑیں زمین میں خوب گہرائی تک پہونچی ہوئی ہوں کہ ہوا کے جھونکے بھی نہ اس کو گرا سکیں اور اس کی شاخیں بلندی پر آسمان کی طرف ہوں اور اس کا پھل ہر وقت اور ہر حال میں کھایا جاتا ہو، مفسرینؒ نے فرمایا کہ یہ کھجور کا درخت ہے چنانچہ اس درخت کی جڑیں بہت گہری ہوتی ہیں اور اس کی شاخیں اونچائی پر ہوتی ہیں اور اس کا پھل بھی ہر حال میں کھایا جاتا ہے چنانچہ جس وقت سے درخت پر اس کا پھل ظاہر ہوتا ہے اسی وقت سے اس کو مختلف طریقوں سے (چٹنی اچار وغیرہ) سے کھایا جانا شروع ہوجاتا ہے اور پک جانے کے بعد اس کا پھل پورے سال آسانی سے باقی رہتا ہے، خراب نہیں ہوتا ہے جو ہر وقت اور ہر موسم میں کام آتا ہے اس درخت کی دوسری چیزیں بھی کام میں آتی ہیں

ترمذی شریف میں حضرت انس رضؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا شَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ (جس کا ذکر قرآن میں ہے) کھجور کا درخت ہے اور شَجَرَةٍ خَبِيْثَةٍ حنظل کا درخت ہے حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ ایک دن ہم حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھے کوئی صاحب آپ کے پاس کھجور کے درخت کا گودا لائے، اس وقت آپ نے صحابۂ کرام سے سوال کیا کہ بتلاؤ وہ کون سا درخت ہے جو مومن کے مشابہ ہے جس کے پتے نہ گرمی میں جھڑتے ہیں نہ سردی میں اور وہ اپنا پھل ہر موسم میں لاتا ہے، حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میرے دل میں آیا کہ کہدوں وہ کھجور کا درخت ہے مگر اس مجلس میں حضرت ابوبکر و عمرؓ جیسے جلیل القدر صحابۂ کرام موجود تھے اور خاموش تھے بس میں بھی خاموش رہا، حضور علیہ السلام نے فرمایا وہ کھجور کا درخت ہے۔

مومن کی مثال اس درخت سے دینے کی ایک وجہ یہ ہے کہ کلمۂ طیبہ میں ایمان اس کی جڑ ہے جو بہت مضبوط ہے دنیا کے حوادث اس کو ہلا نہیں سکتے، مومنین کاملین صحابہ و تابعین بلکہ ہر زمانے کے پکے مسلمانوں کی ایسی مثالیں کچھ کم نہیں کہ ایمان کے مقابلہ میں نہ جان کی پرواکی نہ مال کی اور نہ کسی دوسری چیز کی، دوسری وجہ ان کی طہارت و نظافت ہے کہ دنیا کی گندگیوں سے متأثر نہیں ہوتے جیسے بڑے اونچے درخت پر سطح زمین کی گندگی کا اثر نہیں ہوتا، تیسری وجہ یہ ہے کہ جس طرح کھجور کے درخت کی

شاخیں آسمان کی طرف بلند ہوتی ہیں اسی طرح مومن کے ایمان کے ثمرات یعنی اعمال بھی آسمان کی طرف اٹھائے جاتے ہیں چنانچہ مومن کے اعمال ذکر و تسبیح وغیرہ صبح وشام اللہ کے پاس پہونچتے رہتے ہیں، چوتھی وجہ یہ ہے کہ جس طرح کھجور کا پھل ہر وقت ہر حال اور ہر موسم میں کھایا جاتا ہے اسی طرح مومن کے اعمال صالحہ بھی ہر وقت ہر حال میں صبح وشام جاری ہیں جس طرح کھجور کے درخت کی ہر چیز کار آمد ہے اسی طرح مومن کا ہر قول و فعل پوری دنیا کے لئے نافع و مفید ہے بشرطیکہ وہ مومن کامل اور تعلیمات خدا و رسول کا مکمل پابند ہو

کافرین و منافقین کی مثال ایک ایسے درخت سے دی گئی ہے جس کی جڑیں زمین میں زیادہ گہری نہیں ہوتیں، ہوا کے ایک جھونکے سے اکھڑ جاتا ہے مفسرینؒ نے فرمایا اس سے مراد حنظل کا درخت ہے اس درخت سے کافرین کی مثال اس لئے دی گئی کہ ان کے عقائد کی بھی کوئی جڑ اور بنیاد نہیں ہوتی ذرا دیر میں متزلزل ہو جاتے ہیں، دوسرے دنیا کی گندگی سے متأثر ہوتے ہیں تیسرے ان کے درخت کے پھل پھول یعنی اعمال عند اللہ کار آمد نہیں۔

کافرین و مومنین کے اعمال کی مثال دینے کے بعد فرمایا گیا کہ اللہ توحید و ایمان (لا الٰہ الا اللہ) کی برکت سے مومنین کو دنیا و آخرت میں مضبوط و ثابت قدم رکھتے ہیں دنیا میں کیسے ہی حوادثات آئیں مگر یہ ایمان پر ثابت قدم رہتے ہیں، قبر میں منکرین کے گھبرا دینے اور ہوش اڑا دینے والے سوال و جواب کے وقت بھی باشعور رہتے ہوئے صحیح جواب دیتے ہیں اور اس کے برخلاف کفار و مشرکین کو کلمۂ کفر کی وجہ سے دونوں جہان میں بھلا دیتے ہیں اور آخر تک بھٹکتے رہیں گے کبھی حقیقی کامیابی کا راستہ ہاتھ نہ آئیگا اور اللہ تعالیٰ اپنی حکمت و مصلحت کے مطابق جس کے ساتھ جو معاملہ چاہتے ہیں کرتے ہیں۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ كُفْرًا وَّاَحَلُّوْا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ ﴿۲۸﴾ جَهَنَّمَ

کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنھوں نے بجائے نعمت الٰہی کے کفر کیا اور جنھوں نے اپنی قوم کو ہلاکت کے گھر

يَصْلَوْنَهَا ؕ وَبِئْسَ الْقَرَارُ ﴿۲۹﴾ وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا لِّيُضِلُّوْا عَنْ سَبِيْلِهٖ ؕ قُلْ

یعنی جہنم میں پہونچایا وہ اس میں داخل ہوں گے اور وہ رہنے کی بری جگہ ہے اور ان لوگوں نے اللہ کے ساجھی قرار

تَمَتَّعُوْا فَاِنَّ مَصِيْرَكُمْ اِلَى النَّارِ ﴿۳۰﴾

دیئے تاکہ اس کے دین سے گمراہ کریں آپ کہدیجئے کہ چندے عیش کرلو کیونکہ آخر انجام تمھارا دوزخ میں جانا ہے۔

ناشکری کی سزا:- رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا جارہا ہے کہ کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا یعنی کفار و مشرکین کے سردار خصوصاً رؤسائے قریش جن کو خدا تعالیٰ

نے ہر قسم کا دنیوی راحت و آرام، عزت و سکون بخشا، بیت اللہ شریف کا مجاور بنایا، عرب کی سرداری عطا فرمائی اور ان کی ہدایت کے لئے پیغمبر علیہ السلام اور قرآن مقدس نازل فرمایا، مگر انھوں نے خدا کے انعامات واحسانات کا بدلہ یہ دیا کہ اس کی ناشکری و نافرمانی پر کمربستہ ہوگئے اس کی ذات کے ساتھ دوسری چیزوں کو عبادت میں شریک بنالیا اس کے قرآن کو جھٹلایا اس کے پیغمبر کے ساتھ گستاخی وسرکشی کی، غرضیکہ خدا ورسول کی مکمل بغاوت کی اور اس بغاوت میں عام لوگوں کو اپنے ساتھ کرلیا، اور انجام کار اپنے ساتھ ان کو بھی گمراہ کرکے تباہی کے غار میں دھکیل دیا۔

اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ ان لوگوں سے فرما دیجئے کہ کچھ دن دنیا کے مزے اڑالو آخر کار تم کو دوزخ کے انگاروں میں جلنا اور مستقل وہیں رہنا ہے۔

قُلْ لِّعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا

جو میرے خالص ایمان والے بندے ہیں ان سے کہدیجئے کہ وہ نماز کی پابندی رکھیں اور ہم نے جو کچھ ان کو دیا ہے

وَّعَلَانِيَةً مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خِلٰلٌ ﴿۳۱﴾ اَللّٰهُ الَّذِيْ

اس میں سے خرچ کیا کریں، ایسے دن کے آنے سے پہلے پہلے جس میں نہ خرید و فروخت ہوگی اور نہ دوستی ہوگی۔ اللہ

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا

ایسا ہے جس نے آسمانوں کو اور زمین کو پیدا کیا اور آسمان سے پانی برسایا پھر اس پانی سے پھلوں کی قسم

لَّكُمْ ۚ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْفُلْكَ لِتَجْرِيَ فِي الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ ۚ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْاَنْهٰرَ ﴿۳۲﴾

سے تمہارے لئے رزق پیدا کیا اور تمہارے نفع کے واسطے کشتی کو مسخر بنایا کہ وہ خدا کے حکم سے دریا میں

وَسَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَآئِبَيْنِ ۚ وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ﴿۳۳﴾ وَاٰتٰىكُمْ

چلے اور تمہارے نفع کے واسطے نہروں کو مسخر بنایا اور تمہارے نفع کے واسطے سورج اور چاند کو مسخر بنایا جو ہمیشہ

مِّنْ كُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ ۭ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ۭ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ

ہمیشہ چلنے ہی میں رہتے ہیں، اور تمہارے نفع کے واسطے رات اور دن کو مسخر بنایا اور جو چیز تم نے مانگی تم کو ہر چیز دی اور

كَفَّارٌ ﴿۳۴﴾ ع

اللہ تعالیٰ کی نعمتیں اگر شمار کرنے لگو تو شمار میں نہیں لاسکتے سچ یہ ہے کہ آدمی بہت ہی بے انصاف بڑا ہی ناشکرا ہے

ع ۱۷ ۵

تفسیر:- کافرین کی ناشکری اور اس کی سزا کے بعد اب مؤمنین کو شکرگذاری کی تعلیم دی جارہی ہے کہ انعام الہٰی کا شکر اس طرح ادا کرو کہ نماز پابندی سے ادا کرو اور ہم نے جو مال تم کو دیا ہے اس میں سے شرعی قاعدہ کے مطابق پوشیدہ اور ظاہرہ طور پر جیسا بھی موقع ہو خرچ کرو اور یہ نماز اور مال فی سبیل اللہ خرچ کرنا اس دن (قیامت) میں کام آئیگا جبکہ کسی قسم کی خرید و فروخت نہیں کر سکو گے کہ نیکیاں خرید کر اپنی نجات کرالو اور نہ ہی اس دن کوئی عزیز دوست کام آئیگا کہ بلا ایمان و عمل صالح کے تمھاری نجات کرادے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی اہم اور عظیم نعمتوں کا ذکر ہے تاکہ مومنین و کافرین ان میں غور و فکر کر کے اس نتیجہ پر پہونچیں کہ ہم پر حقیقی انعام خدائے تعالیٰ کا ہے ہمیں اسی کا شکرگذار اور مطیع و فرمانبردار رہنا چاہیئے اور صرف اسی کی بندگی کرنا چاہیئے، ارشاد ہے کہ خدائے تعالیٰ کی ذات وہ ہے جس نے آسمان و زمین کو پیدا فرمایا اور پھر آسمان سے پانی برسایا، حق تعالیٰ نے اپنے کمال قدرت و حکمت سے پانی میں ایک قوت رکھی ہے جو درختوں اور کھیتوں کی پیداوار کا سبب بنتی ہے اسی کے ذریعہ ہمیں پھل اور اناج وغیرہ کھانے کو ملتا ہے اور اسی نے تمھارے لئے کشتی و جہاز کو اپنی قدرت سے مسخر بنادیا ہے کہ وہ دریا میں چلے اور تم اس سے بے شمار فوائد و منافع حاصل کرو اسی طرح نہروں اور دریاؤں کو بھی تمھارا خدمت گار بنادیا ہے اور ان کا رخ موڑ کر جہاں چاہے لے جاؤ اور ان سے جو جی چاہے فائدہ حاصل کرو اور اس نے چاند و سورج کو تمھارے فائدہ کے لئے پیدا فرمایا جو ایک مقررہ نظام اور ضابطہ کے مطابق برابر چلتے رہتے ہیں، اور اسی طرح تمھاری سہولت کے لئے رات دن کو بنایا تاکہ رات کے سکون میں آرام سے سوسکو، اور دن کے اجالے میں اپنی روزی تلاش کرسکو۔ یہ مذکورہ چیزیں اور انکے علاوہ بے شمار اشیاء اللہ پاک نے تمکو بلا طلب عطا فرمائی ہے اور کچھ وہ چیزیں جو تم مانگتے ہو جن میں کچھ حق تعالیٰ اپنی مصلحت سے عطا فرادیتا ہے جو تمھارے لئے مناسب ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں بندوں پر اس قدر بے شمار ہیں کہ اگر وہ ان کو شمار بھی کرنا چاہے تو نہیں کرسکتا پس انسان کو چاہیئے کہ جس قدر بے شمار اللہ کی نعمتیں اس پر ہیں اسی قدر بے شمار اللہ کی شکرگذاری اور اطاعت و فرماں برداری کرے، مگر یہ بڑا ہی بے انصاف اور ناشکرا ہے کہ ذراسی مصیبت آجائے تو ہائے ہائے کر کے خدا کی تمام نعمتوں کو بھول جاتا ہے اور جب نعمتوں میں مست ہوتا ہے تو خدا کی ذات کو بھول جاتا ہے اسکا شکر بھی ادا نہیں کرتا

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا وَّاجْنُبْنِيْ وَبَنِيَّ اَنْ نَّعْبُدَ

اور جب کہ ابراہیمؑ نے کہا اے میرے رب اس شہر کو امن والا بنادیجئے اور مجھ کو اور میرے خاص فرزندوں کو

الْاَصْنَامَ ۝۳۵ رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ ۚ فَمَنْ تَبِعَنِيْ فَاِنَّهٗ

بتوں کی عبادت سے بچائے رکھیئے، اے میرے پروردگار ان بتوں نے بہتیرے آدمیوں کو گمراہ کردیا پھر جو شخص

مِنِّیْ ۚ وَمَنْ عَصَانِیْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝۳۶

میری راہ پر چلے گا وہ تو میرا ہے ہی اور جو شخص میرا کہنا نہ مانے سو آپ تو کثیر المغفرت، کثیر الرحمت ہیں۔

حضرت ابراہیمؑ کی دُعاء

رؤساء قریش جن کی ناشکری اور کفر و شرک کا پچھلی آیات میں ذکر ہوا ان کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قصہ یاد دلا کر متنبہ کرتے ہیں کہ تم جن کی اولاد ہونے کی وجہ سے بیت اللہ شریف کے مجاور بنے بیٹھے ہو انھوں نے اللہ کے اس گھر کی بنیاد خالص توحید پر رکھی تھی انکی کی دعاء سے خدائے تعالیٰ نے اس شہر مکہ کو آباد کیا اور پتھریلے ریگستانی علاقے میں ظاہری و باطنی نعمتوں کے ڈھیر لگا دیئے وہ دنیا سے یہی دعا اور وصیتیں کرتے ہوئے رخصت ہوئے کہ میری اولاد شرک نہ کرے، اب تم کو سوچنا اور شرمانا چاہئے کہ کہاں تک تم نے ان کی وصیتوں پر عمل کیا ہے اور خدا کا کتنا شکر ادا کیا ہے۔

ان آیات میں ارشاد ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے اپنے پروردگار سے دعاء کی کہ اس شہر مکہ کو امن والا بنا دیجئے یعنی یہاں جو آئے یا رہے وہ امن و سکون سے رہے، اللہ نے آپ کی یہ دعا قبول فرمائی، یہ دعاء حضرت ابراہیمؑ نے اس وقت فرمائی جب کہ اپنے لخت جگر اسمٰعیلؑ اور شریک حیات حضرت ہاجرہ کو اللہ کے حکم سے مکے کے میدان میں لا کر مقیم کیا، دوسری دعاء آپنے یہ فرمائی کہ مجھ کو اور میری اولاد کو ہمیشہ بت پرستی سے دور رکھ، یہاں اولاد سے اگر صلبی اولاد مراد لی جائے تو کہا جائیگا کہ یہ دعاء بھی پورے طور پر اللہ نے قبول فرمائی کیونکہ آپ کی صلبی اولاد میں سے کوئی بھی شرک کے قریب نہیں گیا۔ اور اگر عام اولا یعنی نسل در نسل اولاد مراد ہو تو کہا جائیگا کہ بعض کے حق میں آپ کی دعا قبول ہوئی اور بعض کے حق میں نہیں۔

ایک سوال کا جواب

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے یہ کیوں فرمایا کہ مجھکو شرک سے بچائے رکھنا جبکہ انبیاء معصوم ہوتے ہیں ان سے شرک و بت پرستی تو کیا کوئی گناہ بھی سرزد نہیں ہوتا؟ اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ طبعی خوف کے اثر سے انبیاء بھی اپنے آپ کو خطرہ میں محسوس کرتے رہتے ہیں اس لئے اپنے لئے بھی دعاء فرمائی، دوسرے ان کو معصوم رکھنا اللہ کی حفاظت سے ہوتا ہے اس لئے انبیاء ہمیشہ اللہ سے التجا کرتے ہیں کہ تو ہی ہماری عصمت و پاکدامنی کو محفوظ رکھنے والا ہے، تیسرے یہ کہ اصل مقصد تو اولاد ہی کو شرک سے بچانے کی دعا کرنا تھا، مگر اولاد کو اس کی اہمیت سمجھانے کے لئے اپنے آپ کو بھی اس دعاء میں شامل فرما لیا۔

اس کے بعد حضرت ابراہیمؑ نے اپنی اس دعاء کی وجہ بتلائی کہ بت پرستی سے ہم اس لئے پناہ مانگتے کہ ان بتوں نے بہت سے لوگوں کو گمراہی میں ڈال دیا ہے، یہ اس لئے فرمایا کہ آپؑ اپنے والد اور قوم کا تجربہ کر چکے تھے کہ بت پرستی نے ان کو ہر نیکی و بھلائی سے محروم کر دیا تھا۔

حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا جس نے خالص توحید کا راستہ اختیار کیا، اور میری بات مانی تھی یعنی ایمان و عمل صالح اختیار کیا تو وہ میری جماعت میں شامل ہے اس کا تعلق مجھ سے نہیں ٹوٹے گا، یہاں تک کہ وہ جنت میں داخل ہوجائیگا۔ اور جس نے میری بات نہ مانی کفر و شرک کا راستہ اختیار کئے رہا تو آپ اپنی بخشش و مہربانی سے اس کو توبہ کی توفیق دے سکتے ہیں اور وہ ایمان لاکر اپنے کو نجات و رحمت کا مستحق بنا سکتا ہے۔

رَبَّنَآ اِنِّيْٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ ۙ

اے ہمارے رب میں اپنی اولاد کو آپ کے معظم گھر کے قریب ایک میدان میں جو زراعت کے قابل نہیں آباد کرتا ہوں اے

رَبَّنَا لِيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ فَاجْعَلْ اَفْـِٕدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِيْٓ اِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُمْ

ہمارے رب تاکہ وہ لوگ نماز کا اہتمام رکھیں تو آپ کچھ لوگوں کے قلوب ان کی طرف مائل کر دیجئے اور ان کو پھل کھانے

مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُوْنَ ۝۳۷ رَبَّنَآ اِنَّكَ تَعْلَمُ مَا نُخْفِيْ وَمَا نُعْلِنُ ۭ وَمَا يَخْفٰى

دیجئے تاکہ یہ لوگ شکر ادا کریں اے ہمارے رب آپ کو تو سب کچھ معلوم ہے جو ہم اپنے دل میں رکھیں اور جو ظاہر

عَلَي اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاۗءِ ۝۳۸ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ

کریں اور اللہ تعالیٰ سے کوئی چیز مخفی نہیں نہ زمین میں اور نہ آسمان میں، تمامی حمد خدا کے لئے ہے جس نے مجھ

وَهَبَ لِيْ عَلَي الْكِبَرِ اِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ ۭ اِنَّ رَبِّيْ لَسَمِيْعُ الدُّعَاۗءِ ۝۳۹ رَبِّ اجْعَلْنِيْ

کو بڑھاپے میں اسمٰعیلؑ اور اسحٰقؑ عطا فرمائے حقیقت میں میرا رب دعا کا بڑا سننے والا ہے، اے میرے رب

مُقِيْمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ ڰ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَاۗءِ ۝۴۰ رَبَّنَا اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ

مجھ کو بھی نماز کا اہتمام رکھنے والا رکھئے اور میری اولاد میں بھی بعضوں کو اے ہمارے رب، اور میری دعا قبول کیجئے اے

وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ ۝۴۱ ع　رکوع ۶

ہمارے رب میری مغفرت کر دیجئے اور میرے ماں باپ کی بھی اور کل مومنین کی بھی حساب قائم ہونے کے دن۔

تفسیر

اے میرے پروردگار میں نے آپ کے حکم سے اپنی کچھ ذریت یعنی اہل و عیال کو (اس سے مراد حضرت ہاجرہ اور ان کا دودھ پیتا بچہ حضرت اسمٰعیل ہیں) ایک ایسے چٹیل میدان میں ٹھہرا دیا ہے جہاں کھیتی وغیرہ کچھ نہیں ہوتی اور نہ ہی پانی و آبادی وغیرہ کا کوئی نام و نشان ہے اور یہ چٹیل میدان آپ کے مقدس گھر بیت اللہ شریف کے قریب ہے، میں نے اپنی ایک اولاد کو یہاں اس لئے بسایا ہے

تاکہ وہ اور اس کی نسل آپ کا اور آپ کے گھر کا حق ادا کریں، نماز قائم کریں، آپ اپنے فضل سے کچھ لوگوں کے دل ادھر متوجہ کر دیجئے کہ وہ یہاں آئیں جس سے تیری عبادت ہو اور تیرے گھر والے شہر کی رونق بڑھے اور ان کی روزی اور دل جمعی کے لئے غیب سے ایسا سامان فرما دیجئے کہ ضروریات زندگی بسہولت ان کو میسر آسکیں عمدہ میوے اور پھلوں کی فراغتی ہو جائے تاکہ یہ لوگ اطمینان وسکون سے تیری عبادت کر سکیں اور شکر گذاری میں لگے رہیں. حق تعالیٰ نے یہ تمام دعائیں قبول فرمائیں، آج تک ہر سال لاکھوں آدمی دنیا کے چاروں کونوں سے وہاں پہونچتے ہیں اور اس شہر مکہ میں اعلیٰ قسم کے پھل اتنی کثرت سے ملتے ہیں جو شاید دنیا کے کسی حصہ میں نہ ہوں، حالانکہ مکہ مکرمہ میں شاید ایک بھی درخت پھل دار موجود نہ ہو، حضرت ابراہیمؑ نے کچھ لوگوں کے دل ادھر متوجہ کرنے کی دعا کی نہیں تو پورا جہاں ٹوٹ پڑتا اگر تمام لوگوں کی دعا فرماتے۔

حضرت ابراہیمؑ نے اس کے بعد بارگاہ خداوندی میں عرض کیا کہ اے میرے پروردگار یہ دعائیں محض اپنی بندگی اور ضرورت وحاجت کو ظاہر کرنے کے لئے ہیں اس لئے نہیں کہ نعوذباللہ ہماری ان ضروریات کا آپ کو علم نہیں بلاشبہ آپ کو سب کچھ معلوم ہے جو ہم اپنے دل میں رکھتے اور جو ظاہر کرتے ہیں اور آپ سے زمین وآسمان کی کوئی بھی چیز چھپی ہوئی نہیں۔

دعا کے آداب میں سے ہے کہ حق تعالیٰ کی حمد وثنا کی جائے اس سے دعا جلد قبول ہوتی ہے، چنانچہ حضرت ابراہیمؑ نے حق تعالیٰ کی حمد وثنا اس طرح کی کہ تمام تعریفیں اس خدائے بالا وبرتر اور قادر مطلق کے لئے ہیں جس نے ناامیدی کی حالت بڑھاپے میں میری دعا قبول فرما کر مجھے اولاد عطا فرمائی۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کی عمر ننانوے سال کی تھی اس وقت حضرت اسمٰعیل (حضرت ہاجرہ سے) پیدا ہوئے اور ایک سو بارہ سال کی عمر میں حضرت اسحٰق (حضرت سارہ سے) پیدا ہوئے، اس حمد وثنا کے بعد پھر دعا میں مشغول ہو گئے، عرض کیا اے میرے رب مجھکو بھی نماز کا اہتمام رکھنے والا بنا دیجئے اور میری اولاد کو بھی نماز کا پابند رکھئے تمام اولاد کیلئے یہ دعا اس لئے نہیں فرمائی کہ آپ کو بذریعۂ وحی معلوم ہو گیا تھا کہ کچھ اولاد کفر وشرک میں مبتلا ہو جائے گی

مفسر قرآن علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے مِنۡ ذُرِّيَّتِیۡ کی یہ تفسیر فرمائی کہ میری اولاد میں ایسے لوگ ہوتے رہیں جو نمازوں کو صحیح طور پر قائم رکھیں۔

حضرت ابراہیمؑ نے آخر میں ایک جامع دعا فرمائی کہ اے میرے پروردگار میری اور میرے والدین کی اور تمام مؤمنین کی مغفرت فرما، اس دن جب کہ محشر میں تمام زندگی کا حساب لیا جائیگا، یہاں آپ نے والدین کے لئے بھی دعا فرمائی جبکہ کافرین کے لئے مغفرت کی دعا مانگنے کی ممانعت ہے اور آپ کے والد آذر کا کافر ہونا قرآن میں مذکور ہے۔ ہو سکتا ہے یہ دعا آپ نے اس وقت فرمائی ہو جب کہ کافروں کے لئے دعا مغفرت کی ممانعت نہیں فرمائی گئی تھی۔ واللہ اعلم۔

وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ ۥ اِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ

اور جو کچھ یہ ظالم لوگ کر رہے ہیں اس سے خدائے تعالیٰ کو بے خبر مت سمجھو ان کو صرف اس روز تک مہلت دے

فِيْهِ الْاَبْصَارُ ﴿۴۲﴾ مُهْطِعِيْنَ مُقْنِعِيْ رُءُوْسِهِمْ لَا يَرْتَدُّ اِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ ۚ وَ

رکھی ہے جس میں ان لوگوں کی نگاہیں پھٹی رہ جاویں گی دوڑتے ہونگے اپنے سر اوپر اٹھا رکھے ہونگے ان کی نظر ان کی طرف

اَفْئِدَتُهُمْ هَوَآءٌ ﴿۴۳﴾ وَاَنْذِرِ النَّاسَ يَوْمَ يَاْتِيْهِمُ الْعَذَابُ فَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا

ہٹ کر نہ آوے گی اور ان کے دل بالکل بدحواس ہونگے، اور آپ ان لوگوں کو اس دن سے ڈرائیے جس دن ان پر عذاب آپڑے گا

رَبَّنَآ اَخِّرْنَآ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۙ نُّجِبْ دَعْوَتَكَ وَنَتَّبِعِ الرُّسُلَ ۗ اَوَلَمْ تَكُوْنُوْٓا

پھر یہ ظالم لوگ کہیں گے کہ اے ہمارے رب ایک مدت قلیل تک ہم کو مہلت دیجئے ہم آپ کا سب کہنا مان لیں گے اور پیغمبروں کا

اَقْسَمْتُمْ مِّنْ قَبْلُ مَا لَكُمْ مِّنْ زَوَالٍ ﴿۴۴﴾ وَّسَكَنْتُمْ فِيْ مَسٰكِنِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا

اتباع کرینگے کیا تم نے اس کے قبل قسمیں نہ کھائی تھیں کہ تم کو کہیں جانا ہی نہیں ہے حالانکہ تم ان لوگوں کے رہنے کی جگہوں میں رہتے تھے

اَنْفُسَهُمْ وَتَبَيَّنَ لَكُمْ كَيْفَ فَعَلْنَا بِهِمْ وَضَرَبْنَا لَكُمُ الْاَمْثَالَ ﴿۴۵﴾ وَقَدْ مَكَرُوْا

جنہوں نے اپنی ذات کا نقصان کیا تھا اور تمکو یہ بھی معلوم ہو گیا تھا کہ ہم نے ان کے ساتھ کیونکر معاملہ کیا تھا اور ہم نے تم سے مثالیں بیان

مَكْرَهُمْ وَعِنْدَ اللّٰهِ مَكْرُهُمْ ۭ وَاِنْ كَانَ مَكْرُهُمْ لِتَزُوْلَ مِنْهُ الْجِبَالُ ﴿۴۶﴾

کیں اور ان لوگوں نے اپنی سی بہت ہی بڑی بڑی تدبیریں کی تھیں اور انکی تدبیریں اللہ کے سامنے تھیں اور واقعی انکی تدبیریں ایسی تھیں کہ ان سے پہاڑ بھی ٹل جاویں۔

تفسیر:- پچھلی آیات میں کافرین ومشرکین اور منافقین کے متعلق فرمایا گیا تھا کہ یہ بڑے ہی ناشکرے اور ظالم ہیں اب ان آیات میں ان کو باخبر کیا گیا ہے کہ اگر ظالموں کو سزا ملنے میں کچھ دیر ہو تو یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ خدا ان کے ظلم وستم اور حرکات سے بے خبر ہے یاد رکھو ان کا کوئی چھوٹا بڑا کام اللہ سے پوشیدہ نہیں، البتہ اللہ کی یہ عادت نہیں کہ وہ ظالم کو فوراً پکڑ کر تباہ کر ڈالے بلکہ وہ بڑے سے بڑے ظالم کو مہلت دیتا ہے کہ یا تو اپنے ظلم وستم سے باز آجائے یا پھر خوب ظلم کر کے اس حد تک پہونچ جائے کہ قانونی حیثیت سے اس کے مستحق سزا ہونے میں کوئی شک وشبہ باقی نہ رہے بس ان کو اس دن (قیامت) تک کے لئے مہلت ہے جس دن کہ خوف ودہشت کی وجہ سے ان کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی اور حساب کے لئے بلانے والے کی آواز کی طرف سخت پریشانی کے عالم میں اوپر کو سر اٹھائے ٹکٹکی باندھے گھبرائے ہوئے

دوڑے چلے آئیں گے اور ان کے دل بدحواس اور عقل و سمجھ سے بالکل خالی ہوں گے، غرضیکہ ظالم (کافر، مشرک اور منافق) اس دن سخت مصیبت کا شکار ہوں گے۔

یہ حالات بیان کرنے کے بعد رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہے کہ آپ اپنی قوم کو اس دن کے عذاب سے ڈرایئے جس میں ظالم اور مجرم لوگ مجبور ہو کر پکاریں گے کہ اے ہمارے پروردگار ہمیں کچھ اور مہلت دیدیجئے یعنی پھر دنیا میں چند روز کے لئے بھیج دیجئے تاکہ ہم آپ کی دعوت قبول کریں اور آپ کے رسولوں کی اتباع کرکے اس عذاب سے نجات حاصل کریں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو جواب دیا جائیگا. کہ یہ بات تم اب کہہ رہے ہو کیا تم نے اس سے پہلے یہ قسمیں نہیں کھائی تھیں کہ ہماری دولت وشوکت کو زوال نہ ہوگا ہم ہمیشہ دنیا میں یوں ہی عیش و آرام میں رہیں گے اور دوبارہ زندگی اور عالم آخرت کا انکار کیا تھا۔

اس کے بعد مشرکین عرب کو مخاطب کرکے فرمایا گیا کہ پچھلی قوموں کے حالات تمہارے سامنے ہیں کہ جنہوں نے ہماری نافرمانی کی، کفر و شرک کیا تو ہم نے ان کو تباہ و برباد کر دیا اور آج ان کی بستیوں میں تم کو آباد کر رکھا ہے، بس تمہاری عبرت کے لئے ہم نے اس طرح کی بہت سی مثالیں اور قصے بیان کئے مگر تم ہوش میں نہ آئے اور کفر و گمراہی کے بھنور میں پھنسے رہے۔

ظالموں کے متعلق اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ ان لوگوں نے انبیاء علیہم السلام کے مقابلہ میں حق کو دبانے اور مٹانے کے لئے اور دین حق قبول کرنے والے مسلمانوں کو ستانے اور تکلیفیں پہونچانے کے لئے بڑی سے بڑی تدبیریں اور سازشیں اختیار کیں مگر حق تعالیٰ کی تدبیر و حفاظت کے سامنے سب ناکام رہیں بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ کہ ان کی مکاریں (تدبیریں) پہاڑوں کو ان کی جگہ سے ہٹا دیں. یہاں پہاڑوں سے مراد انبیاء علیہم السلام کی ذات اور شریعت حقہ ہے جو پہاڑوں سے زیادہ مضبوط و مستحکم ہوتی ہیں۔ وَاِنْ كَانَ مَكْرُهُمْ کی دوسری تفسیر یہ کی گئی ہے کہ ان کی سازشیں اتنی زبردست تھیں جو ایک مرتبہ پہاڑوں کو بھی اپنی جگہ سے ہٹا دیں مگر حق تعالیٰ کی قدرت کاملہ کے سامنے ان کی تمام سازشیں بیکار گئیں اور ان کی تمام ظاہرہ و پوشیدہ مکاریاں اور سازشیں اللہ کے یہاں محفوظ ہیں، ان کا بدلہ دینے والا وہی ہے۔

فَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ مُخْلِفَ وَعْدِهٖ رُسُلَهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ؕ ﴿۴۷﴾ يَوْمَ

پس اللہ تعالیٰ کو اپنے رسولوں سے وعدہ خلافی کرنے والا نہ سمجھنا بیشک اللہ تعالیٰ بڑا زبردست پورا بدلہ لینے والا ہے جس

تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَيْرَ الْاَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ﴿۴۸﴾

روز دوسری زمین بدل دی جائے گی اس زمین کے علاوہ اور آسمان بھی اور سب کے سب ایک زبردست اللہ کے روبرو پیش

وَتَرَى الْمُجْرِمِينَ يَوْمَئِذٍ مُّقَرَّنِينَ فِي الْأَصْفَادِ ﴿۴۹﴾ سَرَابِيلُهُم مِّن قَطِرَانٍ

ہوں گے اور تو مجرموں کو زنجیروں میں جکڑے ہوئے دیکھے گا ان کے کرتے قطران کے ہوں گے اور آگ ان کے چہروں

وَتَغْشَىٰ وُجُوهَهُمُ النَّارُ ﴿۵۰﴾ لِيَجْزِيَ اللَّهُ كُلَّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ ۚ إِنَّ

پر لپٹی ہوگی تاکہ اللہ تعالیٰ ہر شخص کو اس کے کئے کی سزا دے یقیناً اللہ تعالیٰ بڑی جلد حساب لینے

اللَّهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ ﴿۵۱﴾ هَٰذَا بَلَاغٌ لِّلنَّاسِ وَلِيُنذَرُوا بِهِ وَلِيَعْلَمُوا أَنَّمَا

والا ہے، یہ لوگوں کے لئے احکام کو پہونچانا ہے اور تاکہ اس کے ذریعہ سے ڈرائے جاویں اور تاکہ اس

هُوَ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ وَلِيَذَّكَّرَ أُولُو الْأَلْبَابِ ﴿۵۲﴾ ع

بات کا یقین کریں کہ وہی ایک معبود برحق ہے اور تاکہ دانشمند لوگ نصیحت حاصل کریں۔

اللہ کا وعدہ حق ہے :- اس آیت میں فرمایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو وعدے اپنے پیغمبروں سے کئے ہیں کہ تمھاری ہر طرح سے مدد و نصرت کی جائے گی اور تم کو فتح و کامیابی عطا کی جائے گی اور دشمنان اسلام کو ذلت و رسوائی اور ناکامی ملے گی اور آخرت میں سخت دردناک عذاب دیا جائیگا تو وہ اپنے وعدوں کو ضرور پورا کریگا کیونکہ اللہ تعالیٰ وعدہ خلافی نہیں کرتے، بلاشبہ اللہ تعالیٰ زبردست قدرت والے اور پورا بدلہ لینے والے ہیں، ایسا نہیں ہوسکتا کہ مجرم اللہ سے چھوٹ کر بھاگ جائے اللہ ان کو ضرور سزا دیگا اور یہ سزا اس دن (قیامت میں) دی جائے گی جس دن کہ یہ موجودہ زمین بھی بدل جائے گی اور آسمان بھی اور پوری مخلوق خدائے ذوالجلال کے سامنے کھڑی ہوگی،

زمین و آسمان بدل دینے کے یہ معنی ہوسکتے ہیں کہ ان کی صفات اور شکل وصورت بدل دی جائے جیسا کہ قرآن کریم کی دوسری آیات اور روایات حدیث میں ہے کہ پوری زمین ایک صاف میدان بنادی جائے گی جس میں مکانات، باغات اور پہاڑ وغیرہ کی کوئی آڑ نہ ہوگی۔ اور اس تبدیلی زمین و آسمان کے یہ معنی بھی ہیں کہ موجودہ زمین و آسمان کو ہٹا کر ان کی جگہ دوسرے قائم کردیئے جائیں چنانچہ بخاری و مسلم شریف میں رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ قیامت کے دن لوگ ایسی زمین پر اٹھائے جائیں گے جو ایسی سفید اور صاف ہوگی جیسے میدے کی روٹی اس میں کسی کی کوئی علامت (مکان باغ پہاڑ وغیرہ) نہ ہوگی، مسند احمد میں حضرت عائشہ رضہ سے مروی ہے کہ سب سے پہلے اس آیت کے متعلق میں نے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا تھا کہ جب زمین لال ہوجائیگی تو اس وقت لوگ کہاں ہوں گے، آپنے فرمایا پلصراط پر، اور ایک دوسری روایت میں اتنا اور اضافہ ہے کہ پلصراط کے پاس اندھیروں میں ہوں گے۔

جس دن زمین و آسمان بدلے ہوئے ہوں گے اور مخلوق خدا کے سامنے کھڑی ہو گی، اس دن اے پیغمبر تم ہمارے نافرمان کفر و شرک کرنے والے ظالموں کو زنجیروں میں جکڑے ہوئے دیکھو گے، ایک قسم کے گناہ (مثلاً چوری) کرنے والے کئی کئی مجرموں کو اکٹھا باندھا جائیگا، اور ان کو قطران یعنی گندھک کا لباس پہنایا جائے گا جس میں آگ بہت جلد اور تیزی سے اثر کرتی ہے اور اس میں سخت بدبو ہوتی ہے اور آگ ان کے چہروں پر بھی لپٹی ہو گی، اور یہ سب کچھ مجرموں کے ساتھ اس لئے کیا جائیگا تاکہ ان کے کئے کی سزا ان کو ملجائے۔

اِنَّ اللّٰہَ سَرِیْعُ الْحِسَابِ :۔ یعنی اللہ تعالیٰ جلد حساب لینے والے ہیں ،، اس کی ایک تفسیر تو یہ کی گئی ہے کہ جس وقت حساب ہوگا پھر دیر نہ لگے گی بلکہ تمام اولین و آخرین جن و انس کے چھوٹے سے چھوٹے عمل کا حساب بہت جلد ہو جائے گا کیونکہ حق تعالیٰ پر تمام اعمال آشکارا ہیں کوئی پوشیدہ نہیں۔ اور دوسری تفسیر یہ کی گئی ہے کہ جس چیز کا آنا یقینی ہے یعنی قیامت اس کو دور مت سمجھو مطلب یہ ہے کہ حساب کا دن قریب آگیا ہے، اسی مضمون کو اس آیت میں بیان کیا گیا ہے اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ الخ یعنی لوگوں کے حساب کا وقت قریب آگیا مگر وہ پھر بھی غفلت کے ساتھ منہ پھیرے ہوتے ہیں۔

اس سورت کے اخیر میں یہ فرمایا گیا ہے کہ یہ قرآن ایک کھلا پیغام ہے جس میں قیامت کے ہولناک واقعات سنا کر لوگوں کو تنبیہ کی جاتی ہے تاکہ وہ ہوش میں آجائیں اور اس میں غور و فکر کر کے ان کو یقین ہو جائے کہ عبادت و بندگی کے لائق صرف ایک خدا کی ذات ہے اور وہ اس سے عبرت و نصیحت حاصل کر کے کفر و شرک سے باز آجائیں اور اپنی دنیا و آخرت سنوار لیں۔

بفضلہ تعالیٰ سورۂ ابراہیم کی تفسیر بحسن و خوبی تمام ہوئی

اقوال و تحقیق قطران سے کیا مراد ہے اس میں علماء مفسرین کے مختلف اقوال ہیں ہم یہاں چند قول سپرد قرطاس کر رہے ہیں

۱۔ گندھک جو اوپر تفسیر میں مذکور ہوا۔

۲۔ تارکول۔

۳۔ چیڑ کے درخت کا روغن

۴۔ ابہل کا نچوڑا ہوا عرق اس کو آگ پر پکا لیا جاتا ہے یہ سیاہ بدبودار ہوتا ہے جن اونٹوں کو خارش کا مرض ہوتا ہے ان کے بدن پر ملا جاتا ہے اس قدر تیز ہوتا ہے کہ خارش کو جلا دیتا ہے۔

۵۔ پگھلا ہوا تانبا پیتل۔

قطران سے متعلق ان مذکورہ جملہ اقوال کا حاصل یہی ہے کہ جہنمیوں کے بدن پر ایسی چیز ملی جائے گی یا ایسا لباس پہنایا جائیگا جو آگ کو اپنی طرف کھینچتی ہے اور آگ اس پر اپنا خوب اثر دکھاتی ہے۔

ایاتہا ۹۹　سُوْرَۃُ الْحِجْرِ مَکِّیَّۃٌ (۵۴) (۱۵)　رکوعاتہا ۶

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں۔

الٓرٰ قف تِلْکَ اٰیٰتُ الْکِتٰبِ وَقُرْاٰنٍ مُّبِیْنٍ ①

الرٰ　یہ　آیتیں ہیں　کامل کتاب　اور　قرآن واضح کی۔

قرآن ایک جامع کتاب ہے

اس آیت میں ارشاد ہے کہ یہ آیتیں اس جامع اور کامل عظیم الشان کتاب (قرآن مقدس) کی ہیں جس کے اصول نہایت صاف ہیں جس کے احکام مکمل واضح ہیں اور جس کے دلائل خوب روشن ہیں لہذا اگلی آیات میں جو کچھ بیان کیا جانے والا ہے اس کو خوب غور اور توجہ سے سننا چاہیے، اس کا بیان انشاء اللہ اگلے پارہ ۱۴ میں ہوگا۔

الحمد للہ پارہ وما ابری کی تفسیر بحسن وخوبی مکمل ہوئی

چند قابل مطالعہ کتابیں

عوارف المعارف اردو مکمل مجلد عکسی	۱۱۰/-	حیات المسلمین عکسی	۲۲/-
حجۃ اللہ البالغہ " " " "	۱۰۰/-	منہاج العابدین " (حضرت امام غزالی)	۳۵/-
سیرۃ المصطفی " " "	۱۳۰/-	مخزن اخلاق " (علامہ رحمت اللہ سبحانی)	۶۰/-
خطبات قاسمی (مولانا ضیاء الرحمن قاسمی) مکمل مجلد	۱۸۰/-	فیروز اللغات جدید اضافہ شدہ ایڈیشن مجلد	۵۰/-
پیغام حق وصداقت (علامہ عبدالمجید ندیم) عکسی	۵۰/-	بنک انشورنس اور سرکاری قرضے	۱۵/-
اشرف الجواب کامل عکسی (حکیم الامت حضرت تھانوی)	۶۰/-	فن خطابت (شورش کاشمیری)	۱۵/-
احکام اسلام عقل کی نظر میں مجلد عکسی "	۴۰/-	حقوق مصطفی (مفتی محمود گنگوہی)	۱۸/-
اصلاح انقلاب امت مکمل در دو جلد "	۶۰/-	اسباب غضب "	۲۰/-
آداب زندگی (حضرت تھانوی) - طب نبوی ۱۲/-	۱۰/-	فاتحہ کا صحیح طریقہ - آداب المساجد ۵/-	۱۰/-

صرف ایک خط لکھ کر بذریعہ وی، پی رجسٹری اس پتہ سے منگائیں، ڈاک خرچ بذمہ ادارہ - جون ۹۰ء

پتہ:- ادارہ دعوت وتبلیغ گلی ۲ آلی کی چنگی سہارن پور (یو، پی) پن ۲۴۷۰۰۱

قسط وار شائع ہونے والی تین عظیم الشان کتابیں

تاریخ حرمین شریفین

شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہ کے فیض یافتہ حضرت مولانا قاری شریف احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس عظیم الشان کتاب "تاریخ حرمین شریفین" میں مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ زاد اللہ شرفہما کے فضائل وتاریخ کو بہت عمدہ انداز میں تفصیل کے ساتھ جمع کیا ہے۔ جس کے ضمن میں چاہ زم زم کے نمودار ہونے، مکہ معظمہ کے آباد ہونے، بیت اللہ شریف کی تعمیر ہونے، مقام ابراہیم، حجر اسود وغیرہ۔ نیز مسجد نبوی کی تعمیر، مقام صفہ، اور مدینہ طیبہ کی مختلف تاریخی مساجد اور مقامات مقدسہ کی تاریخ وتعارف بڑے دلچسپ انداز میں بیان کی ہے۔

الحمد للہ یہ مکمل کتاب آٹھ قسطوں میں چھپ کر تیار ہو چکی ہے۔

آسان تفسیر

قرآن کریم کے نزول کا اصل مقصد اس کو سمجھ کر عمل کرنا ہے۔ اس مقصد کو پورا کرنے کے لئے آسان تفسیر کا سلسلہ جاری کیا گیا ہے۔ یہ تفسیر اکابر اُمت کی قدیم وجدید مستند ومعتبر تفاسیر کا خلاصہ ونچوڑ ہے۔ جس کو نہایت آسان وعام فہم زبان اور مختصر وجامع انداز میں مولانا محمد یعقوب قاسمی نے قلمبند کیا ہے۔ ترجمہ کلام پاک حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ الحمد للہ یہ تفسیر ۳۲ قسطوں میں مکمل ہو چکی ہے۔

تذکرۃ الانبیاء

اس کتاب میں حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر نبی آخر الزماں محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم تک مشہور پیغمبروں کے واقعات وحالات اور ان کے ماننے والوں کی فلاح ونجات اور جھٹلانے والوں کا انجام تفصیل کے ساتھ مستند طور پر سلیس وعام فہم انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ الحمد للہ یہ کتاب سولہ قسطوں میں تیار ہو چکی ہے۔

ان کتابوں کو آپ فون کرکے گھر بیٹھے پوسٹ مین سے حاصل کر سکتے ہیں۔ (بذریعہ وی پی رجسٹری)

گذارش: خواہش مند حضرات کے مکمل پتے روانہ فرما کر اشاعت دین میں تعاون فرمائیں۔ فجزا کم اللہ

IDARA DAWAT-O-TABLEEGH

GALI NO. 2 AALI KI CHUNGI MANDI SAMITI ROAD SAHARANPUR
PIN 247001 (U.P.) MOB. 09837002261 - 09837375773

اس دور کی سب سے آسان، عام فہم اور مستند تفسیر قرآن کریم

آسان تفسیر

پارہ ۱۴

مرتب

مولانا محمد یعقوب قاسمی

سابق استاذ حدیث وتفسیر دار العلوم سہارنپور

دار التفسیر دار العلوم دیوبند

ترجمہ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

50/=

شائع کردہ

ادارہ دعوت وتبلیغ

گلی آلی کی چنگی منڈی سمیتی روڈ سہارنپور یوپی موبائل: 9837375773

اس دور کی سب سے آسان وعام فہم اور مستند تفسیر کلام پاک
جسکا ہر گھر میں ہونا نہایت ضروری ہے

آسان تفسیر
اردو

ترجمہ قرآن شریف

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی علیہ الرحمۃ

مرتب

محمد یعقوب قاسمی فاضل دار العلوم دیوبند

پارہ ربما ۱۴

(شائع کردہ)

ادارہ دعوت وتبلیغ زکریا آباد، گلی ۲ آلی جنگی سہارنپور (یو۔پی) ۲۴۷۰۰۱

فہرست مضامین آسان تفسیر اردو پارہ ربما ۱۴

عنوان	صفحہ
کافرین و منکرین کا آرزو کرنا	۳
قرآن محفوظ ہے اور قیامت تک محفوظ رہے گا	۵
حضورؐ کو تسلی	۶
پانی پہونچانے کا خدائی نظام	۸
اللہ ہر چیز پر قادر ہے	۹
انسان و جن کی پیدائش	۱۰
جہنم کے سات دروازے اور ان کے نام	۱۲
جنت کے آٹھ دروازے	۱۳
مخلصین کا مقام جنت ہے	۱۳
حضرت ابراہیمؑ و لوطؑ کے یہاں فرشتوں کی تشریف آوری	۱۵
قوم لوط کی گندی خصلت	۱۷
قوم شعیب کی تباہی	۱۸
قوم ثمود کی بربادی	۱۹
انعام خداوندی	۲۰
تنگدلی کا علاج	۲۲
سورۂ نحل کی وجہ تسمیہ	۲۳
انعامات خداوندی	۲۶
اثبات قدرت خداوندی	۲۷
گمراہ کرنے کا انجام	۳۰
پندرہ ہزار ہاتھ اونچی عمارت	۳۰
مشرکین کو تنبیہ	۳۲
مشرکین کا غلط عقیدہ	۳۴

عنوان	صفحہ
مہاجرین کو خوشخبری	۳۶
خدا کے عذاب	۳۷
لڑکی کی پیدائش کو برا سمجھنا کافرین کا شیوہ ہے	۴۰
اللہ کی قدرت کے کرشمے	۴۳
ایک شبہ کا حل	۴۳
شہد نسخۂ شفا ہے	۴۴
مالک اور غلام	۴۵
امیر و غریب بنانے میں اللہ کی حکمت	۴۵
دو مثالیں	۴۷
کفر کا انجام	۵۱
عہد پورا کرنے کا حکم	۵۳
عہد شکنی کی مثال	۵۳
عہد شکنی کا وبال	۵۵
کفار کے ایک اعتراض کا جواب	۵۷
کفار کا دوسرا اعتراض	۵۸
ایمان کی برکت سے پچھلے تمام گناہ معاف ہوجاتے ہیں	۶۱
ایک شبہ کا حل	۶۴
دعوت و تبلیغ کا طریقہ	۶۶

رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ كَانُوْا مُسْلِمِيْنَ ﴿٢﴾

کافر لوگ بار بار تمنا کرینگے کہ کیا خوب ہوتا اگر وہ مسلمان ہوتے۔

ذَرْهُمْ يَأْكُلُوْا وَيَتَمَتَّعُوْا وَيُلْهِهِمُ الْأَمَلُ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ﴿٣﴾ وَمَآ أَهْلَكْنَا مِنْ

آپ ان کو ان کے حال پر رہنے دیجئے کہ وہ کھالیں اور چین اڑالیں اور خیالی منصوبے ان کو غفلت میں ڈالے رکھیں ان کو ابھی حقیقت

قَرْيَةٍ اِلَّا وَلَهَا كِتَابٌ مَّعْلُوْمٌ ﴿٤﴾ مَا تَسْبِقُ مِنْ اُمَّةٍ اَجَلَهَا وَمَا

معلوم ہوئی جاتی ہے اور ہم نے جتنی بستیاں ہلاک کی ہیں ان سب کیلئے ایک معین وقت نوشتہ ہوتا رہا ہے کوئی امت اپنی میعاد

يَسْتَاْخِرُوْنَ ﴿٥﴾

سے نہ پہلے ہلاک ہوئی ہے اور نہ پیچھے رہی ہے۔

کافرین ومنکرین کا آرزو کرنا ان چار آیات میں سے پہلی آیت میں فرمایا گیا ہے کہ کافرین ومنکرین بار بار تمنا و آرزو کریں گے، کاش ہم مسلمان ہوتے۔

ان کا یہ آرزو کرنا دنیا میں بھی ہوگا اور آخرت میں بھی، چنانچہ جنگ بدر میں کمزور مسلمانوں کا غلبہ اور ان کی غیبی امداد دیکھ کر کافرین کو احساس ہوا کہ جس دولت اسلام نے ان مؤمنین کو ہم پر غالب کیا ہم اس دولت سے محروم ہیں، اس کے علاوہ دیگر اسلامی فتوحات دیکھ کر ان کو یہی احساس ہوتا رہا، اور جب ملک الموت ان منکرین کی روح نکالنے کے لئے آن کھڑا ہوگا اور غیبی حقائق یہ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہوں گے اس وقت بھی ان کو حسرت ہوگی اور تمنا کریں گے، کاش ہم نے ایمان قبول کر لیا ہوتا، اور آخرت میں اس وقت ان کو اپنے ایمان قبول نہ کرنے کی حسرت ہوگی، جب بہت سے مسلمان اپنے گناہوں کی وجہ سے دوزخ میں جائیں گے اور جب تک خدا چاہے گا دوزخ میں رہیں گے، اس وقت کافرین ومنکرین ان دوزخی مسلمانوں پر طعن کشی کریں گے کہ تمہارے ایمان نے تم کو کیا فائدہ دیا، تم بھی ہماری طرح دوزخ میں پڑے ہو، اس پر اللہ تعالیٰ تمام مومنین کو جنھوں نے سچے دل سے کلمہ طیبہ پڑھا ہوگا دوزخ سے نکال دیگا یہ منظر دیکھ کر کافرین آرزو کریں گے کاش ہم نے بھی کلمہ طیبہ پڑھا ہوتا تو آج ہم بھی دوزخ سے نکال لئے جاتے

دوسری آیت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا گیا ہے کہ آپ ان کافرین کے ایمان قبول نہ کرنے پر غمگین نہ ہوں، بلکہ انھیں کچھ عرصہ یوں ہی جانوروں کی طرح کھانے پینے دیجئے اور دنیوی زندگی کے مزے اڑا لینے دیجئے، عنقریب ان کو ایمان سے روگردانی کا انجام معلوم ہوجائے گا، چنانچہ کچھ انجام تو دنیا ہی میں مجاہدین کے ہاتھوں سزا پاکر معلوم ہوگیا، اور مکمل انجام آخرت میں دوزخ میں پہونچ کر معلوم

ہوجائے گا۔

تیسری آیت میں فرمایا گیا ہے کہ منکرین کو ان کے کفر و شرک کی جو سزا فوراً نہیں ملتی اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سزا کا وقت مقرر کر رکھا ہے، چنانچہ اب سے پہلے جتنی بستیاں اور قومیں ہلاک ہوئی ہیں ان کی ہلاکت کا وقت حق تعالیٰ کے علم میں متعین تھا، اسی معینہ وقت پر ان کو سزا دی گئی، پس اے کفار مکہ جب تمھاری سزا کا وقت آئیگا تو وہ ٹل نہ سکے گا اور تم خدا کی سزا سے بچ نہ سکوگے۔

چوتھی آیت میں فرمایا گیا ہے کہ ہر قوم کی ترقی و تنزّلی یا موت و زندگی کا جو وقت مقرر ہے وہ اس سے ایک سیکنڈ بھی آگے پیچھے نہیں ہو سکتا۔

وَقَالُوا يَا أَيُّهَا الَّذِي نُزِّلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ إِنَّكَ لَمَجْنُونٌ ۝٦ لَوْمَا تَأْتِينَا

اور ان کفا نے یوں کہا کہ اے وہ شخص جس پر قرآن نازل کیا گیا ہے تم مجنون ہو تم سچے ہو تو ہمارے

بِالْمَلَائِكَةِ إِنْ كُنْتَ مِنَ الصَّادِقِينَ ۝٧ مَا نُنَزِّلُ الْمَلَائِكَةَ إِلَّا بِالْحَقِّ

پاس فرشتوں کو کیوں نہیں لاتے ہم فرشتوں کو صرف فیصلہ ہی کے لئے نازل کیا کرتے ہیں

وَمَا كَانُوا إِذًا مُنْظَرِينَ ۝٨

اور اس وقت ان کو مہلت نہ دی جاتی۔

تفسیر:- کفار مکہ بطور مذاق کہتے تھے کہ جو شخص یہ دعویٰ کرتا ہے کہ مجھ پر قرآن نازل کیا گیا ہے (یعنی محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم) بلاشبہ وہ مجنون اور دیوانہ ہے، اور اگر واقعی وہ شخص اپنے دعویٔ نبوت میں سچا ہے تو اپنی سچائی پر فرشتوں کو کیوں نہیں لے آیا۔ ان آیات ہی میں تیسری آیت میں ان کو جواب دیا گیا ہے کہ ماننے والوں کے لئے تو آپ کی نبوت کی سچائی پر بے شمار دلائل موجود ہیں اور نہ ماننے والے فرشتوں کے آنے پر بھی نہیں مانیں گے، پھر فرشتوں کے آنے سے کیا فائدہ، اللہ تعالیٰ فرشتوں کو زمین پر کسی خاص حکمت کے تحت ہی بھیجتے ہیں اور عموماً عادت اللہ یہ رہی ہے کہ جب کسی قوم کی سرکشی انتہا کو پہونچ جاتی ہے اور ان کو راہ راست پر لانے کی تمام کوششیں بے فائدہ ثابت ہوجاتی ہیں، تو پھر ان کی ہلاکت کے لئے فرشتوں کو بھیجا جاتا ہے، پس اگر تمھاری تمنا کے مطابق فرشتوں کو بھیجدیا جائے تو اس کا مقصد یہی ہوگا کہ تم کو فوراً ہلاک کردیا جائے اور کسی قسم کی مہلت نہ دی جائے، اور یہ ابھی حکمت الٰہی کا تقاضا نہیں، کیونکہ یہ آخری صورت ہوتی ہے اور ابھی اس کا وقت نہیں آیا۔

❁ ❁ ❁

اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّكۡرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوۡنَ ۝۹

ہم نے قرآن کو نازل کیا ہے اور ہم اسکے محافظ ہیں

قرآن محفوظ ہے اور قیامت تک محفوظ رہیگا

کافرین قرآن مقدس کے کلام الٰہی ہونے کا انکار کرتے تھے، اس آیت میں واضح طور پر فرمایا گیا ہے کہ قرآن کریم کو ہم نے نازل کیا ہے اور ہم اس کے محافظ اور نگہبان ہیں، قرآن عظیم جس شان سے نازل ہوا ہے اسی طرح بغیر کسی لفظی و معنوی اور زیر زبر کی تبدیلی کے قیامت تک محفوظ رہے گا اور اس کے اصول واحکام کبھی نہ بدلیں گے اگرچہ قومیں اور سلطنتیں قرآن کی آواز کو دبانے اور اس میں لفظی و معنوی تبدیلی کرنے کی کوشش کریں گی مگر وہ ایک زیر زبر یا نقطہ کا بھی اس میں فرق نہیں کر سکیں گی، تاریخ شاہد ہے کہ چودہ سو سال کے اس طویل عرصہ میں ہر وقت حضرات علماء کی بے شمار جماعتیں موجود رہی ہیں، جنھوں نے قرآن مقدس کے معانی و مطالب کی حفاظت کی ہے، اور اسی طرح قراء حضرات نے قرآن عظیم کی طرز ادائیگی کی مکمل حفاظت کی ہے اور حضرات حفاظ نے اس کے الفاظ کی اس طرح حفاظت کی ہے کہ اس کے زیر زبر وغیرہ میں آج تک کوئی کمی وبیشی نہ ہونے دی، یہ قرآن کی حفاظتِ خداوندی ہی کا معجزہ ہے کہ آٹھ دس سال کا بچہ جس کو اپنی مادری زبان کا ایک چھوٹا سا کتابچہ زبانی یاد کرنا مشکل ہوتا ہے وہ غیر مادری زبان کی اتنی موٹی کتاب جو متشابہات سے بھری ہوئی ہے کس روانی کے ساتھ حفظ کر لیتا ہے۔

افسوس اس واضح آیت کے باوجود رافضی حضرات کہتے ہیں کہ یہ قرآن ناقص ہے اس کے مکمل چالیس پارے تھے، حضرت عثمان رضؓ نے دس پارے جلوا دیئے (نعوذ باللہ)

وَلَقَدۡ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ قَبۡلِكَ فِىۡ شِيَعِ الۡاَوَّلِيۡنَ ۝۱۰ وَمَا يَاۡتِيۡهِمۡ مِّنۡ رَّسُوۡلٍ اِلَّا

اور ہم نے آپ کے قبل بھی پیغمبروں کو اگلے لوگوں کے بہت سے گروہوں میں بھیجا تھا اور کوئی رسول ان کے پاس ایسا

كَانُوۡا بِهٖ يَسۡتَهۡزِءُوۡنَ ۝۱۱ كَذٰلِكَ نَسۡلُكُهٗ فِىۡ قُلُوۡبِ الۡمُجۡرِمِيۡنَ ۝۱۲ لَا يُؤۡمِنُوۡنَ بِهٖ

نہیں آیا جس کے ساتھ انھوں نے استہزا نہ کیا ہو اسی طرح ہم یہ استہزاء ان مجرموں کے قلوب میں ڈال دیتے ہیں یہ لوگ قرآن پر ایمان

وَقَدۡ خَلَتۡ سُنَّةُ الۡاَوَّلِيۡنَ ۝۱۳ وَلَوۡ فَتَحۡنَا عَلَيۡهِمۡ بَابًا مِّنَ السَّمَآءِ فَظَلُّوۡا فِيۡهِ

نہیں لاتے اور یہ دستور پہلوں سے ہی چلا آیا ہے اور اگر ہم ان کے لئے آسمان میں کوئی دروازہ کھول دیں پھر یہ دن کے وقت اسمیں

يَعۡرُجُوۡنَ ۝۱۴ لَقَالُوۡۤا اِنَّمَا سُكِّرَتۡ اَبۡصَارُنَا بَلۡ نَحۡنُ قَوۡمٌ مَّسۡحُوۡرُوۡنَ ۝۱۵

سے چڑھ جاویں تب بھی یوں کہدیں کہ ہماری نظر بندی کردی گئی تھی بلکہ ہم لوگوں پر تو بالکل جادو کر رکھا ہے۔

حضور کو تسلّی

ان آیات میں رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی گئی ہے کہ جس طرح یہ کافرین ومنکرین آپ کو جھٹلا رہے ہیں اور مذاق اڑا رہے ہیں اسی طرح آپ سے پہلے نبیوں کو بھی ان کی قوموں نے جھٹلایا اور ان کا مذاق اڑایا ہے، پس آپ ان کی اس ذلیل حرکت سے دلگیر اور غمگین نہ ہوں ہم ان کو سنگین سزا دینگے۔

اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں کہ جو لوگ گناہوں سے باز نہیں آتے ہم ان کے دلوں میں اسی طرح مذاق اور جھٹلانے کی عادت ڈال دیتے ہیں، جس کی وجہ سے یہ لوگ قرآن پر ایمان نہیں لاتے اور پھر انجام کار ہلاک و رسوا ہوتے ہیں۔ اور انبیاء اور ان کے پیروکار نجات و عافیت اور عزت پاتے ہیں۔

کافرین و منکرین نے فرشتوں کے اترنے کا مطالبہ کیا تھا، اس آیت وَلَوْ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ الخ میں اس کا جواب دیا گیا ہے کہ فرشتوں کا اتارنا تو اس قدر عجیب بات نہیں بلکہ اگر ہم آسمان کے دروازے کھول کر خود انھیں اوپر چڑھادیں اور یہ دن میں اسی شغل میں رہیں تب بھی یہ ضدی لوگ حق کو تسلیم نہیں کرسکتے اس وقت کہہ دیں گے کہ ہم پر نظر بندی یا جادو کیا گیا ہے، جس سے ہم اپنے کو آسمان پر چڑھتا ہوا دیکھ رہے ہیں، حقیقت میں چڑھ نہیں رہے ہیں۔

وَلَقَدْ جَعَلْنَا فِي السَّمَاءِ بُرُوجًا وَزَيَّنَّاهَا لِلنَّاظِرِينَ ﴿١٦﴾ وَحَفِظْنَاهَا مِنْ كُلِّ

اور بے شک ہم نے آسمان میں بڑے بڑے ستارے پیدا کئے اور دیکھنے والوں کیلئے اس کو آراستہ کیا اور اس کو

شَيْطَانٍ رَجِيمٍ ﴿١٧﴾ إِلَّا مَنِ اسْتَرَقَ السَّمْعَ فَأَتْبَعَهُ شِهَابٌ مُبِينٌ ﴿١٨﴾

ہر شیطان مردود سے محفوظ فرمایا۔ ہاں مگر کوئی بات چوری چھپے سن بھاگے تو اسکے پیچھے ایک روشن شعلہ ہو لیتا ہے

تفسیر:۔ ان سے پہلی آیات میں کافروں کی ہٹ دھرمی بیان ہوئی، اب یہاں سے آسمان و زمین اور انکے درمیان کے بعض عجائبات پیش کرکے اللہ تعالیٰ کی قدرت و وحدانیت کا تذکرہ ہے، گویا کہ ان کافرین ومنکرین سے کہا جا رہا ہے کہ آسمان سے فرشتے اتارنے یا تم کو آسمان پر چڑھانے کی ضرورت نہیں اگر ماننا چاہو تو آسمان و زمین میں قدرت خداوندی کی بے شمار نشانیاں ہیں جن کو دیکھ کر سمجھدار آدمی توحید کا سبق بہت آسانی سے حاصل کرسکتا ہے، چنانچہ اس قادر مطلق حق تعالیٰ شانہ نے آسمان میں بڑے بڑے ستارے

اقوال و تحقیق

بُرُوجًا، بُرُج کی جمع ہے حضرت مجاہد قتادہ اور ابو صالح رحمہم اللہ نے اس کی تفسیر بڑے بڑے ستاروں سے کی ہے، بعض مفسرین نے فرمایا کہ اس سے مراد وہ آسمانی قلعے ہیں جن میں فرشتوں کی جماعت پہرہ دیتی ہے، بعض نے فرمایا ہے اس سے مراد شمس و قمر کے منازل ہیں۔ واللہ اعلم محمد یعقوب غفرلہ ولوالدیہ

بنائے اور دیکھنے والوں کے لئے آسمان کو ستاروں سے سجادیا، چنانچہ رات میں جب آسمان کی طرف نظر اٹھتی ہے تو یہ ستارے روشن قمقموں کا نہایت حسین و دلکش منظر پیش کرتے ہیں جس سے خود بخود حق تعالیٰ کی عظمت و قدرت اور صنعت کاملہ کا احساس ہوتا ہے۔

اس کے بعد ارشاد ہے کہ ہم نے ہر شیطان مردود سے آسمان کو محفوظ کردیا ہے، وہاں تک ان کی رسائی نہیں ہو پاتی، اور وہاں کے نظام میں ان کا کوئی عمل دخل نہیں چلتا۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ پہلے آسمانوں تک پہونچنے میں شیطانوں کے لئے کوئی روک ٹوک نہ تھی، وہ جاکر آسمانوں کی خبریں لاتے اور کاہنوں کے دلوں میں القا کرتے تھے، جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے تو اوپر والے تین آسمانوں پر جانے سے شیطانوں کو روک دیا گیا، اور جب جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو باقی چار آسمانوں پر بھی جانے سے روک دیا گیا، اب جو شیطان چوری چھپے اوپر جاکر کوئی خبر سننے کی کوشش کرتا ہے تو اس کو فوراً ٹوٹنے والا ستارہ بشکل انگارہ مارا جاتا ہے، آسمانوں پر جانے کی شیطانوں کو جب مکمل ممانعت ہوگئی تو انھوں نے اپنے سردار ابلیس سے اس کی شکایت کی، ابلیس نے کہا زمین میں یقیناً کوئی حادثہ ہوا ہے جاکر دیکھو۔ شیطانوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن کریم کی تلاوت کرتے ہوئے پایا، ابلیس نے کہا یہی نئی بات پیدا ہوئی ہے جس کی وجہ سے ہمیں آسمانوں پر جانے سے روک دیا گیا بخاری شریف میں حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ آسمان میں جو خدائی فیصلے ہوتے ہیں شیطان ان کو سننے کی کوشش کرتے ہیں، ایک کے اوپر ایک ہو کر آسمان کے قریب تک قطار بنا لیتے ہیں اس طرح چھپ کر آسمانی خبر سننے کی کوشش کرتے ہیں، اس وقت فرشتے شیطان کے بم کا گولہ یعنی ٹوٹنے والا ستارہ مارتے ہیں جس سے یا تو وہ ہلاک ہوجاتا ہے یا بدحواس ہوجاتا ہے، اور اس بدحواسی کے عالم میں جو کوئی ادھوری خبر وہ سن پایا ہے فوراً اس کو اپنے نیچے والے کو بتاتا ہے اور اس طرح جو سب سے نیچے ہوتا ہے اس تک پہونچ جاتی ہے وہ کاہنوں کو بتلا دیتا ہے۔ بخاری شریف کی ایک روایت میں حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فرشتے بادل میں اتر آتے ہیں اور آپس میں اس بات کا تذکرہ کرتے ہیں جو فیصلہ آسمان میں ہوچکا ہوتا ہے، کبھی کوئی شیطان چوری چھپے ایک آدھ بات سن لیتا ہے اور آکر کاہنوں کو بتلا دیتا ہے، کاہن اس میں اپنی طرف سے سو جھوٹ ملا کر بیان کردیتے ہیں، جب یہ ایک آدھ آسمانی بات سچ نکلتی ہے تو کاہنوں کے معتقدین اس کا خوب چرچا کرتے ہیں اور اس بات کو کاہنوں کی سچائی کے ثبوت میں پیش کرتے ہیں اور جو ان کی بتلائی ہوئی سینکڑوں باتیں غلط اور جھوٹ ثابت ہوتی ہیں ان کو نظر انداز کرلیتے ہیں۔

فائدہ:- اللہ تعالیٰ نے شیاطین کو جس طرح آسمانوں پر جانے سے روک دیا ہے اسی طرح اس کو اسکی بھی مکمل قدرت تھی کہ وہ ان شیاطین کو کوئی آسمانی خبر نہ سننے دے، مگر یہ بات اس کی

حکمت کے موافق نہ تھی اس لئے اللہ نے ایسا نہیں کیا۔

وَالْاَرْضَ مَدَدْنٰهَا وَاَلْقَيْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ وَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ

اور ہم نے زمین کو پھیلایا اور اس میں بھاری بھاری پہاڑ ڈال دیئے اور اس میں ہر قسم کی چیز ایک

مَّوْزُوْنٍ ﴿۱۹﴾ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ وَمَنْ لَّسْتُمْ لَهٗ بِرٰزِقِيْنَ ﴿۲۰﴾

معین مقدار سے اگائی۔ اور ہم نے تمہارے واسطے اس میں معاش کے سامان بنائے اور ان کو بھی معاش دی کہ جن کو تم روزی

وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَآئِنُهٗ وَمَا نُنَزِّلُهٗٓ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ ﴿۲۱﴾

نہیں دیتے اور جتنی چیزیں ہیں ہمارے پاس سب کے خزانے ہیں اور ہم اس کو ایک معین مقدار سے اتارتے رہتے ہیں۔

تفسیر:- اللہ تعالیٰ نے زمین کو پیدا کیا اور پھر اس کو چاروں طرف دور دور تک پھیلایا، اور جب یہ لرزنے اور ڈگمگانے لگی تو اس میں اونچے اونچے بھاری پہاڑوں کی میخیں گاڑ دی جس سے اس کا ڈگمگانا بند ہو گیا اور پھر اس میں ضروریات کی تمام چیزیں ایک معین مقدار میں اگائیں جن سے تم بھی اپنی ضرورت پوری کرتے ہو اور تمہارے نوکر اور جانور بھی جن سے فائدہ تم حاصل کرتے ہو اور روزی ان کو خدا پہنچاتا ہے، بہر حال خدائے تعالیٰ کے پاس ہر چیز کے خزانے موجود ہیں وہ اپنی حکمت کے مطابق جو چیز جتنی مقدار میں پیدا کرنا مناسب سمجھتے ہیں پیدا فرما دیتے ہیں۔

وَاَرْسَلْنَا الرِّيٰحَ لَوَاقِحَ فَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَسْقَيْنٰكُمُوْهُ ۚ وَمَآ اَنْتُمْ لَهٗ

اور ہم ہواؤں کو بھیجتے ہیں جو کہ بادل کو پانی سے بھر دیتی ہیں پھر ہم ہی آسمانوں سے پانی برساتے ہیں

بِخٰزِنِيْنَ ﴿۲۲﴾

پھر وہ پانی تم کو پینے کو دیتے ہیں اور تم اتنا پانی جمع کرکے نہ رکھ سکتے تھے۔

پانی پہونچانے کا خدائی نظام

اللہ تعالیٰ کی قدرت دیکھیئے کہ وہ کس عجیب وغریب نظام سے سمندر کے پانی کو روئے زمین پر بسنے والے تمام انسانوں، جنوں اور جانوروں کو پہونچاتا ہے کہ پہلے سمندر میں بخارات پیدا فرمائے جن سے بارش کا مواد (مان سون) پیدا ہوا اوپر سے ہوائیں چلائیں جو اس کو بادل کی شکل میں تبدیل کر کے پانی سے بھرے ہوئے پہاڑوں جیسے جہاز بنا دیں پھر پانی سے لبریز ان ہوائی جہازوں کو دنیا کے ہر گوشے میں جہاں جہاں پہونچانا ہے پہونچا دیں، پھر اللہ نے جس خطۂ زمین پر جتنا پانی ڈالنے کا حکم دیا اس کے مطابق یہ خود کار ہوائی جہاز وہاں جا کر پانی برسا دیں۔

بادلوں سے برسا ہوا پانی، نہروں، چشموں، کنووں اور تالابوں میں جمع ہو کر ہر وقت تمہارے کام آتا ہے جس سے تم اپنے کھانے پینے، نہانے دھونے، اپنے جانوروں کو پلانے کھیتوں اور باغوں کو سیراب کرنے میں استعمال کرتے ہو، خدائے رحیم وکریم کی مہربانی دیکھئے اس نے سمندری گندے کھارے پانی کو اپنے بندوں کیلئے کیسا صاف شفاف اور لذیذ وشیریں بنا دیا ہے۔

اس کے بعد فرمایا، اے لوگوں بارش تمہارے اختیار میں نہیں، اللہ جب چاہے برسائے نہ تم روک سکتے ہو اور نہ اپنی خواہش کے مطابق لا سکتے ہو، اور اسی طرح کنووں اور چشموں پر بھی تمہارا کچھ اختیار نہیں ہے، اگر اللہ تعالیٰ ان کا پانی خشک کردے یا زیادہ نیچے اتار دے تو تمہاری پہونچ سے باہر ہو جائے بس یہ اللہ ہی کا اپنے بندوں پر احسان وکرم ہے کہ وہ ان کی ضرورت کو پورا فرماتا ہے۔

وَاِنَّا لَنَحْنُ نُحْيٖ وَ نُمِيْتُ وَنَحْنُ الْوٰرِثُوْنَ ﴿٢٣﴾ وَلَقَدْ عَلِمْنَا

اور ہم ہی ہیں کہ زندہ کرتے ہیں اور مارتے ہیں اور ہم ہی رہ جائیں گے اور ہم تمہارے اگلوں

الْمُسْتَقْدِمِيْنَ مِنْكُمْ وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَاْخِرِيْنَ ﴿٢٤﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ هُوَ يَحْشُرُهُمْ

کو بھی جانتے ہیں اور ہم تمہارے پچھلوں کو بھی جانتے ہیں اور بے شک آپ کا رب ہی ان سب کو محشور فرمائے گا

اِنَّهٗ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ﴿٢٥﴾ ع

بے شک وہ حکمت والا علم والا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے:۔ اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ ہم ہی تمام مخلوقات کو زندہ کرتے ہیں یعنی وجود بخشتے ہیں اور ہم ہی تمام مخلوقات کو مارتے ہیں یعنی ان کا وجود ختم کر دیتے ہیں، آخر صرف ہم ہی باقی رہنے والے ہیں اور ہم تمہارے اگلوں کو بھی جانتے ہیں اور پچھلوں کو بھی، یعنی اگلا پچھلا کوئی شخص بھی، یا اسکے اعمال حق تعالیٰ کے احاطۂ علم سے باہر نہیں اس کو ہر چیز کا تفصیلی علم ہے اسی کے مطابق دنیا میں پیش آتا ہے اور اسی کے مطابق آخرت میں تمام مخلوقات کا انصاف کیا جائے گا، بلا شک وشبہ اللہ تعالیٰ بڑی علم وحکمت والا ہے۔

اقوال وتحقیق:۔ مستقدمین ومستاخرین میں ائمہ صحابہ رضؓ وتابعینؒ سے مختلف تفسیریں منقول ہیں جن کا حاصل یہ ہے کہ اگلوں اور پچھلوں سے عام مراد ہے چاہے موت وزندگی میں ہو یا اسلام میں یا نیک کاموں میں یا نماز وجہاد کی صفوں میں ہو سب کو شامل ہے۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ﴿۲۶﴾ وَالْجَآنَّ خَلَقْنٰهُ

اور ہم نے انسان کو بجتی ہوئی مٹی سے جو کہ سڑے ہوئے گارے کی بنی تھی پیدا کیا اور جن کو اس کے قبل آگ سے

مِنْ قَبْلُ مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ ﴿۲۷﴾

کہ وہ ایک گرم ہوا تھی پیدا کر چکے تھے۔

انسان وجن کی پیدائش

ان آیات میں اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ ہم نے انسان یعنی اس کی اصل حضرت آدمؑ کو بجتی ہوئی مٹی سے جو کہ سڑے ہوئے گارے سے بنی تھی پیدا کیا یعنی پہلے گارے کو خوب خمیر کیا کہ اس میں بو آنے لگی اس سے آدم کا پتلا بنایا، پھر گرم ہواؤں نے اسے سکھایا اور وہ کھن کھن بولنے لگا جیسا کہ مٹی کے برتن چٹکی مارنے سے بجا کرتے ہیں

اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ جن کو یعنی اس کی اصل ابوالجان کو ہم آدم علیہ السلام سے پہلے آگ سے جو کہ ایک گرم ہوا سے بنی تھی پیدا کر چکے تھے، مطلب یہ ہے کہ ہوا کی حرارت کی شدت نے جلا کر اسکے مادہ سے مٹی کا اثر بالکل ختم کر دیا تھا، اسی شعلہ جیسی لپٹ سے اس کا جسم بنایا گیا، بہرحال انسانوں کا باپ ایسے مادہ سے پیدا کیا گیا جس میں مٹی کا عنصر غالب تھا اور جنوں کا باپ ایسے مادے سے پیدا کیا گیا جس میں آگ کا عنصر غالب تھا، چونکہ انسان میں مٹی کا پورا اثر باقی رہا یعنی سختی بھی اور بوجھ بھی، سختی کی وجہ سے وہ آنکھوں سے دکھائی دینے لگا، اور بوجھ کی وجہ سے وہ اپنے آپ کو زمین کے اوپر نہیں اٹھا سکتا۔ اور چونکہ جن میں مٹی کے تمام اجزاء جل کر آگ کا شعلہ بن گئے جس میں نہ سختی ہے نہ بوجھ، اسی وجہ سے جن نہ دکھائی دیتے ہیں اور نہ زمین سے اونچا ہو کر ان کے لئے اڑنا کچھ مشکل ہے۔

وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّيْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ

اور وہ وقت یاد کرنے کے قابل ہے جب آپ کے رب نے ملائکہ سے فرمایا کہ میں ایک بشر کو بجتی ہوئی مٹی سے جو کہ سڑے

مَّسْنُوْنٍ ﴿۲۸﴾ فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ ﴿۲۹﴾ فَسَجَدَ

ہوئے گارے سے بنی ہوگی پیدا کرنے والا ہوں، سو میں جب اس کو پورا بنا چکوں اور اس میں اپنی جان ڈال دوں تو تم سب اس کے

الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ ﴿۳۰﴾ اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ اَبٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ مَعَ السّٰجِدِيْنَ ﴿۳۱﴾ قَالَ

روبرو سجدہ میں گر پڑنا سو سارے کے سارے فرشتوں نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے کہ اس نے اس بات کو قبول نہ کیا کہ سجدہ کرنے والوں کے

يَٰٓإِبْلِيسُ مَا لَكَ أَلَّا تَكُونَ مَعَ ٱلسَّٰجِدِينَ ﴿٣٢﴾ قَالَ لَمْ أَكُن لِّأَسْجُدَ لِبَشَرٍ

ساتھ شامل ہو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے ابلیس تجھ کو کون امر باعث ہوا کہ تو سجدہ کرنے والوں میں شامل نہ ہو، کہنے لگا کہ میں ایسا

خَلَقْتَهُۥ مِن صَلْصَٰلٍ مِّنْ حَمَإٍ مَّسْنُونٍ ﴿٣٣﴾ قَالَ فَٱخْرُجْ مِنْهَا فَإِنَّكَ رَجِيمٌ ﴿٣٤﴾

نہیں کہ بشر کو سجدہ کروں جس کو آپ نے بجتی ہوئی مٹی سے جو کہ سڑے ہوئے گارے کی بنی ہے پیدا کیا ہے ارشاد ہوا تو آسمان سے

وَإِنَّ عَلَيْكَ ٱللَّعْنَةَ إِلَىٰ يَوْمِ ٱلدِّينِ ﴿٣٥﴾ قَالَ رَبِّ فَأَنظِرْنِىٓ إِلَىٰ يَوْمِ

نکل کیونکہ بے شک تو مردود ہوگیا اور بے شک تجھ پر لعنت رہے گی قیامت کے دن تک، کہنے لگا تو پھر مجھ کو مہلت دیجئے

يُبْعَثُونَ ﴿٣٦﴾ قَالَ فَإِنَّكَ مِنَ ٱلْمُنظَرِينَ ﴿٣٧﴾ إِلَىٰ يَوْمِ ٱلْوَقْتِ ٱلْمَعْلُومِ ﴿٣٨﴾

قیامت کے دن تک ارشاد ہوا تو تجھ کو معین وقت کی تاریخ تک مہلت دی گئی، کہنے لگا اے میرے رب بسبب اس کے کہ

قَالَ رَبِّ بِمَآ أَغْوَيْتَنِى لَأُزَيِّنَنَّ لَهُمْ فِى ٱلْأَرْضِ وَلَأُغْوِيَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ ﴿٣٩﴾

آپ نے مجھے گمراہ کیا ہے میں قسم کھاتا ہوں کہ میں دنیا میں ان کی نظر میں معاصی کو مرغوب کر کے دکھاؤں گا اور ان سب کو گمراہ کروں گا

إِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ ٱلْمُخْلَصِينَ ﴿٤٠﴾ قَالَ هَٰذَا صِرَٰطٌ عَلَىَّ مُسْتَقِيمٌ ﴿٤١﴾ إِنَّ عِبَادِى

بجز آپ کے ان بندوں کے جو ان میں منتخب کئے گئے ہیں۔ ارشاد ہوا کہ یہ ایک سیدھا رستہ ہے جو مجھ تک پہونچتا ہے واقعی

لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطَٰنٌ إِلَّا مَنِ ٱتَّبَعَكَ مِنَ ٱلْغَاوِينَ ﴿٤٢﴾ وَإِنَّ جَهَنَّمَ

میرے ان بندوں پر تیرا ذرا بھی بس نہ چلے گا ہاں مگر جو گمراہ لوگوں میں تیری راہ پر چلنے لگے اور ان سب سے

لَمَوْعِدُهُمْ أَجْمَعِينَ ﴿٤٣﴾ لَهَا سَبْعَةُ أَبْوَٰبٍ لِّكُلِّ بَابٍ مِّنْهُمْ جُزْءٌ مَّقْسُومٌ ﴿٤٤﴾

جہنم کا وعدہ ہے جس کے سات دروازے ہیں ہر دروازے کے لئے ان لوگوں کے الگ الگ حصے ہیں۔

تفسیر: اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں ایک بشر (یعنی اس کے پتلے) کو بجتی ہوئی مٹی سے جو سڑے ہوئے گارے سے بنی ہوگی پیدا کرنے والا ہوں، پس جب اس کا جسم مکمل بنا چکوں اور اس میں اپنے حکم سے روح ڈال دوں تو تم سب اس کے روبرو سجدہ میں گر پڑنا، بہرحال جب وہ مٹی کا بدن ہر طرح

اقوال و تحقیق: الی یوم الوقت المعلوم الخ یعنی اسو قت تک مہلت ہوگی جو اللہ کو معلوم ہے مراد یہ ہے کہ پہلی مرتبہ صور پھونکنے تک جس سے تمام مخلوق مر جائے گی تجھے مہلت ہے دوسری مرتبہ صور پھونکنے کے وقت تک جس سے لوگ اٹھائے جائینگے تجھے مہلت نہیں دی جا سکتی، بعض حضرات نے فرمایا کہ دونوں صور پھونکنے کی درمیانی مدت چالیس سال ہوگی اسی مدت میں ابلیس کی موت ہوگی

سے درست ہوگیا، اور اس میں اللہ نے روح ڈالدی تو حکم خداوندی کے مطابق تمام فرشتوں نے اس کو سجدہ کیا مگر ابلیس لعین نے سجدہ نہیں کیا، اللہ تعالیٰ نے اس سے فرمایا اے ابلیس لعین تو نے کس وجہ سے سجدہ نہیں کیا اس نے کہا میں ایسا نہیں ہوں کہ حقیر وادنی مادہ سے بنے ہوئے بشر کو سجدہ کروں کیونکہ اس کو مٹی سے بنایا گیا ہے اور میں آگ سے بنایا گیا ہوں، آگ مٹی سے افضل واعلیٰ ہے پھر یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ اعلیٰ ادنی کو سجدہ کرے، کم بخت نے یہ نہ سمجھا کہ یہ حکم ربی ہے، اعلیٰ وادنی کے فلسفہ میں پھنس کر رب دوجہاں کی نافرمانی کر بیٹھا اللہ تعالیٰ نے اس سے فرمایا بس تو نکل جا یہاں سے (یعنی جنت سے یا آسمان سے یا فرشتوں کے فرمانبردار گروہ سے) بس تو اس حرکت کی وجہ سے مردود ہوگیا ہے، اور بلاشبہ تجھ پر میری لعنت قیامت تک رہے گی احکم الحاکمین کا یہ فیصلہ سن کر ابلیس لعین کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں، اس نے سوچا یہ ذلت مجھے آدمؑ کی وجہ سے ملی ہے پس میں آدم اور اس کی اولاد کو مزا چکھا کر چھوڑوں گا، ابلیس نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی کہ آپ مجھے قیامت تک کے لئے مہلت دیجئے کہ میں اس وقت تک زندہ رہوں، مروں نہیں، اللہ پاک نے اس کو مہلت دیدی کہنے لگا اے رب جیسا تو نے مجھے گمراہ کیا ہے میں بھی اسی طرح اولاد آدم کو گناہوں کی ترغیب دوں گا اور خواہشات نفسانی کے حسین جال میں پھنسا کر تیری خوب ان سے نافرمانیاں کراؤں گا، میری کوشش تو یہی ہوگی کہ تمام اولاد آدم کو گمراہ کردوں مگر جو تیرے مخلص بندے ہوں گے جن کو تو نے ہدایت کردی ہے، ان پر میرا بس نہ چلے گا وہ میرے مکروفریب سے محفوظ رہیں گے، اللہ نے فرمایا بلاشبہ بندگی اور اخلاص کی راہ سیدھا راستہ ہے جس میں کوئی ہیر پھیر نہیں جو بندے اخلاص کی راہ اختیار کریں گے وہی اے مردود تیرے مکروفریب سے محفوظ رہیں گے اور جو خواہشات نفس اختیار کرکے تیری پیروی کریں گے وہ جہنم میں جائیں گے۔

جہنم کے سات دروازے اور ان کے نام

بعض مفسرینؒ نے جہنم کے سات دروازوں کو عام دروازوں کی طرح بتلایا ہے، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جہنم کے سات دروازے اوپر نیچے سات طبقات کے اعتبار سے ہیں، حضرت علیؓ ہی سے یہ بھی منقول ہے کہ دوزخ کو اوپر نیچے بنایا گیا ہے اور جنت کو پھیلایا گیا ہے یعنی جنت کے اوپر جنت نہیں ہے۔

حضرت ابن عباسؓ سے سات دروازوں یا طبقات کے یہ نام منقول ہیں جہنّم، سَعِیر، لَظیٰ، حطمۃ، سقر، جحیم، ہاویہ جہنم ایک خاص طبقہ کا نام ہے، اور ساتوں طبقوں کے مجموعہ کو بھی جہنم کہتے ہیں، ان ساتوں طبقات میں الگ الگ قسم کے مجرم رہیں گے پہلے طبقہ میں گنہ گار مسلمان ہوں گے جن کو بعد میں نکال لیا جائے گا اور دوسرے طبقہ میں وہ نصرانی

حضرت آدم کو ابلیس کے سجدہ نہ کرنے وغیرہ کے مضامین کو یہاں مختصراً لکھا گیا ہے کیونکہ ان کی تفصیل سورہ بقرہ اور سورۂ اعراف میں گذر چکی ہے

ہوں گے جو محمد عربی ﷺ کے تشریف لانے کے بعد عیسائیت پر قائم رہے، آپ کی نبوت کا اقرار نہیں کیا، تیسرے درجہ میں وہ یہودی ہوں گے جو دین موسوی کا زمانہ ختم ہو جانے کے بعد بھی اسی پر قائم رہے نئے نبی کا اتباع نہیں کیا، چوتھے طبقے میں صابی ہونگے، پانچویں میں مجوسی اور چھٹے میں مشرک و کافر، اور ساتویں میں منافق ہوں گے۔

جنت کے آٹھ دروازے

حضرت شاہ عبدالقادر محدث دہلویؒ نے فرمایا کہ جس طرح جہنم کے سات دروازوں میں سات قسم کے مجرم الگ الگ جائیں گے اسی طرح جنت کے سات دروازوں میں الگ الگ قسم کی نیکی کرنے والے مؤمن جائیں گے اور آٹھویں دروازہ سے وہ صاحب ایمان جائیں گے جو اپنے اعمال کی وجہ سے نہیں بلکہ محض اللہ کے فضل و کرم کی وجہ سے جنت کے مستحق ہوں گے

إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنَّٰتٍ وَعُيُونٍ ﴿٤٥﴾ ادْخُلُوهَا بِسَلَٰمٍ ءَامِنِينَ ﴿٤٦﴾ وَنَزَعْنَا مَا فِي

بے شک خدا سے ڈرنے والے باغوں اور چشموں میں ہوں گے تم ان میں سلامتی اور امن کے ساتھ داخل ہو اور ان کے دلوں میں جو

صُدُورِهِم مِّنْ غِلٍّ إِخْوَٰنًا عَلَىٰ سُرُرٍ مُّتَقَٰبِلِينَ ﴿٤٧﴾ لَا يَمَسُّهُمْ فِيهَا نَصَبٌ

کینہ تھا ہم وہ سب دور کر دیں گے کہ سب بھائی بھائی کی طرح رہیں گے تختوں پر آمنے سامنے بیٹھا کریں گے وہاں ان کو ذرا بھی تکلیف

وَمَا هُم مِّنْهَا بِمُخْرَجِينَ ﴿٤٨﴾ نَبِّئْ عِبَادِىٓ أَنِّىٓ أَنَا الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ﴿٤٩﴾ وَأَنَّ عَذَابِى

نہ پہونچے گی اور نہ وہ وہاں سے نکالے جائیں گے آپ میرے بندوں کو اطلاع دے دیجئے کہ میں بڑا مغفرت اور رحمت والا بھی ہوں اور

هُوَ الْعَذَابُ الْأَلِيمُ ﴿٥٠﴾

یہ کہ میری سزا دردناک سزا ہے

مخلصین کا مقام جنت ہے

اس سے پہلی آیات میں شیطان کی پیروی کرنے والوں کا انجام بیان ہوا کہ ان کا ٹھکانہ جہنم ہے، ان آیات میں مخلص بندوں کے متعلق بیان ہے کہ ان کا مقام و ٹھکانہ جنت ہے، ارشاد ہے جو لوگ کفر و شرک اور گناہ و سرکشی سے پرہیز کریں گے وہ اپنے مرتبے کے لحاظ سے جنت کے سرسبز اور میوہ دار باغات میں رہیں گے جہاں بڑے قرینہ اور سلیقہ سے لذیذ و شیریں پانی کے چشمے اور نہریں بہتی ہوں گی جو نہایت حسین و دلکش منظر پیش کریں گی۔

مخلصین بندوں سے کہا جائیگا کہ تم امن و سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ اب تمھیں کبھی بھی کسی بھی قسم کی پریشانی اور فکر نہ ہوگی، اور ان کے دلوں سے اللہ تعالیٰ آپس کا حسد و بغض اور کینہ ختم کر دینگے وہ جنت میں بالکل صاف دل ہو کر داخل کیے جائیں گے، آپس میں بھائی بھائی کی طرح الفت و محبت سے رہیں گے اور ایک دوسرے کو دیکھ کر خوش ہوں گے اور گاؤ تکیوں سے سجے ہوئے تختوں پر بیٹھ کر آمنے سامنے

آپس میں ملاقات وگفتگو کریں گے، غرضیکہ جنت میں نہ کسی قسم کی تکلیف و تکان ہوگی اور نہ جنت سے نکلنے کی فکر دامن گیر ہوگی کیونکہ یہ ہمیشہ جنت میں رہیں گے، حدیث پاک میں ہے کہ جنتیوں سے کہا جائیگا کہ اب تم ہمیشہ تندرست رہوگے، کبھی بیمار نہ ہوگے ہمیشہ زندہ رہوگے، کبھی موت نہ آئے گی اور ہمیشہ جوان رہوگے کبھی بڑھاپا نہ آئیگا اور ہمیشہ یہیں رہوگے. کبھی نہ نکالے جاؤ گے۔

شان نزول

نَبِّئْ عِبَادِیْ الخ اس آیت کا شان نزول یہ بیان کیا گیا ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم باب بنی شیبہ سے صحابہ کرام کے پاس تشریف لائے اور فرمایا میں تو تمھیں ہنستے ہوئے دیکھ رہا ہوں (یعنی تم اللہ کے عذاب سے غافل ہو اور ہنس رہے ہو) یہ فرما کر واپس چل دیئے اور پھر پچھلے قدم واپس تشریف لے آئے، فرمایا میں یہاں سے نکل کر حجر اسود تک ہی پہونچا تھا کہ حضرت جبرئیل تشریف لے آئے اور انھوں نے کہا. اے محمد اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے بندوں کو تم کیوں نا امید کرتے ہو، غرضیکہ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی جس میں فرمایا گیا ہے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ میرے بندوں کو اطلاع دیدیجئے کہ میں بڑا مغفرت و رحمت والا بھی ہوں، اور دردناک سزا دینے والا بھی. اللہ نے اپنی دونوں صفتوں کو ظاہر فرمادیا تاکہ ایمان و پرہیزگاری کی رغبت ہو اور کفر و معصیت سے خوف پیدا ہو۔

وَنَبِّئْهُمْ عَنْ ضَيْفِ إِبْرٰهِيْمَ ﴿٥١﴾ إِذْ دَخَلُوْا عَلَيْهِ فَقَالُوْا سَلٰمًا ؕ قَالَ إِنَّا مِنْكُمْ

اور آپ ان کو ابراہیم کے مہمانوں کی بھی اطلاع دے دیجئے جب کہ وہ ان کے پاس آئے پھر انھوں نے السلام علیکم کہا، ابراہیمؑ

وَجِلُوْنَ ﴿٥٢﴾ قَالُوْا لَا تَوْجَلْ إِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمٍ عَلِيْمٍ ﴿٥٣﴾ قَالَ أَبَشَّرْتُمُوْنِيْ عَلٰٓى أَنْ

کہنے لگے کہ ہم تو تم سے خائف ہیں، انھوں نے کہا کہ آپ خائف نہ ہوں ہم آپ کو ایک فرزند کی بشارت دیتے ہیں جو بڑا عالم ہوگا

مَّسَّنِيَ الْكِبَرُ فَبِمَ تُبَشِّرُوْنَ ﴿٥٤﴾ قَالُوْا بَشَّرْنٰكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُنْ مِّنَ الْقٰنِطِيْنَ ﴿٥٥﴾

ابراہیمؑ کہنے لگے کہ کیا تم مجھ کو اس حالت پر بشارت دیتے ہو کہ مجھ پر بڑھاپا آگیا ہے سو کس چیز کی بشارت دیتے ہو وہ. بولے کہ ہم آپ کو امر واقعی

قَالَ وَمَنْ يَّقْنَطُ مِنْ رَّحْمَةِ رَبِّهٖٓ إِلَّا الضَّآلُّوْنَ ﴿٥٦﴾ قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ أَيُّهَا

کی بشارت دیتے ہیں سو آپ نا امید نہ ہوں، ابراہیمؑ نے فرمایا کہ بھلا اپنے رب کی رحمت سے کون نا امید ہوتا ہے بجز گمراہ لوگوں کے

الْمُرْسَلُوْنَ ﴿٥٧﴾ قَالُوْٓا إِنَّآ أُرْسِلْنَآ إِلٰى قَوْمٍ مُّجْرِمِيْنَ ﴿٥٨﴾ إِلَّآ اٰلَ لُوْطٍ ؕ إِنَّا

فرمانے لگے کہ اب تم کو کیا مہم درپیش ہے اے فرشتو، فرشتوں نے کہا کہ ہم ایک مجرم قوم کی طرف بھیجے گئے ہیں مگر لوط کا خاندان

لَمُنَجُّوْهُمْ أَجْمَعِيْنَ ﴿٥٩﴾ إِلَّا امْرَأَتَهٗ قَدَّرْنَآ ۙ إِنَّهَا لَمِنَ الْغٰبِرِيْنَ ﴿٦٠﴾ فَلَمَّا جَآءَ اٰلَ

کہ ان سب کو بچالیں گے بجز ان کی بی بی کے کہ اسکی نسبت ہم نے تجویز کر رکھا ہے کہ وہ ضرور اسی قوم مجرم میں رہ جاوے گی پھر جب

لُوْطِ ۣ الْمُرْسَلُوْنَ ﴿۶۱﴾ قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ ﴿۶۲﴾ قَالُوْا بَلْ جِئْنٰكَ بِمَا كَانُوْا

وہ فرشتے خاندان لوط کے پاس آئے کہنے لگے کہ تم تو اجنبی آدمی ہو انھوں نے کہا نہیں بلکہ ہم آپ کے پاس وہ چیز لے کر

فِيْهِ يَمْتَرُوْنَ ﴿۶۳﴾ وَاَتَيْنٰكَ بِالْحَقِّ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ﴿۶۴﴾ فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ بِقِطْعٍ

آئے ہیں جس میں یہ لوگ شک کیا کرتے تھے اور ہم آپ کے پاس یقینی ہونے والی چیز لے کر آئے ہیں اور ہم بالکل سچے ہیں سو آپ

مِّنَ الَّيْلِ وَاتَّبِعْ اَدْبَارَهُمْ وَلَا يَلْتَفِتْ مِنْكُمْ اَحَدٌ وَّامْضُوْا حَيْثُ تُؤْمَرُوْنَ ﴿۶۵﴾

رات کے کسی حصہ میں اپنے گھر والوں کو لیکر چلے جایئے اور آپ سب کے پیچھے ہو لیجئے اور تم میں سے کوئی پیچھا پھر کے بھی نہ دیکھے

وَقَضَيْنَآ اِلَيْهِ ذٰلِكَ الْاَمْرَ اَنَّ دَابِرَ هٰٓؤُلَاۗءِ مَقْطُوْعٌ مُّصْبِحِيْنَ ﴿۶۶﴾

اور جس جگہ تم کو حکم ہوا ہے اس طرف سب چلے جانا اور ہم نے لوط کے پاس حکم بھیجا کہ صبح ہوتے ہی ان کی بالکل جڑ ہی کٹ جاوے گی

حضرت ابراہیمؑ و لوطؑ کے یہاں فرشتوں کی تشریف آوری

ان آیات پاک میں ارشاد ہے کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان لوگوں کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مہمانوں کے قصہ[علہ] کی خبر سنا دیجئے، ان مہمانوں نے آکر حضرت ابراہیمؑ کو سلام کیا حضرت ابراہیمؑ نے ان کے لئے کھانا تیار کیا مگر انھوں نے نہیں کھایا کیونکہ وہ فرشتے تھے ان کو انسانی شکل میں بھیجا گیا تھا اس سے حضرت ابراہیمؑ خوفزدہ ہوئے، کیوں کہ کھانا نہ کھانے کا مطلب یہ تھا کہ یہ مخالف اور دشمن ہیں تبھی تو کھا نہیں رہے ہیں، انھوں نے کہا آپ خوفزدہ نہ ہوں، کیونکہ ہم فرشتے ہیں اللہ تعالیٰ کی جانب سے آپ کو ایک ایسے فرزند کی خوشخبری دینے آئے ہیں جو بہت بڑا عالم ہوگا یعنی نبی ہوگا مراد اس سے حضرت اسحاقؑ ہیں۔ اپنے بڑھاپے کی وجہ سے لڑکے کی خوش خبری حضرت ابراہیمؑ کو عجیب سی معلوم ہوئی، لہٰذا دوبارہ دریافت کیا کہ کس چیز کی خوشخبری دیتے ہو، فرشتوں نے کہا واقعی ہم آپ کو لڑکا ہونے کی خوشخبری دیتے ہیں، آپ ناامید نہ ہوں، یہ سنکر حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا، میں اپنے رب کی رحمت سے ناامید نہیں ہوں مایوسی و ناامیدی تو گمراہ لوگوں کو ہوا کرتی ہے جو حق تعالیٰ کو نہیں مانتے۔

انسانی فطرت ہے کہ اسے جب کسی خوش خبری کی خبر اچانک دیجاتی ہے تو باوجود یقین آجانے کے اسے خوب

علہ یہ قصہ مکمل تفصیل کے ساتھ سورہ ہود پارہ ۱۲ آسان تفسیر صفحہ ۳۳ تا ۳۷ پر گذر چکا ہے۔ ایک بار پھر سے اسکو پڑھ لیا جائے، کیونکہ یہاں ہم نے مختصر طور پر ان آیات کے ضمن میں جس قدر واقعہ آیا ہے اسی کو بیان کیا ہے (محمد یعقوب غفرلہٗ ولوالدیہ)

کھول کھول کر معلوم کرتا ہے، اور لب و لہجہ تعجب کا اختیار کرلیتا ہے تاکہ خبر خوب واضح ہوکر سامنے آجائے، نیز ایسی خبر کو بار بار سننے میں خوشی ہوتی ہے۔

حضرت ابراہیمؑ نے قرائن اور نور نبوت سے محسوس کرلیا کہ یہ فرشتے کسی اہم کام کیلئے آئے ہیں چنانچہ ان سے فرمایا کہ تم صرف یہ خوشخبری ہی سنانے آئے ہو یا اور کسی مہم پر مامور کرکے بھیجے گئے ہو، فرشتوں نے جواب دیا کہ ہم ایک مجرم قوم یعنی قوم لوط کو ہلاک کرنے کیلئے بھیجے گئے ہیں مگر حضرت لوطؑ اور ان کے سب گھر والوں کو ہم بچالیں گے البتہ ان کی بیوی نہ بچ سکے گی وہ اسی مجرم قوم میں رہے گی اور بالآخر ان ہی کے ساتھ ہلاک ہوجائے گی۔

اس کے بعد فرشتے خاندانِ لوطؑ کے پاس پہونچے چونکہ یہ انسانی شکل میں تھے اس لئے حضرت لوطؑ نے ان سے فرمایا کہ تم اجنبی آدمی معلوم ہوتے ہو، یعنی میں نے تمکو نہیں پہچانا، مجھے تمھاری طرف سے ڈر ہے دیکھئے یہاں کے لوگ تمھارے ساتھ کیا سلوک کرتے ہیں، تم اس شہر کے لوگوں کی بُری عادت سے واقف نہیں، یہ اجنبی لوگوں کو بہت پریشان کرتے ہیں، انھوں نے کہا کہ آپ فکرمند نہ ہوں ہم آدمی نہیں بلکہ فرشتے ہیں، آسمان سے وہ چیز لے کر آئے ہیں جس میں یہ لوگ آپ سے جھگڑا کرتے تھے یعنی ہلاک کردینے والا عذاب، جس سے آپ اپنی قوم کو ڈراتے تھے اور یہ اس کا انکار کرتے تھے آج یہ بات سچ ہوکر رہے گی یقیناً یہ لوگ ہلاک کردیئے جائیں گے، آپ اپنے گھر والوں کو رات کے کسی حصہ میں اس بستی سے لیکر نکل جایئے اور آپ سب کے پیچھے رہیے تاکہ اطمینان رہے کہ کوئی رہ تو نہیں گیا یا راستہ سے واپس تو نہیں ہوا، اور آپ کے رعب کی وجہ سے کوئی پیچھے مڑکر بھی نہیں دیکھے گا جیسے کہ آپ سے فرمایا گیا ہے کہ کوئی پیچھے مڑکر نہ دیکھے اور اس طرح جس جگہ آپ کو جانے کا حکم دیا گیا ہے وہاں تشریف لے جایئے۔

حضرت تھانویؒ نے تفسیر درمنثور کے حوالہ سے لکھا ہے کہ ان حضرات کو ملک شام ہجرت کرنے کا حکم دیا گیا تھا اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے واسطے سے حضرت لوطؑ کے پاس یہ حکم بھیجا کہ صبح ہوتے ہی یہ قوم بالکل تباہ و برباد ہوجائیگی

وَجَاۤءَ اَهْلُ الْمَدِیْنَةِ یَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿۶۷﴾ قَالَ اِنَّ هٰۤؤُلَاۤءِ ضَیْفِیْ فَلَا تَفْضَحُوْنِ ﴿۶۸﴾

اور شہر کے لوگ خوب خوشیاں کرتے ہوئے پہنچے لوطؑ نے فرمایا کہ یہ لوگ میرے مہمان ہیں سو مجھ کو فضیحت

وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تُخْزُوْنِ ﴿۶۹﴾ قَالُوْۤا اَوَلَمْ نَنْهَكَ عَنِ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۷۰﴾ قَالَ هٰۤؤُلَاۤءِ

مت کرو اور اللہ سے ڈرو اور مجھ کو رسوا مت کرو وہ کہنے لگے کیا ہم آپ کو دنیا بھر کے لوگوں سے منع نہیں کرچکے لوطؑ نے فرمایا

بَنٰتِیْۤ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِیْنَ ﴿۷۱﴾ لَعَمْرُكَ اِنَّهُمْ لَفِیْ سَكْرَتِهِمْ یَعْمَهُوْنَ ﴿۷۲﴾

یہ میری بیٹیاں موجود ہیں اگر تم میرا کہنا کرو آپ کی جان کی قسم وہ اپنی مستی میں مدہوش تھے۔

فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ مُشْرِقِيْنَ ﴿٧٣﴾ فَجَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ

پس سورج نکلتے نکلتے ان کو آواز سخت نے آدبایا پھر ہم نے ان بستیوں کا اوپر کا تختہ تو نیچے کر دیا اور ان لوگوں پر

حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ ﴿٧٤﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِيْنَ ﴿٧٥﴾ وَاِنَّهَا

کنکر کے پتھر برسانا شروع کر دیئے — اس واقعہ میں کئی نشانیاں ہیں اہل بصیرت کے لئے — اور یہ بستیاں

لَبِسَبِيْلٍ مُّقِيْمٍ ﴿٧٦﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٧٧﴾

ایک آباد سڑک پر ملتی ہیں، ان بستیوں میں اہل ایمان کے لئے بڑی عبرت ہے۔

قوم لوط کی گندی خصلت

قوم لوطؑ[1] کو جب معلوم ہوا کہ حضرت لوطؑ کے یہاں بڑے حسین وجمیل اور خوبصورت لڑکے آئے ہیں تو وہ اپنی گندی خصلت کی وجہ سے بڑے خوش ہوئے، اور دوڑے ہوئے ان کے مکان پر آکر حضرت لوطؑ سے مطالبہ کیا کہ ان لڑکوں کو ہمارے حوالے کر دو، حضرت لوطؑ نے فرمایا یہ لڑکے میرے مہمان ہیں ان کو پریشان کر کے مجھے عام لوگوں میں رسوا مت کرو کیونکہ مہمان کی بے عزتی میزبان کی بے عزتی ہوتی ہے، اگر تمھیں ان پردیسیوں پر رحم نہ آیا تو کم از کم میرا خیال کرو کہ میں تمہاری بستی کا رہنے والا ہوں، نیز جو ارادہ تم کر رہے ہو وہ اللہ تعالیٰ کے قہر وغضب کا سبب ہے بس تم اللہ سے ڈرو اور یہ بے حیائی کا کام چھوڑ دو اور مجھ کو ان مہمانوں کی نظر میں رسوا و ذلیل مت کرو، یہ بدبخت کہنے لگے ہم آپ کو رسوا نہیں کرتے بلکہ آپ خود رسوا ہوتے ہو جب ہم منع کر چکے کہ تم کسی اجنبی کو پناہ مت دو اور نہ اپنا مہمان بناؤ، ہم کو اختیار ہے کہ باہر سے آنے والوں کے ساتھ جو چاہیں سلوک کریں پھر آپ کو کیا ضرورت پیش آئی کہ خواہ مخواہ ان لڑکوں کو اپنا مہمان بنا کر رسوائی مول لی، حضرت لوطؑ نے ان سے فرمایا آخر تمکو حرام کاری میں مبتلا ہونے کی ضرورت کیا ہے جبکہ تمہاری بیویاں جو میری بیٹیوں کے برابر ہیں وہ تمہارے گھروں میں موجود ہیں اگر

اقوال وتحقیق

لَعَمْرُكَ الخ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے نبی محمد عربیؐ کی جان کے علاوہ کسی کی جان کی قسم نہیں کھائی کیونکہ قسم اس چیز کی کھائی جاتی ہے جو اپنی جیسی چیزوں میں سب سے زیادہ اہم ہو، ظاہر ہے کہ تمام جانوں میں سب سے زیادہ عزیز جان اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے —— وَاِنَّهَا لَبِسَبِيْلٍ مُّقِيْمٍ الخ قوم لوط کی الٹی ہوئی بستیاں عرب سے شام کو جانے والے راستہ پر اردن کے علاقہ میں آج بھی موجود ہیں۔

---

[1] اس واقعہ کی بھی مکمل تفصیل سورۃ اعراف آسان تفسیر پارہ ۸ صفحہ ۷۰ پر گذر چکی ہے اس کو وہاں دیکھا جائے۔

تم میرا کہنا مانو تو اپنی بیویوں سے جائز اور شریفانہ طور پر اپنی جنسی خواہش پوری کرو، کیسی بے عقلی کی بات ہے کہ حلال اور پاکیزہ چیز کو چھوڑ کر حرام اور گندی چیز کو اختیار کیا جائے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے نبی محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی جان کی قسم کھا کر فرمایا کہ قوم لوط غفلت و مستی کے نشہ میں بالکل اندھی ہوگئی تھی وہ بڑی لاپرواہی سے حضرت لوطؑ کی نصیحت کو ٹھکرا رہے تھے وہ اپنی طاقت کے نشہ میں انجام سے غافل ہوکر اپنے پیغمبر سے جھگڑ رہے تھے انھیں نہیں معلوم تھا کہ صبح تک کیا حشر ہونیوالا ہے بس سورج نکلتے نکلتے ان کو سخت آواز نے آدبایا، بعض مفسرینؒ کا قول ہے کہ یہ چیخ حضرت جبرئیلؑ کی تھی، قرآن میں یہاں مُشْرِقِيْنَ اور اس سے پہلے مُصْبِحِيْنَ فرمایا گیا ان دونوں کے ملانے سے یہ نتیجہ نکلا کہ صبح ہوتے ہی عذاب شروع ہوجائیگا اور اشراق تک سب کا خاتمہ ہوجائیگا۔

بہرحال حق تعالیٰ شانہ نے ان کی بستیوں کی زمین کو الٹ کر اوپر کا تختہ نیچے اور نیچے کا اوپر کردیا اور اس قوم کے اوپر کنکر کے پتھر برسانا شروع کئے۔ اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں کہ اس واقعہ میں بہت سے نشانات ہیں اہل بصیرت کیلئے، مثلاً اول یہ کہ بُرے کام کا انجام ہمیشہ برا ہوتا ہے، اگر کچھ مہلت اور ڈھیل مل جائے تو اس پر مغرور نہ ہو، دومؔ یہ کہ اللہ کی قدرت کے سامنے تمام طاقتیں فیل ہیں، سومؔ یہ کہ دائمی اور اصل راحت و عزت اللہ پر ایمان اور اسکی اطاعت و فرماں برداری میں ہے۔

وَاِنْ كَانَ اَصْحٰبُ الْاَيْكَةِ لَظٰلِمِيْنَ ﴿٧٨﴾ فَانْتَقَمْنَا

اور بَن والے بڑے ظالم تھے سو ہم نے ان سے بدلہ لیا

مِنْهُمْ ۘ وَاِنَّهُمَا لَبِاِمَامٍ مُّبِيْنٍ ﴿٧٩﴾ ع ط

اور دونوں کی بستیاں صاف سڑک پر ہیں

قوم شعیبؑ کی تباہی

بَن کے رہنے والے یعنی قوم شعیبؑ ظالم تھے ان لوگوں کا گناہ شرک و بت پرستی ڈاکہ زنی و غارتگری، ناپ تول میں کمی، اور دھوکہ وفریب بازی تھا اس قوم کو بھی اللہ تعالیٰ نے قومِ لوط کی طرح تباہ کیا، حجاز و شام کے جس راستے پر لوط کی بستیاں تھیں وہیں ذرا نیچے اتر کر ان کی بھی بستیاں تھیں، ان دونوں قوموں کے کھنڈرات عام راستہ پر ہیں جو آنے جانے والوں کو

اقوال و تحقیق

ایکہ بمعنی بَن یعنی گھنے جنگل کو کہتے ہیں اس سے مراد قوم شعیبؑ ہے جو شہر مدین میں رہتے تھے جس کے نزدیک درختوں کا بَن تھا، کچھ وہاں رہتے ہوں گے اسلئے اصحاب ایکہ و مدین سے ایک ہی قوم مراد ہے، بعض مفسرینؒ نے فرمایا کہ یہ دونوں قومیں الگ الگ ہیں حضرت شعیب علیہ السلام دونوں کی طرف مبعوث ہوئے۔

وقف لازم

صاف نظر آتے ہیں۔

قوم شعیبؑ کا پورا واقعہ سورہ ہود پارہ ١٢ آسان تفسیر ص ۳۹ پر گذر چکا ہے اس کو دیکھ لیا جائے۔

وَلَقَدۡ كَذَّبَ اَصۡحٰبُ الۡحِجۡرِ الۡمُرۡسَلِيۡنَۙ ﴿۸۰﴾ وَاٰتَيۡنٰهُمۡ اٰيٰتِنَا فَكَانُوۡا

اور حجر والوں نے پیغمبروں کو جھوٹا بتلایا　اور ہم نے ان کو اپنی نشانیاں دیں

عَنۡهَا مُعۡرِضِيۡنَۙ ﴿۸۱﴾ وَكَانُوۡا يَنۡحِتُوۡنَ مِنَ الۡجِبَالِ بُيُوۡتًا اٰمِنِيۡنَ ﴿۸۲﴾

سو وہ لوگ ان سے روگردانی کرتے رہے اور وہ لوگ پہاڑوں کو تراش تراش کر ان میں گھر بناتے تھے کہ امن

فَاَخَذَتۡهُمُ الصَّيۡحَةُ مُصۡبِحِيۡنَۙ ﴿۸۳﴾ فَمَاۤ اَغۡنٰى عَنۡهُمۡ مَّا كَانُوۡا يَكۡسِبُوۡنَؕ ﴿۸۴﴾

میں رہیں سو ان کو صبح کے وقت آواز سخت نے آپکڑا سو ان کے ہنر ان کے کچھ بھی کام نہ آئے۔

قوم ثمود کی بربادی

حجر والوں سے مراد قوم ثمود ہے جنھوں نے اپنے پیغمبر حضرت صالح علیہ السلام کو جھٹلایا تھا، ایک نبی کا جھٹلانا گویا کہ تمام نبیوں کا انکار کرنا ہے اسی لئے یہاں قرآن کریم فرمارہا ہے کہ انھوں نے پیغمبروں کو جھٹلایا، بہرحال حضرت صالحؑ کی نبوت کے دلائل مثلاً اونٹنی کا پتھر کی چٹان سے پیدا ہونا وغیرہ دیکھنے کے بعد بھی انھوں نے ان کو جھٹلایا، یہ قوم اپنی دنیوی زندگی پر بڑی مغرور تھی اور گویا انھوں نے یہ سمجھ رکھا تھا کہ ہمیں ہمیشہ دنیا ہی میں رہنا ہے اسی لئے وہ پہاڑوں کو تراش کر اس میں بڑے عالی شان مکانات بناتے تھے اور یہ سمجھتے تھے کہ ان مضبوط مکانوں میں ہم پر کوئی آفت نہیں آئے گی مگر ان کی نافرمانی و سرکشی پر آخر اللہ تعالیٰ نے ان کو پکڑا اور ایک سخت چیخ اور ہیبت ناک زلزلے نے ان کو تباہ و برباد کردیا، ان کی جسمانی و مالی طاقت اور مضبوط و مستحکم مکانات کچھ حفاظت نہ کرسکے، یہ واقعہ بھی تفصیل کے ساتھ آسان تفسیر پارہ ۸، ص ۷۵ اور پارہ ١٢ ص ۳۱ پر گذر چکا ہے۔

وَمَا خَلَقۡنَا السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ وَمَا بَيۡنَهُمَاۤ اِلَّا بِالۡحَـقِّ ؕ وَاِنَّ السَّاعَةَ

اور ہم نے آسمانوں کو اور زمین کو اور ان کی درمیانی چیزوں کو بغیر مصلحت کے پیدا نہیں کیا اور ضرور قیامت

لَاٰتِيَةٌ‌ فَاصۡفَحِ الصَّفۡحَ الۡجَمِيۡلَ ﴿۸۵﴾ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ الۡخَـلّٰقُ الۡعَلِيۡمُ ﴿۸۶﴾

آنے والی ہے، سو آپ خوبی کے ساتھ درگذر کیجئے　بلاشبہ آپ کا رب بڑا خالق بڑا عالم ہے

تفسیر:۔ ارشاد ہے کہ ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور ان کے درمیان کی چیزوں کو بغیر کسی حکمت و مصلحت کے پیدا نہیں کیا بلکہ ان میں ایک خاص حکمت ہے اور وہ یہ ہے کہ لوگ ان کے پیدا کرنے والے کے وجود

اور اس کی قدرت کو سمجھیں اور اس کے احکامات کی پیروی کریں، اور جو یہ سب کچھ دیکھنے کے بعد بھی اس کی ذات کو نہ مانے اس کی نافرمانی کرے تو اس کو سزا دے، ظاہر ہے کہ پوری سزا دنیا میں نہیں دی جاتی، لہذا اس کا تقاضہ یہ ہے کہ پوری سزا کے لئے کوئی دوسرا وقت اور جگہ متعین ہے اور اس کا نام ہے قیامت، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ قیامت ضرور آنے والی ہے وہاں سب کو پورا پورا بدلہ دیا جائیگا۔

اس کے بعد حضور علیہ السلام کو تسلی دی گئی کہ آپ غم نہ کیجئے اور نافرمانوں کی ظلم وزیادتی پر صبر کیجئے اور ان کی شرارت وگستاخی کو درگذر کیجئے بلا شبہ آپ کا رب سب کچھ جاننے والا ہے اس کو ان کی شرارت اور آپ کے صبر کی مکمل خبر ہے وہ قیامت کے دن ان سب کو پوری پوری سزا دے گا۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنٰكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِيْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِيْمَ ﴿۸۷﴾ لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ

اور ہم نے آپ کو سات آیتیں دیں جو مکرر پڑھی جاتی ہیں اور قرآن عظیم دیا آپ اپنی آنکھ اٹھا کر بھی اس

اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖٓ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ

چیز کو نہ دیکھئے جو کہ ہم نے مختلف قسم کے کافروں کو برتنے کے لئے دے رکھی ہے اور ان پر غم نہ کیجئے اور مسلمانوں پر

لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۸۸﴾ وَقُلْ اِنِّيْٓ اَنَا النَّذِيْرُ الْمُبِيْنُ ﴿۸۹﴾ كَمَآ اَنْزَلْنَا عَلَى

شفقت رکھیے اور کہہ دیجئے کہ میں کھلم کھلا ڈرانے والا ہوں جیسا ہم نے ان لوگوں پر نازل کیا ہے

الْمُقْتَسِمِيْنَ ﴿۹۰﴾ الَّذِيْنَ جَعَلُوا الْقُرْاٰنَ عِضِيْنَ ﴿۹۱﴾ فَوَرَبِّكَ لَنَسْئَلَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۹۲﴾

جنہوں نے حصے کر رکھے تھے، یعنی آسمانی کتاب کے مختلف اجزاء قرار دیئے تھے سو آپ کے پروردگار کی قسم ہم ان سب سے ان

عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۹۳﴾

کے اعمال کی ضرور بازپرس کریں گے۔

الربع

انعامِ خداوندی

ان آیات میں سے پہلی آیت میں فرمایا گیا ہے کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ مخالفین اسلام کے معاملہ کو دیکھ کر غمگین نہ ہوں بلکہ ہمارا معاملہ دیکھ کر مطمئن ہو جائیے کہ ہم نے آپ پر کس قدر عظیم انعام فرمایا کہ آپ کو سات آیتیں عطا فرمائیں جو ہر نماز اور ہر رکعت میں دہرائی جاتی ہیں اس سے مراد سورۂ فاتحہ ہے، حدیث پاک میں ہے کہ حق تعالیٰ نے توریت، انجیل، زبور کسی بھی کتاب میں سورۂ فاتحہ کا مثل نازل نہیں فرمایا، سورۂ فاتحہ پورے قرآن کا خلاصہ اور نچوڑ ہے، پورا قرآن اس کی شرح وتفسیر ہے، اسی وجہ سے اس سورہ کا دوسرا نام اُمُّ القرآن بھی ہے، بہر حال آپ کو سورۂ فاتحہ اور قرآن مقدس جیسی عظیم نعمت عطا فرمائی گئی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرمایا گیا کہ مشرکین، یہود و نصاریٰ اور مجوسی اور دوسرے دشمنان خدا و رسول کو دنیا کی چند روزہ زندگی کا جو سامان دیا گیا ہے آپ اس کی طرف نظر نہ کیجئے کہ ان ملعونوں کو یہ سامان کیوں دیدیا گیا جس سے ان کی شرارت و بدبختی اور بڑھ گئی، یہ دولت اگر مسلمانوں کو ملتی تو اچھے راستہ میں خرچ ہوتی۔ فرمایا گیا کہ آپ ان کی فکر میں زیادہ نہ پڑیں ان کو چند روز مزے اڑا لینے دیجئے، بس آپ تو مومنین کے ساتھ شفقت وہمدردی اور مہربانی کا برتاؤ رکھئے اور دعوت و تبلیغ جو آپ کا منصبی فرض ہے اس کو ادا کرتے رہئے اور صاف طور پر کہہ دیجئے کہ میں کھلم کھلا تم کو خدا کے عذاب سے ڈرانے والا ہوں، اے لوگو ایسا ہی عذاب تم پر بھی نازل ہو سکتا ہے جیسا کہ ان لوگوں پر نازل ہوا جنھوں نے آسمانی کتاب کے مختلف حصے کر رکھے تھے، بعض کو مانتے تھے بعض کا انکار کرتے تھے، اس سے مراد یہودی و عیسائی ہیں، انھوں نے قرآن کریم کے دو حصے کر رکھے تھے ایک حصہ وہ جو توریت و انجیل کی تعلیمات کے مطابق تھا اس کو حق کہتے تھے اور اس کی تصدیق کرتے تھے اور دوسرا وہ حصہ جو توریت و انجیل کے موافق نہیں تھا اس کو باطل کہتے تھے اور اس کا انکار کرتے تھے، قرآن کا انکار اور نبی کی مخالفت کرنے کی وجہ سے ان پر دنیا میں بھی عذاب بھیجا گیا اور ان کی صورتیں مسخ کر کے بندر و خنزیر بنا دیا گیا، قید کئے گئے، قتل ہوئے، ذلت و رسوائی کا شکار ہوئے وغیرہ غرضیکہ جس طرح ان پر عذاب آیا اسی طرح اے دشمنان خدا و رسول تم پر بھی عذاب آسکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنی ذات کی قسم کھا کر فرما رہے ہیں کہ ہم تمام مخالفین سے ان کے اعمال کی ضرور باز پرس کریں گے کہ تم نے کفر و شرک کیوں کیا؟ قرآن کا انکار کیوں کیا؟ ہمارے نبی کو کیوں جھٹلایا؟ وغیرہ اور پھر ان کو ان کے کئے کی سزا دی جائے گی۔

فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿٩٤﴾ اِنَّا كَفَيْنٰكَ

غرض آپ کو جس بات کا حکم کیا گیا ہے اس کو صاف صاف سنا دیجئے اور ان مشرکین کی پرواہ نہ کیجئے، یہ لوگ جو ہنستے ہیں اور اللہ

الْمُسْتَهْزِءِيْنَ ﴿٩٥﴾ الَّذِيْنَ يَجْعَلُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ﴿٩٦﴾

تعالیٰ کے ساتھ دوسرا معبود قرار دیتے ہیں ان سے آپ کے لئے ہم کافی ہیں سو ان کو ابھی معلوم ہوا جاتا ہے

وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّكَ يَضِيْقُ صَدْرُكَ بِمَا يَقُوْلُوْنَ ﴿٩٧﴾ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُنْ

اور واقعی ہم کو معلوم ہے کہ یہ لوگ جو باتیں کرتے ہیں اس سے آپ تنگ دل ہوتے ہیں، سو آپ اپنے پروردگار کی تسبیح و

مِّنَ السّٰجِدِيْنَ ﴿٩٨﴾ وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ ﴿٩٩﴾ ع ۶

تحمید کرتے رہئے اور نماز پڑھنے والوں میں رہئے اور آپ اپنے رب کی عبادت کرتے رہئے یہاں تک کہ آپ کو موت آجائے۔

تفسیر:- ان آیات میں ارشاد ہے کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ دین اسلام کی اشاعت و تبلیغ کھلم کھلا کیجئے، مخالفین اسلام سے نہ ڈریئے ان شریر گستاخوں سے ہم نمٹ لیں گے اور ان کے کفر و شرک اور آپ کا اور دین اسلام کا مذاق اڑانے کی سزا جلد دیں گے۔

حضرت عبداللہ ابن عبادہ سے مروی ہے کہ اس آیت فاصدع بما تومر کے نازل ہونے سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی چھپ چھپ کر عبادت اور تلاوت کرتے تھے اور تبلیغ کا سلسلہ بھی پوشیدہ طور پر ایک ایک دو دو فرد کے ساتھ جاری تھا، کیونکہ کھلم کھلا کرنے میں کفار کی تکالیف پہنچانے کا خطرہ تھا، اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مذاق اڑانے والوں اور تکالیف پہونچانے والے کفار کی تکالیف سے محفوظ رکھنے کی خود ذمہ داری لی ہے، اس لئے اب بے فکری کے ساتھ کھل کے تلاوت و عبادت اور دعوت و تبلیغ کا سلسلہ شروع ہوا۔

اللہ تعالیٰ اپنے پیارے نبی کو مخاطب کرکے فرما رہے ہیں کہ ہمیں معلوم ہے کہ کفار و مشرکین کی شرارت و گستاخی سے آپ تنگدل ہوتے ہیں، آپ کو گھٹن ہوتی ہے جو کہ ایک طبعی بات ہے، بس اس سے بچنے کا علاج یہ ہے کہ آپ کفار کی طرف سے توجہ ہٹا کر اپنے رب کی طرف متوجہ ہو جائیے اور اس کی تسبیح و تحمید میں مشغول ہو جائیے، اور جب تک دم میں دم ہے اللہ کے ذکر و عبادت میں مصروف رہئے، حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ذکر و عبادت میں اجر و ثواب کے علاوہ یہ خاصیت بھی ہے کہ رنج و غم اور تکلیف و مصیبت ہلکی ہو جاتی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ تھی کہ جب کسی اہم کام کی فکر دامن گیر ہوتی تو آپ فوراً نماز کی طرف متوجہ ہو جاتے۔

تنگدلی کا علاج جب کسی انسان کو اپنے مخالفین سے کوئی تکلیف پہونچے اور اس سے تنگدلی ہو تو اس کا روحانی علاج یہ ہے کہ ذکر و تسبیح اور عبادت خداوندی میں مشغول ہو جائے اللہ تعالیٰ خود اس کی تکلیف و تنگ دلی کو دور فرما دیں گے۔

الحمد للہ سورہ حجر کی تفسیر بحسن و خوبی تکمیل کو پہونچی

آیاتہا ۱۲۸ (۱۶) سُوْرَةُ النَّحْلِ مَكِّيَّةٌ (۷۰) رکوعاتہا ۱۶

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام کے ساتھ جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

اَتٰٓى اَمْرُ اللّٰهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْهُ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ① يُنَزِّلُ

خدائے تعالیٰ کا حکم آپہونچا سو تم اس میں جلدی مت مچاؤ وہ لوگوں کے شرک سے پاک اور برتر ہے وہ فرشتوں

الْمَلٰٓئِكَةَ بِالرُّوحِ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖٓ اَنْ اَنْذِرُوٓا

کو وحی یعنی اپنا حکم دے کر اپنے بندوں میں سے جس پر چاہیں نازل فرماتے ہیں یہ کہ خبردار کردو کہ میرے سوا

اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاتَّقُوْنِ ۝

کوئی لائق عبادت نہیں سو مجھ سے ڈرتے رہو۔

سورۂ نحل کی وجہ تسمیہ

اس سورت کا نام نحل اس لئے رکھا گیا کہ اس میں نحل یعنی شہد کی مکھی کا ذکر قدرت کی عجیب وغریب صنعت کے بیان کے سلسلہ میں ہوا ہے۔

کفار ومشرکین کہا کرتے تھے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہمیں اللہ کے عذاب سے اور قیامت سے ڈراتے رہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ پیغمبر کی جماعت غالب وکامیاب ہوگی اور ان کے مخالفین مغلوب وذلیل ہوں گے مگر ہمیں تو اس طرح کی کوئی بھی بات نظر نہیں آتی، ان آیات میں سے پہلی آیت میں اس کے جواب میں فرمایا کہ اللہ کا حکم آپہونچا تم جلدبازی مت کرو، اللہ کے حکم سے مراد ہے قیامت۔ مطلب یہ ہے کہ قیامت کچھ دور نہیں، جس چیز کا آنا یقینی ہوا سے آئی ہوئی سمجھنا چاہیئے۔ پس اگر قیامت میں اپنا انجام بہتر چاہتے ہو تو صرف ایک خدا کی بندگی کرو شرک سے باز آجاؤ اور بلاشبہ حق تعالیٰ شانہ کی ذات شرک سے پاک اور برتر ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہے پیغمبری کیلئے منتخب کرکے اس کی طرف فرشتوں میں سے اعلیٰ منصب کے فرشتے (جبریل) کے ذریعہ وحی بھیجتے ہیں کہ وہ پیغمبر لوگوں کو خبردار کردے کہ خدا کی ذات کے سوا کوئی عبادت وبندگی کے لائق نہیں بس اسی سے ڈرتے رہو اس کے ساتھ کسی کو شریک مت ٹھیراؤ نہیں تو سخت سزا بھگتنی پڑے گی۔

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ۚ تَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝ خَلَقَ الْاِنْسَانَ

آسمانوں کو اور زمین کو حکمت سے بنایا وہ ان کے شرک سے پاک ہے انسان کو نطفہ سے بنایا

مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ ۝ وَالْاَنْعَامَ خَلَقَهَا ۚ لَكُمْ فِيْهَا

پھر وہ یکایک کھلم کھلا جھگڑنے لگا اور اسی نے چوپایوں کو بنایا ان میں تمہارے جاڑے کا

دِفْءٌ وَّمَنَافِعُ وَمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ۝ وَلَكُمْ فِيْهَا جَمَالٌ حِيْنَ تُرِيْحُوْنَ وَحِيْنَ

بھی سامان ہے اور بھی بہت سے فائدے ہیں اور ان میں سے کھاتے بھی ہو اور ان کی وجہ سے تمہاری رونق بھی ہے جبکہ شام

تَسۡرَحُوۡنَ ۞ وَتَحۡمِلُ اَثۡقَالَكُمۡ اِلٰى بَلَدٍ لَّمۡ تَكُوۡنُوۡا بٰلِغِيۡهِ اِلَّا بِشِقِّ

کے وقت لاتے ہو اور جبکہ صبح کے وقت چھوڑ دیتے ہو اور وہ تمہارے بوجھ بھی ایسے شہر کو لے جاتے ہیں جہاں تم بدون جان کو

الۡاَنۡفُسِ‌ؕ اِنَّ رَبَّكُمۡ لَرَءُوۡفٌ رَّحِيۡمٌۙ ۞ وَّالۡخَيۡلَ وَالۡبِغَالَ وَالۡحَمِيۡرَ

محنت میں ڈالے ہوئے نہیں پہونچ سکتے تھے واقعی تمہارا رب بڑی شفقت والا اور رحمت والا ہے اور گھوڑے اور خچر اور گدھے

لِتَرۡكَبُوۡهَا وَزِيۡنَةً‌ ؕ وَيَخۡلُقُ مَا لَا تَعۡلَمُوۡنَ ۞

بھی پیدا کئے تاکہ تم ان پر سوار ہو اور نیز زینت کے لئے بھی اور وہ ایسی ایسی چیزیں بناتا ہے جن کی تم کو خبر بھی نہیں ہے

تفسیر:- پچھلی آیات میں اللہ تعالیٰ کے مستحق عبادت ہونے کا بیان تھا، اب یہاں اس کی وجہ بیان کی جارہی ہے کہ وہ ذات اس قدر عظیم اور زبردست قدرت والی ہے کہ اس نے آسمان وزمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب کو پیدا کیا اور وہ تمام معبودان باطل سے پاک وبری اور بیزار ہے، اسی خدا نے انسان کو ایک حقیر قطرۂ منی سے وجود بخشا اور پھر اس کی رفتہ رفتہ تربیت کر کے کامل ومکمل کر دیا جب یہ انسان ہر اعتبار سے مکمل ہو گیا تو اس نے اپنے پیدا کرنے والے خالق ومالک کی ذات وصفات ہی کے بارے میں اختلاف شروع کر دیا اور اس کی قدرت کا انکار کر کے کہنے لگا کہ قیامت نہیں آئے گی۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ ہم نے تمہارے فائدے کیلئے جانوروں کو پیدا فرمایا جن میں سے بعضوں کا تم گوشت، چربی، دودھ، دہی، مکھن گھی کھاتے ہو اور بعضوں کے بال یا اون سے سردی وغیرہ سے بچنے کے لئے لباس اور کمبل وغیرہ بناتے ہو اور بعضوں کی کھال سے مختلف قسم کی قیمتی چیزیں تیار ہوتی ہیں اور بعضوں کے ذریعہ وزنی سامان ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جاتے ہو جس کو تم بغیر ان جانوروں کی مدد کے آسانی نہیں لے جا سکتے تھے، آگے فرماتے ہیں کہ ان جانوروں کے ذریعہ ہم نے تم کو عزت بخشی چنانچہ جانور جب صبح کو چرنے کے لئے یا شام کو چر کر واپس گھر آتے ہیں تو اس وقت ایک عجیب قسم کی چہل پہل اور رونق ہوتی ہے جسے دیکھ کر مالک بھی خوش ہوتا ہے اور دوسرے لوگ

اقوال وتحقیق سواری کے لئے قرآن کریم نے گدھا بھی شمار کرایا ہے، ہمارے یہاں اگرچہ اس پر سواری معیوب سمجھتے ہیں مگر عرب میں اس پر سواری کو برا نہیں سمجھا جاتا کیونکہ وہاں کے گدھے نہایت قیمتی، بڑے قد والے، خوبصورت اور تیز رفتار ہیں۔ بعض ان گدھوں کے سامنے گھوڑوں کی بھی کوئی حیثیت نہیں۔

بھی کہ فلاں زمیندار کو اللہ تعالیٰ نے خوب جانور دے رکھے ہیں۔

اخیر میں فرمایا جن جانوروں کا ذکر اوپر کیا گیا ان کے علاوہ تمہارے فائدے اور ضرورت کی چیز حق تعالیٰ شانہ پیدا کرتے رہتے ہیں اور کرتے رہیں گے اس میں تمام سواریاں ریل موٹر ہوائی جہاز وغیرہ آگئے، اللہ تعالیٰ چاہتے تو ان سواریوں کے نام بھی پہلے ہی بتلا دیتے مگر انسان ان کا تصور نہ کرسکتا اور بلاوجہ تشویش میں پڑتا، واقعۃً اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر بڑا ہی شفیق و مہربان ہے۔

وَعَلَى اللّٰهِ قَصْدُ السَّبِيْلِ وَمِنْهَا جَآئِرٌ ؕ وَلَوْ شَآءَ لَهَدٰىكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۹﴾

اور سیدھا رستہ اللہ تک پہونچتا ہے اور بعض رستے ٹیڑھے بھی ہیں اور اگر خدا چاہتا تو تم سب کو مقصود تک پہونچا دیتا۔

تفسیر: اس آیت پاک میں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ سیدھا راستہ یعنی دین اسلام جس کو اللہ تعالیٰ نے قرآن و حدیث میں ثابت کر دیا ہے وہی اللہ تک پہونچتا ہے اور اسی کو اختیار کرکے انسان جنت کا مستحق ہوسکتا ہے اور جو راستے دین اسلام کے خلاف ہیں وہ ٹیڑھے ہیں ان پر چل کر اللہ تک پہونچنا ممکن نہیں یہ راستے جہنم میں لے جانے والے ہیں اس کے بعد فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتے تو تمام انسانوں کو سیدھے راستے پر چلاکر منزل مقصود تک پہونچا دیتے مگر اللہ تعالیٰ کا اصول ہے کہ اسی کو سیدھے راستہ کی توفیق دیتے ہیں جو خود سیدھا راستہ اختیار کرنے کا ارادہ و کوشش کرے۔

هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً لَّكُمْ مِّنْهُ شَرَابٌ وَّمِنْهُ شَجَرٌ فِيْهِ تُسِيْمُوْنَ ﴿۱۰﴾

وہ ایسا ہے جس نے تمہارے واسطے آسمان سے پانی برسایا جس سے تم کو پینے کو ملتا ہے اور اس سے درخت ہیں جن میں تم

يُنْۢبِتُ لَكُمْ بِهِ الزَّرْعَ وَالزَّيْتُوْنَ وَالنَّخِيْلَ وَالْاَعْنَابَ وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ؕ

چرنے چھوڑ دیتے ہو اس سے تمہارے لئے کھیتی اور زیتون اور کھجور اور انگور اور ہر قسم کے پھل اُگاتا ہے بیشک اس میں

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۱۱﴾ وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ۙ وَالشَّمْسَ

سوچنے والوں کیلئے دلیل ہے اور اس نے تمہارے لئے رات اور دن اور سورج اور چاند کو مسخر بنایا اور ستارے

وَالْقَمَرَ ؕ وَالنُّجُوْمُ مُسَخَّرٰتٌۢ بِاَمْرِهٖ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴿۱۲﴾

اس کے حکم سے مسخر ہیں، بے شک اس میں عقلمند لوگوں کے لئے چند دلیلیں ہیں اور ان چیزوں کو بھی جن کو تمہارے

وَمَا ذَرَاَ لَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُخْتَلِفًا اَلْوَانُهٗ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ

لئے اس طور پر پیدا کیا کہ ان کے اقسام مختلف ہیں بے شک اس میں سمجھدار لوگوں کے لئے دلیل ہے۔

يَذَّكَّرُوْنَ ﴿۱۳﴾ وَهُوَ الَّذِىْ سَخَّرَ الْبَحْرَ لِتَاْكُلُوْا مِنْهُ لَحْمًا طَرِيًّا

اور وہ ایسا ہے کہ اس نے دریا کو مسخر بنایا کہ اس میں سے تازہ تازہ گوشت کھاؤ اور اس میں

وَّتَسْتَخْرِجُوْا مِنْهُ حِلْيَةً تَلْبَسُوْنَهَا ۚ وَتَرَى الْفُلْكَ مَوَاخِرَ فِيْهِ

سے گہنا نکالو جس کو تم پہنتے ہو اور تو کشتیوں کو دیکھتا ہے کہ اس میں پانی چیرتی ہوئی چلی

وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۴﴾ وَاَلْقٰى فِى الْاَرْضِ رَوَاسِىَ اَنْ

جارہی ہے اور تاکہ تم خدا کی روزی تلاش کرو اور شکر کرو اور اس نے زمین میں پہاڑ رکھ دیئے تاکہ وہ

تَمِيْدَ بِكُمْ وَاَنْهٰرًا وَّسُبُلًا لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۱۵﴾ وَعَلٰمٰتٍ ۚ وَبِالنَّجْمِ هُمْ

تم کو لے کر ڈگمگانے نہ لگے اور اس نے نہریں اور رستے بنائے تاکہ منزل مقصود تک پہونچ سکو اور بہت سی

يَهْتَدُوْنَ ﴿۱۶﴾

نشانیاں بنائیں اور تاروں سے بھی لوگ رستہ معلوم کرتے ہیں

انعامات خداوندی

ان آیات میں بعض ان نعمتوں کا تذکرہ ہے جن سے انسان اور دوسری مخلوقات فائدہ حاصل کر رہی ہیں۔

سب سے پہلے پانی کا ذکر کیا، پانی اس قدر عظیم نعمت ہے جس پر انسان اور دوسرے جانوروں کی زندگی کا دارومدار ہے، اسی پانی سے کھیتی ہو کر مختلف اناج، سبزیاں اور چارہ پیدا ہوتا ہے جس سے انسان وجانور اپنی بھوک مٹاتے ہیں، اسی پانی کے ذریعہ زیتون کھجور انگور اور دوسرے میوے پیدا ہوتے ہیں۔

دوسرا انعام حق تعالیٰ شانہ نے یہ فرمایا کہ تمہارے فائدے کیلئے رات و دن اور چاند و سورج اور دوسرے ستاروں کو اپنی قدرت کے تابع کر رکھا ہے کہ وہ صحیح نظام کے ساتھ اپنا کام انجام دینے میں لگے ہوئے ہیں، جس سے تم اپنے تمام امور میں پورا فائدہ اٹھا رہے ہو۔ جس ذات نے ان آسمانی چیزوں کو تمہارے کام میں لگا رکھا ہے، اسی نے تمہارے فائدے کیلئے زمین میں مختلف قسم کی مخلوقات پیدا کیں اس میں تمام حیوانات، جمادات، نباتات وغیرہ شامل ہیں

تیسرا انعام یہ کہ زبردست اور ہیبت ناک موجیں مارنے والے سمندر کو بھی اللہ پاک نے اس کمزور انسان کے کام میں لگا رکھا ہے کہ اس میں مچھلی کا شکار کر کے تازہ اور لذیذ گوشت حاصل کرے اور اسی سمندر سے اعلیٰ درجہ کے قیمتی ہیرے جواہرات اور موتی نکالے اور ان سے اپنی من پسند زیورات تیار کرے، تمہاری کشتی سمندر کے پانی کو چیرتی ہوئی، اور موجوں کا رخ بدلتی ہوئی کس طرح منزل مقصود کی

طرف چلی جاتی ہے جس سے تم ایک جگہ سے دوسری جگہ مال تجارت پہونچا کر رزق حاصل کرتے ہو، اے لوگو! اللہ کا احسان مانو کہ اس نے تم کو ایسی عقل دی کہ خطرناک سمندر سے بھی فائدہ حاصل کرتے ہو۔

چوتھا انعام اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ اس زمین پر بوجھل پہاڑ رکھ دیئے، روایات میں ہے کہ شروع میں زمین کپکپاتی اور ڈگمگاتی تھی اس میں پہاڑوں کو پیدا فرما کر اللہ تعالیٰ نے اس کی کپکپاہٹ کو بند کر دیا، اسی زمین میں چھوٹی چھوٹی نہریں اور رستے بنائے تاکہ ان کے ذریعہ تم اپنی منزل تک پہونچ سکو اور ان رستوں کو پہچاننے کے لئے بہت سی نشانیاں بنائیں، جیسے پہاڑ، درخت چشمے تعمیرات وغیرہ اے لوگو ذرا سوچو اگر تمام زمین سپاٹ اور یکساں حالت پر ہوتی تو پھر اپنا راستہ معلوم کرنا ناممکن تھا جس طرح زمینی نشانات سے راستہ معلوم کیا جاتا ہے اسی طرح رات کے وقت خشکی اور دریائی سفر میں بعض ستاروں کے ذریعہ راستہ کا پتہ لگا لیا جاتا ہے

اثباتِ قدرتِ خداوندی

اپنی ایک ایک نعمت کو ذکر فرما کر اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس میں غور وفکر کی دعوت دی ہے اور یہ ایک واضح حقیقت ہے کہ ان نعمتوں میں معمولی سا غور وفکر کرنے سے اللہ تعالیٰ کی قدرت ووحدانیت خود بخود ثابت ہو جاتی ہے، اتنی بڑی زمین بنانا اور پھر ایک ہی طرح کے پانی سے اس میں مختلف قسم کے پودے درخت پھل، پھول، اناج، سبزی وغیرہ جن کی شکل وصورت رنگ وبو، سائز وتاثیر وغیرہ بالکل جداگانہ ہے پیدا فرمانا یہ یقیناً صرف اسی عظیم ذات کی کرشمہ سازی ہے، اسی طرح چاند وسورج وغیرہ کو پیدا کرنا اور پھر ان کے نظام کو بالکل صحیح چلانا صرف خدائے تعالیٰ ہی کے قبضہ وقدرت کی بات ہے بلاشبہ وہ اپنی ذات میں یکتا ویگانہ اور مستحق عبادت وبندگی ہے۔

اَفَمَنْ یَّخْلُقُ كَمَنْ لَّا یَخْلُقُ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۱۷﴾ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ

سو کیا جو شخص پیدا کرتا ہو وہ اس جیسا ہو جاوے گا جو پیدا نہیں کر سکتا پھر کیا تم نہیں سمجھتے اور اگر تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں

لَا تُحْصُوْهَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۱۸﴾ وَاللّٰهُ یَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ

کو گننے لگو تو نہ گن سکو واقعی اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت والے بڑی رحمت والے ہیں اور اللہ تعالیٰ تمہارے پوشیدہ

وَمَا تُعْلِنُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَالَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا یَخْلُقُوْنَ شَیْـًٔا وَّهُمْ

اور ظاہر احوال سب جانتے ہیں اور جن کی یہ لوگ خدا کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہیں وہ کسی چیز کو پیدا نہیں کر سکتے اور وہ

یُخْلَقُوْنَ ﴿۲۰﴾ اَمْوَاتٌ غَیْرُ اَحْیَآءٍ ۚ وَمَا یَشْعُرُوْنَ ۙ اَیَّانَ یُبْعَثُوْنَ ﴿۲۱﴾ ع

خود ہی مخلوق ہیں وہ مردے ہیں زندہ نہیں اور ان کو خبر نہیں کہ وہ مردے کب اٹھائے جائیں گے

تفسیر:- اس سے پہلی آیات میں بیان ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان و زمین، سمندر و پہاڑ، حیوانات، درخت اور مختلف قسم کے میوے اور پھل وغیرہ پیدا فرمائے تو کیا وہ ذات جو ان تمام چیزوں کی خالق ہے وہ ان بتوں کے برابر ہو سکتی ہے جو کچھ پیدا نہیں کر سکتے، تعجب ہے انسان پر کہ وہ اتنا بھی نہیں سمجھتا، یہاں چند نعمتیں اللہ نے بطور نمونہ بیان فرمائی ہیں نہیں تو اس کی نعمتیں اس قدر ہیں کہ انسان ان کو شمار بھی نہیں کر سکتا، شکر تو کیا ادا ہو سکے گا، لہٰذا شکر کی ادائیگی میں جو کوتاہی ہو جاتی ہے اللہ تعالیٰ اس کو معاف فرما دیتے ہیں اور شکر پر ثواب عطا فرماتے ہیں، اور یاد رکھو اللہ تعالیٰ ہر ظاہرہ و پوشیدہ چیز کو خوب جانتے ہیں اسی کے مطابق جزا و سزا دیں گے۔

اس کے بعد ارشاد ہے کہ مستحق عبادت و بندگی تو صرف خدائے تعالیٰ کی ذات ہے جس نے دونوں جہان کی ہر ہر چیز کو پیدا کیا تعجب ہے پتھر پڑ گئے مشرکین کی عقل پر کہ انھوں نے اس عظیم ذات کا شریک ان چیزوں کو بنا لیا جو ایک ذرّہ تک پیدا نہیں کر سکتے بلکہ وہ خود بھی اللہ تعالیٰ کے پیدا کئے ہوئے ہیں، افسوس ہے کہ ایسی بے جان، بے بس اور بے شعور چیزوں کو اپنا معبود بنا رکھا ہے جن کو یہ بھی معلوم نہیں کہ قیامت کب آئے گی اور کب حساب و کتاب کیلئے اٹھایا جائیگا۔

اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ قُلُوْبُهُمْ مُّنْكِرَةٌ وَّهُمْ

تمھارا معبود برحق ایک ہی معبود ہے تو جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں لاتے ان کے دل منکر ہو رہے ہیں اور وہ

مُّسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۲۲﴾ لَا جَرَمَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ؕ اِنَّهٗ لَا

تکبر کرتے ہیں ضروری بات ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سب کے احوال پوشیدہ و ظاہر جانتے ہیں، یقینی بات ہے

يُحِبُّ الْمُسْتَكْبِرِيْنَ ﴿۲۳﴾

کہ اللہ تعالیٰ تکبر کرنے والوں کو پسند نہیں کرتے

تفسیر:- پچھلی آیات میں اس طرح کے واضح ثبوت اور دلائل کھل کر سامنے آ گئے جن میں ذرا غور کرنے سے بخوبی خدا کے ایک اور مستحق عبادت ہونے کا یقین ہو جاتا ہے مگر غور و فکر وہ کرے جسے اپنی عاقبت کی فکر اور انجام کا ڈر ہو، جن کو مرنے کے بعد والی زندگی پر یقین نہیں تکبر میں مبتلا ہیں وہ کس طرح خدا کی نعمتوں میں غور کر کے اس کے مستحق عبادت ہونے کے قائل ہو سکتے ہیں، آخر میں ان سرکش لوگوں کو دھمکی دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تمہارا تکبر و غرور اور شرک وغیرہ سب ہمارے سامنے ہے ہم اس کی سخت سزا دیں گے۔

٭ ٭ ٭

وَاِذَا قِيلَ لَهُمْ مَّا ذَآ اَنْزَلَ رَبُّكُمْ ۙ قَالُوْٓا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿٢٤﴾ لِيَحْمِلُوْٓا

اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ تمھارے رب نے کیا چیز نازل فرمائی ہے تو کہتے ہیں کہ وہ تو محض بے سند

اَوْزَارَهُمْ كَامِلَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ۙ وَمِنْ اَوْزَارِ الَّذِيْنَ يُضِلُّوْنَهُمْ بِغَيْرِ

باتیں ہیں جو پہلوں سے چلی آرہی ہیں نتیجہ یہ ہوگا کہ ان لوگوں کو قیامت کے دن اپنے گناہوں کا پورا بوجھ اور جن

عِلْمٍ ۭ اَلَا سَاۗءَ مَا يَزِرُوْنَ ﴿٢٥﴾

کو یہ لوگ بے علمی کی وجہ سے گمراہ کر رہے تھے ان کے گناہوں کا بھی کچھ بوجھ اپنے اوپر اٹھانا پڑے گا خوب یاد رکھو جس گناہ کو یہ اپنے اوپر لادرہے ہیں وہ برا بوجھ ہے۔

تفسیر: مشرکین مکہ سے جب کوئی شخص قرآن کے متعلق پوچھتا کہ اس کی کیا حقیقت ہے اور اس میں کیا ہے تو وہ جواب دیتے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جو قرآن کو خدا کا نازل کردہ کلام کہتے ہیں یہ جھوٹ ہے (نعوذ باللہ) یہ آسمانی کتاب نہیں بلکہ اس میں پرانی قوموں کی کچھ بے سند باتیں ہیں (توحید نبوت، جنت و دوزخ وغیرہ) اور پچھلی قوموں کے کچھ قصے کہانیاں ہیں اس سے زیادہ اس کی کوئی حیثیت نہیں، اس سے ان کا مقصد یہ تھا کہ لوگ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نہ ہوجائیں، اس طرح یہ لوگوں کو گمراہ کرتے تھے خود تو گمراہ تھے ہی، اس کے متعلق اللہ پاک نے فرمایا کہ قیامت کے دن یہ اپنے گناہوں کا بوجھ تو اٹھائیں گے ہی اور ساتھ میں کچھ دوسرے لوگوں کا بھی بوجھ انھی کے سر پر ہوگا۔

قَدْ مَكَرَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَاَتَى اللّٰهُ بُنْيَانَهُمْ مِّنَ الْقَوَاعِدِ فَخَرَّ عَلَيْهِمُ

جو لوگ ان سے پہلے ہو گذرے ہیں انھوں نے بڑی بڑی تدبیریں کیں سو اللہ تعالیٰ نے ان کا بنا بنایا گھر جڑ بنیاد سے ڈھا دیا پھر

السَّقْفُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَاَتٰىهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿٢٦﴾ ثُمَّ يَوْمَ

اوپر سے ان پر چھت آپڑی اور ان پر عذاب ایسی طرح آیا کہ ان کو خیال بھی نہ تھا۔ پھر قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان

الْقِيٰمَةِ يُخْزِيْهِمْ وَيَقُوْلُ اَيْنَ شُرَكَاۗءِيَ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تُشَاۗقُّوْنَ فِيْهِمْ ۭ

کو رسوا کرے گا اور یہ کہے گا کہ میرے شریک جن کے بارے تم لڑا جھگڑا کرتے تھے وہ کہاں ہیں

قَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ اِنَّ الْخِزْيَ الْيَوْمَ وَالسُّوْۗءَ عَلَي الْكٰفِرِيْنَ ﴿٢٧﴾

جاننے والے کہیں گے کہ آج پوری رسوائی اور عذاب کافروں پر ہے

گمراہ کرنے کا انجام

ارشاد ہے کہ اللہ و رسول اور اس کی کتاب بے وقعت کرنے اور لوگوں کو گمراہ کرنے کی جو تدبیریں یہ لوگ کر رہے ہیں ان سے پہلے بھی دوسری قومیں اپنے پیغمبروں کے مقابلہ میں اس طرح کی تدبیریں کر چکی ہیں انھوں نے مکر و فریب کے اونچے محل کھڑے کئے مگر اللہ نے ان کے محل ڈھا دیئے اور وہ ایسے ناکام ہوئے کہ ان کے تیار کئے ہوئے محل انھی پر آگرے جن کی چھتوں کے نیچے سب دب کر رہ گئے، مطلب یہ ہے کہ جو تدبیریں انھوں نے اپنے مقابل کے لئے تیار کی تھیں وہ انھی پر الٹی آپڑیں اور ان سب کو ہلاک کر ڈالا۔

پندرہ ہزار ہاتھ اونچی عمارت

ابن جریرؒ نے حضرت ابن عباسؓ کا قول نقل کیا ہے کہ یہ آیت نمرود بن کنعان کے بارے میں ہے جس نے حضرت ابراہیمؑ سے اللہ کے متعلق مناظرہ کیا تھا، اور آسمان کی طرف چڑھنے کے لئے شہر بابل میں ایک بہت اونچی عمارت بنوائی اس کی بلندی پندرہ ہزار ہاتھ تھی. جب یہ عمارت بن چکی تو اللہ نے ایک تیز آندھی چلائی جس سے وہ عمارت گر کر سمندر میں جاپڑی اور اس کا کچھ حصہ ان لوگوں پر بھی گرا جس سے وہ ہلاک ہو گئے۔

یہ سزا تو ان کافرین و مشرکین کو دنیا میں دی گئی اس کے علاوہ اصل سزا ان کو آخرت میں دی جائے گی، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان کو رسوا و ذلیل کرے گا اور ان سے فرمائے گا تمھارے وہ معبود کہاں ہیں جن کی حمایت میں تم میرے پیغمبروں اور مومنین سے جھگڑتے تھے یہ شرمندگی کا پتلا بنے کھڑے ہوں گے اور کچھ جواب نہ دیں گے، آخر انبیاء حق دوسرے کر جاننے والے ان سرکشوں کو سنا کر کہیں گے جو کچھ ہم دنیا میں کہا کرتے تھے اس کا حق ہونا آج تم نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا، پس آج پوری رسوائی اور عذاب تمھارے لئے ہے۔

الَّذِيْنَ تَتَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ ۠ فَاَلْقَوُا السَّلَمَ مَا كُنَّا

جن کی جان فرشتوں نے حالت کفر پر قبض کی تھی پھر کافر لوگ صلح کا پیغام ڈالیں گے کہ ہم تو کوئی برا کام نہ کرتے تھے

نَعْمَلُ مِنْ سُوْٓءٍ ؕ بَلٰٓى اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۸﴾ فَادْخُلُوْٓا

کیوں نہیں بے شک اللہ تعالیٰ کو تمھارے سب اعمال کی پوری خبر ہے سو جہنم کے دروازوں میں

اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ فَلَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ ﴿۲۹﴾

داخل ہو جاؤ اس میں ہمیشہ ہمیشہ کو رہو، غرض تکبر کرنے والوں کا وہ برا ٹھکانا ہے

تفسیر:

ان آیات میں کافرین و مشرکین کی اس وقت کی حالت کا بیان ہے جب فرشتے ان کی جان نکالنے آئیں گے اس وقت یہ خدا کو ماننے کا اقرار کریں گے اور کہیں گے کہ خدا

کی مقدس وعظیم ذات کے ساتھ ہم کسی کو شریک بنائیں ایسا نہیں ہوسکتا، اسی طرح قیامت کے دن یہ اپنا بے گناہ اور شرک وبت پرستی سے پاک صاف ہونا قسمیں کھاکر بیان کریں گے، ان سے کہا جائیگا کیا جھوٹ بول کر خدا کو فریب دینا چاہتے ہو، یاد رکھو خدا کے علم میں تمھاری تمام حرکتیں ہیں آج تمھارا کوئی مکروفریب اور جھوٹ ودغا بازی خدا کے عذاب سے نہیں بچاسکے گی بس اب تم سیدھے دوزخ میں جاؤ اور ہمیشہ وہاں کا عذاب بھگتتے رہو۔

وَقِيلَ لِلَّذِينَ اتَّقَوْا مَاذَا أَنزَلَ رَبُّكُمْ ۚ قَالُوا خَيْرًا ۗ لِّلَّذِينَ أَحْسَنُوا فِي هَٰذِهِ

اور جو لوگ شرک سے بچتے ہیں ان سے کہا جاتا ہے کہ تمھارے رب نے کیا چیز نازل فرمائی ہے وہ کہتے ہیں کہ بڑی چیز نازل

الدُّنْيَا حَسَنَةٌ ۚ وَلَدَارُ الْآخِرَةِ خَيْرٌ ۚ وَلَنِعْمَ دَارُ الْمُتَّقِينَ ﴿٣٠﴾ جَنَّاتُ

فرمائی ہے جن لوگوں نے نیک کام کئے ہیں ان کیلئے اس دنیا میں بھی بھلائی ہے اور عالم آخرت تو اور زیادہ بہتر ہے اور واقعی وہ

عَدْنٍ يَدْخُلُونَهَا تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ۖ لَهُمْ فِيهَا مَا يَشَاءُونَ ۚ

شرک سے بچنے والوں کا اچھا گھر ہے وہ گھر ہمیشہ رہنے کے باغ ہیں جن میں یہ داخل ہوں گے ان باغوں کے نیچے سے نہریں جاری ہونگی جس

كَذَٰلِكَ يَجْزِي اللَّهُ الْمُتَّقِينَ ﴿٣١﴾ الَّذِينَ تَتَوَفَّاهُمُ الْمَلَائِكَةُ طَيِّبِينَ ۙ يَقُولُونَ

چیز کو ان کا جی چاہے گا وہاں ان کو ملے گی اسی طرح کا عوض اللہ تعالیٰ سب شرک سے بچنے والوں کو دیگا جن کی روح فرشتے اس حالت میں قبض کرتے

سَلَامٌ عَلَيْكُمُ ۙ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٣٢﴾

ہیں کہ وہ پاک ہوتے ہیں وہ فرشتے کہتے جاتے ہیں السلام علیکم تم جنت میں چلے جانا اپنے اعمال کے سبب۔

تفسیر:- پچھلی آیات میں ان کافرین ومشرکین کا بیان ہوا جنھوں نے قرآن مقدس کو قصے کہانی کی کتاب بتلاکر لوگوں کو گمراہ کیا، اب ان آیات میں ان مومنین کا تذکرہ ہے جو خود گمراہ

اقوال وتحقیق سلامٌ علیکم، بعض مفسرین نے فرمایا کہ سلام فرشتے کریں گے اور دوسرا قول یہ ہے کہ فرشتے اللہ کا سلام پہونچائیں گے۔

اُدخلوا الجنۃ الخ حضرت تھانوی رہ نے لکھا ہے کہ روح نکلنے کے بعد جنت میں روحانی جانا ہے اور جسمانی جانا قیامت میں ہوگا اور دوسری تفسیر یہ بھی ہوسکتی ہے کہ فرشتے انھیں خوشخبری دے رہے ہوں کہ قیامت میں تم جنت میں جانا اور اس آیت میں جو جنت میں جانے کا سبب اعمال کو بتلایا ہے یہ عادت کے طور پر ہونے کی وجہ سے ہے نہیں تو اصل سبب اللہ کی رحمت ہے رحمتِ خداوندی کے بغیر کوئی بھی جنت میں نہیں جاسکے گا۔

ہونے اور دوسروں کو گمراہ کرنے سے بچے رہے، جب ان سے قرآن کے متعلق معلوم کیا جاتا ہے کہ تمھارے رب نے کیا چیز نازل فرمائی؟ جواب دیتے ہیں کہ ایسی چیز نازل فرمائی جس میں دنیا و آخرت کی بھلائی ہے اور وہ خیر و برکت والی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جن لوگوں نے دنیا میں نیک کام کئے ان کے لئے اس دنیا میں بھی بھلائی ہے اور آخرت میں تو ایسی نعمتیں اور راحتیں ملیں گی کہ ان کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا، اور جنت میں ان کو ان کی خواہش کے مطابق ہر چیز عطا کی جائے گی، اور یہ نعمتیں اللہ تعالیٰ ان سب لوگوں کو عطا فرمائیں گے جو کفر و شرک اور گناہ سے بچتے ہیں اور فرشتے ان کی روح ایسی حالت میں نکالتے ہیں کہ وہ شرک سے بالکل پاک و صاف ہوتے ہیں یعنی ایمان پر ان کا خاتمہ ہوتا ہے فرشتے ان سے کہتے جاتے ہیں تم پر سلامتی ہو اب تم جنت میں جاؤ یہ بدلہ ہے ان نیک کاموں کا جو تم کرتے تھے۔

هَلْ يَنظُرُونَ إِلَّا أَن تَأْتِيَهُمُ الْمَلَائِكَةُ أَوْ يَأْتِيَ أَمْرُ رَبِّكَ ۚ كَذَٰلِكَ

یہ لوگ اسی بات کے منتظر ہیں کہ ان کے پاس فرشتے آجاویں یا آپ کے پروردگار کا حکم آجاوے ایسا ہی ان سے

فَعَلَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ ۚ وَمَا ظَلَمَهُمُ اللَّهُ وَلَٰكِن كَانُوا أَنفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ﴿٣٣﴾

پہلے جو لوگ تھے انھوں نے بھی کیا تھا اور ان پر اللہ تعالیٰ نے ذرا ظلم نہیں کیا لیکن وہ آپ ہی اپنے اوپر ظلم کر رہے ہیں

فَأَصَابَهُمْ سَيِّئَاتُ مَا عَمِلُوا وَحَاقَ بِهِم مَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ ﴿٣٤﴾ ع ۱۰

آخر ان کے اعمال بد کی ان کو سزائیں ملیں اور جس عذاب پر وہ ہنستے تھے ان کو اسی نے آ گھیرا۔

مشرکین کو تنبیہ

ان آیات میں کافرین و مشرکین کو ڈانٹ کر تنبیہ کی جا رہی ہے کہ تم دنیا کی لذتوں میں مست ہو کر آخرت کی فکر بھلا بیٹھے کیا تم اس کے منتظر ہو کر فرشتے روح نکالنے آجائیں یا قیامت آجائے یا خدا عذاب و سزا دینے کا حکم فرما دے کیا اس وقت توبہ کر کے ایمان قبول کرو گے، یاد رکھو اس وقت کا ایمان نفع بخش نہ ہوگا بس مرنے کے بعد والی زندگی کیلئے تیاری مرنے سے پہلے کر لو اسی میں سمجھداری اور کامیابی ہے۔

اس کے بعد فرمایا کہ ان کافرین و مشرکین سے پہلے بھی جو نافرمان قومیں گزری ہیں ان کے ساتھ بھی یہی معاملہ ہوا کہ پہلے انھیں سمجھایا گیا مگر وہ اللہ کے رسول کی باتوں کو جھٹلاتے رہے اور اللہ کے عذاب کا مذاق اڑاتے رہے تو ان کو عذاب میں مبتلا کر دیا گیا، عذاب دے کر اللہ نے ان پر کوئی ظلم نہیں کیا بلکہ انھوں نے خود اپنے اوپر ظلم کیا کہ کفر و شرک کر کے اللہ کے عذاب کے مستحق ہوئے۔

پس اس سے مشرکین مکہ اور پوری دنیا کے نافرمانوں کو سبق حاصل کرنا چاہئے کہ جو حال ان کا ہوا وہی ہمارا بھی ہو سکتا ہے۔

وَ قَالَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا عَبَدْنَا مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ نَّحْنُ وَلَآ

اور مشرک لوگ یوں کہتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا تو خدا کے سوا کسی چیز کی نہ ہم عبادت کرتے اور نہ ہمارے باپ

اٰبَآؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ ؕ كَذٰلِكَ فَعَلَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۚ

باپ دادا اور نہ ہم اس کے بدوں کسی چیز کو حرام کہہ سکتے جو لوگ ان سے پہلے ہوئے ہیں ایسی ہی حرکت انھوں نے بھی کی تھی سو

فَهَلْ عَلَى الرُّسُلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿۳۵﴾ وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ

پیغمبروں کے ذمہ تو صرف صاف صاف پہونچا دینا ہے اور ہم ہر امت میں کوئی نہ کوئی پیغمبر بھیجتے رہے ہیں کہ تم

رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ هَدَى اللّٰهُ وَ

اللہ کی عبادت کرو اور شیطان کے رستہ سے بچتے رہو سو ان میں بعضے وہ ہوئے جن کو اللہ نے ہدایت دی اور

مِنْهُمْ مَّنْ حَقَّتْ عَلَيْهِ الضَّلٰلَةُ ؕ فَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ

بعضے ان میں وہ ہوئے جن پر گمراہی کا ثبوت ہو گیا تو زمین میں چلو پھرو پھر دیکھو کہ جھٹلانے والوں کا

كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۳۶﴾ اِنْ تَحْرِصْ عَلٰى هُدٰىهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ

کیسا برا انجام ہوا ان کے راہ راست پر آنے کی اگر آپ کو تمنا ہو تو اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو

مَنْ يُّضِلُّ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿۳۷﴾

ہدایت نہیں کرتا جس کو گمراہ کرتا ہے اور ان کا کوئی حمایتی نہ ہوگا۔

تفسیر: مشرکین اپنے شرک وبت پرستی اور دوسرے خلاف شرع امور مثلاً بعض جانوروں کو حرام قرار دے لینے کے متعلق کہہ رہے ہیں کہ اگر ہمارے یہ کام اللہ کو ناپسند ہوتے تو وہ ہمیں اور ہمارے بڑوں کو ان پر قائم کیوں رہنے دیتا، ان کے کرنے سے ہمیں روکتا، اگر ہم نہ رکتے تو سزا دیتا اس سے معلوم ہوا کہ جو راستہ ہم اختیار کئے ہوئے ہیں اللہ اس سے راضی وخوش ہے

ان کی اس لچر دلیل کا جواب دیا گیا کہ تمھارا یہ کہنا بالکل غلط ہے کہ تم کو روکا نہیں گیا، حضرت آدمؑ سے لے کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک لاکھوں انبیاء اور ان کے متبعین برابر روکتے چلے آرہے ہیں اور وقتاً فوقتاً اللہ تعالیٰ نے ان نافرمانوں کو سزا بھی دی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اسی طرح کی باتیں ان سے پہلے مشرکین بھی کیا کرتے تھے، پس ہمارے رسولوں کے ذمہ ہمارے احکامات کا واضح طور پر لوگوں تک پہونچا دینا ہے، زبردستی ان پر عمل کرانا نہیں۔

اسکے بعد ارشاد ہے کہ ہم ہر امت میں کوئی نہ کوئی پیغمبر بھیجتے رہے جو لوگوں کو تعلیم کرتے رہے کہ صرف خدائے وحدہٗ لاشریک لہٗ کی عبادت و اطاعت اور بندگی کرو اور شیطان کے بتلائے ہوئے رستہ سے بچتے رہو کیونکہ وہ تمکو کفر و شرک اور گمراہی میں مبتلا کرتا ہے، کچھ لوگوں نے پیغمبر خدا کی ہدایات و تعلیمات پر عمل کیا تو وہ گمراہی سے بچ گئے اور کچھ لوگوں نے ان کی تعلیمات کو جھٹلایا ان پر عمل نہیں کیا تو وہ گمراہ ہوگئے اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں دنیا کی سیر کرکے دیکھو تو پتہ چلیگا کہ جن لوگوں نے اپنے پیغمبروں کو جھٹلایا ہے انھیں کیسی دردناک سزائیں اس دنیا ہی میں دی گئی ہیں اور آخرت میں جو بُرا انجام ان کا ہوگا وہ تو بہت ہی سخت ہوگا۔

اخیر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی جارہی ہے کہ جس طرح پچھلی امتوں میں لوگ گمراہ ہوئے ہیں اسی طرح بہت سے لوگ آپ کی امت میں بھی گمراہ ہوں گے اس سے آپ غمگین نہ ہوں، کیونکہ اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو ہدایت نہیں فرماتے جو شیطان کے بتلائے ہوئے راستہ کو پسند کرتے ہیں اور اس کا غلام بن کر زندگی گذارتے ہیں بس قیامت میں ان لوگوں کو سنگین سزائیں دی جائیں گی اور کوئی ان کو اللہ کی اس سزا سے نہیں بچا سکے گا۔

وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ ۙ لَا يَبْعَثُ اللّٰهُ مَنْ يَّمُوْتُ ؕ بَلٰى وَعْدًا

اور یہ لوگ بڑے زور لگا لگا کر اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں کہ جو مرجاتا ہے اللہ اس کو دوبارہ زندہ نہ کرے گا

عَلَيْهِ حَقًّا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۙ﴿۳۸﴾ لِيُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِىْ

کیوں نہیں زندہ کرے گا اس وعدے کو تو اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لازم کر رکھا ہے لیکن اکثر لوگ یقین نہیں لاتے تاکہ جس

يَخْتَلِفُوْنَ فِيْهِ وَلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰذِبِيْنَ ﴿۳۹﴾ اِنَّمَا قَوْلُنَا

چیز میں یہ لوگ اختلاف کیا کرتے تھے ان کے روبرو اس کا اظہار کردے اور تاکہ کافر لوگ یقین کریں کہ واقعی وہی جھوٹے

لِشَىْءٍ اِذَاۤ اَرَدْنٰهُ اَنْ نَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿۴۰﴾ ع

تھے ہم جس چیز کو چاہتے ہیں بس اس سے ہمارا اتنا ہی کہنا کافی ہوتا ہے کہ تو ہوجا بس وہ ہوجاتی ہے۔

مشرکین کا غلط عقیدہ

مشرکین کا یہ عقیدہ تھا اور وہ اس کو پختہ قسمیں کھا کر کہا کرتے تھے کہ جو شخص مرجاتا ہے اللہ اس کو دوبارہ زندہ نہیں کریں گے، ان کے اس غلط عقیدہ کا ان آیات میں رد کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرنے کے بعد انسان کو ضرور دوبارہ زندہ کرے گا اور اس میں اللہ کی بہت بڑی حکمت ہے وہ یہ کہ مشرکین و مومنین دنیا میں اپنے اپنے حق پر ہونے میں جھگڑا

کرتے تھے اگرچہ انبیاء کی زبانی اللہ تعالیٰ نے دنیا میں فیصلہ فرمادیا تھا کہ مومنین حق پر ہیں مگر مشرکین اس کو نہیں مانتے تھے لہٰذا اللہ تعالیٰ ان کا فیصلہ آخرت میں عملی طور پر فرمائیں گے کہ جو لوگ حق پر تھے یعنی مومنین ان کو جنت میں داخل کردیا جائے گا اور جو حق پر نہیں تھے یعنی مشرکین ان کو دوزخ میں ڈالدیا جائیگا، اس وقت مشرکین مانیں گے کہ واقعی مومنین ہی حق پر تھے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس بات کو بھی واضح فرمادیا کہ مشرکین ہماری قدرت کاملہ میں شک کرتے ہیں جب کہ حقیقت یہ ہے کہ مخلوق کو دوبارہ پیدا کرنا ہمارے لئے کچھ مشکل نہیں بس ہم صرف لفظ کُنْ سے دوبارہ وجود بخش دیتے ہیں۔

وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِي اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِي الدُّنْيَا

اور جن لوگوں نے اللہ کے واسطے اپنا وطن چھوڑدیا بعد اسکے کہ اس پر ظلم کیا گیا ہم ان کو دنیا میں ضرور اچھا

حَسَنَةً ۭ وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿۴۱﴾ الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَعَلٰى

ٹھکانا دیں گے اور آخرت کا ثواب بدرجہا بڑا ہے کاش کہ ان کو خبر ہوتی وہ ایسے ہیں جو صبر کرتے ہیں

رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ﴿۴۲﴾

اور اپنے رب پر بھروسہ رکھتے ہیں

مہاجرین کو خوشخبری

ان آیات میں فرمایا گیا ہے کہ جن لوگوں نے کافرین کے ظلم وستم سے (کہ وہ دین پر چلنے نہیں دے رہے تھے) تنگ آکر محض اپنے خدا کی رضا وخوشنودی کیلئے (تاکہ دین پر چل سکیں) اپنے گھر کا چین وسکون اپنے عزیز واقربا اور اپنا پیارا وطن چھوڑ دیا یہ لوگ تمام مشقتیں برداشت کرکے دین اسلام پر جمے رہے اور ہر حال میں انھوں نے صرف اپنے خدا کی ذات پر بھروسہ رکھا وطن چھوڑتے وقت یہ نہ سوچا کہ کھائیں گے پئیں گے کہاں سے، ان کے متعلق اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں کہ ہم ان کو دنیا میں ضرور اچھا ٹھکانہ دیں گے یعنی چھوٹنے والے گھر سے بہترین گھر وطنی بھائیوں سے زیادہ ہمدرد اور الفت ومحبت والے بھائی وہاں سے زیادہ عزت وسکون وہاں سے زیادہ عمدہ اور فراخی کی روزی، یہ بدلہ تو دنیا میں ملیگا اور اصل بدلہ جس کا اندازہ اس انسان کی کوتاہ نظر نہیں لگا سکتی وہ آخرت میں عطا کیا جائے گا۔

بعض مفسرین نے اس آیت کو عام قرار دیکر تمام مہاجرین کو اس خوشخبری کا مستحق مانا ہے اور عامۃ مفسرینؒ نے اس کو خاص کیا ہے ان اسی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لئے جنھوں نے کافرین کے ظلم وستم سے تنگ آکر مکہ مکرمہ سے پہلے ملک حبشہ ہجرت کی اور پھر مدینہ منورہ ہجرت کی یہاں اللہ نے ان کو ہر قسم کا امن وسکون مرحمت فرمایا۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ فَسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ

اور ہم نے آپ کے قبل صرف آدمی ہی کو رسول بنا کر معجزات اور کتابیں دے کر بھیجے ہیں کہ ان پر وحی بھیجا کرتے تھے سو

اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۞ ۴۳ بِالْبَيِّنٰتِ وَالزُّبُرِ ۭ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ

اگر تم کو علم نہیں تو اہل علم سے پوچھ دیکھو اور آپ پر بھی یہ قرآن اُتارا ہے تاکہ جو مضامین لوگوں کے پاس بھیجے گئے ان کو آپ

لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ۞ ۴۴

ان سے ظاہر کریں تاکہ وہ فکر کیا کریں

النصف

تفسیر:- حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول بنا کر بھیجا تو اہل عرب نے صاف انکار کر دیا اور کہا کہ اللہ کی ذات اس سے بہت بلند وبالا ہے کہ وہ کسی انسان کو رسول بنا کر بھیجے، ان کا مطلب یہ تھا کہ رسول فرشتہ ہونا چاہئے، ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے ان کے اس جاہلانہ عقیدہ کی تردید فرمائی ہے، ارشاد ہے کہ ہمارا ہمیشہ سے یہی دستور رہا ہے کہ ہم نے انسانوں کی طرف انسان ہی کو رسول بنا کر بھیجا ہے کسی فرشتے کو کبھی نہیں بھیجا، اپنے رسول کو ہم کچھ معجزات اور کتاب دیکر بھیجتے ہیں تاکہ لوگوں کو سمجھنا آسان ہو کہ یہ اللہ کا رسول ہے۔ بس اے مکہ والو اگر تمھیں پچھلے رسولوں کے متعلق معلومات نہیں تو اپنے دور کے اہل کتاب یا دوسرے ان لوگوں سے معلوم کر لو جنھیں انبیاء سابقین کی تاریخ کا علم ہے۔

اس کے بعد فرمایا کہ اسی طرح اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم نے آپ کو بھی انسانوں میں سے رسول بنایا ہے تاکہ جو ہدایات ہم بذریعہ وحی آپ کے پاس بھیجیں وہ آپ لوگوں کو واضح کرکے سمجھادیں اور لوگ ان میں غور و فکر کریں کہ رسول کی تعلیمات و ہدایات پر عمل کرنے سے ہمارا کیا فائدہ اور نہ کرنے سے کیا نقصان ہے۔

اَفَاَمِنَ الَّذِيْنَ مَكَرُوا السَّيِّاٰتِ اَنْ يَّخْسِفَ اللّٰهُ بِهِمُ الْاَرْضَ اَوْ يَاْتِيَهُمُ

جو لوگ بری بری تدبیریں کرتے ہیں کیا ایسے لوگ پھر بھی اس بات سے بے فکر ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو زیر

الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ ۞ ۴۵ اَوْ يَاْخُذَهُمْ فِيْ تَقَلُّبِهِمْ فَمَا هُمْ

زمین دھنسا دے یا ان پر ایسے موقع سے عذاب آ پڑے جہاں سے ان کو گمان بھی نہ ہو یا ان کو چلتے پھرتے پکڑ لے

بِمُعْجِزِيْنَ ۞ ۴۶ اَوْ يَاْخُذَهُمْ عَلٰي تَخَوُّفٍ ۭ فَاِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۞ ۴۷

سو یہ لوگ خدا کو ہرگز نہیں ہرا سکتے یا ان کو گھٹاتے گھٹاتے پکڑ لے سو تمھارا رب شفیق مہربان بڑا ہے۔

خدا کے عذاب

اس سے پہلی آیات میں کافرین کو آخرت کے عذاب سے ڈرایا گیا تھا، اب ان آیات میں اس سے ڈرایا جارہا ہے کہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آخرت کے عذاب سے پہلے دنیا ہی میں تمکو عذاب میں مبتلا کر دیا جائے، اللہ تعالیٰ چاہے تو تم کو قارون کی طرح زمین میں دھنسادے اور چاہے تو فرعون کی طرح دریا میں غرق کر دے، اور چاہے تو تمہارے وہم وگمان کے خلاف عذاب میں مبتلا کر دے جیسے جنگ بدر میں تھوڑے سے غیر مسلح مسلمانوں سے تمہاری بڑی تعداد کے مسلح لشکر کو زبردست شکست دلوائی، یا چلتے پھرتے اچانک تمکو عذاب میں مبتلا کر دے، مثلاً گاڑی وغیرہ سے کوئی حادثہ ہو جائے یا کسی اونچی جگہ سے گر کر ختم ہو جائے یا دل کا دورہ پڑ کر دم توڑ دے یا اچانک مبتلا نہ کرے بلکہ پہلے سے آگاہ کر کے عذاب دے مثلاً پہلے کچھ لوگوں کو عذاب دیا جائے جس سے دوسرے لوگ آگاہ ہو جائیں اور ڈر جائیں اور پھر ان کو عذاب دیا جائے یا پہلے ایک بستی والوں کو عذاب دیا جائے جس سے قریب کی بستی والے ڈر جائیں اور پھر ان کو عذاب میں مبتلا کیا جائے۔

عَلٰی تَخَوُّفٍ کی تفسیر حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہٗ نے یہ فرمائی ہے کہ گھٹاتے گھٹاتے سب کو پکڑے مطلب یہ ہے کہ قحط و وبا میں کچھ کو آج مبتلا کر کے ختم کر دیا اور کچھ کو چند دن بعد اسی طرح رفتہ رفتہ سب کو ختم کر دے۔

بہر حال اللہ تعالیٰ کو ہر طرح سے مکمل قدرت ہے وہ جس طرح چاہے سزا دے کر تم کو ہلاک کر سکتا ہے تم اس کو عاجز نہیں کر سکتے، بس تمہاری کامیابی اسی میں ہے کہ سزا کا وقت آنے سے پہلے ہی اپنے گناہوں سے توبہ کر کے اپنی دنیا و آخرت سنوار لو، اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر بڑے شفیق اور مہربان ہیں، اسی لئے مہلت دیتے ہیں کہ اب بھی سمجھ جائیں اور نجات حاصل کریں۔

أَوَلَمْ يَرَوْا إِلَىٰ مَا خَلَقَ اللَّهُ مِن شَيْءٍ يَتَفَيَّأُ ظِلَالُهُ عَنِ الْيَمِينِ وَالشَّمَائِلِ

کیا لوگوں نے اللہ کی ان پیدا کی ہوئی چیزوں کو نہیں دیکھا جن کے سائے کبھی ایک طرف کو کبھی دوسری طرف کو اس

سُجَّدًا لِّلَّهِ وَهُمْ دَاخِرُونَ ﴿٤٨﴾ وَلِلَّهِ يَسْجُدُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ مِن

طور پر جھکے جاتے ہیں کہ خدا کے حکم کے تابع ہیں اور وہ چیزیں بھی عاجز ہیں اور اللہ کی مطیع ہیں جتنی چیزیں چلنے والی

دَابَّةٍ وَالْمَلَائِكَةُ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُونَ ﴿٤٩﴾ يَخَافُونَ رَبَّهُم مِّن فَوْقِهِمْ وَيَفْعَلُونَ

آسمانوں اور زمین میں موجود ہیں اور فرشتے اور وہ تکبر نہیں کرتے۔ وہ اپنے رب سے ڈرتے ہیں جو کہ ان پر بالادست ہے اور ان

مَا يُؤْمَرُونَ ۩ ﴿٥٠﴾ وَقَالَ اللَّهُ لَا تَتَّخِذُوا إِلَٰهَيْنِ اثْنَيْنِ ۖ إِنَّمَا هُوَ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ ۖ

کو جو کچھ حکم کیا جاتا ہے وہ اس کو کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ دو معبود مت بناؤ بس ایک معبود وہی ہے

فَإِيَّايَ فَارْهَبُونِ ﴿٥١﴾ وَلَهُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَلَهُ الدِّينُ وَاصِبًا ۚ أَفَغَيْرَ اللّٰهِ

تو تم لوگ خاص مجھ ہی سے ڈرا کرو اور اسی کی ہیں سب چیزیں جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اور لازمی طور پر اطاعت

تَتَّقُونَ ﴿٥٢﴾ وَمَا بِكُمْ مِّنْ نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ ثُمَّ إِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فَإِلَيْهِ

بجا لانا اسی کا حق ہے تو کیا پھر بھی اللہ کے سوا اوروں سے ڈرتے ہو اور تمہارے پاس جو کچھ بھی نعمت ہے وہ سب اللہ ہی کی طرف

تَجْـَٔرُونَ ﴿٥٣﴾ ثُمَّ إِذَا كَشَفَ الضُّرَّ عَنْكُمْ إِذَا فَرِيقٌ مِّنْكُمْ بِرَبِّهِمْ

سے ہے پھر جب تم کو تکلیف پہونچتی ہے تو اسی سے فریاد کرتے ہو پھر جب تم سے اس تکلیف کو ہٹا دیتا ہے تو تم میں کی ایک جماعت

يُشْرِكُونَ ﴿٥٤﴾ لِيَكْفُرُوا بِمَا آتَيْنٰهُمْ ۚ فَتَمَتَّعُوا ۖ فَسَوْفَ تَعْلَمُونَ ﴿٥٥﴾

اپنے رب کے ساتھ شرک کرنے لگتی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ ہماری دی ہوئی نعمت کی ناشکری کرتے ہیں خیر چند روز عیش اڑا لو اب جلدی خبر ہوئی جاتی ہے

تفسیر:- ان آیات میں اللہ پاک کی قدرت کاملہ کو بیان فرمایا گیا ہے کہ ہر چیز اللہ کے سامنے عاجز اور مطیع ہے حتی کہ سائے دار چیزوں کا سایہ بھی اسی کے حکم اور قانون قدرت کے مطابق گھٹتا بڑھتا اور ادھر اُدھر ڈھلتا رہتا ہے اور اسی طرح اللہ کی مطیع و فرمانبردار ہیں وہ چیزیں جو اپنے ارادہ سے چلنے والی ہیں، آسمان میں جیسے فرشتے اور زمین میں جیسے حیوانات، اور فرشتوں کی یہ شان ہے کہ اس قدر معظم و مکرم اور مقرب ہونے کے باوجود اللہ کے سامنے سربسجود ہوتے ہیں اور ذرا بھی فخر و غرور اور تکبر نہیں کرتے اور اس سے ڈرتے رہتے ہیں اور اس کا حکم پاتے ہی اس کام کو بجا لاتے ہیں، پس خدائے تعالیٰ ایسی عالی شان والے ہیں کہ زمین و آسمان کی تمام چیزوں کے مالک ہیں اور وہ تمام چیزیں اس کے سامنے مطیع و عاجز ہیں پھر کیوں نہ اس انسان کو بھی اسی عالیشان ذات وحدہٗ لاشریک لہٗ کے سامنے جھکنا اور اس کی اطاعت و بندگی کرنا چاہیے۔ اور صرف اسی سے ڈرنا چاہیے، اس کے بعد فرمایا اے انسان تیرے پاس جس قدر چھوٹی بڑی نعمتیں ہیں وہ سب اللہ ہی کی عطا کی ہوئی ہیں اور تیرا یہ حال ہے کہ جب کسی مصیبت میں گھر جاتا ہے تو اس وقت تمام سہارے بتوں وغیرہ کے چھوڑ کر صرف اللہ سے مدد چاہتا ہے، گویا کہ انسانی فطرت شہادت دیتی ہے کہ اصل قدرت والا اور مصیبتوں سے بچانے والا صرف اللہ ہے مگر جب اللہ اس کو مصیبت سے نجات دے دیتا ہے تو پھر یہ اپنے محسن حقیقی اللہ تعالیٰ کو بھول جاتا ہے اور شرک کرنے لگتا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ آج دنیا کی چند روزہ زندگی میں جو جی چاہے کر لو، کل مرنے کے بعد آخرت میں اس کا پورا پورا بدلہ مل جائے گا، اور معبودانِ باطل کے جو حصے تم نے اپنی روزی میں مقرر کر رکھے ہیں اس کا بھی حساب تم سے آخرت میں ہوگا، اور جو تم اللہ پر بہتان باندھتے ہو کہ اس کے لڑکیاں ہیں اور تعجب تو یہ ہے کہ

تم اپنے لئے لڑکوں کو پسند کرتے ہو اور حق تعالیٰ کے لئے لڑکیاں، اس الزام و بہتان تراشی کی پوری پوری سزا بھی تم کو آخرت میں ضرور دی جائے گی۔

وَيَجْعَلُونَ لِمَا لَا يَعْلَمُونَ نَصِيبًا مِّمَّا رَزَقْنَٰهُمْ ۗ تَاللَّهِ لَتُسْـَٔلُنَّ عَمَّا كُنتُمْ

اور یہ لوگ ہماری دی ہوئی چیزوں میں سے ان کا حصہ لگاتے ہیں جن کے متعلق ان کو کچھ علم نہیں قسم ہے خدا کی تم سے تمہاری

تَفْتَرُونَ ﴿٥٦﴾ وَيَجْعَلُونَ لِلَّهِ الْبَنَٰتِ سُبْحَٰنَهُۥ ۙ وَلَهُم مَّا يَشْتَهُونَ ﴿٥٧﴾ وَإِذَا

ان افترا پردازیوں کی ضرور باز پرس ہوگی اور اللہ تعالیٰ کیلئے بیٹیاں تجویز کرتے ہیں سبحان اللہ اور اپنے لئے چاہتی چیز اور ان میں

بُشِّرَ أَحَدُهُم بِالْأُنثَىٰ ظَلَّ وَجْهُهُۥ مُسْوَدًّا وَهُوَ كَظِيمٌ ﴿٥٨﴾ يَتَوَٰرَىٰ

کسی کو بیٹی کی خبر دی جاوے تو سارے دن اس کا چہرہ بے رونق رہے اور وہ دل ہی دل میں گھٹتا رہے جس چیز کی

مِنَ الْقَوْمِ مِن سُوٓءِ مَا بُشِّرَ بِهِۦٓ ۚ أَيُمْسِكُهُۥ عَلَىٰ هُونٍ أَمْ يَدُسُّهُۥ فِى التُّرَابِ ۗ

اس کو خبر دی گئی ہے اس کی عار سے لوگوں سے چھپا چھپا پھرے آیا اس کو بحالت ذلت لئے رہے یا اس کو مٹی میں گاڑدے

أَلَا سَآءَ مَا يَحْكُمُونَ ﴿٥٩﴾ لِلَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْءَاخِرَةِ مَثَلُ

خوب سن لو ان کی یہ تجویز بہت ہی بُری ہے جو لوگ آخرت پر یقین نہیں رکھتے ان کی بری حالت ہے

ع ۱۴ السَّوْءِ ۖ وَلِلَّهِ الْمَثَلُ الْأَعْلَىٰ ۚ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿٦٠﴾

اور اللہ تعالیٰ کے لئے تو بڑے اعلیٰ درجے کے صفات ثابت ہیں اور وہ بڑے زبردست ہیں بڑے حکمت والے

کافرین کی بہتان تراشی

کافرین و مشرکین نے اپنی تجارت، زمین کی پیداوار اور جانوروں میں کچھ حصہ اپنے معبودان باطل بتوں کے نام مقرر کر رکھا تھا، ان آیات میں سے پہلی آیت میں اس کا رد کیا گیا ہے اور بعد والی آیات میں ان کی دوسری بہتان تراشی کا ذکر ہے کہ افسوس تم پر کہ تم اللہ کے لئے لڑکیاں ثابت کرتے ہو جب تم اپنے لئے لڑکیوں کو ناپسند کرتے ہو اور لڑکوں کے خواہش مند رہتے ہو، قرآن اعلان کر رہا ہے کہ اگر ان مشرکین و کافرین عرب میں سے کسی کو اس کے گھر میں لڑکی پیدا ہونے کی خبر دی جاتی تو وہ پورے دن مایوس و غمگین رہتا اس کا دل گھٹتا اور چہرہ بے رونق ہو جاتا اور اس شرم سے کہ کسی کو وادا دینا پڑے گا دن بھر منہ چھپائے پھرتا اور یہ کوشش کرتا کہ کسی طرح اس لڑکی کا گلا گھونٹ دوں یا زندہ ہی زمین میں گاڑ دوں، بہرحال ان الزام و بہتان تراشیوں کی سزا تمکو آخرت میں ضرور دی جائے گی بلاشبہ اللہ زبردست قدرت اور حکمت والا ہے۔

لڑکی کی پیدائش کو بُرا سمجھنا کافرین کا شیوہ ہے

ان آیات سے یہ بات واضح طور سے سامنے آجاتی ہے کہ اپنے گھر میں لڑکی کی پیدائش کو مصیبت و ذلت سمجھنا جائز نہیں یہ کافرین کا فعل ہے، چنانچہ زمانہ جاہلیت کے مشرکین و کافرین لڑکی کی پیدائش کو بہت بُرا سمجھتے تھے اور اس سے اپنا پیچھا چھڑانے کیلئے بہت سے سنگدل ان معصوم بچیوں کو مار ڈالتے تھے اور کچھ زندہ ہی زمین میں گاڑ دیتے تھے، اس وحشیانہ رسم کو مذہب اسلام نے اکھاڑ پھینکا اور پوری دنیا کو تعلیم دی کہ لڑکی خدائے تعالیٰ کی عظیم دولت ہے اس کی قدر کرو، تفسیر روح البیان میں لکھا ہے کہ مسلمانوں کو چاہئے کہ لڑکی کے پیدا ہونے پر لڑکے کے مقابلہ میں زیادہ خوشی کا اظہار کرے تاکہ زمانہ جاہلیت کے کافرین کے فعل کا رد ہو جائے ایک حدیث پاک میں ارشاد فرمایا گیا ہے وہ عورت مبارک و خوش نصیب ہوتی ہے جسکے پہلے لڑکی پیدا ہو، اور ایک حدیث میں بیان فرمایا گیا ہے کہ جس کو ان لڑکیوں کے ساتھ واسطہ پڑے وہ ان کے ساتھ اچھا سلوک کرے تو یہ لڑکیاں اس کے لئے جہنم کے درمیان پردہ بن کر حائل ہو جائیں گی۔

افسوس آج بہت سے مسلمان بھی لڑکی کی پیدائش کو اپنے لئے بُرا سمجھتے ہیں جبکہ وہ خدا کی عظیم نعمت و دولت ہے ہمیں اس سے خوش ہونا چاہئے اور اس کی قدر کرنی چاہئے اور اسکے ساتھ بہت اچھا سلوک و احسان کرنا چاہئے کیونکہ آخرت میں یہ لڑکی اللہ کے عذاب سے بچانے کا ذریعہ ہے، رہا مسئلہ پرورش و اخراجات اور آج کے پرفتن دور میں جہیز وغیرہ کا، سو اس سلسلہ میں ہمیں اللہ کے وعدے پر یقین کامل رکھنا چاہئے کہ جو تمھارے اور لڑکی کے مقدر کا ہے وہ ضرور مل کر رہے گا۔

وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِظُلْمِهِمْ مَّا تَرَكَ عَلَيْهَا مِنْ دَآبَّةٍ وَّلٰكِنْ

اور اگر اللہ تعالیٰ لوگوں پر ان کے ظلم کے سبب دار و گیر فرماتے تو سطح زمین پر کوئی حرکت کرنے والا نہ چھوڑتے لیکن ایک

يُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ

میعادِ معین تک مہلت دے رہے ہیں پھر جب ان کا وقت معین آپہونچے گا اس وقت ایک ساعت

سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿۶۱﴾ وَيَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ مَا يَكْرَهُوْنَ وَتَصِفُ اَلْسِنَتُهُمُ

نہ پیچھے ہٹ سکیں گے اور نہ آگے بڑھ سکیں گے اور اللہ تعالیٰ کے لئے وہ امور تجویز کرتے ہیں جن کو خود ناپسند کرتے ہیں اور

الْكَذِبَ اَنَّ لَهُمُ الْحُسْنٰى ۭ لَا جَرَمَ اَنَّ لَهُمُ النَّارَ وَاَنَّهُمْ مُّفْرَطُوْنَ ﴿۶۲﴾

اپنی زبان سے جھوٹے دعوے کرتے جاتے ہیں کہ ان کے لئے ہر طرح کی بھلائی ہے لازمی بات ہے کہ ان کے لئے دوزخ ہے اور بے شک وہ لوگ سب سے پہلے بھیجے جائیں گے۔

تَاللّٰهِ لَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰٓى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ

بخدا آپ سے پہلے جو امتیں ہو گذری ہیں ان کے پاس بھی ہم نے رسولوں کو بھیجا تھا سو ان کو بھی شیطان نے

اَعْمَالَهُمْ فَهُوَ وَلِيُّهُمُ الْيَوْمَ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۶۳﴾ وَمَآ اَنْزَلْنَا

ان کے اعمال مستحسن کر کے دکھلائے پس وہ آج ان کا رفیق تھا اور ان کے واسطے دردناک سزا ہے اور ہم نے آپ پر

عَلَيْكَ الْكِتٰبَ اِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِى اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ۙ وَهُدًى وَّرَحْمَةً

یہ کتاب صرف اس لئے نازل کی ہے کہ جن امور میں لوگ اختلاف کر رہے ہیں آپ عام لوگوں پر اس کو ظاہر فرما دیں اور ایمان

لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۶۴﴾ وَاللّٰهُ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ

والوں کی ہدایت اور رحمت کی غرض سے اور اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی برسایا پھر اس سے زمین کو اس کے مردہ

مَوْتِهَا ۭ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ ﴿۶۵﴾ ع

ہونے کے بعد زندہ کیا اس میں ایسے لوگوں کے لئے بڑی دلیل ہے جو سنتے ہیں۔

ع ۱۴/۱۵

تفسیر

ان آیات میں سے پہلی آیت میں ارشاد ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کی بے جا حرکت کفر و شرک پر فوری پکڑ اور سزا دینا شروع کر دیتے تو کوئی بھی چلنے پھرنے اور حرکت کرنے والا باقی نہ رہتا، آج بھی دنیا میں زیادہ لوگ خطاکار و بدکار ہیں، جب ان پر عذاب آتا تو ان کے ساتھ نیک لوگ بھی ہلاک ہو جاتے، جب دنیا میں نیک و بد انسان ہی نہ رہتے تو دوسرے جانور بھی نہ ہوتے کیونکہ جانوروں کو انسانوں ہی کے لئے پیدا کیا گیا ہے، مگر یہ حق تعالیٰ شانہ، کا بڑا احسان و کرم ہے کہ وہ انسانوں کے گناہوں سے درگذر کرتا ہے ایک دم پکڑ نہیں کرتا، بلکہ ایک وقت مقررہ تک مہلت دیتا ہے اور جب سزا کا وہ متعینہ وقت آ جاتا ہے تو پھر فوراً سزا دیدی جاتی ہے۔

اسکے بعد والی آیات میں فرمایا گیا کہ ان کافرین و مشرکین کا یہ حال ہے کہ جو چیزیں اپنے لئے پسند نہیں کرتے مثلاً لڑکیاں یا اپنے مال و دولت اور کاروبار میں اجنبی کی شرکت یا اپنا مذاق و تمسخر، وہ اللہ جل شانہ کیلئے ثابت کرتے ہیں اور ان سخت گستاخیوں کے باوجود جھوٹے دعوے کرتے ہیں کہ ہم دنیا میں بھی اچھی چیزوں کے مستحق ہیں اور آخرت میں بھی، اگر دوبارہ زندہ ہونے کا قصہ سچ ہے تو وہاں بھی عمدہ چیزوں کے مستحق ہم ہی ہوں گے، غرضیکہ دونوں جہان کے مزے ہماری قسمت میں ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ ان گستاخوں کی قسمت میں مزے تو کیا ہوں گے ان کے لئے تو دوزخ

کے انگارے تیار ہیں، کفار مکہ کی گستاخیوں اور بے ہودگیوں کا ذکر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی جارہی ہے کہ آپ ان کی حرکتوں سے غمزدہ نہ ہوں آپؐ سے پہلے بھی جو انبیاء آئے ان کی امتوں کو بھی شیطان لعین نے برے اعمال خوبصورت کرکے دکھائے اور امتوں نے انھیں اختیار کرکے اپنا انجام خراب کیا اور جب ان کو ہمارا دردناک عذاب ہوگا تو شیطان انھیں بچا نہ سکے گا بس آپ ان کے ایمان نہ لانے سے غمگین نہ ہوں ہم نے آپ پر قرآن اس لئے اتارا ہے تاکہ توحید و رسالت اور حلال و حرام جن چیزوں میں یہ اختلاف کررہے ہیں ان کے متعلق آپ ان کو اللہ کا کھلا فیصلہ سنادیں ماننا نہ ماننا ان کا کام ہے جسے توفیق ہوگی حق وہی قبول کرے گا، آپ پریشان نہ ہوں مطمئن رہیں۔

اخیر میں فرمایا کہ ہم نے آسمان سے بارش برساکر مردہ (خشک) زمین کو زندہ (سرسبز شاداب) کردیا، پس اسی طرح قرآن مردہ دلوں کو زندہ کردیگا یعنی قرآن کے ارشادات کو جو لوگ عبرت کی غرض سے سنیں گے تو ان کے دلوں سے کفر کی مردگی نکل کر ایمان کی شمع روشن ہوجائے گی۔

وَاِنَّ لَكُمْ فِي الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً ۭ نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِيْ بُطُوْنِهٖ مِنْۢ بَيْنِ فَرْثٍ

اور تمھارے لیے مواشی میں بھی غور درکار ہے ان کے پیٹ میں جو گوبر اور خون ہے اس کے درمیان میں سے

وَّدَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا سَاۗىِٕغًا لِّلشّٰرِبِيْنَ ﴿٦٦﴾ وَمِنْ ثَمَرٰتِ النَّخِيْلِ وَالْاَعْنَابِ

صاف اور گلے میں آسانی سے اترنے والا دودھ ہم تم کو پینے کو دیتے ہیں اور کھجور اور انگوروں کے پھلوں سے تم لوگ نشہ

تَتَّخِذُوْنَ مِنْهُ سَكَرًا وَّرِزْقًا حَسَنًا ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴿٦٧﴾

کی چیز اور عمدہ کھانے کی چیزیں بناتے ہو بے شک اس میں ان لوگوں کے لئے بڑی دلیل ہے جو عقل رکھتے ہیں

وَاَوْحٰى رَبُّكَ اِلَى النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِيْ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا وَّمِنَ الشَّجَرِ

اور آپ کے رب نے شہد کی مکھی کے جی میں یہ بات ڈالی کر تو پہاڑوں میں گھر بنالے اور درختوں میں اور لوگ

وَمِمَّا يَعْرِشُوْنَ ﴿٦٨﴾ ثُمَّ كُلِيْ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ فَاسْلُكِيْ سُبُلَ رَبِّكِ

جو عمارتیں بناتے ہیں ان میں پھر ہر قسم کے پھلوں سے چوستی پھر پھر اپنے رب کے رستوں میں چل جو آسان ہیں

ذُلُلًا ۭ يَخْرُجُ مِنْۢ بُطُوْنِهَا شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ فِيْهِ شِفَاۗءٌ لِّلنَّاسِ ۭ اِنَّ

اس کے پیٹ میں سے پینے کی ایک چیز نکلتی ہے جس کی رنگتیں مختلف ہوتی ہیں کہ اس میں لوگوں کیلئے شفا ہے اس میں

فِیۡ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوۡمٍ يَّتَفَكَّرُوۡنَ ۝۶۹ وَاللّٰهُ خَلَقَكُمۡ ثُمَّ يَتَوَفّٰٮكُمۡ ۙ وَمِنۡكُمۡ

ان لوگوں کے لئے بڑی دلیل ہے جو سوچتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے تم کو پیدا کیا پھر تمہاری جان قبض کرتا ہے اور بعضے

مَّنۡ يُّرَدُّ اِلٰٓى اَرۡذَلِ الۡعُمُرِ لِكَىۡ لَا يَعۡلَمَ بَعۡدَ عِلۡمٍ شَيۡـًٔـا ؕ اِنَّ اللّٰهَ

تم میں وہ ہیں جو ناکارہ عمر تک پہنچائے جاتے ہیں جس کا یہ اثر ہوتا ہے کہ ایک چیز سے باخبر ہو کر پھر بے خبر ہوجاتا ہے

عَلِيۡمٌ قَدِيۡرٌ ۝۷۰

بے شک اللہ تعالیٰ بڑے علم والے بڑی قدرت والے ہیں۔

اللہ کی قدرت کے کرشمے

اس پورے رکوع میں حق تعالیٰ شانہٗ نے چند نعمتوں کا ذکر کرکے فرمایا کہ ان میں غور و فکر کرو تو تمہیں معلوم ہوجائے گا کہ ہم نے کس قدر انعامات و احسانات تم پر کر رکھے ہیں اور ہم کیسی زبردست قدرت والے ہیں پھر تمہارا دل خود گواہی دیگا کہ حقیقت میں عبادت و بندگی کے مستحق صرف اللہ کی ذات ہے۔

چنانچہ ان آیات میں سے پہلی آیت میں فرمایا گیا ہے کہ بکری، گائے، بھینس اور اونٹنی وغیرہ چوپاؤں میں غور کرو کہ ہم کس طرح ان کے پیٹ میں جو گوبر اور خون ہوتا ہے اس کے بیچ سے صاف ستھرا اور خوش ذائقہ دودھ نکال کر تم کو پلاتے ہیں، اللہ کی قدرت کا کرشمہ دیکھئے کہ اس نے ان چوپاؤں کے پیٹ میں ایسی مشین فٹ کردی ہے جو گھاس کا دودھ بنا دیتی ہے۔ حضرت عبداللہ ابن عباس رض فرماتے ہیں کہ یہ چوپائے جو گھاس کھاتے ہیں جب وہ ان کے معدہ میں جمع ہوجاتا ہے تو معدہ اس کو پکاتا ہے جس سے غذا کا فضلہ نیچے بیٹھ جاتا ہے دودھ اوپر ہوجاتا ہے اور دودھ کے اوپر خون آجاتا ہے اور پھر جگر یہ کام کرتا ہے کہ خون کو رگوں میں پہونچا دیتا ہے اور دودھ کو تھنوں میں پہونچا دیتا ہے اور جو فضلہ ہوتا ہے وہ گوبر کی صورت میں باہر نکل جاتا ہے۔

دوسری آیت میں ارشاد ہے کہ کھجور اور انگوروں میں بھی تم لوگ غور کرو کہ ہم نے ان کو کس طرح تمہارے لئے نفع بخش اور لذیذ بنایا ہے جن سے تم نشہ کی چیز (شراب) اور عمدہ کھانے کی چیز بناتے ہو مثلاً شربت، سرکہ وغیرہ اور تم اس کو تر و تازہ بھی کھاتے ہو اور خشک کرکے جمع بھی کرلیتے ہو۔ بہرحال اللہ نے اپنی قدرت کاملہ سے کھجور اور انگور کے پھل انسان کو دیدیئے ہیں اب وہ چاہے انھیں اپنی غذا میں استعمال کرے یا نشہ آور چیز بنا کر اپنی عقل خراب کرے

ایک شبہ کا حل

کوئی کم فہم یا خود غرض اس آیت سے نشہ آور چیز شراب کے حلال ہونے پر استدلال نہ کرے۔ کیونکہ جس وقت یہ آیت نازل ہوئی اس وقت شراب حرام

نہیں ہوئی تھی لوگ بلا تکلف پیتے تھے، ہجرت کے بعد حرام ہوئی ہے پھر کسی مسلمان نے شراب کو چھوا بھی نہیں بلکہ شراب بنانے، رکھنے اور پینے کے جو برتن بنا رکھے تھے ان کو بھی استعمال نہیں کیا، اس آیت کے آخر میں یَعْقِلُوْنَ کا لفظ لاکر اللہ تعالیٰ نے اشارہ فرما دیا کہ آیات کا سمجھنا عقل والوں کا کام ہے نشہ پینے والے بے عقلوں کا کام نہیں۔

تیسری اور چوتھی آیت میں ارشاد ہے کہ تیرے رب نے شہد کی مکھی کے دل میں یہ بات ڈالی کہ تو پہاڑوں، درختوں اور لوگوں کے گھروں میں اپنا چھتہ بنا اور پھر مختلف قسم کے پھل و پھول چوستی پھر، جب چوس کر اپنے چھتے کی طرف لوٹتی ہیں تو ان کے پیٹ میں سے ایک چیز نکلتی ہے یعنی شہد جس کے رنگ مختلف ہوتے ہیں اس میں لوگوں کی بہت سی بیماریوں کیلئے شفا ہے۔

شہد نسخۂ شفا ہے

خدا کی شانِ کاریگری دیکھئے کہ ایک چھوٹے سے زہریلے پرندے کے پیٹ سے نکلی ہوئی چیز شہد کو اس نے کس قدر لذیذ اور مقوی غذا بنایا ہے اور ساتھ ہی ساتھ بیماریوں کے لئے شفا کا ذریعہ بھی بنایا ہے، بلغمی امراض میں بلا واسطہ اور دوسرے امراض میں دوسرے اجزاء کے ساتھ مل کر شہد کا استعمال بطور دوا ہوتا ہے۔ اطبا معجونوں میں خاص طور پر شامل کرتے ہیں شہد مسہل ہے اور پیٹ سے فاسد مادہ نکالنے میں بہت مفید ہے، جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض مریضوں کو شہد پینے کا مشورہ دیا، آپ کو شہد بہت مرغوب تھا۔

حضرت ابن عمرؓ کے متعلق روایات میں ہے کہ اگر ان کے بدن پر پھوڑا بھی نکل آتا تو اس کا علاج بھی شہد کا لیپ کر کے فرماتے، لوگوں نے اس کی وجہ دریافت کی تو فرمایا قرآن میں ہے "فِيْهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ" یعنی شہد لوگوں کے لئے نسخۂ شفا ہے اور آخر کیوں نہ ہو جب کہ یہ ننھا سا پرند مختلف قسم کے پھل پھول سے مقوی عرق اور پاکیزہ جوہر چوس کر اپنے گھروں میں ذخیرہ کرتی ہیں، بہرحال یہ مکھی ایسے قیمتی اور لطیف اجزا چوستی ہے کہ آج کے سائنسی دور میں مشینوں کے ذریعہ وہ جوہر نہیں نکالے جا سکتے، اگر جڑی بوٹیوں میں شفا کی تاثیر ہے تو ان کے جوہر میں کیوں نہ ہوگی۔

پانچویں آیت میں انسان کو خود اپنی ذات میں غور و فکر کی دعوت دی گئی ہے کہ ذرا سوچ، تو کچھ نہ تھا، اللہ نے تجھے وجود بخشا اور پھر موت بھیجی اور دی ہوئی زندگی چھین لی تو کچھ نہ کر سکا اور بعضوں کو موت سے پہلے ہی بڑھاپے میں ایسا کر دیا کہ ان کے ہوش و حواس ٹھکانے نہ رہے جسمانی اور دماغی طاقت بھی ختم ہوگئی نہ کوئی بات سمجھ سکتا ہے اور نہ سمجھی ہوئی یاد رکھ سکتا ہے، غرضیکہ بالکل نکما ہوگیا، حضرت عکرمہؓ فرماتے ہیں کہ قرآن پڑھنے والے کی یہ حالت نہیں ہوگی۔

بہرحال ان پانچوں آیتوں سے یہ بات واضح طور پر ثابت ہوگئی کہ مکمل قدرت اسی خالق و مالک کے خزانہ میں ہے، جب اور جس کو جس قدر چاہے دیدے اور جس سے چاہے واپس لے لے، بس انسان کی سمجھداری

اسی میں ہے کہ اسی کامل قدرت والے سے اپنا تعلق پیدا کرے تاکہ ہر قسم کی دینی و دنیوی بھلائی اس کو نصیب ہو سکے

وَاللّٰهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ فِى الرِّزْقِ ۚ فَمَا الَّذِيْنَ فُضِّلُوْا بِرَآدِّىْ

اور اللہ تعالیٰ نے تم میں بعضوں کو بعضوں پر رزق میں فضیلت دی ہے وہ اپنے حصہ کا مال اپنے غلاموں کو اس

رِزْقِهِمْ عَلٰى مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَهُمْ فِيْهِ سَوَآءٌ ؕ اَفَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ

طرح کبھی دینے والے نہیں کہ وہ سب اس میں برابر ہو جاویں کیا پھر بھی خدائے تعالیٰ کی نعمت کا

يَجْحَدُوْنَ ﴿۷۱﴾

انکار کرتے ہو۔

مالک اور غلام

اس آیت پاک میں مشرکین کی جہالت و بیوقوفی اور کفر کا بیان ہے، اس آیت میں ارشاد ہے کہ ہم نے مخلوق میں سے کسی کو مالدار کسی کو غریب، کسی کو مالک اور کسی کو غلام بنایا ہے، تم میں سے جو مالک ہیں وہ اپنے غلاموں کو مال و دولت، عزت و شہرت دے کر اپنے برابر بنانا کبھی پسند نہیں کرتے پھر افسوس ہے تم پر کہ اپنے معبودان باطل کو جن کے متعلق تمہارا عقیدہ ہے کہ وہ خدا کے غلام ہیں ان کو خدا کے برابر اور شریک ٹھہراتے ہو، یہی خدا کی نعمتوں سے انکار ہے، تعجب ہے جو چیز تم اپنے لئے پسند نہیں کرتے وہ دونوں جہان کے خالق و مالک کے لئے کس طرح پسند کرتے ہو، یہی خدا کی نعمتوں کا انکار کرنا ہے۔

امیر و غریب بنانے میں اللہ کی حکمت

اللہ تعالیٰ نے امیر و غریب انسانوں کو اپنی خاص مصلحت و حکمت کے پیش نظر بنایا ہے اور وہ ہے ان کی آزمائش، کہ مالداری میں شکر گذار اور غریبی میں صابر و شاکر رہتے ہیں کہ نہیں حضرت عمر بن الخطابؓ نے حضرت موسیٰ اشعریؓ کو ایک خط لکھا کہ اپنی روزی پر قناعت کیجئے اللہ تعالیٰ نے ایک کو دوسرے سے زیادہ مالدار بنایا ہے تاکہ دیکھے کہ وہ کس طرح شکر ادا کرتے ہیں اور جو حقوق اللہ نے ان پر مقرر کئے ہیں ان کو کہاں تک ادا کرتے ہیں۔

وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ

اور اللہ تعالیٰ نے تمہیں میں سے تمہارے لئے بیبیاں بنائیں اور ان بیبیوں سے تمہارے بیٹے اور پوتے

بَنِيْنَ وَ حَفَدَةً وَّرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ؕ اَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُوْنَ

پیدا کئے اور تم کو اچھی اچھی چیزیں کھانے کو دیں کیا پھر بھی بے بنیاد خبر پر ایمان رکھیں گے

وَبِنِعْمَتِ اللّٰهِ هُمْ يَكْفُرُونَ ﴿٧٢﴾ وَيَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ مَا لَا يَمْلِكُ

اور اللہ تعالیٰ کی نعمت کی ناشکری کرتے رہیں گے اور اللہ کو چھوڑ کر ایسی چیزوں کی عبادت کرتے رہیں گے جو ان

لَهُمْ رِزْقًا مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ شَيْئًا وَّلَا يَسْتَطِيعُونَ ﴿٧٣﴾ فَلَا تَضْرِبُوا

کو نہ آسمان میں سے رزق پہونچانے کا اختیار رکھتے ہیں اور نہ زمین میں سے اور نہ قدرت رکھتے ہیں سو تم اللہ تعالیٰ

لِلّٰهِ الْاَمْثَالَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ﴿٧٤﴾

کے لئے مثالیں مت گھڑو اللہ تعالیٰ جانتے ہیں اور تم نہیں جانتے۔

تفسیر:- ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنی دو نعمتوں کا ذکر فرما کر مشرکین کے معبودان باطل کا رد فرمایا ہے پہلی نعمت یہ کہ تمہاری نسل کو باقی رکھنے کے لئے ہم نے تم کو تمہاری ہی ہم جنس عورتیں (بیویاں) دیں جن سے اولاد در اولاد پیدا ہو کر تمہاری نسل کا سلسلہ باقی رہتا ہے، اور دوسری نعمت یہ عطا کی کہ تمہارے وجود کو باقی رکھنے کے لئے کھانے پینے کی مختلف چیزیں عنایت فرمائیں مگر افسوس تم نے ان نعمتوں کی ناقدری کی اور اللہ کی بندگی چھوڑ کر ایسی چیزوں کی بندگی شروع کر دی جو نہ تمکو آسمان سے بارش برسا کر رزق دے سکتی ہے اور نہ زمین سے غلہ اگا کر، یعنی بتوں وغیرہ کی پرستش شروع کر دی جن کو نہ کچھ قدرت ہے نہ اختیار، اور تمہاری کم عقلی پر تعجب ہے کہ تم نے حق تعالیٰ کی عظیم ومقدس ذات کو اپنے اوپر قیاس کر لیا اور یہ سمجھا کہ جس طرح بادشاہ نظام حکومت چلانے میں اپنے یار و مددگار وزراء و افسران کا محتاج ہوتا ہے اسی طرح اللہ بھی پورے عالم کا نظام چلانے میں ان معبودوں کا محتاج ہے، اور جس طرح بادشاہ تک اپنی درخواست پہونچانے میں نیچے کے افسران کی ضرورت پڑتی ہے، اسی طرح اللہ تک اپنی بات پہونچانے میں ان معبودوں کی ضرورت پڑتی ہے، قرآن کہہ رہا ہے کہ اس طرح کی مہمل مثالیں اللہ کی ذات کے لئے مت ثابت کرو وہ تو اعلیٰ قدرت وعلم والا ہے دونوں جہان کا نظام وہ اکیلا بسہولت چلاتا ہے اور دونوں جہان کے ذرے ذرے کا علم اس کو ہر وقت رہتا ہے۔

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا عَبْدًا مَّمْلُوكًا لَّا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ وَّمَنْ رَّزَقْنٰهُ

اللہ تعالیٰ ایک مثال بیان فرماتے ہیں کہ ایک غلام ہے مملوک کہ کسی چیز کا اختیار نہیں رکھتا اور ایک شخص ہے

مِنَّا رِزْقًا حَسَنًا فَهُوَ يُنْفِقُ مِنْهُ سِرًّا وَّجَهْرًا ؕ هَلْ يَسْتَوٗنَ ؕ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ؕ

جس کو ہم نے اپنے پاس سے خوب روزی دے رکھی تو وہ اس میں سے پوشیدہ اور علانیہ خرچ کرتا ہے کیا اس قسم کے شخص

بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۷۵﴾ وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلَيْنِ اَحَدُهُمَآ اَبْكَمُ

آپس میں برابر ہو سکتے ہیں ساری تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کے لائق ہیں بلکہ ان میں اکثر تو جانتے ہی نہیں اور اللہ تعالیٰ ایک اور مثال بیان فرماتے ہیں کہ

لَا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ وَّهُوَ كَلٌّ عَلٰى مَوْلٰىهُ ۙ اَيْنَمَا يُوَجِّهْهُّ لَا يَاْتِ

دو شخص ہیں جن میں ایک تو گونگا ہے کوئی کام نہیں کر سکتا اور وہ اپنے مالک پر ایک وبال جان ہے وہ اس کو جہاں بھیجتا ہے کوئی کام درست کر کے

بِخَيْرٍ ۭ هَلْ يَسْتَوِيْ هُوَ ۙ وَمَنْ يَّاْمُرُ بِالْعَدْلِ ۙ وَهُوَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۷۶﴾ ع ۱۰ ۲ ۱۴

نہیں لاتا کیا یہ شخص اور ایسا شخص باہم برابر ہو سکتے ہیں جو اچھی باتوں کی تعلیم کرتا ہو اور خود بھی معتدل طریقہ پر (چلتا) ہو۔

دو مثالیں

ان آیات میں اللہ تعالیٰ کفر و شرک کی حقیقت سمجھانے کے لئے دو مثالیں پیش فرمائی ہیں اول یہ کہ ایک وہ شخص جو غلام ہے جسے کسی طرح کی قدرت و اختیار نہیں وہ ہر کام میں اپنے آقا و مالک کا محتاج ہے، اور ایک وہ شخص ہے جو آزاد ہے جسے اللہ نے اپنے فضل سے سب کچھ عطا کر رکھا ہے وہ جس قدر بھی چاہتا ہے فراخی سے خرچ کرتا ہے اور جو چاہتا ہے آزادانہ طور پر کرتا ہے کیا یہ دونوں شخص آزاد و غلام برابر ہو سکتے ہیں، ہرگز نہیں بس اسی طرح سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کا حقیقی مالک ہے وہ جس کو جو چاہے دیدے، پس ایسی کامل صفات اور مکمل قدرت والی ذات کا شریک ایک پتھر کے بت کو بنا دیا جائے جسے کچھ بھی اختیار نہیں تو یہ کس قدر ظلم و بے انصافی اور بیوقوفی کی بات ہے، پس تمام تعریفوں کی مستحق اللہ کی ذات ہے پھر بھی مشرکین و کافرین غیر اللہ کی بندگی کرتے ہیں اور ان میں سے اکثر تو جانتے ہی نہیں۔

دوسری مثال یہ بیان فرمائی کہ دو آدمی ہیں ایک گونگا بہرا جو نہ اپنی کہہ سکے اور نہ دوسرے کی سن سکے اور ساتھ ہی ناسمجھ اور اپاہج بھی جس کی وجہ سے اپنی سمجھ بوجھ اور چل پھر کر بھی کچھ نہیں کر سکتا، غرضیکہ نہ وہ اپنا کام کر سکتا ہے اور نہ کسی دوسرے کا اور اس کے بالمقابل دوسرا وہ شخص ہے جو اعلیٰ درجہ کا سمجھدار اور ہر کام میں ماہر، خود بھی صحیح راہ پر قائم اور دوسروں کو بھی سیدھے راستے پر چلنے کی تعلیم دینے والا کیا یہ دونوں آدمی برابر ہو سکتے ہیں، ہرگز نہیں، بس جب ایک ہی جنس کے دو آدمی برابر نہیں ہو سکتے تو دونوں جہاں کے خالق و مالک علیم و خبیر اور قادر مطلق کے برابر خود تراشیدہ پتھر کی مورتی یا کوئی مخلوق اس کے برابر کس طرح ہو سکتی ہے۔

شاہ عبد القادر محدث دہلویؒ فرماتے ہیں کہ اللہ کی دو مخلوق ایک نکما بت جو نہ ہل سکے نہ چل سکے جیسے گونگا اپاہج غلام اور دوسرا اللہ کا رسول جو لاکھوں انسانوں کو سیدھی راہ دکھائے اور خود بندگی پر قائم رہے تو اس کی پیروی کرنا بہتر ہے یا اُس کی۔

وَ لِلّٰهِ غَیْبُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ وَمَاۤ اَمْرُ السَّاعَةِ اِلَّا كَلَمْحِ الْبَصَرِ اَوْ هُوَ

اور آسمانوں اور زمین کی پوشیدہ باتیں اللہ ہی کے ساتھ خاص ہیں اور قیامت کا معاملہ بس ایسا ہوگا جیسے آنکھ جھپکنا،

اَقْرَبُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۷۷﴾ وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْۢ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ

بلکہ اس سے بھی جلدی، یقیناً اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری قدرت رکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے تم کو تمہاری ماؤں کے پیٹ سے اس حالت میں

لَا تَعْلَمُوْنَ شَیْـًٔا ۙ وَّجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَ الْاَبْصَارَ وَ الْاَفْـِٕدَةَ ۙ لَعَلَّكُمْ

نکالا کہ تم کچھ بھی نہ جانتے تھے، اور اس نے تم کو تم کو کان دیئے اور آنکھ اور دل تاکہ تم

تَشْكُرُوْنَ ﴿۷۸﴾ اَلَمْ یَرَوْا اِلَى الطَّیْرِ مُسَخَّرٰتٍ فِیْ جَوِّ السَّمَآءِ ؕ مَا یُمْسِكُهُنَّ

شکر کرو کیا لوگوں نے پرندوں کو نہیں دیکھا کہ آسمان کے میدان میں مسخر ہو رہے ہیں ان کو کوئی نہیں

اِلَّا اللّٰهُ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ ﴿۷۹﴾

تھامتا بجز اللہ کے اس میں ایمان والے لوگوں کے لئے چند دلیلیں ہیں

تفسیر:- ان آیات میں سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ کے کمال علم اور کمال قدرت کا ذکر ہے، ارشاد ہے کہ آسمان و زمین کی تمام پوشیدہ باتیں اور بھید جاننے والی صرف اللہ کی ذات ہے۔ اور اللہ کی قدرت کا یہ عالم ہے کہ جب تمام مخلوق کو دوبارہ پیدا فرما کر قیامت قائم کرے گا تو پلک جھپکتے ہی بلکہ اس سے بھی جلد قیامت قائم ہو جائے گی، تو جس ذات کے سامنے آسمان و زمین کے تمام بھید موجود ہوں اور اس کی قدرت ذرہ ذرہ پر حاوی ہو تو بھلا اس کا شریک کون اور کیسے ہو سکتا ہے۔

ان آیات میں سے دوسری آیت میں اللہ کی قدرت کاملہ اور انسان پر احسان کا ذکر ہے، ارشاد ہے کہ اے لوگو اللہ نے تم کو تمہاری ماؤں کے پیٹ سے اس حالت میں پیدا فرمایا کہ تم کچھ نہ جانتے تھے مگر اللہ نے اپنی قدرت کاملہ سے تم کو کان آنکھ اور دل عطا فرمایا جس سے تم سن سکتے ہو، دیکھ سکتے ہو، اور سمجھ سکتے ہو، اور پھر جیسے جیسے بچہ بڑھتا ہے ویسے ویسے ہی اسکی عقلی و جسمانی قوت کو بڑھاتے ہیں، تاکہ انسان اپنے رب کے احسانات و انعامات کو مان کر اسکی شکر گذاری اور اطاعت و فرماں برداری میں لگ جائے، مگر افسوس یہ بغاوت و سرکشی پر اتر آتا ہے اور اپنے حقیقی رب کے در کو چھوڑ کر اس کی مخلوق اور پتھر کی مورتیوں کے سامنے جھکنے لگتا ہے۔

تیسری آیت میں فرمایا گیا ہے کہ ان پرندوں کی طرف دیکھو جو آسمان و زمین کے درمیان فضا میں اڑتے پھرتے ہیں، اللہ ہی اپنی قدرت کاملہ سے ان کو آسمانی فضا میں تھامے ہوئے ہے، اور اسی نے ان کو

اڑنے کی قوت وترکیب عطا فرما رکھی ہے اور ہوا کو ان کا مطیع بنا رکھا ہے، بلاشبہ اس میں بھی ایمان والوں کے لئے بہت سی نشانیاں ہیں۔

وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْۢ بُيُوْتِكُمْ سَكَنًا وَّ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ جُلُوْدِ الْاَنْعَامِ

اور اللہ تعالیٰ نے تمہارے واسطے گھروں میں رہنے کی جگہ بنائی، اور تمہارے لئے جانوروں کی کھال کے گھر بنائے

بُيُوْتًا تَسْتَخِفُّوْنَهَا يَوْمَ ظَعْنِكُمْ وَيَوْمَ اِقَامَتِكُمْ ۙ وَمِنْ اَصْوَافِهَا وَ

جن کو تم اپنے کوچ کے دن اور مقام کے دن ہلکا پاتے ہو اور ان کی اون اور ان کے رؤوں اور ان کے

اَوْبَارِهَا وَاَشْعَارِهَآ اَثَاثًا وَّمَتَاعًا اِلٰى حِيْنٍ ﴿۸۰﴾ وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّمَّا

بالوں سے گھر کا سامان اور فائدے کی چیزیں ایک مدت تک کیلئے بنائیں اور اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے

خَلَقَ ظِلٰلًا وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الْجِبَالِ اَكْنَانًا وَّجَعَلَ لَكُمْ سَرَابِيْلَ تَقِيْكُمُ

اپنی بعضی مخلوقات کے سائے بنائے اور تمہارے لئے پہاڑوں میں پناہ کی جگہیں بنائیں اور تمہارے لئے ایسے کرتے بنائے

الْحَرَّ وَسَرَابِيْلَ تَقِيْكُمْ بَاْسَكُمْ ۭ كَذٰلِكَ يُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ

جو گرمی سے تمہاری حفاظت کریں اور ایسے کرتے بنائے جو تمہاری لڑائی سے تمہاری حفاظت کریں اللہ تم پر اسی طرح اپنی نعمتیں پوری کرتا ہے تاکہ تم

تُسْلِمُوْنَ ﴿۸۱﴾ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿۸۲﴾ يَعْرِفُوْنَ نِعْمَتَ

فرمانبردار رہو پھر اگر یہ لوگ اعراض کریں تو آپ کے ذمہ تو صاف صاف پہونچا دینا ہے وہ لوگ خدا کی نعمت کو

اللّٰهِ ثُمَّ يُنْكِرُوْنَهَا وَاَكْثَرُهُمُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۸۳﴾ ع ۱۱

پہچانتے ہیں پھر اس کے منکر ہوتے ہیں اور زیادہ ان میں ناسپاس ہیں

تفسیر:- ان آیات میں بھی پچھلی آیات کی طرح حق تعالیٰ شانہ کے انعامات واحسانات کا تذکرہ ہے کہ اللہ نے انسانوں کی راحت و آرام کیلئے بے شمار چیزیں پیدا کر رکھی ہیں اور ساتھ ہی ساتھ اس انسان کو عقلی وجسمانی قوت بھی عطا فرما رکھی ہے، جس سے وہ اپنے رہنے کے لئے مٹی، لکڑی، پتھر، اینٹ لوہے سے اچھے اچھے مکان بناتا ہے اور اسی طرح جانوروں کی کھالوں اور ان کی اون وبال وغیرہ سے بنے ہوئے کمبل وغیرہ کے خیمے اور ڈیرے بنا کر اس میں رہتا ہے جن کو سفر میں لے جانا بہت آسان ہوتا ہے، اس کے علاوہ بھیڑ وبکری وغیرہ کی اون سے بہت سی چیزیں بنا کر مدتِ دراز تک ان سے فائدہ حاصل کرتے ہو

اور اللہ تعالیٰ نے تمہارے واسطے بہت سی چیزیں ایسی بنائیں جن سے تم سایہ حاصل کرتے ہو جیسے بادل درخت، پہاڑ اور مکان وغیرہ کا سایہ جو قانون قدرت کے مطابق زمین پر پڑتا ہے جس سے مخلوق آرام پاتی ہے اور اسی طرح اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے پہاڑوں میں پناہ گاہ بنائی یعنی غار وغیرہ جس میں بارش دھوپ اور دشمن سے اپنی حفاظت کرسکتے ہو اور تمہارے لئے ایسے کرتے بنائے جو گرمی سے تمہاری حفاظت کرتے ہیں، کرتے اگرچہ سردی سے بھی حفاظت کرتے ہیں مگر چونکہ ملک عرب میں گرمی زیادہ ہے اس لئے خاص طور پر قرآن نے گرمی ہی کا ذکر کیا ہے، اور ایسی زرہیں بنائیں جو لڑائی میں زخمی ہونے سے بچاتی ہیں۔

قربان جائیں اللہ کی ذات کے کہ اس نے انسان کی تمام ضروریات کا کیسا معقول انتظام فرمایا، اور انسان کو ایسی عقلی وجسمانی قوت عطا فرمائی جس سے یہ مختلف مصنوعات تیار کرکے خوب فائدہ اٹھاتا ہے ان سب احسانات کا تقاضا یہ ہے کہ انسان اللہ کا شکرگذار اور فرماں بردار بن جائے مگر تعجب ہے اکثر انسانوں پر کہ وہ اللہ کے انعامات کو دیکھتے اور سمجھتے ہیں مگر شکرگذاری نہیں کرتے، اخیر میں اللہ نے اپنے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی کے لئے فرمایا اگر یہ لوگ ایمان نہیں لاتے تو آپ غمگین نہ ہوں، چونکہ آپ کا کام صرف ہمارا پیغام ان تک پہونچا دینا ہے۔

وَيَوْمَ نَبْعَثُ مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيدًا ثُمَّ لَا يُؤْذَنُ لِلَّذِينَ كَفَرُوا وَلَا هُمْ

اور جس دن ہم ہر ہر امت میں سے ایک ایک گواہ قائم کریں گے، پھر ان کافروں کو اجازت نہ دی جاوے گی اور نہ ان

يُسْتَعْتَبُونَ ﴿٨٤﴾ وَإِذَا رَأَى الَّذِينَ ظَلَمُوا الْعَذَابَ فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ وَلَا هُمْ

کو حق تعالیٰ کے راضی کرنے کی فرمائش کی جاوے گی اور جب ظالم لوگ عذاب کو دیکھیں گے تو وہ عذاب نہ ان سے ہلکا کیا جاوے گا

يُنْظَرُونَ ﴿٨٥﴾ وَإِذَا رَأَى الَّذِينَ أَشْرَكُوا شُرَكَاءَهُمْ قَالُوا رَبَّنَا هَٰؤُلَاءِ

اور نہ وہ کچھ مہلت دیئے جاویں گے، اور جب مشرک لوگ اپنے شریکوں کو دیکھیں گے تو کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار وہ

شُرَكَاؤُنَا الَّذِينَ كُنَّا نَدْعُو مِنْ دُونِكَ ۖ فَأَلْقَوْا إِلَيْهِمُ الْقَوْلَ إِنَّكُمْ

ہمارے شریک یہی ہیں کہ آپ کو چھوڑ کر ہم ان کی پوجا کرتے تھے سو وہ ان کی طرف کلام کو متوجہ کریں گے کہ تم

لَكَاذِبُونَ ﴿٨٦﴾ وَأَلْقَوْا إِلَى اللَّهِ يَوْمَئِذٍ السَّلَمَ ۖ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَا كَانُوا الثلثة

جھوٹے ہو اور یہ لوگ اس روز اللہ کے سامنے اطاعت کی باتیں کرنے لگیں گے اور جو کچھ افترا پردازیاں

یَفْتَرُوْنَ ﴿۸۷﴾ اَلَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ زِدْنٰهُمْ عَذَابًا فَوْقَ

کرتے تھے وہ سب گم ہو جاویں گی جو لوگ کفر کرتے تھے اور اللہ کی راہ سے روکتے تھے ان کیلئے ہم ایک سزا پر دوسری

الْعَذَابِ بِمَا كَانُوْا یُفْسِدُوْنَ ﴿۸۸﴾ وَیَوْمَ نَبْعَثُ فِیْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِیْدًا

سزا بمقابلہ ان کے فساد کے بڑھا دیں گے　اور جس دن ہم ہر امت میں ایک ایک گواہ جو ان ہی میں کا ہوگا

عَلَیْهِمْ مِّنْ اَنْفُسِهِمْ وَجِئْنَا بِكَ شَهِیْدًا عَلٰى هٰۤؤُلَآءِ ؕ وَنَزَّلْنَا عَلَیْكَ

ان کے مقابلہ میں قائم کریں گے اور ان لوگوں کے مقابلہ میں آپ کو گواہ بنا کر لائیں گے اور ہم نے آپ پر قرآن اتارا ہے

الْكِتٰبَ تِبْیَانًا لِّكُلِّ شَیْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِیْنَ ﴿۸۹﴾ ع

کہ تمام باتوں کا بیان کرنے والا ہے اور مسلمانوں کے واسطے بڑی ہدایت اور بڑی رحمت اور خوشخبری سنانے والا ہے

کفر کا انجام

پچھلی آیات میں ذکر تھا کہ اکثر لوگ کفر و ناشکری کرتے ہیں، اب ان آیات میں کفر و ناشکری کے انجام کا بیان ہے، ارشاد ہے کہ ایک دن (یعنی قیامت) ایسا آنے والا ہے جب اگلی پچھلی تمام امتیں احکم الحاکمین کی عدالت میں کھڑی ہوں گی، اور ہر امت کے نبی کو بطور گواہ کھڑا کیا جائے گا جو شہادت دیں گے کہ اللہ کا پیغام اس نے مانا اور اس نے نہیں مانا، اس وقت ان کافرین کو اجازت نہ ہوگی کہ اپنی معذرت میں کچھ کہہ سکیں یا توبہ کر سکیں، کیونکہ آخرت بدلہ کی جگہ ہے دنیا میں جیسا کیا ویسا اس کا پورا پورا بدلہ مل جائے گا اس میں نہ کچھ کمی کی جائے گی اور نہ ہی درمیان میں مہلت دی جائے گی کہ کچھ دیر کے لئے عذاب کو ملتوی کر دیا جائے، بلکہ مسلسل عذاب میں مبتلا رہیں گے، کافرین و مشرکین جب اپنے معبودان باطل اور شرکاء کو دیکھیں گے تو بول اٹھیں گے کہ اے ہمارے پروردگار یہی وہ ہیں جن کی ہم پوجا کرتے تھے، گویا کہ اس طرح اپنے جرم کا اقرار کرکے اپنی سزا ختم یا کم کرانا چاہیں گے، مگر معبودان باطل ان کو جواب دیں گے کہ تم جھوٹے ہو ہم نے کب کہا تھا کہ ہماری پوجا کرو، تم تو اپنی خواہشات کے پجاری تھے، کافرین و مشرکین چالاکی سے اللہ کے سامنے اطاعت و فرماں برداری کی باتیں کرنے لگیں گے، اور دنیا میں جو کچھ بہتان تراشیاں کرتے تھے ان کو بھول جائیں گے مطلب یہ ہے کہ دنیا میں تو اللہ کی اطاعت و فرماں برداری سے تکبر کرتے تھے اور قیامت کے دن اطاعت و فرماں برداری کا اظہار کریں گے، اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ ہم ان کو ڈبل عذاب دیں گے ایک عذاب ان کے کفر کرنے کا، دوسرا لوگوں کو راہ حق پر آنے سے روکنے کا۔

آخیر میں فرمایا کہ وہ ہولناک دن یاد کرنے کے قابل ہے جس دن (یعنی قیامت میں) ہر ایک پیغمبر اپنی اپنی امت کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے سامنے بیان دے گا اور جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء علیہم السلام

کے متعلق شہادت دیں گے کہ انھوں نے آپ کا پیغام اپنے امتیوں کو پہونچا دیا تھا۔ آپ کے بلند مرتبہ کو واضح کرنے کے لئے آپ پر نازل شدہ کتاب قرآن مقدس کے متعلق فرمایا گیا ہے کہ ہم نے قرآن کریم میں تمام علوم ہدایت اور اصول دین اور فلاح دارین کے متعلق تمام ضروری امور کا مکمل طور پر بیان کر دیا ہے، اور یہ کتاب تمام لوگوں کیلئے ہدایت و رحمت ہے اور فرمانبردار بندوں (مسلمانوں) کو شاندار مستقبل کی خوشخبری سناتی ہے۔

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَائِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَيَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ

بے شک اللہ تعالیٰ اعتدال اور احسان اور اہل قرابت کو دینے کا حکم فرماتے ہیں اور کھلی برائی اور

وَالْمُنكَرِ وَالْبَغْيِ ۚ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ﴿٩٠﴾

مطلق برائی اور ظلم کرنے سے منع فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ تمکو اسلئے نصیحت فرماتے ہیں کہ تم نصیحت قبول کرو

تفسیر:- حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ آیت قرآن کریم کی جامع ترین آیت ہے، اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے تین چیزوں کے کرنے اور تین چیزوں کے چھوڑ دینے کا حکم فرمایا ہے، عدل و انصاف، احسان و مروت رشتہ داروں کی حاجت روائی کرنے کے لئے فرمایا۔ عدل و انصاف کا حاصل یہ ہے کہ آدمی کے تمام عقائد، اعمال معاملات، اخلاق، جذبات، عدل وانصاف کے ترازو میں تلے ہوئے ہوں، کمی زیادتی سے کوئی پلہ جھکنے یا اُٹھنے نہ پائے، سخت سے سخت دشمن کے ساتھ بھی معاملہ انصاف کے ساتھ کرے، جو بات اپنے لئے ناپسند کرے وہ اپنے بھائی کے لئے بھی ناپسند کرے۔ احسان و مروت کا حاصل یہ ہے کہ آدمی خود نیکی و بھلائی کرے اور دوسروں کا بھلا چاہے، عام عدل و انصاف اور احسان و سلوک کی تعلیم دینے کیلئے خاص طور پر رشتہ داروں کے ساتھ ہمدردی کرنے اور ان کی ضروریات کو پورا کرنے کی تعلیم دی گئی ہے۔

بے حیائی برائی، ظلم و زیادتی ان تینوں چیزوں کے ترک کرنے کا حکم فرمایا گیا ہے، حقیقت یہ ہے کہ جو آدمی ان تینوں چیزوں کو چھوڑ دے گا وہ ہر برائی سے محفوظ ہو جائیگا۔ اے لوگو! اللہ تعالیٰ تم کو اس لئے نصیحت فرما رہے ہیں تاکہ تم نصیحت قبول کرو، جس چیز کے کرنے کا حکم فرمایا ہے اس کو اختیار کرو اور جس چیز سے منع فرمایا ہے اس کو ترک کرو۔

وَأَوْفُوا بِعَهْدِ اللَّهِ إِذَا عَاهَدتُّمْ وَلَا تَنقُضُوا الْأَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيدِهَا وَقَدْ

اور تم اللہ کے عہد کو پورا کرو جبکہ تم اسکو اپنے ذمہ کرلو اور قسموں کو بعد ان کے مستحکم کرنے کے مت توڑو اور تم اللہ

جَعَلْتُمُ اللّٰهَ عَلَيْكُمْ كَفِيْلًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ ﴿۹۱﴾ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّتِيْ

تعالیٰ کو گواہ بھی بنا چکے ہو بے شک اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے جو کچھ تم کرتے ہو اور تم اس عورت کے مشابہ مت ہو

نَقَضَتْ غَزْلَهَا مِنْ بَعْدِ قُوَّةٍ اَنْكَاثًا ؕ تَتَّخِذُوْنَ اَيْمَانَكُمْ دَخَلًا بَيْنَكُمْ

جس نے اپنا سوت کاتے پیچھے بوٹی بوٹی کر کے نوچ ڈالا کہ تم اپنی قسموں کو آپس میں فساد ڈالنے کا ذریعہ بنانے

اَنْ تَكُوْنَ اُمَّةٌ هِيَ اَرْبٰى مِنْ اُمَّةٍ ؕ اِنَّمَا يَبْلُوْكُمُ اللّٰهُ بِهٖ ؕ

لگو محض اس وجہ سے کہ ایک گروہ دوسرے گروہ سے بڑھ جائے بس اس سے اللہ تعالیٰ تمہاری آزمائش کرتا ہے

وَلَيُبَيِّنَنَّ لَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ﴿۹۲﴾ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ

اور جن چیزوں میں تم اختلاف کرتے رہے قیامت کے دن ان سب کو تمہارے سامنے ظاہر کر دے گا اور اگر اللہ تعالیٰ کو

لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ يُّضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ؕ

منظور ہوتا تو تم سب کو ایک ہی طریقے کا بنا دیتے لیکن جس کو چاہتے ہیں بے راہ کر دیتے ہیں اور جس کو چاہتے ہیں

وَلَتُسْـَٔلُنَّ عَمَّا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۳﴾

راہ پر ڈال دیتے ہیں اور تم سے تمہارے اعمال کی ضرور بازپرس ہوگی

عہد پورا کرنے کا حکم

اس آیت میں عہد پورا کرنے کا حکم اور عہد شکنی کی برائی کا بیان ہے، ارشاد ہے کہ جب خدا کا نام لے کر قسمیں کھا کر عہد کرتے ہو تو خدا کے پاک نام کا احترام قائم رکھو، جب کسی قوم یا آدمی سے کوئی معاہدہ کیا جائے بشرطیکہ وہ عہد شریعت کے خلاف نہ ہو تو اس کا پورا کرنا مسلمان کا فرض ہے اس کو پورا کرنے میں اگر پریشانیاں بھی آئیں تو ان کو برداشت کر کے معاہدہ کو پورا کرنا چاہئے، جب خدا کے نام کی قسم کھا کر کوئی معاہدہ کیا ہے تو گویا اس معاملہ میں تم نے اللہ کو گواہ اور ضامن بنالیا ہے وہ دیکھ رہا ہے کہ تم اسکے مقدس نام کا احترام کہاں تک باقی رکھتے ہو اگر تم معاہدہ کو توڑ دیتے ہو تو تمھیں اس کی سزا دی جائے گی کیونکہ حق تعالیٰ کی ذات ہر ظاہرہ و پوشیدہ چیز سے بخوبی واقف ہے

عہد شکنی کی مثال

ارشاد ہے کہ عہد کر کے توڑ دینا ایسی حماقت و بے وقوفی ہے جیسے کوئی عورت دن بھر محنت کر کے سوت کاتے اور پھر شام کو اس پورے سوت کو کاٹ کر ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے، چنانچہ مکہ معظمہ میں ایک دیوانی عورت ایسا ہی کیا کرتی تھی، مطلب یہ ہے کہ معاہدہ کو ایک کچے دھاگے کی طرح سمجھ لینا کہ جب چاہا کات لیا اور جب چاہا توڑ ڈالا

بہت ہی حماقت و دیوانگی ہے۔

اسکے بعد فرمایا کہ معاہدوں اور قسموں کو فریب و دغابازی کا آلہ مت بناؤ، جس طرح اہل جاہلیت کی عادت تھی کہ ایک جماعت کو اپنے سے زیادہ طاقتور دیکھ کر اس سے معاہدہ کرلیا اور پھر جب اس سے بھی بڑھ کر کوئی جماعت زیادہ طاقتور سامنے آئی تو پہلی جماعت سے معاہدہ توڑ کر اس نئی جماعت سے معاہدہ کرلیا، اور جب خود ان سے زیادہ طاقتور بن گئے تو ان سب کے تمام معاہدے توڑ ڈالے، اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں کہ کسی جماعت کو طاقتور اور کسی کو کمزور ہم نے تمھاری آزمائش کے لئے رکھا ہے اور اسی طرح عہد پورا کرنے کا حکم دینے میں بھی تمھارا امتحان ہے کہ دیکھیں کون ثابت قدم رہ کر اپنا عہد پورا کرتا ہے اور کون نہیں کرتا ہے، یاد رکھو دنیا امتحان گاہ ہے اس کا نتیجہ قیامت کے دن کھل کر سامنے آجائے گا۔ اور جن چیزوں میں لوگ اختلاف کر رہے ہیں اس کا عملی فیصلہ بھی اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرما دیں گے۔

اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں کہ اگر ہم چاہتے تو تمام لوگوں کو ایک راہ پر قائم کر دیتے مگر اپنی خاص حکمت کے پیش نظر ہم جس کو چاہتے ہیں بے راہ کر دیتے ہیں اور جس کو چاہتے ہیں راہ پر ڈال دیتے ہیں اور لوگوں سے قیامت کے دن ہم ان کے اعمال کی بازپرس کریں گے۔

وَلَا تَتَّخِذُوٓا اَيْمَانَكُمْ دَخَلًاۢ بَيْنَكُمْ فَتَزِلَّ قَدَمٌۢ بَعْدَ ثُبُوْتِهَا وَتَذُوْقُوا

اور تم اپنی قسموں کو آپس میں فساد ڈالنے کا ذریعہ مت بناؤ کبھی اور کسی کا قدم جمنے کے بعد نہ پھسل جائے پھر تم

السُّوْٓءَ بِمَا صَدَدْتُّمْ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ وَلَكُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۹۴﴾ وَلَا تَشْتَرُوْا

کو اس سبب سے کہ تم راہِ خدا سے مانع ہوئے تکلیف بھگتنا پڑے اور تم کو بڑا عذاب ہوگا اور تم لوگ عہدِ خداوندی

بِعَهْدِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۭ اِنَّمَا عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ

کے عوض میں تھوڑا سا فائدہ مت حاصل کرو بس اللہ کے پاس کی جو چیز ہے وہ تمھارے لئے بدرجہا بہتر ہے اگر تم

تَعْلَمُوْنَ ﴿۹۵﴾ مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ ۭ وَلَنَجْزِيَنَّ الَّذِيْنَ

سمجھنا چاہو اور جو کچھ تمھارے پاس ہے وہ ختم ہو جاوے گا اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ دائم رہیگا اور جو لوگ

صَبَرُوْٓا اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۹۶﴾ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ

ثابت قدم ہیں ہم ان کے اچھے کاموں کے عوض میں ان کا اجران کو ضرور دیں گے جو شخص کوئی نیک کام کرے گا خواہ

ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ۚ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ

وہ مرد ہو یا عورت ہو بشرطیکہ صاحب ایمان ہو تو ہم اس شخص کو بالطف زندگی دیں گے اور ان کے اچھے

بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۹۷﴾

کاموں کے عوض میں ان کا اجر دیں گے۔

عہد شکنی کا وبال

عہد توڑنے کی سزا کا ملنا آخرت میں تو یقینی ہے ہی اسکے علاوہ بہت سے دنیوی نقصانات سے بھی انسان کو دوچار ہونا پڑتا ہے، مثلاً جو لوگ تمھیں ایماندار اور عہد پورا کرنے والا سمجھ کر تمھارا احترام کرتے ہیں اور تم میں شریک ہیں وہ عہد شکنی کرنے پر تم سے علیحدہ ہو جائیں گے اور ان کے دل سے تمھارا احترام جاتا رہے گا، اور جو لوگ تم میں شامل ہونا چاہتے تھے اب وہ بھی تمھارے ساتھ شریک نہیں ہو سکیں گے کہ یہ تو بڑا دھوکہ باز ہے وعدہ کر کے نبھاتا نہیں

اس آیت میں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ معاہدہ اور قسمیں توڑ کر آپس میں فساد کا ذریعہ مت بناؤ اس سے مسلمان قوم بدنام ہوگی اور تمھارا کردار مجروح ہوگا، یقین لانے والے شک میں پڑ جائیں گے، غیر مسلم قومیں اسلام میں داخل ہونے سے رک جائیں گی۔ اللہ کی راہ سے روکنے کا گناہ ہوگا اور سخت سزا دی جائیگی

آپسی عہد و پیمان کے بعد بیان ہے کہ جو عہد اللہ سے کیا ہے دنیوی مال و دولت کے لالچ میں اس کو مت توڑو، یاد رکھو ایسا مال وبال جان بنے گا اور عہد پورا کرنے پر آخرت میں جو اس کا بدلہ ملے گا وہ تمھارے حق میں زیادہ بہتر ہے، نیز دنیوی مال و دولت کتنا بھی ہو وہ ایک دن ختم ہو جائے گا اور آخرت میں جو نعمتیں ملیں گی وہ کبھی فنا نہیں ہوں گی، ہمیشہ باقی رہیں گی، بس اگر تم اس بات پر یقین کر کے اچھی طرح سمجھ لو تو کبھی عہد شکنی نہ کرو، اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ جو لوگ عہد کر کے (خواہ وہ عہد اللہ سے ہو یا لوگوں سے) اس پر ثابت قدم رہیں گے ہم ان کے اچھے کاموں کے بدلے ضرور بہترین اجر دیں گے

اس کے بعد مسلمانوں کو خوش خبری دی گئی ہے کہ جو بھی مرد یا عورت ایمان قبول کر کے اچھے اعمال کرے گا ہم اس کی دنیوی زندگی کو اطمینان بخش اور پُر لطف بنا دیں گے اور آخرت میں اس کو بہترین بدلہ عنایت فرمائیں گے، حضرت ابن عطیہؒ نے فرمایا کہ نیک مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ دنیا میں بھی پرسکون زندگی مرحمت فرمائیں گے تندرستی اور فراخی کے وقت تو زندگی کا پرسکون ہونا ظاہر ہے خصوصاً اس وجہ سے کہ بلا ضرورت مال بڑھانے کی حرص ان میں نہیں ہوتی جو انسان کو ہر حال میں پریشان رکھتی ہے اور اگر بیماری و تنگدستی بھی آجائے تو ان کو اللہ کے وعدوں پر مکمل یقین ہوتا ہے اور پریشانی کے بعد راحت ملنے کی قوی امید ان کی زندگی کو بے لطف نہیں ہونے دیتی جیسے کاشتکار کھیت بوتے وقت

تمام پریشانیوں کو خوشی خوشی اس لئے برداشت کرتا ہے کہ چند روز بعد اس کو راحتیں ملنے والی ہیں، بس مومن بھی ہر تکلیف پر اجر ملنے کی امید پر خوش رہتا ہے، اور پھر دنیا کی زندگی آخرت کی زندگی کے مقابلہ میں کوئی حیثیت نہیں رکھتی اس لئے اگر دنیاوی زندگی میں کچھ پریشانیاں آبھی جائیں تو آخرت کی اصل زندگی کے راحت کی امید پر مومن بخوشی اپنا وقت گذار لیتا ہے۔

فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ﴿۹۸﴾ اِنَّهٗ لَيْسَ لَهٗ

تو جب آپ قرآن پڑھنا چاہیں تو شیطان مردود سے اللہ کی پناہ مانگ لیا کریں یقیناً اس کا قابو

سُلْطٰنٌ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ﴿۹۹﴾ اِنَّمَا سُلْطٰنُهٗ عَلَى الَّذِيْنَ

ان لوگوں پر نہیں چلتا جو ایمان رکھتے ہیں اور اپنے رب پر بھروسہ رکھتے ہیں بس اس کا قابو تو صرف ان لوگوں پر چلتا ہے

يَتَوَلَّوْنَهٗ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِهٖ مُشْرِكُوْنَ ﴿۱۰۰﴾

جو اس سے تعلق رکھتے ہیں اور ان لوگوں پر جو اللہ کے ساتھ شرک کرتے ہیں

تفسیر:۔ قرآن کریم کی تلاوت کرنے اور اس کے معنی و مطلب میں غور کرنے سے انسان کو شیطان روکتا ہے وہ نہیں چاہتا کہ انسان اللہ کی رضا کے کام کرے اس لئے اس آیت میں فرمایا گیا ہے کہ جب تم قرآن کریم کی تلاوت کرو تو دل کو خدا کی طرف متوجہ کرکے اللہ سے شیطان ملعون کے شر سے پناہ مانگ لیا کرو اور زبان سے اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ پڑھ لیا کرو اس سے شیطان کے مکرو فریب کا اثر تم پر نہ چل سکیگا کیونکہ شیطان کا قابو ان لوگوں پر نہیں چلتا جو ایمان والے ہیں اور اپنے پروردگار پر دل سے بھروسہ رکھتے ہیں، اس کا قابو تو صرف ان لوگوں پر چلتا ہے جو اپنا رشتہ، فرمانبرداری شیطان سے جوڑے ہوئے ہیں اور اللہ کے ساتھ شرک کرتے ہیں

تلاوت قرآن سے پہلے اعوذ باللہ الخ کا پڑھنا اس آیت کی تعمیل کے لئے جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے، اور کبھی کبھی نہ پڑھنا بھی صحیح احادیث سے ثابت ہے، اس لئے جمہور علماء نے اعوذ باللہ کو پڑھنا واجب نہیں بلکہ سنت قرار دیا ہے، تلاوت قرآن کے علاوہ کسی دوسری کتاب یا کلام پڑھنے سے پہلے اعوذ باللہ پڑھنا سنت نہیں وہاں صرف بسم اللہ الخ پڑھنا چاہئے، البتہ بعض دوسرے موقعوں پر اعوذ باللہ پڑھنے کی احادیث پاک میں تعلیم دی گئی ہے مثلاً جب غصہ زیادہ آئے تو اعوذ باللہ پڑھنے سے غصہ زائل ہوجاتا ہے اسی طرح بیت الخلا میں جانے سے پہلے اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ پڑھنا مستحب ہے۔

وَاِذَا بَدَّلْنَآ اٰيَةً مَّكَانَ اٰيَةٍ ۙ وَّاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يُنَزِّلُ قَالُوْٓا اِنَّمَآ اَنْتَ

اور جب ہم کسی آیت کو بجائے دوسری آیت کے بدلتے ہیں اور حالانکہ اللہ تعالیٰ جو حکم بھیجتا ہے اس کو

مُفْتَرٍ ۭ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿١٠١﴾ قُلْ نَزَّلَهٗ رُوْحُ الْقُدُسِ مِنْ

وہی خوب جانتا ہے تو یہ لوگ کہتے ہیں کہ آپ افترا کرنے والے ہیں بلکہ انہی میں اکثر لوگ جاہل ہیں آپ فرما دیجئے کہ اسکو

رَّبِّكَ بِالْحَقِّ لِيُثَبِّتَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ ﴿١٠٢﴾

روح القدس آپ کے رب کی طرف سے حکمت کے موافق لائے ہیں تاکہ ایمان والوں کو ثابت قدم رکھے اور ان مسلمانوں کیلئے ہدایت اور خوش خبری ہو جاوے

کفار کے ایک اعتراض کا جواب

قرآن کریم مکمل ایک وقت میں نازل نہیں ہوا بلکہ تھوڑا تھوڑا ضرورت کے مطابق نازل کیا گیا ہے اس میں بہت سے احکام وقتی بھی نازل ہوئے مثلاً پہلے ایک حکم بھیجا گیا اور پھر اسی جگہ دوسرا حکم نازل کر دیا گیا مثلاً شروع میں جنگ کی ممانعت کا حکم نازل ہوا اور بعد میں جنگ کرنے کا حکم بھیجا گیا وغیرہ کفار اس طرح کے احکام سن کر اعتراض کیا کرتے تھے کہ یہ قرآن اللہ کا کلام کیسے ہو سکتا ہے، کیا معاذ اللہ خدا نے پہلے حکم بے خبری میں دیا جو بعد میں اسکو بدلنا پڑا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب دیا کہ تمہارا یہ اعتراض جہالت کی وجہ سے ہے، کیونکہ تم کو احکام میں تبدیلی کی وجہ معلوم نہیں، اس طرح کے جو احکام ہیں وہ درحقیقت معیادی ہیں اللہ کو اگلے پچھلے تمام حالات کا علم ہے وہ جانتا ہے کہ یہ حکم کتنی مدت کیلئے ہے اور اسکے بعد اس کی جگہ دوسرا حکم بھیجا جائے گا اور ایسا کرنا عین عقل کے مطابق ہے، دونوں حکموں کو ایک ساتھ بھیجنا اس کی حکمت و مصلحت کے خلاف ہے۔ بس یہ لوگ اس پر غور نہیں کرتے، یہ بالکل ایسے ہی ہیں جیسے بعض مرضوں میں حکیم و ڈاکٹر شروع میں ایک دوا دیتا ہے اور وہ جانتا ہے کہ چند دن بعد دوسری دوا دی جائے گی مگر شروع ہی میں مریض کو پوری تفصیل نہیں بتلاتا کہ پہلے یہ دوا کھاؤ چند دن بعد دوسری دوا شروع کی جائے گی اور پھر اس کے بعد یہ وغیرہ وغیرہ۔

اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ ان لوگوں سے فرما دیجئے کہ یہ میرا بنایا ہوا کلام نہیں بلکہ رب العالمین نے روح القدس حضرت جبرئیل امین کے ذریعہ عین حکمت و مصلحت کے مطابق مجھ پر نازل فرمایا ہے اور اس میں جو تبدیلی ہے وہ بھی اللہ کی حکمت و مصلحت کی وجہ سے ہے اس سے مومنین کے اعتقاد پختہ ہوتے ہیں کہ ہمارا رب ہر حال سے پورے طور پر واقف ہے اور اعلیٰ حکمت سے ہماری تربیت کرتا ہے جیسے حالات پیش آتے ہیں ویسے ہی احکام ہمارے لئے نازل فرماتا ہے اور ہر کام پر اس کے مناسب خوشخبری سناتا ہے۔

وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ اِنَّمَا يُعَلِّمُهٗ بَشَرٌ ؕ لِسَانُ الَّذِيْ يُلْحِدُوْنَ

اور ہم کو معلوم ہے کہ یہ لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ ان کو تو آدمی سکھلاجاتا ہے جس شخص کی طرف اس کی نسبت کرتے

اِلَيْهِ اَعْجَمِيٌّ وَّهٰذَا لِسَانٌ عَرَبِيٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۱۰۳﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ

ہیں اس کی زبان تو عجمی ہے اور یہ قرآن صاف عربی ہے جو لوگ اللہ کی آیتوں پر ایمان نہیں

بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۙ لَا يَهْدِيْهِمُ اللّٰهُ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۰۴﴾ اِنَّمَا

لاتے ان کو اللہ تعالیٰ کبھی راہ پر نہ لائیں گے اور ان کے لئے دردناک سزا ہوگی بس جھوٹ

يَفْتَرِي الْكَذِبَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ

افترا کرنے والے تو یہ ہی لوگ ہیں جو اللہ کی آیتوں پر ایمان نہیں رکھتے اور یہ لوگ

الْكٰذِبُوْنَ ﴿۱۰۵﴾

ہیں پورے جھوٹے

کفار کا دوسرا اعتراض

کفار مکہ نے پہلے یہ اعتراض کیا تھا کہ قرآن اللہ کا کلام نہیں، اب دوسرا اعتراض یہ کر رہے ہیں کہ یہ کلام محمد عربی کا بھی نہیں ہے کیوں کہ آپ اُمّی ہیں آپ نے کسی انسان سے ایک حرف بھی نہیں سیکھا اور باوجود اعلیٰ درجہ کے قریش ہونے کے چالیس برس تک ایک شعر بھی نہیں کہا جب کہ عرب میں شعر گوئی کی عام فضا تھی، پھر ایسی اعلیٰ ترین کتاب آپ تیار کردیں یہ ناممکن ہے، پس ظاہر ہے کوئی دوسرا شخص آپ کو یہ کلام تیار کرکے دیتا ہے جو آپ لوگوں کو سناتے ہیں۔ حضرت ابن عباس رضؓ سے مروی ہے کہ مکہ میں ایک عیسائی عجمی غلام تھا جو لوہار تھا اس کا نام بلعام تھا یہ کچھ انجیل وغیرہ بھی جانتا تھا، حضور ؐ اس کے پاس آتے جاتے تھے لہٰذا کفار نے کہنا شروع کیا کہ بلعام آپ کو یہ کلام سکھاتا ہے، اللہ تعالیٰ ان کے اعتراض کا جواب دیتے ہیں کہ سکھانے کی نسبت تم ایک عجمی شخص کی طرف کرتے ہو، اور یہ قرآن صاف عربی زبان میں ہے افسوس تم یہ بھی نہ سمجھ سکے کہ ایک عجمی داں عربی کلام کیسے کہہ سکتا ہے اور پھر عربی کلام بھی وہ اعلیٰ ترین اور جامع کہ تم جیسے ماہر زبان فصحاء و بلغاء بھی اس جیسا کلام نہ کہہ سکے بار بار چیلنج کرنے کے باوجود تم قرآن جیسی ایک سورت تو کیا ایک آیت بھی لانے سے عاجز رہے۔

جو لوگ آپ کی نبوت اور قرآن کا انکار کرتے تھے انھیں وعید سنائی جارہی ہے کہ واضح دلائل کے باوجود جو شخص یہ ٹھان لے کہ نہیں مانوں گا تو اللہ تعالیٰ بھی اس کو منزل مقصود تک پہونچنے کی راہ

نہیں دکھاتے، بداعتقاد آدمی ہدایت سے محروم رہتا ہے اور سخت عذاب کا مستحق ہوتا ہے۔

کفار حضور علیہ السلام کے متعلق کہتے تھے کہ آپ اللہ کی طرف اس کلام کو جھوٹ منسوب کرتے ہیں، اللہ نے فرمایا ہمارا پیغمبر جھوٹا نہیں جھوٹے تو تم ہو، تمہیں اپنے رب کی باتوں پر بھی یقین نہیں، جھوٹ بہتان تراشی بدترین قوم کافرین ومشرکین کا کام ہے جن کا جھوٹ لوگوں میں مشہور ہوتا ہے اور حضور تو تمام مخلوق میں افضل وبرتر ہیں، اعلیٰ درجے کے دیانت دار اور سچے ہیں آپ کے دشمن بھی آپ کو امین جیسے ممتاز لقب سے پکارتے تھے، شاہ ہرقل نے جب ابوسفیان سے حضور کے متعلق سوال کئے تو ان میں ایک سوال یہ بھی تھا کہ نبوت کے دعوے سے پہلے تم نے کبھی محمد عربی کو جھوٹ بولتے ہوئے دیکھا یا سنا ہے؟ ابوسفیان نے جواب دیا: کبھی نہیں۔ اس پر شاہ ہرقل نے کہا پھر یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ جس شخص نے دنیوی معاملات میں جھوٹ کی گندگی سے اپنی زبان ناپاک نہ کی ہو وہ اللہ کی مقدس ذات کے سلسلے میں کیسے جھوٹ بول سکتا ہے یہ ہرگز نہیں ہوسکتا۔

مَنۡ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنۡۢ بَعۡدِ اِيۡمَانِهٖۤ اِلَّا مَنۡ اُكۡرِهَ وَ قَلۡبُهٗ مُطۡمَـئِنٌّ

جو شخص ایمان لائے پیچھے اللہ کے ساتھ کفر کرے مگر جس شخص پر زبردستی کی جاوے بشرطیکہ اس کا قلب

بِالۡاِيۡمَانِ وَلٰـكِنۡ مَّنۡ شَرَحَ بِالۡكُفۡرِ صَدۡرًا فَعَلَيۡهِمۡ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ ۚ

ایمان پر مطمئن ہو لیکن ہاں جو جی کھول کر کفر کرے تو ایسے لوگوں پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہوگا اور ان کو بڑی سزا

وَلَهُمۡ عَذَابٌ عَظِيۡمٌ ﴿۱۰۶﴾ ذٰ لِكَ بِاَنَّهُمُ اسۡتَحَبُّوا الۡحَيٰوةَ الدُّنۡيَا عَلَى

ہوگی یہ اس سبب سے ہوگا کہ انھوں نے دنیوی زندگی کو آخرت کے مقابلے میں عزیز رکھا

الۡاٰخِرَةِ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ لَا يَهۡدِى الۡقَوۡمَ الۡـكٰفِرِيۡنَ ﴿۱۰۷﴾ اُولٰۤـئِكَ الَّذِيۡنَ طَبَعَ

اور اس سبب سے ہوگا کہ اللہ تعالیٰ ایسے کافروں کو ہدایت نہیں کیا کرتا یہ وہ لوگ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان

اللّٰهُ عَلٰى قُلُوۡبِهِمۡ وَسَمۡعِهِمۡ وَاَبۡصَارِهِمۡ‌ ۚ وَاُولٰۤـئِكَ هُمُ الۡغٰفِلُوۡنَ ﴿۱۰۸﴾

کے دلوں پر اور کانوں پر اور آنکھوں پر مہر لگادی ہے اور یہ لوگ بالکل غافل ہیں

لَا جَرَمَ اَنَّهُمۡ فِى الۡاٰخِرَةِ هُمُ الۡخٰسِرُوۡنَ ﴿۱۰۹﴾

لازمی بات ہے کہ آخرت میں یہ لوگ بالکل گھاٹے میں رہیں گے

تفسیر:- جو مسلمان کلمۂ کفر کہنے پر اس طرح مجبور کر دیا جائے کہ اگر یہ کلمۂ کفر نہیں کہے گا تو اس کو قتل کر دیا جائے گا تو ایسی مجبوری کی حالت میں اگر وہ زبان سے کلمۂ کفر کہہ دے اور اس کا دل ایمان پر مطمئن اور جما ہوا ہو اور اس کلمۂ کفر کو وہ دل سے بُرا جانتا ہو تو اس پر کوئی گناہ نہیں اور نہ ہی وہ اسلام سے خارج ہوگا۔

شانِ نزول یہ آیت حضرت عمار بن یاسرؓ کے حق میں نازل ہوئی ہے، مشرکین نے حضرت عمار کو گرفتار کر کے انھیں سخت تکلیفیں دیں اور اسلام چھوڑنے کے لئے ان سے کہا، اور کلمۂ کفر نہ کہنے پر ان کو قتل کی دھمکی دی گئی، جب انھوں نے سمجھ لیا کہ اگر میں نے کلمۂ کفر نہ کہا تو قتل کر دیا جاؤں گا تو جان بچانے کے لئے کلمۂ کفر زبان سے کہدیا اور دل میں ایمان پر جما رہا، مشرکین کے ہاتھوں سے بچ کر یہ بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اور اپنا پورا واقعہ سنایا، حضورؐ نے ان سے معلوم کیا کہ جب تم کلمۂ کفر کہہ رہے تھے اس وقت تمہارے دل کی کیا کیفیت تھی، انھوں نے جواب دیا کہ میرا دل ایمان پر جما ہوا اور مطمئن تھا آپ نے فرمایا تم پر کوئی گناہ نہیں تم اپنے ایمان پر بدستور قائم ہو۔

اس سے بلند مقام یہ ہے کہ مومن دشمنوں کی تمام تکلیفیں برداشت کرے، حتی کہ شہید ہو جانا بھی قبول کرے مگر کلمۂ کفر زبان پر نہ لائے جیسے کہ حضرت عمار کے والدین یاسرؓ اور سمیہؓ اور حضرت خباب رضی اللہ عنہم نے شہادت کو قبول کیا مگر کافرین و مشرکین کے ظلم و ستم سے ڈر کر کلمۂ کفر زبان سے نہیں نکالا۔

اس کے بعد ارشاد ہے کہ جو شخص ایمان لانے کے بعد پھر سے بخوشی کفر اختیار کرے یعنی مرتد ہو جائے جیسا کہ عبداللہ بن ابی ــــ مرتد ہو گیا تھا بس ایسے لوگوں پر اللہ کا غضب ہوگا اور ان کو دردناک سزا دی جائے گی یہ غضب و عذاب ان کو اس وجہ سے ہوگا کہ انھوں نے دنیوی زندگی ہی کو سب کچھ سمجھ لیا، دنیا کے چند روزہ مزے کی خاطر انھوں نے آخرت کو بھلا دیا، جو شخص دنیا کے چکر میں پھنس کر آخرت کو بھلا دیتا ہے پھر اسے ہدایت نصیب نہیں ہوتی، ایسے لوگوں کے کان آنکھ اور دل سے حق بات سننے دیکھنے اور سمجھنے کی صلاحیت سلب کر لی جاتی ہے، یہی مطلب ہے مہر لگا دینے کا، بس انجام کار یہی لوگ آخرت میں نقصان میں رہیں گے

ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِيْنَ هَاجَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا فُتِنُوْا ثُمَّ جٰهَدُوْا وَصَبَرُوْٓا ۙ اِنَّ

پھر بے شک آپ کا رب ایسے لوگوں کے لئے کہ جنھوں نے مبتلائے کفر ہونے کے بعد ہجرت کی پھر جہاد کیا اور قائم رہے

رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۱۰﴾ ع

تو آپ کا رب ان کے بعد بڑی مغفرت کرنے والا بڑی رحمت کرنے والا ہے۔

ایمان کی برکت سے پچھلے تمام گناہ معاف ہوجاتے ہیں

پچھلی آیات میں کافر و مرتد کو سخت سزا سنائی گئی تھی اب اس آیت میں ارشاد ہے کہ اگر کافر اور مرتد سچے دل سے توبہ و استغفار کرکے ایمان قبول کرلے تو حق تعالیٰ ایمان کی برکت سے اس کے پچھلے تمام گناہوں کو معاف فرمادیتے ہیں اور ایمان قبول کرنے کے بعد جن لوگوں نے ہجرت کی یعنی اللہ کی رضا و خوشنودی اور اپنے ایمان کو بچانے کے لئے اپنا پیارا وطن چھوڑا اور اللہ کے حکم کو بلند کرنے کیلئے جہاد کیا تو ایسے لوگوں پر اللہ کی رحمت و مغفرت ہوگی وہ جنت کے اعلیٰ درجات کے مستحق ہوں گے۔

يَوْمَ تَأْتِي كُلُّ نَفْسٍ تُجَادِلُ عَنْ نَّفْسِهَا وَتُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا

جس روز ہر شخص اپنی ہی طرفداری میں گفتگو کرے گا اور ہر شخص کو اس کے کئے کا پورا پورا بدلہ

عَمِلَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۱۱۱﴾ وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا قَرْيَةً كَانَتْ اٰمِنَةً

ملے گا اور ان پر ظلم نہ کیا جاوے گا اور اللہ تعالیٰ ایک بستی والوں کی حالت عجیبہ بیان فرماتے ہیں

مُّطْمَئِنَّةً يَّاْتِيْهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِّنْ كُلِّ مَكَانٍ فَكَفَرَتْ بِاَنْعُمِ

کہ وہ امن و اطمینان میں تھے ان کے کھانے پینے کی چیزیں بڑی فراغت سے ہر چہار طرف سے ان کے پاس پہنچا کرتی تھیں سو انھوں نے

اللّٰهِ فَاَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الْجُوْعِ وَالْخَوْفِ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ﴿۱۱۲﴾ وَلَقَدْ

خدا کی نعمتوں کی بے قدری کی اس پر اللہ تعالیٰ نے ان کو ان حرکات کے سبب ایک محیط قحط اور خوف کا مزہ چکھایا اور ان کے

جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مِّنْهُمْ فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَهُمُ الْعَذَابُ وَهُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿۱۱۳﴾

پاس انھیں میں کا ایک رسول بھی آیا سو اس کو انھوں نے جھوٹا بتایا تب ان کو عذاب نے پکڑا جبکہ وہ بالکل ہی ظلم پر کمر باندھنے لگے

تفسیر:۔ قیامت کے دن یہ عالم ہوگا کہ ہر شخص اپنی ہی فکر میں ہوگا اور کوشش کریگا کسی طرح اللہ کے عذاب سے رہائی حاصل کرلوں اس کے لئے وہ جھوٹے سچے عذر پیش کرے گا طرح طرح کے جواب و سوال کرے گا مگر وہاں نیکی کے علاوہ کچھ کام نہیں دے گا جس کے نامۂ اعمال میں نیکیاں ہوں گی اللہ ان میں کوئی کمی نہیں کرے گا بلکہ ممکن ہے اپنی رحمت سے زیادتی فرمادے اور اسی طرح گناہوں میں زیادتی نہیں کرے گا بلکہ ممکن ہے اس میں اپنی رحمت سے کمی کردے۔

اسکے بعد بتلایا گیا کہ کفر و سرکشی کی پوری سزا اگرچہ قیامت کے بعد ہی دی جائے گی مگر کبھی کبھی دنیا میں بھی اس کا وبال عذاب کی صورت میں آجاتا ہے، چنانچہ اسی طرح کی ایک بستی والوں کا حال ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ ایک بستی والے پورے اطمینان و سکون کی زندگی بسر کررہے تھے ان کے کھانے پینے

اور دیگر ضروریات کی تمام چیزیں بڑی فراغت سے ان کے پاس چاروں طرف سے پہونچا کرتی تھیں، ان بستی والوں نے اللہ کی ان نعمتوں کا شکر ادا نہ کیا بلکہ ناقدری کی کہ خوب کفر و شرک اور معاصی و سرکشی کی تو اللہ نے ان سے اپنی تمام نعمتیں چھین لیں اور ان کو قحط و خوف میں مبتلا کر دیا کہ مال و دولت چھین کر قحط و بھوک میں مبتلا کر دیا اور امن و سکون چھین کر دشمنوں کا خوف مسلط کر دیا۔

حق تعالیٰ شانہ فرمارہے ہیں کہ یہ آفت ہم نے ان پر اچانک ہی نہیں بھیجی بلکہ پہلے ان کی اصلاح کے لئے ان کے پاس اپنا ایک مقدس رسول بھیجا جس نے ان کو سب کچھ سمجھایا مگر ان بدبختوں نے ہمارے رسول کو بھی جھوٹا کہا، بس جب یہ کفر و شرک اور ظلم و سرکشی میں بالکل ہی مست ہو گئے تب ہم نے ان کو عذاب میں مبتلا کر دیا۔

بستی والوں کی مثال جو یہاں بیان کی گئی ہے بعض مفسرینؒ نے فرمایا کہ یہ عام مثال ہے کسی خاص بستی والوں کی نہیں، تاکہ اس سے ہر وہ قوم عبرت حاصل کرے جو اللہ کی نعمتوں سے فائدہ اٹھانے کے باوجود کفر و ناشکری اور گناہوں میں مبتلا ہے، اور اکثر مفسرینؒ نے اس کو مکہ مکرمہ کا واقعہ قرار دیا ہے کہ وہ سات سال تک شدید قحط میں مبتلا رہے، حتیٰ کہ مردار جانور، اور کتے نیز دیگر گندی چیزیں کھانے پر مجبور ہو گئے، اور مسلمانوں کا خوف ان پر مسلط ہو گیا، پریشان ہو کر ابوسفیان نے (اس وقت تک یہ مسلمان نہیں ہوئے تھے) حضور علیہ السلام سے درخواست کی کہ آپؐ تو صلہ رحمی اور عفو و درگذر کی تعلیم دیتے ہیں یہ آپ کی قوم ہلاک ہوئی جاتی ہے، اللہ سے دعا کیجئے کہ یہ قحط ہم سے دور ہو جائے اس پر رحمۃ للعالمین علیہ الصلوۃ والسلام نے دعا فرمائی تو ان پر سے قحط ختم ہوا۔

فَكُلُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا ۖ وَّاشْكُرُوا نِعْمَتَ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ

سو جو چیزیں اللہ نے تم کو حلال اور پاک دی ہیں ان کو کھاؤ اور اللہ کی نعمت کا شکر کرو اگر تم اسی کی

اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ﴿۱۱۴﴾ اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَمَا

عبادت کرتے ہو تم پر تو صرف مردار کو حرام کیا ہے اور خون کو اور خنزیر کے گوشت کو اور جس چیز کو

اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ

غیر اللہ کے نامزد کر دیا گیا ہو پھر جو شخص کہ بالکل بے قرار ہو جاوے بشرطیکہ طالب لذت نہ ہو اور نہ حد سے تجاوز

رَّحِيْمٌ ﴿۱۱۵﴾ وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا حَلٰلٌ

کرنیوالا ہو تو اللہ تعالیٰ بخش دینے والا اور مہربانی کرنے والا ہے اور جن چیزوں کے بارے میں محض تمہارا جھوٹا زبانی دعویٰ

وَّ هٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ

ہے ان کی نسبت یوں مت کہدیا کرو کہ فلانی چیز حلال ہے اور فلانی چیز حرام ہے جس کا حاصل یہ ہوگا کہ اللہ پر جھوٹی تہمت

عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ ؕ﴿۱۱۶﴾ مَتَاعٌ قَلِيْلٌ ۪ وَّلَهُمْ عَذَابٌ

لگادوگے بلاشبہ جو لوگ اللہ پر جھوٹ لگاتے ہیں وہ فلاح نہ پاویں گے یہ چند روزہ عیش ہے اور ان کے لئے دردناک

اَلِيْمٌ ﴿۱۱۷﴾ وَعَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا مَا قَصَصْنَا عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ ۚ

سزا ہے اور صرف یہودیوں پر ہم نے وہ چیزیں حرام کردی تھیں جن کا بیان ہم اس کے قبل آپ سے کر چکے ہیں

وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۱۱۸﴾ ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ

اور ہم نے ان پر کوئی زیادتی نہیں کی لیکن وہ خود ہی اپنے اوپر زیادتی کیا کرتے تھے پھر آپ کا رب ایسے لوگوں کے لئے

لِلَّذِيْنَ عَمِلُوا السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْٓا ۙ

جنھوں نے جہالت سے برا کام کرلیا پھر اس کے بعد توبہ کرلی اور اپنے اعمال درست کرلئے تو آپ کا رب اس

اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۱۹﴾ ع

کے بعد بڑی مغفرت کرنے والا بڑی رحمت کرنے والا ہے۔

تفسیر:- پچھلی آیات میں اللہ کی نعمتوں کی ناشکری اور کفر کرنے والوں پر عذاب کا ذکر تھا، اب ان آیات میں مسلمانوں کو ہدایت فرمائی گئی ہے کہ وہ ناشکری نہ کریں اور جو حلال نعمتیں اللہ نے ان کو دی ہیں ان کو شکر کے ساتھ استعمال کریں، اسکے بعد فرمایا کہ کفار و مشرکین نے اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کی، ایک خاص صورت یہ بھی اختیار کر رکھی تھی کہ بہت سی چیزیں جن کو اللہ نے ان کے لئے حلال کر رکھا تھا ان کو حرام کہنے لگے۔ اور بہت سی جن چیزوں کو حرام کر رکھا تھا انھیں حلال کہنے لگے مسلمانوں کو اس پر تنبیہ فرمائی کہ وہ ایسا نہ کریں، کسی چیز کو حلال و حرام کرنا صرف اس ذات کا حق ہے جس نے ان کو پیدا کیا ہے، اپنی طرف سے ایسا کرنا خدا کی اختیارات میں دخل دینا اور اللہ پر الزام تراشی کرنا ہے۔

اقوال و تحقیق:- "مَا قَصَصْنَا عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ" یہود پر جو چیزیں حرام کی تھیں ان کا ذکر اس سے پہلے اللہ تعالیٰ سورۂ انعام کی اس آیت "وَعَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا كُلَّ ذِيْ ظُفُرٍ الخ" میں بیان فرماچکے ہیں تفصیل وہیں ملاحظہ کرلی جائے۔

ایک شبہ کا حل

ان آیات میں صرف چار چیزوں کو حرام فرمایا گیا ہے ۱۔ مردہ جانور ۲۔ بہنے والا خون ۳۔ خنزیر کا گوشت ۴۔ جو چیز غیر اللہ کے نامزد کی گئی ہو، اس سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ صرف یہی چار چیزیں حرام ہیں ان کے علاوہ باقی حلال ہیں، ایسا نہیں بلکہ یہاں انھی چار چیزوں کو بیان کرنا مقصود تھا ان کے علاوہ دیگر چیزیں جو حرام وممنوع ہیں ان کا ذکر دوسری آیات و احادیث میں کیا گیا ہے

اسکے بعد فرمایا کہ جو شخص فاقہ کی ایسی نوبت کو پہونچ جائے کہ جان بچنا مشکل ہو تو بقدر جان بچنے کے ان مذکورہ حرام چیزوں کو کھانا اسکے لئے جائز ہے (اس کی مزید تفصیل آسان تفسیر پارہ سیقول ص۱۱ و ص۲۲ پر دیکھ لی جائے)

اخیر میں فرمایا جارہا ہے کہ اگر کوئی نادانی سے کوئی بُرا کام کر بیٹھے اور پھر اس پر نادم و شرمندہ ہو کر توبہ کرے اور پختہ ارادہ کرے کہ اب کبھی ایسا بُرا کام نہیں کروں گا اور پھر اپنی حالت سنوارنے کی پوری کوشش کرے تو اللہ تعالیٰ اسکی غلطی معاف فرما دیتے ہیں اور اس کی توبہ قبول کر لیتے ہیں۔

إِنَّ إِبْرَٰهِيمَ كَانَ أُمَّةً قَانِتًا لِّلَّهِ حَنِيفًا وَلَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ﴿١٢٠﴾

بے شک ابراہیم ؑ بڑے مقتدا تھے اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار تھے بالکل ایک طرف کے ہو رہے تھے اور وہ شرک کرنے والوں

شَاكِرًا لِّأَنْعُمِهِ ۚ اجْتَبَاهُ وَهَدَاهُ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ﴿١٢١﴾ وَآتَيْنَاهُ فِي

میں سے نہ تھے اللہ کی نعمتوں کے شکر گذار تھے اللہ تعالیٰ نے ان کو منتخب کر لیا تھا اور ان کو سیدھے رستہ پر ڈال دیا تھا اور ہم نے

الدُّنْيَا حَسَنَةً ۖ وَإِنَّهُ فِي الْآخِرَةِ لَمِنَ الصَّالِحِينَ ﴿١٢٢﴾ ثُمَّ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ

ان کو دنیا میں بھی خوبیاں دی تھیں اور وہ آخرت میں بھی اچھے لوگوں میں ہوں گے پھر ہم نے آپ کے پاس وحی بھیجی کہ آپ

أَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ إِبْرَٰهِيمَ حَنِيفًا ۖ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ﴿١٢٣﴾ إِنَّمَا جُعِلَ

ابراہیم ؑ کے طریقے پر جو کہ بالکل ایک طرف کے ہو رہے تھے چلیئے۔ اور وہ شرک کرنیوالوں میں سے نہ تھے۔ بس ہفتہ کی تعظیم تو

السَّبْتُ عَلَى الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِيهِ ۚ وَإِنَّ رَبَّكَ لَيَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ

صرف ان ہی لوگوں پر لازم کی گئی تھی جنھوں نے اس میں خلاف کیا تھا، بیشک آپ کا رب قیامت کے دن ان میں باہم

الْقِيَامَةِ فِيمَا كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ﴿١٢٤﴾

فیصلہ کر دے گا جس بات میں یہ اختلاف کیا کرتے تھے

تفسیر:۔ پچھلی آیات میں کفر و شرک کا رد فرمایا اب ان آیات میں حضرت ابراہیم ؑ کا طریقہ

بیان فرما کر اہل عرب کو شرک سے رد کا جا رہا ہے، اہل عرب اپنے کو حضرت ابراہیم کا پیرو اور دین ابراہیمی کا ماننے والا بتلاتے تھے اس لئے فرمایا گیا ہے کہ حضرت ابراہیم صرف اللہ کی بندگی کرنے والے تھے وہ شرک اور مشرک سے بیزار تھے، وہ اللہ کے اعلیٰ درجہ کے مطیع و فرمانبردار اور شکر گذار تھے اللہ نے آپ کو اپنا منتخب بندہ بنایا اور دولت نبوت سے سرفراز فرمایا، اور سیدھی راہ پر چلایا دنیا میں بھی خیر و خوبی کے ساتھ رکھا اور آخرت میں بھی وہ اللہ کے نیک اور صالح بندوں میں شامل ہوں گے۔

اس کے بعد جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرکے فرمایا گیا کہ آپ بھی دین ابراہیمؑ کا اتباع کیجئے، اللہ تعالیٰ نے جو شریعت حضرت ابراہیمؑ کو عطا فرمائی تھی وہی شریعت علاوہ بعض خاص احکام کے نبی آخرالزماںؐ کو عطا فرمائی گئی، گویا کہ ملت ابراہیمی کو دوبارہ دنیا میں رواج دینے اور مکمل طریقہ سے ترتیب دے کر انسان کے سامنے پیش کرنے کے لئے محمد عربی علیہ السلام کو بھیجا گیا آپ کو قرآن عظیم عطا فرمایا گیا جس میں دین ابراہیمی کی مکمل تشریح کردی گئی ہے، اس لئے اے اہل عرب اگر تم دین ابراہیمی کا اتباع کرنا چاہتے تو اس کے علاوہ کوئی دوسرا راستہ نہیں کہ تم دین محمدی کا اتباع کرو، اور اگر دین محمدی سے ہٹ کر تم دین ابراہیمی پر چلنے کا دعویٰ کرو گے تم اپنے دعویٰ میں سچے نہیں

اس کے بعد ہفتہ کے دن کی تعظیم کا حکم فرمایا کہ اس دن عبادت و بندگی کرو، مچھلی کا شکار مت کرو) یہ دین ابراہیمی میں تھا نہ دین محمدی میں ہے درمیان میں یہود نے اپنے پیغمبر حضرت موسیٰؑ کے ارشاد سے اختلاف کرکے جب اپنے لئے یہ دن منتخب کیا تو حکم ہوا کہ اچھا اسی دن کی تعظیم کرو اور اس دن مچھلی کا شکار مت کرو، یہ حکم کسی نے مانا کسی نے نہیں مانا، نہ ماننے والوں کو دنیا ہی میں سوار اور بندر بنادیا گیا۔ اور آخرت میں جو فیصلہ ہوگا وہ الگ رہا، آخرت میں تو قیامت کے دن احکامات الٰہیہ سے متعلق جتنے بھی دنیا میں اختلاف ہوتے ہیں ان کا عملی فیصلہ ہو جائے گا وہاں ہر شخص اپنی آنکھ سے دیکھ لے گا کہ کون حق پر ہے اور کون نہیں۔

ادْعُ إِلَىٰ سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ ۖ وَجَادِلْهُم بِالَّتِي

آپ اپنے رب کی راہ کی طرف علم کی باتوں اور اچھی نصیحتوں کے ذریعہ سے بلائیے اور ان کے ساتھ اچھے طریقہ

هِيَ أَحْسَنُ ۚ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِمَن ضَلَّ عَن سَبِيلِهِ ۖ وَهُوَ أَعْلَمُ

سے بحث کیجئے آپ کا رب خوب جانتا ہے اس شخص کو بھی جو اسکے رستہ سے گم ہوا اور وہی راہ پر چلنے

بِالْمُهْتَدِينَ ﴿١٢٥﴾ وَإِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوا بِمِثْلِ مَا عُوقِبْتُم بِهِ ۖ وَلَئِن

والوں کو بھی خوب جانتا ہے اور اگر بدلا لینے لگو تو اتنا ہی بدلا لو جتنا تمہارے ساتھ برتاؤ کیا گیا ہے اور

صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۲۶﴾ وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ وَلَا

اگر صبر کرو تو وہ صبر کرنے والوں کے حق میں بہت ہی اچھی بات ہے اور آپ صبر کیجئے اور آپ کا صبر کرنا خاص خدا ہی کی توفیق

تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُ فِيْ ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُوْنَ ﴿۱۲۷﴾ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ

سے ہے اور ان پر غم نہ کیجئے اور جو کچھ یہ تدبیریں کیا کرتے ہیں اس سے تنگ دل نہ ہوجیئے اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں

الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِيْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ ﴿۱۲۸﴾

کے ساتھ ہوتا ہے جو پرہیزگار ہوتے ہیں اور جو نیک کردار ہوتے ہیں

دعوت و تبلیغ کا طریقہ

پچھلی آیات میں کافرین و مشرکین کو بتایا گیا تھا کہ اگر دین ابراہیمی پر چلنا چاہتے ہو تو دین محمدی اختیار کر لو اب ان آیات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تعلیم دی جارہی ہے کہ لوگوں کو دین کے راستہ پر کس طرح لانا چاہئے، ارشاد ہے کہ لوگوں کو حکمت اور اچھی نصیحت کے کے ذریعہ اسلام کی طرف راغب کیجئے، حکمت سے مراد یہ ہے کہ مخاطب کے حالات و مزاج کی رعایت کرکے ایسی تدبیر اختیار کی جائے جو اس پر اثر انداز ہو سکے۔ اچھی نصیحت سے مراد یہ ہے کہ اخلاص کے ساتھ خیر خواہی اور ہمدردی کے جذبہ سے بات کہی جائے، انداز بھی نرم اور مشفقانہ ہو، اس طور پر نصیحت کرنے سے بسا اوقات ضدی ہٹی اور سنگدل انسان بھی موم ہوکر نصیحت قبول کر لیتے ہیں، اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ہر زمانہ میں ایک ایسی جماعت بھی رہتی ہے جو کسی بھی طرح نصیحت قبول نہیں کرتی بلکہ وہ چاہتی ہے کہ بحث و مباحثہ اور مناظرہ کا بازار گرم ہو، لہذا قرآن کریم نے اس کا بھی حل بتلایا کہ ایسے لوگوں سے اخلاق و تہذیب سے بات کیجئے اور جو چیز ان کو آپ پیش کرنا چاہتے ہیں وہ انصاف و دیانت داری کے ساتھ صحیح اور واضح دلائل کے ذریعہ پیش کیجئے اس میں مخاطب پر الزام تراشی بے انصافی اور بلاوجہ شکست دینے کا جذبہ نہیں ہونا چاہئے، بس آپ کا مقصد تو صرف دین کی بات کو پہونچا دینا اور حق بات کو ثابت کر دینا ہے، باقی نتیجہ اللہ کے سپرد کر دیجئے وہی راہ پر آنے والوں اور نہ آنے والوں کے حالات کو بہتر جانتا ہے جیسا مناسب ہوگا اس سے معاملہ کرے گا۔

اس کے بعد ارشاد ہے کہ دعوت و تبلیغ کی راہ میں اگر تم کو کچھ تکلیفیں پہونچائی جائیں تو اسی قدر بدلہ لینا تمہارے لئے جائز ہے، البتہ صبر کرنا اور بدلہ نہ لینا زیادہ بہتر اور افضل ہے، بلاشبہ صبر کا مقام بہت بلند ہے اس کا نتیجہ تمہارے حق میں بھی، دیکھنے والوں کے

حق میں بھی، اور خود ظالم کے حق میں بھی بہتر ہوگا، ساتھ ہی ساتھ یہ بھی فرمادیا کہ صبر کرنا آسان کام نہیں، جس کو اللہ توفیق و ہمت دے وہی صبر کرسکتا ہے، اور فرمایا جو انسان جس قدر اللہ سے ڈر کر تقویٰ و پرہیزگاری اور نیکی اختیار کرے گا اسی قدر اللہ کی امداد و اعانت اس کے ساتھ ہوگی بس ایسے لوگوں کو دشمنانِ اسلام کے ظلم و ستم اور مکر و فریب سے تنگ دل اور غمگین نہیں ہونا چاہیے۔

الحمد للہ سورۂ نحل پارۂ ربما ۱۴ کی تفسیر

بحسن و خوبی مکمل ہوئی

ہر قسم کی دینی و درسی کتب صرف ایک خط لکھ کر طلب فرمائیں

تفسیر ھذا

ذیلی کتبِ تفاسیر سے مستفاد ہے

۱۔ بیان القرآن ۲۔ معارف القرآن

۳۔ فوائد عثمانیہ ۴۔ مظہری

۵۔ ابن کثیر ۶۔ تفسیر حقانی۔

۷۔ قصص القرآن وغیرہم

ادارہ دعوت و تبلیغ محلہ آلی سلطان نیوی

قسط وار شائع ہونے والی تین عظیم الشان کتابیں

آسان تفسیر

قرآن کریم کے نزول کا اصل مقصد اس کو سمجھ کر عمل کرنا ہے۔ اس مقصد کو پورا کرنے کے لیے آسان تفسیر کا سلسلہ جاری کیا گیا ہے۔ یہ تفسیر اکابر امت کی قدیم وجدید مستند ومعتبر تفاسیر کا خلاصہ ونچوڑ ہے۔ جس کو نہایت آسان وعام فہم زبان اور مختصر وجامع انداز میں مولانا محمد یعقوب قاسمی نے قلمبند کیا ہے، ترجمہ کلام پاک حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ کا ہے۔ الحمد للہ یہ تفسیر بتیس (۳۲) قسطوں میں تیار ہو چکی ہے۔

تذکرۃ الانبیاء

اس کتاب میں حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر نبی آخر الزماں محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم تک مشہور پیغمبروں کے واقعات و حالات اور ان کے ماننے والوں کی فلاح ونجات اور جھٹلانے والوں کا انجام تفصیل کے ساتھ مستند طور پر سلیس وعام فہم انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ الحمد للہ یہ کتاب سولہ (۱۶) قسطوں میں تیار ہو چکی ہے۔

تلخیص بخاری شریف

بخاری شریف جس کے متعلق فرمایا گیا ہے "اصح الکتب بعد کتاب اللّٰہ الصحیح البخاری" کہ قرآن کریم کے بعد کتابوں میں سب سے زیادہ صحیح کتاب بخاری شریف ہے۔ "تلخیص بخاری شریف" میں صحیح بخاری شریف کی منتخب احادیث پاک کا ترجمہ وتشریح آسان وعام فہم انداز میں بالخصوص عام اردو داں طبقہ کے لیے مستند ومعتبر شروحات بخاری شریف وغیرہ کتب سے اخذ کر کے مولانا محمد یعقوب قاسمی (سابق استاذ حدیث وتفسیر دار العلوم سہارنپور) نے ترتیب دیا ہے۔

"تلخیص بخاری شریف" کو اپنے وقت کے عظیم اکابرین نے اپنی قیمتی تقریظات سے مزین فرمایا ہے۔

ان کتابوں کو آپ فون کر کے گھر بیٹھے پوسٹ مین سے وی، پی رجسٹری، پارسل کے ذریعہ حاصل کر سکتے ہیں۔
مکمل معلومات حاصل کرنے، اور ان کتابوں کو طلب کرنے کے لیے ہمارے موبائل نمبر پر رابطہ قائم فرمائیں۔

گذارش: خواہش مند حضرات کے مکمل پتے روانہ فرما کر اشاعت دین میں تعاون فرمائیں۔ فجزاکم اللہ۔

ادارہ دعوت وتبلیغ

گلی نمبر ۲، آلی کی چنگی ہنڈی سمیتی روڈ، سہارنپور، موبائل نمبر: 09837375773
09837002261

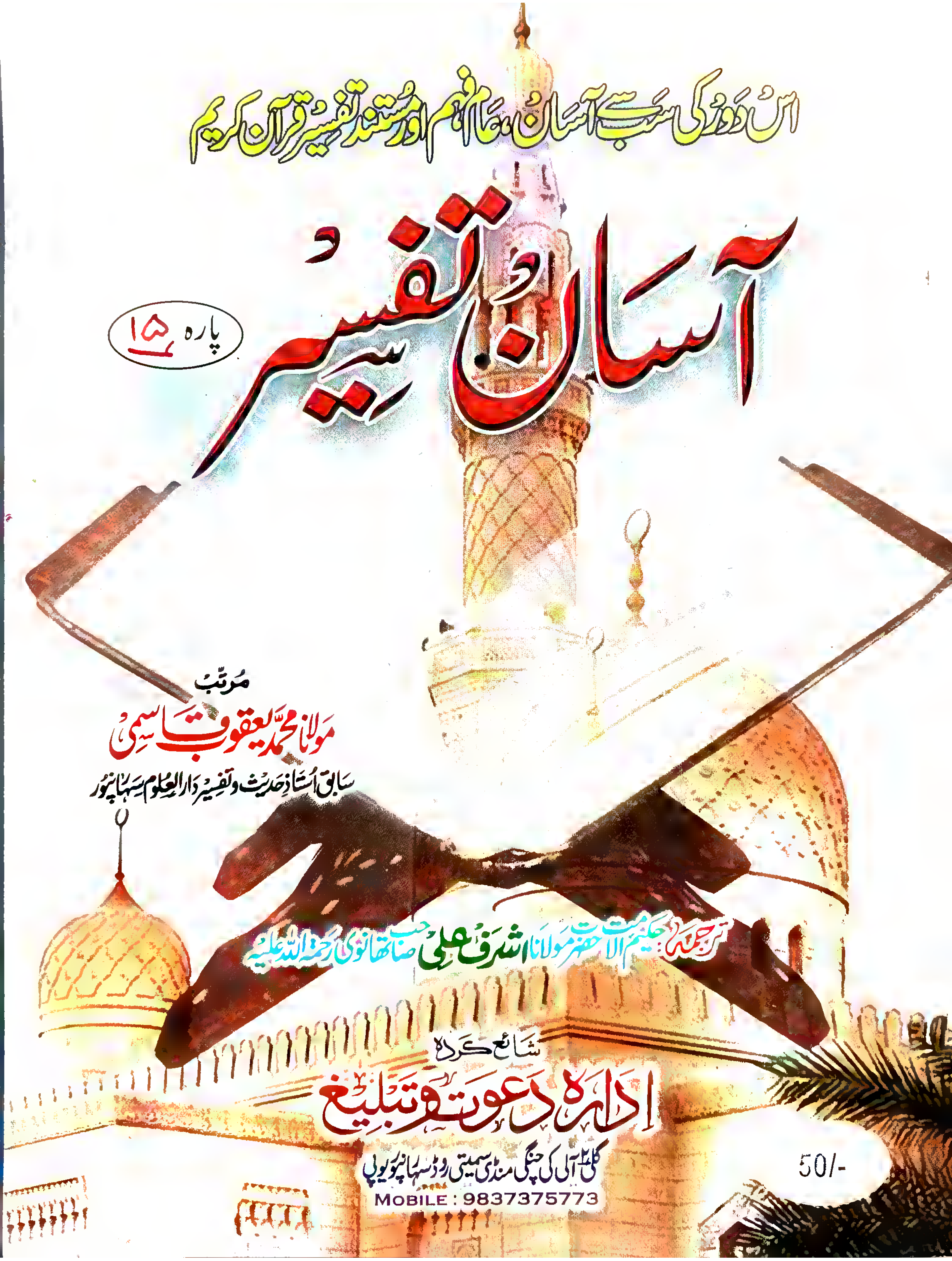

اس دور کی سب سے آسان، عام فہم اور مستند تفسیر قرآن کریم

آسان تفسیر

پارہ ۱۵

مرتب

مولانا محمد یعقوب قاسمی

سابق استاذ حدیث وتفسیر دار العلوم سہارنپور

ترجمہ: حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

شائع کردہ

ادارہ دعوت و تبلیغ

گلی ۲ آئی کی چنگی منڈی سمیتی روڈ سہارنپور یوپی

MOBILE : 9837375773

50/-

اس دور کی سب سے آسان و عام فہم اور مستند تفسیر کلام پاک
جسکا ہر گھر میں ہونا نہایت ضروری ہے

آسان تفسیر

اردو

ترجمہ قرآن شریف

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی علیہ الرحمہ

مرتب

محمد یعقوب قاسمی فاضل دار العلوم دیوبند

پارہ سبحان الذی ۱۵

(شائع کردہ)

ادارہ دعوت و تبلیغ زکریا آباد، گلی ۲ آلی جنگی سہارنپور یو-پی ۲۴۷۰۰۱

فہرست عنوانات آسان تفسیر اردو پارہ سبحان الذی ۱۵ سورۂ بنی اسرائیل و کہف

سورۂ بنی اسرائیل کی فضیلت	۳	بلا تحقیق کچھ مت کہئے	۲۱	حضرت موسیٰ کو نو نشانیاں دی گئیں	۴۶
واقعہ معراج	۴	تکبر سے اترا کر مت چلئے	۲۲	مکالمہ حضرت موسیٰ و فرعون	۴۷
بنی اسرائیل کو ہدایت	۶	تکبر پر وعیدات	۲۲	قرآن کا اصل مقصد	۴۸
یہود کی تباہی کے دو اہم واقعات	۷	گستاخ لوگ	۲۳	واقعات شان نزول	۴۹
واقعات بنی اسرائیل مسلمانوں کے لئے عبرت ہیں	۸	قرآن کا انداز بیان	۲۳	ایک اہم وظیفہ	۵۰
قرآن راہ ہدایت ہے	۹	کائنات کی ہر چیز تسبیح پڑھتی ہے	۲۴	سورہ کہف کے فضائل و برکات	۵۱
جلد بازی کا نقصان	۹	بدنصیب لوگ	۲۵	سورہ کہف کا شان نزول	۵۱
اللہ کی قدرت کے نمونے	۱۰	مشرکین کے کچھ شبہوں کے جوابات	۲۶	قصہ اصحاب کہف	۵۴
اعمال نامہ گلے کا ہار ہے	۱۰	ایک اہم ہدایت	۲۷	اصحاب کہف کب اور کہاں ہوئے	۵۴
حضرت ابن عباسؓ کا فرمان	۱۴	کفار مکہ کے اعتراض کا جواب	۲۸	اصحاب کہف کی غار میں حفاظت	۵۶
والدین کے ساتھ حسن سلوک کیجئے	۱۴	کفار کی ہلاکت	۲۹	اصحاب کہف کے سونے کی کیفیت	۵۷
رشتہ داروں کے حقوق ادا کیجئے	۱۵	شان نزول	۲۹	اصحاب کہف کا کتا	۵۷
فضول خرچی کرنیوالا شیطان کا بھائی ہے	۱۶	انعام خداوندی	۳۲	غار میں مدت قیام	۶۲
شان نزول	۱۶	انسان کا مرتبہ	۳۳	شان نزول	۶۴
واقعہ شان نزول	۱۷	کفار کا مکر و فریب	۳۵	دو شخصوں کی مثال	۶۶
خرچ کرنے میں میانہ روی اختیار کیجئے	۱۷	کفار کی بربادی	۳۶	غریب مومن کا جواب	۶۸
امیر و غریب بنانے میں اللہ کی حکمت	۱۸	پانچ نمازوں کا حکم	۳۶	نظر بد اور حوادث کا بہترین علاج	۶۸
قتل اولاد عظیم گناہ ہے	۱۸	مقام محمود	۳۷	قہر خداوندی	۶۹
زنا ایک سنگین جرم ہے	۱۹	ایک اہم دعا	۳۷	دنیا کی مثال	۶۹
قتل ناحق حرام ہے	۱۹	اسلام کا غلبہ	۳۸	قیامت کا منظر	۷۱
اسلامی قانون کی شان	۲۰	واقعہ شان نزول	۳۹	قصہ حضرت موسیٰ و خضر	۷۷
مال یتیم کی حفاظت کیجئے	۲۰	روح کیا ہے	۴۰	کشتی کا سفر اور معصوم بچے کا قتل	۸۰
عہد پورا کیجئے	۲۰	اعجاز قرآن	۴۱		
ناپ تول میں کمی نہ کیجئے	۲۱	کفار کی بے ہودہ فرمائشیں	۴۲		
		انسان کا بخل	۴۵		

سورۂ بنی اسرائیل مکہ میں نازل ہوئی

اسمیں ایکسو گیارہ ۱۱۱ آیتیں اور بارہ ۱۲ رکوع ہیں

(۱۷) سُوْرَةُ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ مَكِّيَّةٌ (۵۰) آیاتہا ۱۱۱ رکوعاتہا ۱۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں۔

سُبْحٰنَ الَّذِيْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ

وہ پاک ذات ہے جو اپنے بندہ کو شب کے وقت مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک

اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِيْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِيَهٗ مِنْ

جس کے گرداگرد ہم نے برکتیں کر رکھی ہیں لے گیا تاکہ ہم ان کو اپنے کچھ عجائبات

اٰيٰتِنَا ۭ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ①

قدرت دکھلادیں، بیشک اللہ تعالیٰ بڑے سننے والے دیکھنے والے ہیں۔

سورۂ بنی اسرائیل کی فضیلت

صحیح بخاری شریف میں حضرت عبداللہ ابن مسعود رضؓ سے مروی ہے کہ سورۂ بنی اسرائیل، سورۂ کہف، سورۂ مریم سب سے بہتر اور بڑی فضیلت والی ہیں، مسند احمد میں حضرت عائشہؓ کا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ تھی کہ جب تک سورۂ بنی اسرائیل اور سورۂ زمر نہ پڑھ لیتے سوتے نہ تھے، آپ کے اس عمل سے اس سورت کی اہمیت و افضلیت خوب واضح ہے۔

اس عظیم الشان سورت کو حق تعالیٰ شانہٗ نے اپنی ایک خاص صفت سبحان سے شروع فرماکر اس طرف اشارہ فرمایا ہے کہ ہماری ذات ہر قسم کے نقص و کمی سے پاک ہے، جو بات لوگوں کو عجیب معلوم ہو اور ان کی عقلیں اس کو تسلیم نہ کرتی ہوں وہ ہماری قدرت و مشیت کے سامنے کچھ مشکل نہیں، اس کے بعد واقعۂ معراج کا ذکر فرمایا جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک خصوصی اور امتیازی معجزہ ہے، ارشاد ہے کہ ہم نے اپنے مخصوص و مقرب بندے محمد عربی (صلی اللہ علیہ وسلم) کو رات کے محدود حصے میں مسجد حرام (کعبہ شریف) سے مسجد اقصیٰ (بیت المقدس) تک لے گیا، اس سفر کا مقصد یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ اپنے عجائبات قدرت و حکمت کے کچھ نمونے اپنے پیارے حبیب علیہ التحیۃ والتسلیم کو دکھائیں مثلاً مختصر سے وقت میں اتنا لمبا سفر کرلینا اور تمام انبیاء سے ملاقات کرنا اور ان کی گفتگو سننا وغیرہ اور آسمانوں پر جانا اور وہاں کے عجائبات دیکھنا وغیرہ وغیرہ۔

واقعۂ معراج شریف

اس آیت میں واقعۂ معراج بہت مختصر انداز میں بیان کیا گیا ہے، اس کی کچھ تفصیل سورۂ والنجم میں بھی مذکور ہے، اصل واقعہ سامنے لانے کے لئے یہاں صحیح بخاری و مسلم شریف کی وہ حدیث مختصر طور پر ذکر کی جاتی ہے جس میں واقعہ معراج کا ذکر ہے،

حضرت مالک بن صعصعہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مجھے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کا واقعہ سنایا فرمایا کہ میں حطیم اور بعض اوقات فرمایا کہ حجرہ میں لیٹا ہوا تھا کہ اچانک میرے پاس ایک شخص آیا اور اس نے میرا سینہ چاک کرکے اس میں سے دل نکالا اس کو آب زمزم سے دھوکر اس میں ایمان ویقین اور حکمت بھردی گئی، پھر میرے پاس ایک سواری لائی گئی جو خچر سے چھوٹی اور گدھے سے بڑی تھی جس کا نام براق تھا، اس کا ایک قدم اس کی آنکھ کی نگاہ کی دوری پر پڑتا تھا، مجھے اس پر سوار کیا گیا اور جبرئیل ؑ مجھے ساتھ لے چلے، بیت المقدس تک ہمارا سفر اسی پر ہوا، اور پھر ایک معراج یعنی زینہ لایا گیا اس پر چڑھ کر ہم آسمان پر پہنچے، زینہ کس طرح کا تھا اس کی حقیقت اللہ ہی جانتے ہیں، بہت ممکن ہے کہ لفٹ کی طرح ہو، واللہ اعلم بالصواب، الغرض ہم پہلے آسمان پر پہونچے، یہاں ہماری ملاقات اور سلام و دعا حضرت آدم ؑ سے ہوئی، پھر دوسرے آسمان پر پہونچے وہاں حضرت یحیٰ ؑ اور عیسیٰ ؑ سے ملاقات ہوئی، تیسرے آسمان پر حضرت یوسف ؑ سے ملاقات ہوئی، چوتھے پر حضرت ادریس ؑ سے اور پانچویں پر حضرت ہارون ؑ سے اور چھٹے پر حضرت موسیٰ ؑ سے اور ساتویں آسمان پر پہونچے تو حضرت ابراہیم ؑ کو بیت المعمور سے ٹیک لگائے ہوئے بیٹھا پایا، ان سے سلام و دعا اور ملاقات ہوئی، اس کے بعد مجھے سدرۃ المنتہیٰ لے جایا گیا، یہاں آپ نے جنت و دوزخ کا مشاہدہ فرمایا اور پھر سدرۃ المنتہیٰ سے آگے بڑھ کر آپ بارگاہ رب العزت میں پہونچے، جہاں حق تعالیٰ جل شانہ، سے ہم کلامی کا شرف حاصل ہوا۔

اور اسی وقت آپ کی امت پر ہر روز پچاس نمازیں فرض کی گئیں، جب دربار الٰہی سے واپسی پر حضرت موسیٰ ؑ کے قریب سے گذر ہوا، تو حضرت موسیٰ ؑ نے فرمایا آپ کو کیا حکم دیا گیا ہے، آپ نے فرمایا، مجھے اور میری

اقوال و تحقیق :- اَسریٰ علماء کی اصطلاح میں مکہ مکرمہ سے بیت المقدس تک کے سفر کو اسراء کہتے ہیں اور وہاں سے سدرۃ المنتہیٰ تک کے سفر کو معراج کہتے ہیں، اور بسا اوقات دونوں سفروں کے مجموعہ کو ایک ہی لفظ اسراء یا معراج سے تعبیر کردیا جاتا ہے۔

مشہور قول کے مطابق واقعہ معراج ۲۷ رجب ۱۱ نبوی بروز پیر کو ہوا اس وقت آپ کی عمر تقریباً باون ۵۲ سال تھی، واقعہ معراج کی روایت کو تقریباً تیس صحابۂ کرام رض نے نقل کیا ہے۔

جمہور سلف وخلف کا یہ عقیدہ ہے کہ آپ کا یہ سفر معراج صرف روحانی نہیں بلکہ جسمانی تھا اور جو بعض صحابہ و تابعین سے واقعہ معراج حالت نیند میں ایک عجیب وغریب خواب منقول ہے وہ اسکے منافی نہیں (باقی بر ص ۵)

امت کو روزانہ پچاس نمازیں پڑھنے کا حکم ملا ہے، حضرت موسیٰ ؑ نے فرمایا، آپ کی امت روزانہ پچاس نمازیں نہیں پڑھ سکے گی، میں نے آپ سے پہلے اپنی امت کا تجربہ کر کے دیکھ لیا ہے، آپ بارگاہ الٰہی میں جاکر نمازوں میں کمی کی درخواست کیجئے، میں نے جاکر درخواست کی تو دس معاف کردی گئیں، واپسی پر پھر حضرت موسیٰ ؑ نے معلوم کیا، اور پھر کم کرانے کا مشورہ دیا، یہاں تک کہ معاف ہوتے ہوتے صرف پانچ رہ گئیں، حضرت موسیٰ ؑ نے پھر فرمایا کہ ابھی اور کم کرائیے، آپ نے فرمایا کہ اب مجھے شرم آتی ہے بس اب میں اپنے رب کی رضا میں راضی ہوں، اسی وقت ایک آواز آتی ہے کہ میں نے اپنے مقرر کئے ہوئے حکم کو پورا کرلیا، اور اپنے بندوں سے تخفیف بھی کردی، یعنی پانچ نمازیں پڑھنے پر ثواب پچاس نمازوں کا عطا کروں گا؛

اس واقعہ سے نماز کی اہمیت وعظمت کا اندازہ ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ نے کتنے اہتمام کے ساتھ اپنے خصوصی دربار میں اپنے پیارے نبی کو بلا کر نماز کا تحفہ دیا ہم کو چاہئے کہ اس کی قدر کریں اور پانچ وقت کی نماز ادا کر کے پچاس نمازوں کا ثواب اپنے نامہ اعمال میں درج کرائیں۔

اس کے بعد آپ بیت المقدس تشریف لے آئے اور ساتوں آسمانوں میں جن انبیاء علیہم السّلام سے ملاقات ہوئی تھی وہ بھی آپ کے ساتھ بیت المقدس آئے گویا آپ کو رخصت کرنے کے لئے بیت المقدس تک آپ کے ساتھ آئے، اور یہاں حضرت جبرئیل ؑ کے اشارے سے آپؐ نے تمام انبیاء کو نماز پڑھائی، تمام انبیاء نے آپ کی اقتداء میں نماز ادا فرمائی گویا اس طرح امامتِ انبیاء کا جو منصب حضورؐ کو عطا فرمایا گیا تھا، اس کا یہ عملی ثبوت پیش کیا گیا۔ بہرحال آپ بیت المقدس سے پھر اسی براق پر سوار ہوکر اندھیرے وقت مکہ مکرمہ پہونچ گئے۔

بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ :- یعنی جس ملک میں مسجد اقصیٰ (بیت المقدس) ہے وہاں اللہ تعالیٰ نے بہت سی دینی ودنیوی برکتیں کر رکھی ہیں، دنیوی برکت یہ ہے کہ وہاں نہر وچشموں اور باغات وپیداوار کی خوب کثرت ہے، اور

(بقیہ اقوال وتحقیق صفحۂ گذشتہ) کیونکہ ممکن ہے اس واقعۂ معراج سے پہلے یا بعد آپؐ کو روحانی طور پر خواب دکھایا گیا ہو بہرحال واقعہ معراج جسمانی تھا، یہی وجہ ہے کہ جب آپؐ نے اس کا ذکر حضرت ام ہانی رضؓ سے کیا تو انھوں نے مشورہ دیا کہ آپ اس واقعہ کا تذکرہ نہ فرمائیں نہیں تو لوگ آپ کو جھٹلائیں گے، ظاہر ہے اگر معاملہ خواب کا ہوتا تو جھٹلانے کی کوئی وجہ نہ تھی کیونکہ خواب میں تو کوئی کچھ بھی دیکھ سکتا ہے، الغرض یہی ہوا جب آپؐ نے یہ واقعہ لوگوں کو سنایا تو لوگوں نے آپ کا مذاق اڑایا اور آپ کو جھوٹا بتلایا اور بہت سے نومسلم مرتد ہوگئے، شداد بن اوس وغیرہ کی روایت کے مطابق بعض صحابہ کا یہ دریافت کرنا کہ حضورؐ ہم نے رات آپ کو ـــــ قیام گاہ پر تلاش کیا نہیں ملے آپ کہاں تشریف لیگئے تھے اس سے واضح ہے کہ آپ کا سفر معراج جسمانی تھا، انکے اور بیشمار دلائل کتب تفسیر میں موجود ہیں

دینی برکت یہ کہ وہاں بے شمار انبیاء کا مسکن ...... و مدفن اور ان کے فیوض و برکات کا سرچشمہ رہا ہے شاید حضور علیہ السلام کو وہاں لے جانے میں یہ بھی اشارہ ہو کہ جو کمالات انبیاء بنی اسرائیل پر تقسیم ہوئے تھے وہ سب آپ کی ذات مقدس میں جمع کر دیئے گئے ہیں، اور اب کعبۃ اللہ اور بیت المقدس دونوں کے انوار و برکات کی حامل ایک ہی امت ہونے والی ہے ۔

وَاٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَجَعَلْنٰهُ هُدًى لِّبَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ اَلَّا تَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِيْ

اور ہم نے موسیٰ ؑ کو کتاب دی اور ہم نے اس کو بنی اسرائیل کے لئے ہدایت بنایا کہ تم میرے سوا کوئی کارساز مت

وَكِيْلًا ۝۲ ذُرِّيَّةَ مَنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ ۭ اِنَّهٗ كَانَ عَبْدًا شَكُوْرًا ۝۳

قرار دو اے ان لوگوں کی نسل جن کو ہم نے نوح کے ساتھ سوار کیا تھا وہ نوح ؑ بڑے شکر گذار بندہ تھے ۔

بنی اسرائیل کو ہدایت

واقعۂ معراج سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فضل و شرف کو بیان کرنے کے بعد اب حضرت موسیٰ ؑ کا ذکر فرمایا جا رہا ہے، ارشاد ہے کہ ہم نے موسیٰ ؑ کو توریت عطا فرمائی اس کتاب میں بنی اسرائیل (یہود) کے لئے ہدایت تھی کہ توحید اختیار کریں، اللہ کو اپنا کارساز مانیں اور اسی پر بھروسہ کریں اور صرف اس کی بندگی کریں، پھر ان بنی اسرائیل سے کہا جا رہا ہے کہ اے ان بزرگوں کی اولاد جن کو ہم نے طوفان نوح کی عالمگیر ہلاکت سے اپنے پیغمبر نوح علیہ السلام کی کشتی پر چڑھا کر بچا لیا تھا، سوچو اگر اللہ تعالیٰ ان کو نہ بچاتے تو آج تمہارا وجود نہ ہوتا، بس اس انعام عظیم کے شکریہ میں توحید اختیار کرو اور ہر طرح سے اللہ کے شکر گذار بن جاؤ جس طرح تمہارے بزرگ شکر گذار تھے ۔ بلاشبہ حضرت نوح ؑ بڑے شکر گذار بندے تھے، ابو فاطمہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت نوح ؑ جو بھی چھوٹا بڑا کام کیا کرتے تھے تو بِسْمِ اللہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ کہا کرتے تھے ۔

وَقَضَيْنَآ اِلٰى بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ فِي الْكِتٰبِ لَتُفْسِدُنَّ فِي الْاَرْضِ مَرَّتَيْنِ

اور ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب میں یہ بات بتلا دی تھی کہ تم سرزمین میں دوبار خرابی کرو گے اور

وَلَتَعْلُنَّ عُلُوًّا كَبِيْرًا ۝۴ فَاِذَا جَاۗءَ وَعْدُ اُوْلٰىهُمَا بَعَثْنَا عَلَيْكُمْ عِبَادًا لَّنَآ

بڑا زور جلانے لگو گے   پھر جب ان دوبار میں سے پہلی بار کی میعاد آئے گی ہم تم پر اپنے

اُولِيْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ فَجَاسُوْا خِلٰلَ الدِّيَارِ ۭ وَكَانَ وَعْدًا مَّفْعُوْلًا ۝۵ ثُمَّ رَدَدْنَا لَكُمُ

ایسے بندوں کو مسلط کریں گے جو بڑے جنگ جو ہوں گے پھر وہ گھروں میں گھس پڑیں گے اور یہ ایک وعدہ ہے جو ضرور ہو کر رہیگا

الْكَرَّةَ عَلَيْهِمْ وَاَمْدَدْنٰكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَجَعَلْنٰكُمْ اَكْثَرَ نَفِيْرًا (۶) اِنْ اَحْسَنْتُمْ

پھر ہم ان پر تمہارا غلبہ کردیں گے اور مال اور بیٹوں سے ہم تمہاری امداد کریں گے اور ہم تمہاری جماعت بڑھادیں گے اگر اچھے

اَحْسَنْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ وَاِنْ اَسَاْتُمْ فَلَهَا ؕ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ لِيَسُوْٓءٗا وُجُوْهَكُمْ

کام کرتے رہوگے تو اپنے ہی نفع کیلئے اچھے کام کروگے اور اگر تم برُے کام کروگے تو بھی اپنے ہی لئے پھر جب پچھلی بار کی میعاد آویگی ہم پھر

وَلِيَدْخُلُوا الْمَسْجِدَ كَمَا دَخَلُوْهُ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّلِيُتَبِّرُوْا مَا عَلَوْا تَتْبِيْرًا (۷) عَسٰى

دوسروں کو مسلط کردینگے تاکہ تمہارے منہ بگاڑ دیں اور جس طرح وہ لوگ مسجد میں گھسے تھے یہ لوگ بھی اس میں گھس پڑیں اور جس جس پر

رَبُّكُمْ اَنْ يَّرْحَمَكُمْ ۚ وَاِنْ عُدْتُّمْ عُدْنَا ۘ وَجَعَلْنَا جَهَنَّمَ لِلْكٰفِرِيْنَ حَصِيْرًا (۸)

ان کا زور چلے سب کو برباد کر ڈالیں عجب نہیں کہ تمہارا رب تم پر رحم فرمادے اور اگر تم پھر وہی کروگے تو ہم بھی پھر وہی کرینگے اور ہم نے جہنم کو کافروں کا جیل خانہ بنا رکھا ہے۔

یہود کی تباہی کے دو اہم واقعات

ان آیات میں ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو یہ بات بطور پیشین گوئی کے توریت یا انبیاء بنی اسرائیل کے کسی صحیفے میں بتلادی تھی کہ تم سرزمین ملک شام میں دو مرتبہ سرکشی و نافرمانی کرکے اللہ کے عذاب کو دعوت دوگے، ایک مرتبہ حضرت موسیٰ کی شریعت کی مخالفت کرکے اور ایک مرتبہ حضرت عیسیٰ کی شریعت کی مخالفت کرکے، اور دونوں مرتبہ تم پر عذاب مسلط ہوگا، پھر جب تم اپنی سرکشی پر نادم و شرمندہ ہوکر توبہ کروگے تو وہ عذاب تم سے اٹھا لیا جائے گا، چنانچہ ایسا ہی ہوا، پہلی مرتبہ جب انھوں نے حق تعالیٰ کی نافرمانی و سرکشی اور حضرت موسیٰؑ کی شریعت کی مخالفت کی تو ان پر شہر بابل کے بادشاہ بخت نصر مجوسی کو مسلط کردیا گیا، اس نے ان پر سخت حملہ کیا، بے شمار مردوں کو قتل کیا اور عورتوں و بچوں کو قید کرلیا، مسجد اقصیٰ (بیت المقدس) کی بے حرمتی کی گئی اور اس کو شہید کردیا اور تقریبًا سو سال تک بنی اسرائیل کو اپنا غلام بنا کر رکھا اور ان سے طرح طرح کے سخت قسم کے کام لیتا رہا، اور ان کو ذلیل و خوار بنا کر رکھا۔

اور پھر جب یہ اپنی نافرمانی پر نادم ہوکر تائب ہوئے تو پھر تقریبًا ایک صدی بعد ایران کے بادشاہ نے بابل پر حملہ کرکے اس کو فتح کیا، اس کو ان بیچارے بنی اسرائیل پر رحم آیا تو اس نے انھیں آزاد کرکے ان کے ملک شام میں واپس آباد کردیا اور پھر ان کے تعاون سے شاہ ایران نے مسجد اقصیٰ کو سابق نقشہ کے مطابق تیار کیا، یہ واقعہ حضرت عیسیٰؑ کی پیدائش سے پانچسو ستاسی (۵۸۷) سال پہلے پیش آیا، دوسری مرتبہ جب انھوں نے حضرت عیسیٰؑ کے دور شریعت میں شرارتیں کیں تو حق تعالیٰ کی نافرمانی و سرکشی اور حضرت عیسیٰؑ کی شریعت کی مخالفت کھل کر کی تو پھر ان پر اللہ کا عذاب مسلط کردیا گیا، یہ

عذاب ان پر حضرت عیسیٰ کے آسمان پر اٹھائے جانے کے تقریباً ستر سال بعد مسلط ہوا جب بنی اسرائیل نے اپنے حکمراں شاہ روم سے بغاوت کی تو اس نے مار مار کر ان کا برا حال بنادیا اور بے شمار لوگوں کو قتل کیا اور جو بچے وہ پھر سے ذلت وغلامی کی زندگی بسر کرنے لگے۔ رومیوں نے یہودیوں کے شہر اور مسجد اقصیٰ کو بھی تباہ کرڈالا، اور پھر جب انھوں نے اللہ سے سچی توبہ کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کے حال پر رحم فرمایا اور ان کا ملک مال و دولت اور اولاد وغیرہ انھیں واپس کردی۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کے زمانہ کے یہود کو مخاطب کرکے انھیں اپنا قانون سمجھایا کہ جب جب تم ہماری نافرمانی کروگے تب تب ہمارا عذاب تم پر مسلط ہوتا رہیگا اس میں اس طرف اشارہ کردیا گیا کہ جس طرح تم شریعت عیسیٰ وموسیٰ کے مخالفت کرنے پر عذاب میں مبتلا کئے جاچکے ہو، اب اگر تم شریعت محمدی کی مخالفت کروگے تو اس کا بھی وہی انجام ہوگا مگر یہ بدبخت اپنی سرکشی کی عادت سے مجبور تھے انھوں نے شریعت محمدی اور اسلام کی مخالفت کی تو اللہ نے مسلمانوں کے ذریعہ ان پر پھر عذاب مسلط کیا چنانچہ مسلمانوں کے ہاتھوں جلاوطن اور ذلیل وخوار ہوئے اور بالآخر بیت المقدس پر بھی مسلمانوں کا قبضہ ہوا۔

واقعات بنی اسرائیل مسلمانوں کیلئے عبرت ہیں

بنی اسرائیل کے یہ واقعات قرآن کریم میں بیان کرنے اور مسلمانوں کو سنانے سے بظاہر مقصد یہی ہے کہ مسلمان بھی اس قانون الٰہی سے مستثنیٰ نہیں ہیں، مسلمانوں کو بھی دین و دنیا کی بھلائی راحت، عزت، مال و دولت خدا کے فرمانبرداروں کو ہی حاصل ہوسکتا ہے، اگر یہ اللہ ورسول کے احکامات کے خلاف زندگی بسر کریں گے تو ان کے دشمنوں اور کافروں کو ان پر غالب ومسلط کرکے انھیں رسوا و ذلیل کردیا جائے گا اور ان کے ہاتھوں ان کے معابد ومساجد کی بے حرمتی بھی ہوگی۔

آئے دن نئے نئے فسادات وحادثات بالخصوص بیت المقدس پر یہود کا قبضہ اس قانون الٰہی کی تصدیق کرتا ہے اور اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ یہ مسلمانوں کی خدا ورسول کی نافرمانی، قرآن وحدیث کے احکامات کی خلاف ورزی کی سزا ہے، اس ذلت آمیز سزا سے بچنے کا علاج صرف یہی ہے کہ ہم اپنی بداعمالیوں اور نافرمانیوں پر دل سے نادم ہوکر سچی توبہ کریں اور شریعت محمدی کی مکمل اتباع و پیروی کریں، پھر یقیناً اللہ کی مدد ہمارے ساتھ ہوگی اور کامیابی ہمارے قدم چومے گی۔

إِنَّ هَٰذَا الْقُرْآنَ يَهْدِي لِلَّتِي هِيَ أَقْوَمُ وَيُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِينَ الَّذِينَ يَعْمَلُونَ

بلاشبہ یہ قرآن ایسے طریقہ کی ہدایت کرتا ہے جو بالکل سیدھا ہے اور ان ایمان والوں کو جو کہ نیک کام کرتے

الصَّالِحَاتِ أَنَّ لَهُمْ أَجْرًا كَبِيرًا ﴿٩﴾ وَأَنَّ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ أَعْتَدْنَا

ہیں یہ خوش خبری دیتا ہے کہ ان کو بڑا بھاری ثواب ملے گا اور یہ بھی بتلاتا ہے کہ جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں

لَهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ﴿١٠﴾

رکھتے ہم نے ان کے لئے ایک دردناک سزا تیار کر رکھی ہے

قرآن راہِ ہدایت ہے

ان آیات میں ارشاد خداوندی ہے کہ بلاشبہ قرآن مقدس ایسے طریقہ کی ہدایت کرتا ہے جو بالکل سیدھا ہے یعنی اسلام، مطلب یہ ہے کہ قرآن کریم کے بتلائے ہوئے طریقہ اور راستہ کو اختیار کرکے آدمی سیدھا جنت میں داخل ہوگا اور جو لوگ اس راستہ کو چھوڑ کر دوسرا راستہ اختیار کریں گے وہ جہنم میں جائیں گے جہاں ان کو درد بھرا عذاب دیا جائے گا، بس اے یہود تمہاری کامیابی و نجات بھی اسی میں ہے کہ نبی آخرالزماں کی لائی ہوئی کتاب پر ایمان لے آؤ اور اس کے احکامات کی پیروی کرو۔

وَيَدْعُ الْإِنسَانُ بِالشَّرِّ دُعَاءَهُ بِالْخَيْرِ ۖ وَكَانَ الْإِنسَانُ عَجُولًا ﴿١١﴾

اور انسان برائی کی ایسی درخواست کرتا ہے جس طرح بھلائی کی درخواست اور انسان جلد باز ہے

جلد بازی کا نقصان

اس آیت میں فرمایا گیا ہے کہ انسان جلد بازی کا مزاج رکھتا ہے، یہی وجہ ہے کہ بعض مرتبہ جلد بازی میں یہ اپنے لئے ایسی دعا مانگ لیتا ہے جو اس کے لئے تباہی و بربادی کا سبب ہے، اگر اللہ تعالیٰ اس کی ایسی دعا قبول فرمالیں تو یہ برباد ہوجائے مگر اللہ تعالیٰ ایسی دعاؤں کو اکثر قبول نہیں فرماتا یہاں تک کہ خود یہ انسان سمجھ لے کہ میری یہ دعا غلط ہے، الغرض انسان ظاہری اور معمولی سے فائدہ کو دیکھ کر اپنے لئے ایسی دعا کر بیٹھتا ہے جو اس کے لئے انجام کار غلط اور نقصان دہ ہوتی ہے، بہت سے انسان اسی ظاہری اور فوری نفع کو دیکھتے ہوئے دنیا کی ٹیپ ٹاپ میں کھو کر آخرت کو بھول جاتے ہیں اور اپنی آخرت برباد کر لیتے ہیں، حق تعالیٰ ہم کو صحیح سمجھ عطا فرمائے۔

وَجَعَلْنَا اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ آيَتَيْنِ ۖ فَمَحَوْنَا آيَةَ اللَّيْلِ وَجَعَلْنَا آيَةَ النَّهَارِ مُبْصِرَةً

اور ہم نے رات اور دن کو دو نشانیاں بنایا سو رات کی نشانی کو تو ہم نے دھندلا بنایا اور دن کی نشانی کو ہم نے روشن

لِّتَبْتَغُوا فَضْلًا مِّن رَّبِّكُمْ وَلِتَعْلَمُوا عَدَدَ السِّنِينَ وَالْحِسَابَ ۚ وَكُلَّ شَيْءٍ فَصَّلْنَاهُ

بنایا تاکہ اپنے رب کی روزی تلاش کرو اور تاکہ برسوں کا شمار اور حساب معلوم کرلو اور ہم نے ہر چیز کو خوب تفصیل کے ساتھ

تَفْصِيلًا ﴿١٢﴾ بیان کیا ہے۔

اللہ کی قدرت کے نمونے

اس آیت میں بیان ہے کہ رات اور دن دونوں میں اللہ کی قدرت کے نمونے موجود ہیں، رات کا اندھیرا، دن کا اجالا، کبھی رات کا کبھی دن کا چھوٹا بڑا ہونا، پھر رات میں آہستہ آہستہ گھٹنے بڑھنے والی ٹھنڈی اور دھیمی چاندنی اور دن میں سورج کی تیز اور گرم روشنی وغیرہ، یہ سب قدرت خداوندی کے نمونے ہیں، اس کے بعد اللہ نے رات کی تاریکی اور دن کی روشنی کے فائدے بیان فرمائے، رات کی تاریکی میں وہ سکون رکھا ہے کہ اس میں تمام انسان وجانوروں کو نیند آتی ہے، رات میں سب سو کر دن میں تازہ دم ہو کر اٹھتے ہیں اور پھر دن کی روشنی میں اپنے کاروبار، صنعت وکاشتکاری اور محنت ومزدوری کر کے روزی حاصل کرتے ہیں، دوسرا فائدہ رات دن کے آنے جانے میں یہ ہے کہ ہفتہ مہینہ سال اور دوسرے بہت سے حسابات ان کے ذریعہ طے پاتے ہیں نماز روزہ حج وغیرہ کا حساب بھی اسی سے لگایا جاتا ہے۔

وَكُلَّ إِنسَانٍ أَلْزَمْنَاهُ طَائِرَهُ فِي عُنُقِهِ ۖ وَنُخْرِجُ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كِتَابًا

اور ہم نے ہر انسان کا عمل اس کے گلے کا ہار کر رکھا ہے اور قیامت کے دن ہم اس کا اعمال نامہ اس کے واسطے

يَلْقَاهُ مَنشُورًا ﴿١٣﴾ اقْرَأْ كِتَابَكَ كَفَىٰ بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيبًا ﴿١٤﴾

نکال کر سامنے کر دیں گے جس کو وہ کھلا ہوا دیکھ لے گا اپنا اعمال نامہ پڑھ لے آج تو خود اپنا آپ ہی محاسب کافی ہے

اعمال نامہ گلے کا ہار ہے

ارشاد خداوندی ہے کہ ہم نے ہر شخص کے عمل کو اس کے گلے کا ہار بنا رکھا ہے، مطلب یہ ہے کہ اس کا نامۂ اعمال ہر وقت اس کے ساتھ رہتا ہے، اور وہ جو بھی نیک یا بد عمل کرتا ہے وہ اس میں فوراً لکھ دیا جاتا ہے اور جب وہ مرتا ہے تو اس کا اعمال نامہ بند کر کے عرش کے نیچے رکھ دیا جاتا ہے اور جب قیامت کے دن تمام انسان حساب دینے کے لئے جمع کئے جائیں گے تو اللہ تعالیٰ ایک ہوا بھیجیں گے جو ان اعمال ناموں کو اڑا کر جس کا جو اعمال نامہ ہوگا اس کے دائیں یا بائیں ہاتھ میں پہونچا دے گی جس میں وہ اپنا ہر چھوٹا بڑا اچھا برا عمل صاف صاف لکھا ہوا پائے گا، حق تعالیٰ اس سے فرمائیں گے آج تو خود ہی اپنا فیصلہ کر لے کہ تجھے کتنی سزا ملنی چاہیے اور کتنی جزا، اور تو ثواب کا مستحق ہے یا عذاب کا۔

مَّنِ اهْتَدَىٰ فَإِنَّمَا يَهْتَدِي لِنَفْسِهِ ۖ وَمَن ضَلَّ فَإِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ۚ وَلَا تَزِرُ

جو شخص راہ پر چلتا ہے وہ اپنے نفع کے لئے راہ پر چلتا ہے اور جو شخص بے راہی کرتا ہے سو وہ بھی اپنے ہی نقصان

وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ؕ وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا ﴿۱۵﴾

کیلئے بے راہ ہوتا ہے اور کوئی شخص کسی کا بوجھ نہ اٹھائے گا اور ہم سزا نہیں دیتے جب تک کسی رسول کو نہیں بھیج لیتے

تفسیر سیدھا اور صحیح راستہ جو انسان کو جنت کی طرف لے جاتا ہے اللہ پاک نے سب کو بتلا دیا ہے، اب اس آیت میں ارشاد ہے کہ جو سیدھا راستہ اختیار کرے گا تو اس کا فائدہ خود اسی کو ملیگا اور جو غلط راستہ اختیار کرے گا اس کا وبال خود اسی کو بھگتنا پڑے گا، ایسا نہیں کہ ایک کا وبال دوسرے پر ڈال دیا جائے، اس آیت کے اخیر میں اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں کہ ہمارا قانون ہے کہ ہم مجرم کو حجت پوری ہو جانے پر ہی عذاب دیتے ہیں، اور ہم کسی کو اس وقت تک سزا نہیں دیتے جب تک کہ اپنے کسی رسول کو اس ہدایت کے لئے نہ بھیجدیں چنانچہ حضرت آدم سے لے کر جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم تک تقریباً ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر تشریف لائے ان سب نے اللہ کے احکامات لوگوں تک پہونچائے اور ان کے بعد ان کے نائبین خلفاء اور حضرات علماء اس کام کو انجام دیتے چلے آئے ہیں اور انشاء اللہ قیامت تک انجام دیتے رہیں گے

وَاِذَآ اَرَدْنَآ اَنْ نُّهْلِكَ قَرْيَةً اَمَرْنَا مُتْرَفِيْهَا فَفَسَقُوْا فِيْهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ

اور جب ہم کسی بستی کو ہلاک کرنا چاہتے ہیں تو اس کے خوش عیش لوگوں کو حکم دیتے ہیں پھر وہ لوگ وہاں شرارت مچاتے

فَدَمَّرْنٰهَا تَدْمِيْرًا ﴿۱۶﴾ وَكَمْ اَهْلَكْنَا مِنَ الْقُرُوْنِ مِنْۢ بَعْدِ نُوْحٍ ؕ وَكَفٰى بِرَبِّكَ

ہیں تب ان پر حجت تمام ہو جاتی ہے پھر اس بستی کو تباہ اور غارت کر ڈالتے ہیں اور ہم نے بہت سی امتوں کو نوحؑ کے بعد

بِذُنُوْبِ عِبَادِهٖ خَبِيْرًاۢ بَصِيْرًا ﴿۱۷﴾

کفر و معصیت کے سبب ہلاک کیا ہے اور آپ کا رب اپنے بندوں کے گناہوں کا جاننے والا دیکھنے والا کافی ہے

تفسیر ارشاد خداوندی ہے کہ جب ہم کسی بستی کو اس کی بداعمالیوں کی وجہ سے ہلاک کرنا چاہتے ہیں تو یوں ہی اچانک بلا حجت پوری کئے تباہ نہیں کرتے بلکہ پہلے انبیاءؑ یا ان کے نائبین کے ذریعہ خدائی احکام پہونچائے جاتے ہیں، خصوصاً دولت مند اور بارسوخ لوگوں کو جن کے ماننے نہ ماننے کا اثر عام لوگوں پر پڑتا ہے جب یہ بڑے لوگ اللہ کے احکام کو ٹھکرا دیتے ہیں اور انھی کے نقشِ قدم پر عام لوگ چل کر حق تعالیٰ کی نافرمانی کرتے ہیں، تو پھر حق تعالیٰ اس بستی پر اپنا عذاب نازل فرماکر اس کو ہلاک کر دیتے ہیں۔

حضرت مفتی شفیع صاحبؒ اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ جب کسی قوم و بستی کی ہلاکت کا

وقت آتا ہے تو اس کی ابتدائی علامت یہ ہوتی ہے کہ اس کے حاکم عیش پرست سرمایہ داروں کو بنادیا جاتا ہے اور خود قوم میں بھی ایسے لوگ کثرت سے ہوتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ یہ لوگ عیش پرستی اور عیاشی میں مست ہو کر اللہ تعالیٰ کی نافرمانیاں خود بھی کرتے ہیں اور دوسروں کے لئے بھی راہ ہموار کرتے ہیں اور پھر ان پر اللہ کا عذاب آجاتا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ سرمایہ داروں کو اپنی اصلاح کی فکر زیادہ ہونی چاہیئے۔

اللہ تعالیٰ اگلی آیت میں فرمارہے ہیں کہ اپنے اصول و قانون کے مطابق ہم نے حضرت نوحؑ کی بعثت کے بعد بہت سی قوموں جیسے عاد و ثمود وغیرہ کو ان کی نافرمانیوں اور بداعمالیوں کی وجہ سے ہلاک کیا ہے، حضرت آدمؑ و نوحؑ کے درمیانی زمانہ میں تمام انسان اسلام پر قائم تھے، پھر شرک و بت پرستی شروع ہوئی، حضرت نوحؑ نے لوگوں کو سیکڑوں برس سمجھایا مگر نہ مانے اور آخر کار سب ہلاک ہوئے۔

اخیر میں حق تعالیٰ فرمارہے ہیں کہ ہم کسی کو بے قصور ہلاک نہیں کرتے اور نہ غیر مناسب سزا دیتے ہیں بلکہ ہرایک کے گناہ کے مطابق اس کو سزا دیتے ہیں، کیونکہ ہم ہر بندے کے گناہ کو خوب اچھی طرح جانتے اور دیکھتے ہیں اور پھر انصاف کرنا اللہ کی خاص شان ہے۔

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهٗ فِيْهَا مَا نَشَآءُ لِمَنْ نُّرِيْدُ ثُمَّ جَعَلْنَا

جو شخص دنیا کی نیت رکھے گا ہم ایسے شخص کو دنیا میں جتنا چاہیں کے جس کے واسطے چاہیں گے فی الحال ہی دیدینگے

لَهٗ جَهَنَّمَ ۚ يَصْلٰىهَا مَذْمُوْمًا مَّدْحُوْرًا ﴿۱۸﴾ وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَسَعٰى لَهَا سَعْيَهَا

پھر ہم اس کے لئے جہنم تجویز کریں گے وہ اس حال میں بدحال راندۂ درگاہ ہو کر داخل ہوگا اور جو شخص آخرت کی نیت رکھیگا

وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَّشْكُوْرًا ﴿۱۹﴾ كُلًّا نُّمِدُّ هٰٓؤُلَآءِ وَهٰٓؤُلَآءِ مِنْ عَطَآءِ

اور اس کے لئے جیسی سعی کرنا چاہیئے ویسی ہی سعی بھی کرے گا بشرطیکہ وہ شخص مومن بھی ہو سو ایسے لوگوں کی یہ سعی مقبول

رَبِّكَ ۭ وَمَا كَانَ عَطَآءُ رَبِّكَ مَحْظُوْرًا ﴿۲۰﴾

ہوگی آپ کے رب کی عطا میں سے تو ہم ان کی بھی امداد کرتے ہیں اور انکی بھی اور آپ کے رب کی عطا بند نہیں۔

تفسیر:۔ اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں کہ جو شخص نیک کام دنیا حاصل کرنے کے لئے کرے گا چاہے اس وجہ سے کہ وہ آخرت کو نہیں مانتا کافر ہے، یا اس وجہ سے کہ مسلمان تو ہے مگر آخرت سے غافل ہے، بہر حال ایسے طلب دنیا میں سرگردان انسانوں میں سے جس کو چاہیں اور جس قدر چاہیں ہم اپنی حکمت و مصلحت کے موافق دنیا کا سامان دیدیتے ہیں اور آخرت میں نہایت ذلت و رسوائی کے ساتھ دوزخ کے قیدخانہ

میں پھینک دیا جائے گا، اور جس شخص کے دل میں ایمان و یقین ہو اور وہ نیک نیتی سے خدا کی خوشنودی اور اخروی ثواب کی خاطر پیغمبر خدا کے بتلائے ہوئے طریقہ کے مطابق نیک اعمال کرے تو اس کا عمل قبول ہوتا ہے اور آخرت میں نہایت راحت و آرام اور چین و سکون کی زندگی نصیب ہوگی۔

مسند احمد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ دنیا اس کا گھر ہے جس کا آخرت میں گھر نہ ہو، یہ اس کا مال ہے جس کا آخرت میں مال نہ ہو اسے وہی جمع کرتا ہے جس کے پاس عقل نہ ہو۔

اسکے بعد فرمایا کہ کوئی طالب دنیا ہو یا طالب آخرت، اللہ تعالیٰ دونوں کو اپنی حکمت و مصلحت کے موافق دنیوی سامان کا حصہ عطا فرماتے ہیں، ایسا نہیں کہ منکرین و کافرین پر ان کے کفر و شرک کی وجہ سے دنیوی بخشش کے دروازے بند کر دیئے جائیں۔

اُنْظُرْ كَيْفَ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۭ وَلَلْاٰخِرَةُ اَكْبَرُ دَرَجٰتٍ وَّاَكْبَرُ تَفْضِيْلًا ﴿٢١﴾

آپ دیکھ لیجئے ہم نے ایک کو دوسرے پر کس طرح فوقیت دی ہے اور البتہ آخرت درجوں کے اعتبار سے بھی بہت بڑی ہے

لَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰـهًا اٰخَرَ فَتَقْعُدَ مَذْمُوْمًا مَّخْذُوْلًا ﴿٢٢﴾ ع

اور فضیلت کے اعتبار سے بھی بہت بڑی ہے اللہ کیساتھ کوئی اور معبود مت تجویز کر ورنہ تو بدحال بے مددگار ہو کر بیٹھ رہے گا

تفسیر:- اس آیت میں ارشاد ہے کہ ہم نے دنیا میں راحت و آرام اور ساز و سامان کے اعتبار سے ایک کو دوسرے پر فضیلت دی ہے اس طرح آخرت میں مختلف درجے ہیں جس کے جیسے اعمال ہوں گے ویسا ہی اس کو درجہ عطا فرمایا جائیگا اس لئے ہر انسان (مومن) کو وہاں کے درجے اور فضیلت حاصل کرنے کے لئے زیادہ سے زیادہ نیک اعمال کرنے چاہئیں آخرت کے درجے اور فضیلت دنیا کے درجوں اور فضیلت سے زیادہ اہم ہے، آخرت کے درجات حاصل کرنے کے لئے پہلی شرط یہ ہے کہ اللہ کے ساتھ شرک نہ کرے، نہیں تو آخرت (جنت) کے درجات سے بالکل محروم رہ کر جہنم کے درجات میں پہونچنا پڑے گا۔

وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۭ اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ

اور تیرے رب نے حکم کر دیا ہے کہ بجز اسکے کسی کی عبادت مت کرو اور تم ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کیا کرو اگر تیرے پاس ان

اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰـهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا ﴿٢٣﴾

میں سے ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہونچ جاویں سو ان کو کبھی ہوں بھی مت کرنا اور نہ ان کو جھڑکنا اور ان سے خوب ادب سے بات کرنا

وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِي

اور ان کے سامنے شفقت سے انکساری کے ساتھ جھکے رہنا اور یوں دعا کرتے رہنا کہ اے میرے پروردگار ان دونوں پر

صَغِيْرًا ﴿۲۴﴾ رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا فِيْ نُفُوْسِكُمْ ۭ اِنْ تَكُوْنُوْا صٰلِحِيْنَ فَاِنَّهٗ كَانَ

رحمت فرمایئے جیسا کہ انھوں نے مجھ کو بچپن میں پالا پرورش کیا ہے، تمہارا رب تمہارے مافی الضمیر کو خوب جانتا ہے اگر تم

لِلْاَوَّابِيْنَ غَفُوْرًا ﴿۲۵﴾

سعادت مند ہو تو وہ توبہ کرنے والوں کی خطا معاف کر دیتا ہے۔

حضرت ابن عباسؓ کا فرمان

مفسر قرآن حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا توریت کی تمام اخلاقی تعلیم سورۂ بنی اسرائیل کی پندرہ آیتوں میں بیان فرمادی گئی ہے جو اس رکوع سے شروع ہوتی ہیں، ان پندرہ آیتوں کا خلاصہ یہ ہے (۱) شرک مت کرو (۲) والدین کی اطاعت کرو (۳) رشتہ داروں، مسافروں اور محتاجوں کے حقوق ادا کرو (۴) فضول خرچی مت کرو (۵) بخل مت کرو (۶) اپنی اولاد کو غریبی کے ڈر سے قتل مت کرو (۷) زنا کے قریب بھی مت جاؤ (۸) کسی کو بلا وجہ قتل مت کرو (۹) یتیم کا مال مت کھاؤ (۱۰) عہد کو پورا کرو (۱۱) ناپ تول میں کمی نہ کرو (۱۲) جس بات کی تحقیق نہ ہو اس پر عمل نہ کرو (۱۳) تکبر سے اترا کر مت چلو۔

ان آیات میں فرمایا گیا ہے کہ عبادت و بندگی صرف اللہ جل شانہٗ کی کرو اور اس کی ذات کے ساتھ شرک مت کرو۔

والدین کے ساتھ حسن سلوک کیجئے

اس کے بعد فرمایا کہ اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک کیجئے، بچہ کو گرچہ حقیقت میں وجود اللہ تعالیٰ عطا فرماتے ہیں مگر والدین بھی ظاہری اور اسباب کے طور پر بچہ کو وجود بخشتے اور اس کی پرورش کرتے ہیں، اسی وجہ سے قرآن کریم کی کئی آیتوں میں اللہ کے حقوق کے ساتھ والدین کے حقوق ذکر کئے گئے ہیں، حدیث پاک میں ارشاد ہے کہ وہ شخص خاک میں مل گیا جس نے اپنے والدین کو پایا اور ان کی خدمت کر کے جنت حاصل نہ کی، ایک حدیث میں فرمایا کہ جنت ماں کے قدموں کے نیچے ہے، والدین کے ساتھ بھلائی کرنا یہ ہے کہ زندگی میں ان کی جان و مال سے خدمت اور دل سے تعظیم و محبت کرے، مرنے کے بعد ان کی نماز جنازہ پڑھے، ان کے لئے دعا و استغفار کرے، ان کے عہد کو حتی المقدور پورا کرے، ان کے دوستوں کے ساتھ حسن سلوک سے اور ان کے رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی سے پیش آئے، بڑھاپے میں خدمت کی ضرورت زیادہ ہوا کرتی ہے، اس عمر میں ہوش و حواس بھی ٹھکانے نہیں رہتے، ایسے وقت میں

والدین کی خدمت بڑی ہی سعادت مندی ہے، قرآن کریم فرما رہا ہے کہ والدین کے ساتھ نرم مزاجی، عاجزی اور ادب واحترام کے ساتھ پیش آنا چاہئے، جھڑکنا یا اف کہنا قطعاً مناسب نہیں،

اللہ تعالیٰ انسان کو اس کا بچپنا یاد دلا رہے ہیں کہ اس وقت تم اپنے ماں باپ کے بے حد محتاج تھے، والدین نے ہر طرح کی پریشانی برداشت کرکے تمہاری پرورش کی، تمہاری کم سمجھی اور بے عقلی کی باتوں کو پیار سے سنا، آج تم بھی یہی طریقہ اپنے بوڑھے والدین کے ساتھ اپناؤ اور ان کے لئے دعا بھی کرتے رہو کہ اے اللہ تم اپنی رحمت سے ان کی سب مشکلات کو آسان اور تکلیفوں کو دور فرما دے۔

رَبُّكُمْ اَعْلَمُ الخ: اس آیت میں فرمایا جا رہا ہے کہ جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے، تمہارا رب اس کو خوب جانتا ہے مطلب یہ ہے کہ اگر والدین کی خدمت اللہ کے حکم کی تعمیل اور ثواب کی نیت سے کی ہے تو اللہ اس کا اجر دے گا، اور اگر کسی دنیوی لالچ کی وجہ سے کی تو اس کا نتیجہ نیت کے موافق ہوگا اگر تم نیک نیتی اور اخلاص کے ساتھ خدمت کروگے تو حق تعالیٰ تمہاری کوتاہیوں کو درگذر فرمائیں گے حضرت سعید بن جبیر نے فرمایا کہ اس سے وہ لوگ مراد ہیں جن سے بلا ارادہ اچانک والدین سے کوئی بے ادبی یا بدسلوکی ہوگئی ہو اور نیت ان کی نیک ہو تو ان سے کوئی مواخذہ نہیں ہوگا۔

مسئلہ:۔ اس پر علماء وفقہاء کا اتفاق ہے کہ والدین کی اطاعت صرف جائز کاموں میں واجب ہے، ناجائز یا گناہ کے کاموں میں اطاعت واجب تو کیا جائز بھی نہیں، حدیث پاک میں ارشاد ہے کہ خالق کی نافرمانی میں کسی مخلوق کی اطاعت جائز نہیں۔

وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا ﴿۲۶﴾

اور قرابت دار کو اس کا حق دیتے رہنا اور محتاج اور مسافر کو بھی دیتے رہنا اور بے موقع مت اڑانا

اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ ۭ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا ﴿۲۷﴾

بے شک بے موقع اڑانے والے شیطانوں کے بھائی بند ہیں اور شیطان اپنے پروردگار کا بڑا ناشکرا ہے

رشتہ داروں کے حقوق ادا کیجئے

والدین کے حقوق کی ادائیگی کی تعلیم کے بعد اب ارشاد ہے کہ رشتہ داروں، ضرورت مند مسافروں اور محتاجوں کے حقوق مالی واخلاقی ادا کیجئے، رشتہ داروں کے حقوق کا درجہ کم سے کم یہ ہے کہ ان کے ساتھ حسن اخلاق اور عمدہ سلوک سے پیش آیا جائے، اور اگر وہ حاجت مند ہوں تو اپنی وسعت کے مطابق ان کی مالی امداد بھی کی جائے۔ اس آیت سے اتنی بات تو ثابت ہوگئی کہ ہر شخص پر اس کے رشتہ داروں کا بھی حق ہے وہ کیا اور

کتنا ہے اس کی تفصیل مذکور نہیں، امام اعظم ابوحنیفہ رح کے نزدیک اس فرمان الٰہی سے جو رشتہ دار ذی رحم محرم ہو اگر وہ عورت یا بچہ ہے جن کے پاس اپنے گذارہ کا سامان نہیں اور کمانے پر بھی قدرت نہیں اسی طرح جو رشتہ دار ذی رحم محرم اپاہج یا اندھا ہو اور اس کے پاس اتنا مال نہ ہو جس سے اس کا گذارہ ہو سکے تو اگر ان کے رشتہ داروں میں اتنی گنجائش ہے کہ وہ ان کی مدد کر سکتے ہیں تو ان پر ان سب کا نفقہ (کھانے وغیرہ کا خرچ) دینا فرض ہے، اور اگر ایک ہی درجہ کے کئی رشتہ دار گنجائش والے ہوں تو ان سب پر تقسیم کر کے ان کا گذارہ نفقہ دینا فرض ہے۔

تنبیہ:- اس آیت میں رشتہ داروں، مسافروں، محتاجوں کو مالی مدد دینے اور صلہ رحمی کرنے کو ان کا حق فرما کر اس طرف اشارہ کر دیا کہ دینے والے کو ان پر احسان جتلانے کا کوئی حق نہیں، کیونکہ دینے والا اپنا فرض ادا کر رہا ہے احسان نہیں کر رہا ہے۔

فضول خرچی کرنیوالا شیطان کا بھائی ہے

مال اللہ کی دی ہوئی ایک نعمت ہے جس کے ذریعہ آدمی بہت سے نیک کام انجام دیتا ہے اور خود اپنی عبادت میں بھی دل جمعی اور یکسوئی حاصل ہوتی ہے، لہٰذا اللہ کی دی ہوئی اس نعمت کی قدر کرنی چاہیے اور اس کو فضول نہ اڑانا چاہیے بلکہ اس کو اپنی جائز ضروریات، اور رشتہ داروں حاجت مندوں کی ضروریات میں خرچ کرنا چاہیے، بے موقع اور ناجائز طریقہ پر خرچ کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں، کیونکہ اس نے بھی دولت عقل اور قوت کو بے جا طور پر گمراہی و نافرمانی میں خرچ کیا اور اللہ کی دی ہوئی نعمت کی ناشکری کی، بلا شبہ شیطان ناشکرا ہے، بس اسی طرح فضول خرچی کرنیوالا اللہ کی دی ہوئی دولت کو بے جا طور پر غلط راستوں پر خرچ کرنے کی وجہ سے شیطان کا ہم مزاج اور اس کا بھائی ہے۔

امام قرطبی رح نے فرمایا ہے کہ اپنی جائز خواہشات میں حد سے زیادہ خرچ کرنا جس سے آئندہ محتاج و فقیر ہو جانے کا خطرہ ہو یہ بھی فضول خرچی میں داخل ہے، البتہ اگر کوئی شخص اپنے اصل مال کو محفوظ رکھ کر اسکے منافع کو جائز خواہشات میں خوب خرچ کرتا ہے تو اس وقت یہ فضول خرچی میں داخل نہیں

وَاِمَّا تُعۡرِضَنَّ عَنۡهُمُ ابۡتِغَآءَ رَحۡمَةٍ مِّنۡ رَّبِّكَ تَرۡجُوۡهَا فَقُلۡ لَّهُمۡ قَوۡلًا مَّيۡسُوۡرًا ﴿۲۸﴾

اور اگر اپنے رب کی طرف سے جس رزق کے آنے کی امید ہو اسکے انتظار میں تجھ کو ان سے پہلو تہی کرنا پڑے تو ان سے نرمی کی بات کہدینا

شان نزول

سعید بن منصور نے حضرت سبار بن حکم کی روایت سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ کپڑا آیا آپ نے اس کو مستحقین میں تقسیم فرمایا، کپڑا ختم ہو جانے کے بعد کچھ اور لوگ آئے، ان کو کپڑا نہ ملا اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

اس آیت پاک میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے واسطے سے پوری امّت کو اعلیٰ قسم کی اخلاقی تعلیم دی گئی ہے کہ اگر کوئی ضرورت مند تم سے سوال کرے اور آپ کے پاس دینے کے لئے کچھ نہیں ہے تو ان کو سختی اور بداخلاقی سے جواب نہ دے بلکہ نرم اور میٹھے طریقہ سے معذرت کردے مثلاً کہہ دے کہ بھائی جب خدا ہم کو دے گا تو انشاء اللہ تمہاری خدمت بھی کریں گے، یا انھیں دعا دے کر رخصت کردے کہ اللہ تمہاری مشکل آسان کردے اور تمہاری وہماری مدد فرمائے۔

وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُولَةً إِلَىٰ عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ

اور نہ تو اپنا ہاتھ گردن ہی سے باندھ لینا چاہیے اور نہ بالکل ہی کھول دینا چاہیے ورنہ الزام خوردہ

مَلُومًا مَّحْسُورًا ﴿٢٩﴾ إِنَّ رَبَّكَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَن يَشَاءُ وَيَقْدِرُ ۚ إِنَّهُ كَانَ

تہی دست ہوکر بیٹھ رہوگے بلاشبہ تیرا رب جس کو چاہتا ہے زیادہ رزق دیتا ہے اور وہی تنگی کردیتا ہے

بِعِبَادِهِ خَبِيرًا بَصِيرًا ﴿٣٠﴾

بے شک وہ اپنے بندوں کو خوب جانتا ہے دیکھتا ہے۔

واقعہ شان نزول

اس آیت کے شان نزول کے سلسلہ میں حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ اور حضرت جابرؓ سے ایک واقعہ مروی ہے، فرماتے ہیں کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک لڑکا حاضر ہوا، اور اس نے آپ سے عرض کیا کہ میری والدہ نے ایک کرتہ مانگا ہے، اس وقت آپ کے پاس صرف وہی ایک کرتا تھا جو آپ نے پہن رکھا تھا، لہذا آپ نے فرمایا، اس وقت کوئی کرتہ نہیں ہے جب کہیں سے آئے گا دیدیں گے، لڑکا گھر جاکر واپس آیا اور عرض کیا کہ میری والدہ نے کہا ہے جو کرتا آپ کے بدن مبارک پر ہے وہی عطا فرما دیجیے، آپ نے اپنے بدن مبارک سے کرتا اتار کر اس کے حوالے فرمادیا اور خود ننگے بدن ہوگئے، نماز کا وقت ہوا، حضرت بلال رضؓ نے اذان دی مگر آپ نماز کے لئے باہر تشریف نہ لائے تو صحابۂ کرام کو فکر ہوئی، بعض حضرات اندر حاضر ہوئے تو دیکھا آپ کرتے کے بغیر ننگے بدن بیٹھے ہیں، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

خرچ کرنے میں میانہ روی اختیار کیجیے

اس آیت میں خرچ کرنے میں میانہ روی اختیار کرنے کی ہدایت کی گئی ہے، ارشاد ہے کہ نہ تو خرچ کرنے سے ہاتھ بالکل روک ہی دو اور بخل پر اتر آؤ کہ لوگ کنجوس مکھی چوس کہنے لگیں، اور نہ ہی خرچ کرنے میں اس قدر فراخی اختیار کرو کہ فضول خرچی ہونے لگے اور آخر کار خود محتاج ہوکر اپنے اہل و عیال کے حقوق بھی ادا نہ کرسکو، حدیث پاک میں ہے کہ جس نے میانہ روی اختیار کی وہ محتاج

نہیں ہوا۔

اس آیت سے بظاہر اس طرح خرچ کرنے کی ممانعت معلوم ہوتی ہے جس کے بعد خود فقیر و محتاج ہو جائے اور پریشانی میں پڑ جائے امام قرطبیؒ نے فرمایا کہ یہ حکم مسلمانوں کے عام حالات کے لئے ہے جو خرچ کرنے کے بعد تکلیفوں سے پریشان ہو کر پچھلے خرچ کئے ہوئے پر پچھتائیں اور افسوس کریں، مگر جو لوگ اس قدر بلند حوصلہ ہوں کہ بعد کی پریشانی سے نہ گھبرائیں اور اہل حقوق کے حقوق بھی ادا کر سکیں ان کے لئے یہ پابندی نہیں، یہی وجہ ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عام عادت یہ تھی کہ کل کیلئے کچھ ذخیرہ نہ کرتے تھے جو کچھ آج آیا آج ہی خرچ فرما دیتے تھے، اور بسا اوقات بھوک وفاقہ کی تکلیف بھی پیش آتی رہتی تھی جس کو آپ بڑی خندہ پیشانی سے برداشت فرماتے تھے، اور صحابہ کرام رضؓ میں بھی بہت سے ایسے حضرات ہیں جنہوں نے حضور علیہ السلام کے عہد مبارک میں اپنا تمام مال اللہ کی راہ میں خرچ کر ڈالا اور حضورؐ نے ان کو منع نہ فرمایا، اس سے معلوم ہوا کہ اس آیت کی مخالفت ان لوگوں کے لئے ہے جو فقر و فاقہ کی تکلیف برداشت نہ کر سکیں اور خرچ کرنے کے بعد ان کو حسرت و افسوس ہو کہ کاش ہم خرچ نہ کرتے، یہ صورت ان کے پچھلے عمل کو فاسد کر دے گی اس لئے اس سے منع فرما دیا گیا ہے۔

امیر و غریب بنانے میں اللہ کی حکمت

اِنَّ رَبَّکَ یَبۡسُطُ الخ یعنی مالدار و غریب بنانا اللہ کے حکم اور حکمت سے ہوتا ہے اور وہی اپنے بندوں کے حال کو خوب جانتا اور دیکھتا ہے، اسی کے مطابق معاملہ فرماتا ہے، چنانچہ حدیث قدسی میں حق تعالیٰ شانہٗ فرما رہے ہیں کہ میرے بعض بندے وہ ہیں جن کی بھلائی غریب رہنے میں ہے اگر میں ان کو مالدار کر دیتا تو ان کا دین تباہ ہو جاتا، اور بعض بندے وہ ہیں جن کی بھلائی مالدار بنانے میں ہے اگر ان کو غریب بنا دیا جاتا تو وہ دین پر قائم نہ رہ سکتے۔

وَلَا تَقۡتُلُوۡۤا اَوۡلَادَکُمۡ خَشۡیَۃَ اِمۡلَاقٍ ؕ نَحۡنُ نَرۡزُقُہُمۡ وَ اِیَّاکُمۡ ؕ

اور اپنی اولاد کو ناداری کے اندیشہ سے قتل مت کرو ہم ان کو بھی رزق دیتے ہیں

اِنَّ قَتۡلَہُمۡ کَانَ خِطۡاً کَبِیۡرًا ﴿۳۱﴾

اور تم کو بھی بے شک ان کا قتل کرنا بڑا بھاری گناہ ہے

قتلِ اولاد عظیم گناہ ہے

اس آیت میں ارشاد خداوندی ہے کہ اپنی اولاد کو غربت کے خوف سے قتل مت کرو، کیونکہ سب کو رزق دینے والے ہم ہیں، ہم ان کو (بچوں کو) بھی رزق دیتے ہیں اور تم کو بھی۔ بلاشبہ اولاد کو قتل کرنا بہت بڑا گناہ ہے۔

زمانہ جاہلیت میں خرچہ اٹھانے کے خوف سے اولاد خصوصاً بیٹیوں کو قتل کرنے کا عام رواج تھا اس آیت میں ان کی اصلاح فرمائی ہے، آج کے اس ترقی یافتہ دور میں بھی انسان اسی پرانے خیالات کا پجاری ہے، اور کثرت آبادی اور اس کے خرچے سے خوفزدہ ہو کر ضبط تولید اور فیملی پلاننگ کو رائج کر رہا ہے۔

وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ۭ وَسَاۗءَ سَبِيْلًا ۝۳۲

اور زنا کے پاس بھی مت پھٹکو، بلاشبہ وہ بڑی بے حیائی کی بات ہے اور بری راہ ہے

زنا ایک سنگین جرم ہے

اس آیت میں زنا بلکہ ایسی باتوں تک سے بچنے کی سخت تاکید فرمائی گئی ہے جن کی وجہ سے حرام کاری میں پھنسنے کا اندیشہ ہو اور فرمایا کہ بلاشبہ زنا بڑی بے حیائی کا کام ہے، اور جس انسان میں حیا ہی نہ رہی تو وہ انسانیت سے محروم ہوجاتا ہے پھر اسکے نزدیک اچھے برے کام میں کوئی فرق نہیں رہتا۔

جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ شادی شدہ زناکار پر ساتوں آسمان اور ساتوں زمین لعنت کرتے ہیں، اور دوزخ میں ایسے لوگوں کی شرم گاہوں سے ایسی سخت بدبو پھیلے گی کہ دوزخی بھی اس سے پریشان ہوں گے، بخاری و مسلم شریف کی ایک حدیث میں ہے کہ زنا کرتے وقت مومن کا ایمان نہیں رہتا، یعنی اس زنا کی نحوست کی وجہ سے ایمان اسکے اندر سے نکل کر باہر آجاتا ہے،

اے مؤمنو! ذرا سوچو اگر اس وقت موت آجائے تو کفر پر خاتمہ ہوگا اور پھر ہمیشہ کے لئے دوزخ کے عذاب کا مستحق ہوجائے گا۔ اللہ ہماری حفاظت فرمائے۔

وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ۭ وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا فَقَدْ جَعَلْنَا

اور جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے حرام فرمایا ہے اس کو قتل مت کرو ہاں مگر حق پر اور جو شخص ناحق قتل کیا جاوے تو ہم نے

لِوَلِيِّهٖ سُلْطٰنًا فَلَا يُسْرِفْ فِّي الْقَتْلِ ۭ اِنَّهٗ كَانَ مَنْصُوْرًا ۝۳۳

اس کے وارث کو اختیار دیا ہے سو اس کو قتل کے بارہ میں حد سے تجاوز نہ کرنا چاہئے اور وہ شخص طرفداری کے قابل ہے۔

قتل ناحق حرام ہے

اس آیت میں فرمایا گیا ہے کہ کسی انسان کو ناحق قتل کرنا بہت بڑا گناہ اور حرام ہے، حضور علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ ہر گناہ کی امید ہے کہ اللہ معاف فرمادے مگر وہ آدمی جو حالت کفر میں مرا، اور وہ شخص جس نے جان بوجھ کر کسی مسلمان کو ناحق قتل کیا، بخاری و مسلم شریف میں حضرت عبداللہ ابن مسعود سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی مسلمان

کا خون حلال نہیں مگر تین حالتوں میں، اول یہ کہ اس نے شادہ شدہ ہونے کے باوجود زنا کیا ہو (اس کی شرعی سزا یہ ہے کہ پتھراؤ کرکے اس کو مارڈالا جائے) دوسرے وہ جس نے کسی انسان کو ناحق قتل کیا ہو، (اس کی شرعی سزا یہ ہے کہ مقتول کے ولی اسکو بدلے میں قتل کرڈالیں) تیسرے وہ شخص دین اسلام سے پھر گیا ہو (اس کی سزا بھی قتل ہے)

اس آیت کے اخیر میں فرمایا کہ اللہ نے مقتول کے وارثوں کو یہ حق دیا ہے کہ وہ حکومت سے کرخون کا بدلہ لیں، لیکن بدلہ لینے میں حد سے نہ گزریں مثلاً قاتل کی جگہ غیر قاتل کو سزا دلوانے لگیں یا قاتل کے ساتھ دوسرے بے گناہوں کو بھی شامل کریں، یا قاتل کے ہاتھ پاؤں ناک کان وغیرہ اعضاء کاٹ کر تکلیف پہونچا کر قتل کریں۔

اسلامی قانون کی شان

اسلامی قانون کی ایک خاص ہدایت یہ ہے کہ ظلم کا بدلہ ظلم سے لینا جائز نہیں ہے بدلہ میں بھی انصاف کا لحاظ رکھنا ضروری ہے جب تک وارث اپنے مقتول کا بدلہ انصاف کیساتھ لیتے رہینگے اس وقت تک اسلامی قانون ان کے حق میں ہے اور اللہ ان کا مددگار رہے اور اگر بدلہ لینے میں حد سے آگے بڑھ گئے تو اب یہ مظلوم کے بجائے ظالم بن گئے اب اللہ اور اسکا قانون اسکی مدد کرنے کے بجائے دوسرے فریق (قاتل) کی مدد کریگا اس کوظلم سے بچائیگا

وَلَا تَقْرَبُوا مَالَ الْيَتِيمِ إِلَّا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ حَتَّىٰ يَبْلُغَ أَشُدَّهُ ۚ وَأَوْفُوا

اور یتیم کے مال کے پاس نہ جاؤ مگر ایسے طریقہ سے جو مستحسن ہے یہاں تک کہ وہ اپنے سن بلوغ کو پہنچ جاوے

بِالْعَهْدِ ۖ إِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُولًا ﴿٣٤﴾ وَأَوْفُوا الْكَيْلَ إِذَا كِلْتُمْ وَزِنُوا

اور عہد کو پورا کرو بیشک عہد کی باز پرس ہونے والی ہے اور جب ناپ تول کر دو تو پورا ناپو اور صحیح ترازو سے

بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيمِ ۚ ذَٰلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا ﴿٣٥﴾

تول کر دو یہ اچھی بات ہے اور انجام بھی اس کا اچھا ہے۔

مال یتیم کی حفاظت کیجئے

ان دو آیتوں میں تین حکم بیان کئے گئے ہیں اول یہ کہ اگر یتیم کا مال تمھاری سپردگی میں آئے تو اس کی مکمل حفاظت کریں، بچوں کی ضرورت میں بھی پوری احتیاط سے ان کی مصلحت کے مطابق خرچ کریں اپنی خواہش یا بے فکری سے خرچ نہ کریں، اور جب وہ جوان ہوجائیں اور ان کی جسمانی و دماغی قوت پورا کام کرنے لگے تو ان کا مال ان کے سپرد کردیں

عہد پورا کیجئے

دوسرا حکم یہ بیان کیا گیا کہ عہد کو پورا کریں، عہد پورا نہ کرنے پر سخت باز پرس ہوگی، اس میں تمام عہد داخل ہیں، وہ عہد بھی جو ازل میں تمام انسانوں مومن وکافر سب نے کیا تھا کہ ہاں (اے خدا) آپ ہمارے رب ہیں، اور وہ عہد بھی اس میں داخل ہے جو مسلمانوں نے کلمۂ شہادت کے ذریعہ کیا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ دین اسلام کا مکمل اتباع کیا جائے، اور اس میں وہ عہد بھی داخل ہے جو لوگ آپس میں ایک دوسرے سے اپنے

معاملات میں کرتے ہیں، ان کا پورا کرنا بھی ضروری ہے بشرطیکہ وہ شریعت کے خلاف نہ ہو۔

ناپ تول میں کمی نہ کیجئے

تیسرا حکم یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب کسی چیز کو ناپ تول کر دیا جائے تو پورا پورا ناپا تولا جائے، اس میں ذرہ بھی کمی نہ کرے، یہ بھی ایک سنگین جرم ہے، اس جرم کی وجہ سے حضرت شعیبؑ کی قوم ہلاک کی گئی، روایات میں ہے کہ جو شخص کسی حرام چیز پر قدرت پاکر محض خدا کے خوف سے رک جائے تو اللہ تعالیٰ اس دنیا میں اس کو اس کا بہترین بدلہ عنایت فرمادیتے ہیں، آخر میں ناپ تول پورا کرنے کے دو فائدے بیان کئے اول یہ کہ صحیح ناپ تولنے والے کو سبھی بھلا اور اچھا سمجھتے ہیں، اس کی تعریف کرتے ہیں، دوسرے یہ کہ انجام کے اعتبار سے بہتر ہوتا ہے، آخرت کا انجام جنت میں داخل ہونا ہے اور دنیا کا انجام تجارت میں ترقی ہونا ہے، بغیر ایمانداری کے کوئی بھی تاجر اپنا مقام نہیں بنا سکتا۔

وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ؕ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ

اور جس بات کی تجھ کو تحقیق نہ ہو اس پر عمل درآمد مت کیا کر کیونکہ کان اور آنکھ اور دل

كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا ﴿۳۶﴾

ہر شخص سے ان سب کی پوچھ ہوگی۔

بلا تحقیق کچھ مت کہئے

اس آیت میں فرمایا گیا ہے کہ بلا تحقیق زبان سے کچھ مت کہو اور نہ عمل کرو اور نہ ہی سنی سنائی باتوں پر بلا سوچے سمجھے کوئی حکم لگاؤ، بے تحقیق باتیں سنکر کسی سے بدلہ لینا یا بغض وعداوت پیدا مت کرو، مکمل تحقیق کئے بغیر کوئی گواہی مت دو، بلا دیکھے سنے کسی چیز کے متعلق یہ مت کہو کہ میں نے دیکھا اور سنا ہے، کسی غیر معلوم چیز کے متعلق مت کہو کہ میں جانتا ہوں، غرضیکہ جب تک کسی چیز کا صحیح علم نہ ہوجائے تو اس کے متعلق کچھ نہ کہو۔

اس کے بعد یہ فرمایا گیا ہے کہ قیامت کے دن ہر شخص سے اس کے کان، آنکھ اور دل کے متعلق بازپرس ہوگی کہ آنکھ کا استعمال کس کس کام میں کیا وہ کام میں اچھے تھے یا برے، دل سے کن چیزوں کا یقین کیا، کوئی عقیدہ دل میں شریعت کے خلاف تو نہیں جمایا، اگر جمایا ہوگا اور کان آنکھ اور دوسرے اعضاء سے کام غلط کئے ہوں گے تو عذاب دیا جائے گا۔

وَلَا تَمْشِ فِى الْاَرْضِ مَرَحًا ۚ اِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْاَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ

اور زمین پر اتراتا ہوا مت چل تو نہ تو زمین کو پھاڑ سکتا ہے اور نہ پہاڑوں کی لمبائی کو

الْجِبَالَ طُوْلًا ﴿۳۷﴾ كُلُّ ذٰلِكَ كَانَ سَيِّئُهٗ عِنْدَ رَبِّكَ مَكْرُوْهًا ﴿۳۸﴾

پہنچ سکتا ہے یہ سارے برے کام تیرے رب کے نزدیک بالکل ناپسند ہیں۔

تکبر سے اترا کر مت چلئے اس آیت میں اس بات سے منع فرمایا گیا ہے کہ تکبر سے اترا کر مت چلو، کیونکہ متکبروں کی چال چلنی انسان کو زیبا نہیں، نہ تو زور سے پاؤں مار کر وہ زمین کو پھاڑ سکتا ہے اور نہ گردن ابھارنے اور سینہ تاننے سے اونچا ہو کر پہاڑوں کے برابر ہو سکتا ہے،

تکبر درحقیقت انسان کے دل سے متعلق ایک کبیرہ گناہ ہے انسان کی چال ڈھال میں جو چیزیں تکبر پر دلالت کرنے والی ہیں وہ بھی ناجائز ہیں، متکبرانہ انداز سے چلنا خواہ زمین پر زور سے نہ چلے اور تن کر اونچا ہو کر نہ چلے تب بھی ناجائز ہے، تکبر کے معنی اپنے آپ کو دوسروں سے افضل و اعلیٰ سمجھنا اور دوسروں کو اپنے مقابلہ میں کمتر و حقیر سمجھنا ہے، احادیث پاک میں تکبر پر سخت وعیدیں آئی ہیں، بعض کو یہاں لکھا جاتا ہے۔

تکبر پر وعیدات مسلم شریف میں حضرت عیاض بن عمار رضؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میرے پاس بذریعہ وحی یہ حکم بھیجا ہے کہ تواضع اور پستی اختیار کرو، کوئی آدمی کسی دوسرے پر اپنی بڑائی اور فخر کا طرز اختیار نہ کرے اور کوئی کسی پر ظلم نہ کرے، مسلم شریف ہی میں حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضؓ سے مروی ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ جس کے دل میں ذرہ برابر بھی تکبر ہوگا وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

یہاں تک پندرہ آیتیں مکمل ہوگئیں، ان میں تیرہ احکام بیان کئے گئے ہیں، ان تمام احکام کے متعلق اس آیت کے اخیر میں فرمایا جا رہا ہے کہ یہ جملہ مذکورہ احکام تیرے رب کے نزدیک بالکل ناپسند ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ جن کاموں کے کرنے کا حکم کیا ہے ان کا نہ کرنا اللہ کو ناپسند ہے اور جن سے بچنے کا حکم دیا ہے ان کا کرنا اللہ کو ناپسند ہے

ذٰلِكَ مِمَّآ اَوْحٰٓى اِلَيْكَ رَبُّكَ مِنَ الْحِكْمَةِ ؕ وَلَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ

یہ باتیں اس حکمت میں کی ہیں جو خدائے تعالیٰ نے آپ پر وحی کے ذریعہ سے بھیجی ہیں اور اللہ برحق کے ساتھ

فَتُلْقٰى فِيْ جَهَنَّمَ مَلُوْمًا مَّدْحُوْرًا ﴿۳۹﴾

کوئی اور معبود تجویز مت کرنا ورنہ تو الزام خوردہ اور راندہ ہو کر جہنم میں پھینک دیا جاویگا

تفسیر:۔ اس آیت میں بیان ہے کہ پچھلی پندرہ آیات میں جو تیرہ احکام اور قیمتی نصیحتیں کی گئی ہیں یہ وہ علم و حکمت اور تہذیب و اخلاق کی باتیں ہیں جو اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم نے آپ پر بذریعۂ وحی بھیجی

ہیں، بس اے لوگو تم محمد عربی کو اپنا رسول مانو اور صرف ایک خدا کی بندگی کرو. اگر اس کے ساتھ تم نے کسی کو شریک کیا تو آخرت میں ذلیل وخوار ہوگے اور بری طرح دھکے دیکر دوزخ میں پھینک دیئے جاؤ گے

اَفَاَصْفٰكُمْ رَبُّكُمْ بِالْبَنِيْنَ وَاتَّخَذَ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ اِنَاثًا ؕ

تو کیا تمھارے رب نے تم کو تو بیٹوں کے ساتھ خاص کیا ہے اور خود فرشتوں کو بیٹیاں بنائی ہیں

اِنَّكُمْ لَتَقُوْلُوْنَ قَوْلًا عَظِيْمًا ۴۰ ع

بے شک تم بڑی بات کہتے ہو.

گستاخ لوگ

اس آیت میں زمانۂ جاہلیت کے عربوں کو مخاطب کرکے فرمایا گیا ہے کہ بڑے افسوس کی بات ہے کہ تم خدائے تعالیٰ کے لئے اولاد تجویز کرتے ہو اور اولاد بھی بیٹیاں جن کو تم نہایت حقارت کی نظر سے دیکھتے ہو اور اپنے لئے پسند نہیں کرتے، یہ بہت بڑی گستاخی ہے اس سے باز آجاؤ نہیں تو سخت سزا پاؤ گے۔

وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لِيَذَّكَّرُوْا ؕ وَمَا يَزِيْدُهُمْ اِلَّا نُفُوْرًا ۴۱ قُلْ

اور ہم نے اس قرآن میں طرح طرح سے بیان کیا ہے تاکہ اچھی طرح سے سمجھ لیں اور ان کو نفرت ہی بڑھتی جاتی ہے آپ فرمایئے کہ اگر

لَّوْ كَانَ مَعَهٗٓ اٰلِهَةٌ كَمَا يَقُوْلُوْنَ اِذًا لَّابْتَغَوْا اِلٰى ذِي الْعَرْشِ سَبِيْلًا ۴۲

اس کے ساتھ اور معبود بھی ہوتے جیسا یہ لوگ کہتے ہیں تو اس حالت میں عرش والے تک انھوں نے رستہ ڈھونڈھ لیا ہوتا۔

قرآن کا انداز بیان

اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں کہ ہم نے اس قرآن میں مشرکین کو شرک کی برائی اور توحید کی اہمیت مختلف طور پر عجیب عجیب دلائل سے سمجھائی ہے مگر ان بدبختوں نے سمجھنے کے بجائے نفرت کی، اور دور بھاگے، صاحب تفسیر مظہری نے اس آیت کی تفسیر یہ کی ہے کہ اس قرآن میں ہم نے جو احکامات دلائل، حکمتیں اور نصیحتیں بیان کی ہیں وہ اسلئے تاکہ لوگ نصیحت حاصل کریں مگر لوگ اس سے دور بھاگتے ہیں۔

اس کے بعد مشرکین سے فرمایا جارہا ہے کہ اگر خدائے برحق کے علاوہ اور کوئی بھی خدا ہوتا جیساکہ تم کہتے ہو، تو وہ عرش والے حقیقی خدا پر چڑھائی کر دیتے کیونکہ وہ رعایا بن کر رہنا پسند نہ کرتے اور اس طرح جب خداؤں میں جنگ ہوجاتی تو دنیا کا نظام درہم برہم ہوجاتا مگر شروع سے لے کر آج تک دنیا کا نظام بالکل صحیح چل رہا ہے جو اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ خدا کی ذات صرف ایک ہے،

اس کے ساتھ کوئی شریک نہیں، بس خدائے تعالیٰ کی ذات پاک اور بالا و برتر ہے۔ ان تمام باتوں سے جو یہ مشرکین کہتے ہیں۔

سُبْحٰنَهٗ وَ تَعٰلٰى عَمَّا يَقُوْلُوْنَ عُلُوًّا كَبِيْرًا ﴿۴۳﴾ تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ

یہ لوگ جو کچھ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ اس سے پاک اور بہت زیادہ برتر ہے تمام ساتوں آسمان اور زمین اور جتنے ان

وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ ؕ وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ

میں ہیں ان کی پاکی بیان کر رہے ہیں اور کوئی چیز ایسی نہیں جو تعریف کے ساتھ اس کی پاکی بیان نہ کرتی ہو لیکن

تَسْبِيْحَهُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا ﴿۴۴﴾

تم لوگ ان کی پاکی بیان کرنے کو سمجھتے نہیں ہو وہ بڑا حلیم ہے، بڑا غفور ہے۔

کائنات کی ہر چیز تسبیح پڑھتی ہے

اس آیت میں بیان فرمایا گیا ہے کہ تمام آسمانوں، زمین اور جس قدر چیزیں ان میں ہیں وہ سب اللہ تعالیٰ کی تعریف میں لگی ہوئی ہیں اپنے مخلوق اور اللہ کے خالق ہونے اور اس کے شریک نہ ہونے کو بیان کرتی ہے، جیسی زبان ان کو اللہ کی طرف سے دی گئی ہے اسی میں وہ تسبیح پڑھتی ہیں یہ دوسری بات ہے کہ لوگ ان کی تسبیح کو نہیں سمجھتے۔

اس کے بعد بیان ہے کہ پوری کائنات جس ذات کی تسبیح کرے اور شرک سے اس کی پاکی بیان کرے تم اس کے لئے شرکاء اولاد اور بیٹیاں تجویز کرتے ہو۔ یہ ایسی گستاخی تھی کہ تمکو فوراً ہلاک کردیا جاتا مگر چونکہ خدا کی ذات حلیم ہے اس لئے وہ سزا دینے میں جلدی نہیں کرتا اور جو توبہ کرتا ہے اس کو بخش دیتا ہے۔

وَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ جَعَلْنَا بَيْنَكَ وَبَيْنَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ حِجَابًا

اور جب آپ قرآن پڑھتے ہیں تو ہم آپ کے اور جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ان کے درمیان میں ایک پردہ

مَّسْتُوْرًا ﴿۴۵﴾ وَّ جَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَفِيْۤ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ؕ وَاِذَا

حائل کر دیتے ہیں اور ہم ان کے دلوں پر حجاب ڈالتے ہیں اس سے کہ وہ سمجھیں اور ان کے کانوں میں ڈاٹ

ذَكَرْتَ رَبَّكَ فِي الْقُرْاٰنِ وَحْدَهٗ وَلَّوْا عَلٰۤى اَدْبَارِهِمْ نُفُوْرًا ﴿۴۶﴾ نَحْنُ اَعْلَمُ

دیتے ہیں اور جب آپ قرآن میں صرف اپنے رب کا ذکر کرتے ہیں تو وہ لوگ نفرت کرتے ہوئے پشت پھیر کر چل دیتے

بِمَا يَسْتَمِعُونَ بِهٖٓ اِذْ يَسْتَمِعُونَ اِلَيْكَ وَاِذْ هُمْ نَجْوٰٓى اِذْ يَقُولُ الظّٰلِمُونَ

ہیں جس وقت یہ لوگ آپ کی طرف کان لگاتے ہیں تو ہم خوب جانتے ہیں جس غرض سے یہ سنتے ہیں اور جس

اِنْ تَتَّبِعُونَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُورًا ﴿۴۷﴾ اُنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوا لَكَ الْاَمْثَالَ فَضَلُّوا

وقت یہ لوگ آپس میں سرگوشیاں کرتے ہیں جب کہ یہ ظالم یوں کہتے ہیں کہ تم لوگ محض ایسے شخص کا ساتھ دے رہے ہو

فَلَا يَسْتَطِيعُونَ سَبِيلًا ﴿۴۸﴾

جس پر جادو کا اثر ہو گیا ہے آپ دیکھئے تو یہ لوگ آپ کیلئے کیسے کیسے القاب تجویز کرتے ہیں سو یہ لوگ گمراہ ہو گئے تو رستہ نہیں پا سکتے

بدنصیب لوگ

ارشاد خداوندی ہے کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جب آپ لوگوں کو تبلیغ کرنے کے لئے قرآن کریم کی تلاوت کرتے ہیں تو ہم آپ کے اور ان لوگوں کے درمیان جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے (کافرین ومشرکین) ایک پردہ حائل کر دیتے ہیں، جس کی وجہ سے وہ قرآن کریم کے مقصد کو سمجھ نہیں پاتے اور ان کے کانوں میں ڈاٹ لگا دیتے ہیں جس کی وجہ سے وہ قرآن مقدس کو سن نہیں پاتے، اپنی بداعمالیوں، نافرمانیوں اور کفر و شرک کی وجہ سے یہ لوگ قرآن کریم کو عمل کی نیت سے سننے اور قبول حق کی غرض سے سمجھنے کی صلاحیت کھو بیٹھے، یہی وہ پردہ اور ڈاٹ ہے جس کی وجہ سے یہ نہ قرآن کریم کو سن سکتے ہیں اور نہ سمجھ سکتے ہیں جو خود ان کی اپنی پیدا کی ہوئی ہے اور چونکہ ہر چیز کے پیدا کرنے والی اللہ کی ذات ہے اس لئے پردہ ڈالنے اور ڈاٹ لگانے کی نسبت اللہ نے اپنی طرف منسوب فرمائی ہے

اس کے بعد ارشاد ہے کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو معنوی پردے آپ کے اور مشرکین کے درمیان حائل ہیں ان کا اثر یہ ہے کہ جب آپ وہ آیتیں تلاوت فرماتے ہیں جن میں توحید کا بیان اور شرک کا رد ہے تو یہ لوگ نفرت کرتے ہوئے پشت پھیر کر بھاگ جاتے ہیں، اور جب کبھی یہ آپ کی تلاوت قرآن کو کان لگا کر سنتے ہیں تو اس کی غرض صرف یہ ہوتی ہے کہ اعتراض و نکتہ چینی اور طعنہ و تشنیع کریں، آپ کا اور قرآن کا مذاق اڑائیں اور قرآن سننے کے بعد جب یہ آپس میں اکٹھے ہوتے ہیں تو اپنی برادری کے ان لوگوں سے جو مسلمان ہو چکے ہیں کہتے ہیں کہ پاگلو تم جس شخص (محمد عربی ﷺ) کے کہنے پر چل رہے ہو وہ جادو کے اثر سے مجنون اور دیوانہ ہو گیا ہے، اس کا دماغ ٹھکانے نہیں رہا (نعوذ باللہ) ان کا مقصد اس قسم کی الزام تراشی سے یہ تھا کہ لوگ آپ کا اتباع نہ کریں۔

اخیر آیت میں فرمایا جا رہا ہے کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ذرا آپ دیکھئے تو یہ بدنصیب آپ کے لئے کیسے کیسے القاب تجویز کر رہے ہیں، کبھی شاعر کہتے ہیں، کبھی جادوگر، کبھی کاہن کبھی مجنون و دیوانہ آپ کی گستاخی اور اپنی حد درجہ سرکشی کی وجہ سے یہ لوگ بالکل ہی گمراہ ہو چکے ہیں، اب کبھی بھی ہدایت

کا راستہ نہیں پا سکتے۔

وَقَالُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّرُفَاتًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا جَدِيْدًا ۝۴۹ قُلْ

اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ کیا جب ہم ہڈیاں اور چورا ہو جاویں گے تو کیا ہم از سر نو پیدا اور زندہ کئے جاویں گے، آپ

كُوْنُوْا حِجَارَةً اَوْ حَدِيْدًا ۝۵۰ اَوْ خَلْقًا مِّمَّا يَكْبُرُ فِيْ صُدُوْرِكُمْ ۚ فَسَيَقُوْلُوْنَ مَنْ يُّعِيْدُنَا ؕ

فرما دیجئے کہ تم پتھر یا لوہا یا اور کوئی مخلوق ہو کر دیکھ لو جو تمہارے ذہن میں بہت ہی بعید ہو اس پر پوچھیں گے کہ وہ کون

قُلِ الَّذِيْ فَطَرَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ۚ فَسَيُنْغِضُوْنَ اِلَيْكَ رُءُوْسَهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى

ہے جو ہم کو دوبارہ زندہ کرے گا آپ فرما دیجئے کہ وہ ہے جس نے تم کو اول بار میں پیدا کیا تھا اس پر آپ کے آگے سر ہلا ہلا کر

هُوَ ؕ قُلْ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ قَرِيْبًا ۝۵۱ يَوْمَ يَدْعُوْكُمْ فَتَسْتَجِيْبُوْنَ بِحَمْدِهٖ وَتَظُنُّوْنَ

کہیں گے کہ یہ کب ہوگا، آپ فرما دیجئے کہ عجب نہیں یہ قریب ہی آپہونچا ہو یہ اس روز ہوگا کہ اللہ تعالیٰ تم کو پکارے گا

اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا ۝۵۲ ع

اور تم اس کی حمد کرتے ہوئے حکم کی تعمیل کرلو گے اور تم یہ خیال کرو گے کہ تم بہت ہی کم رہے تھے

مشرکین کے کچھ شبہوں کے جوابات

مشرکین کہا کرتے تھے کہ مرنے کے بعد آدمی کا بدن گل سڑ کر سفید ہڈیاں رہ جاتی ہیں، کچھ دن بعد وہ بھی ریزہ ریزہ ہو کر مٹی میں مل جاتی ہیں، پھر کیسے آدمی دوبارہ زندہ کیا جا سکتا ہے؟ اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ انسانی ہڈیوں کے ریزہ اور اس کے خاکی ذرّات تو انسان ہی کا جز ہیں ان میں جان ڈالنا تو اتنا مشکل نہیں، ہم تو یہ کہتے ہیں کہ اگر پتھر یا لوہا بلکہ اس سے بھی زیادہ سخت چیز مثلاً آسمان زمین پہاڑ وغیرہ بن سکو تو بن کر دیکھ لو ہم اس میں بھی جان ڈال کر دوبارہ زندہ کر دیں گے۔

اقوال و تحقیق

:- فَتَسْتَجِيْبُوْنَ بِحَمْدِهٖ الخ یعنی سب اللہ کی تعریف کرتے ہوئے حاضر ہوں گے اس وقت تمام مؤمنین و کافرین اللہ کی حمد کریں گے کافرین کے منھ سے اس وقت غیر اختیاری طور پر حمد کے یہ الفاظ سُبْحَانَكَ وَبِحَمْدِكَ نکلیں گے مگر اس پر انھیں کوئی اجر نہیں ملے گا، بعض مفسرین نے فرمایا کہ حمد صرف مسلمان کریں گے کافرین ہائے ہائے اور واویلا کریں گے چنانچہ قرآن کریم میں ہے کہ جب کافرین اٹھیں گے تو کہیں گے يٰوَيْلَنَا مَنْ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا یعنی ہائے افسوس ہمیں کس نے ہماری قبروں سے زندہ کر کے اٹھایا ان دونوں اقوال میں کوئی تعارض نہیں ہو سکتا ہے کہ شروع میں حمد کرتے ہوئے اٹھیں بعد میں جب کافروں کو مسلمانوں سے علیحدہ کر دیا جائے گا تو اس وقت ان کی زبان سے وہ کلمات نکلیں گے جو اوپر آیت میں مذکور ہیں۔

دوسرا سوال ان کا یہ تھا کہ ان ذرات میں آخر زندگی ڈالنے والا ہے کون ؟ اس کا جواب دیا گیا کہ وہی قادر مطلق کی ذات ہے جس نے تمکو پہلی مرتبہ پیدا کیا جب تمھارا وجود بھی نہ تھا اب کم از کم تمھاری ہڈیوں کے ذرات تو ہیں ان میں دوبارہ زندگی ڈال کر تمھیں پھر ویسا ہی بنا دینا حق تعالیٰ کے لئے کچھ مشکل نہیں۔ اس کے بعد مشرکین آپ کے سامنے سر ہلا ہلا کر بطور مذاق کے سوال کریں گے، دوبارہ زندہ ہو کر اٹھنا آخر ہو گا کب ؟ اس کا جواب دیا گیا کہ وہ وقت جلد ہی آنے والا ہے، اور یاد رکھو جس دن وہ وقت آئے گا تو اللہ تعالیٰ حضرت اسرافیل فرشتہ کے ذریعہ ایک آواز دیں گے جس سے تمام مردے اپنی قبروں یا جہاں کہیں بھی ہونگے نکل کر میدان حشر میں جمع ہو جائیں گے اور بلا اختیار خدا کی تعریف اور اس کے حکم کی تعمیل کرو گے اور اس دن کی ہولناک ہیبت کو دیکھ کر تمھارا یہ حال ہو گا کہ ہم بہت ہی کم مدت دنیا میں رہے تھے کوئی کہے گا دس دن کوئی کہے گا ایک دن، کوئی کہے گا صبح سے شام، کوئی کہے گا ایک گھنٹہ وغیرہ۔

وَقُلْ لِّعِبَادِیْ یَقُوْلُوا الَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ ؕ اِنَّ الشَّیْطٰنَ یَنْزَغُ بَیْنَهُمْ ؕ اِنَّ

اور آپ میرے بندوں سے کہدیجئے کہ ایسی بات کہا کریں جو بہتر ہو شیطان لوگوں میں فساد ڈلوا دیتا ہے

الشَّیْطٰنَ كَانَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوًّا مُّبِیْنًا ﴿۵۳﴾ رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِكُمْ ؕ اِنْ یَّشَاْ

واقعی شیطان انسان کا صریح دشمن ہے، تم سب کا حال تمھارا پروردگار خوب جانتا ہے اگر وہ چاہے تم پر رحمت

یَرْحَمْكُمْ اَوْ اِنْ یَّشَاْ یُعَذِّبْكُمْ ؕ وَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ عَلَیْهِمْ وَكِیْلًا ﴿۵۴﴾

فرمادے یا اگر وہ چاہے تم کو عذاب دینے لگے اور ہم نے آپ کو ان کا ذمہ دار بنا کر نہیں بھیجا۔

ایک اہم ہدایت

پچھلی آیات میں بیان ہوا کہ مشرکین اسلام، مسلمانوں اور جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر طعن کرتے اور مذاق اڑاتے، ان حالات کو دیکھ کر ممکن تھا کہ مسلمان تنگ دل ہو کر کافرین سے سختی کا برتاؤ کریں اس لئے اس آیت میں مسلمانوں کو ہدایت فرمائی گئی ہے کہ کفار کے جواب میں یا ان کو دین اسلام کی تبلیغ میں ایسے طریقہ پر بات کہیں جو اخلاق کے اعتبار سے سب سے بہتر ہو کیونکہ ترش روئی سے جو بات کہی جاتی ہے اس سے بجائے فائدے کے نقصان ہوتا ہے اور مخاطب ضد و عداوت پر اتر آتا ہے اور شیطان جو انسان کا کھلا دشمن ہے وہ ایسے موقع کی تلاش میں رہتا ہے وہ ایسے ہی موقع پر آپس میں بھڑا کر فساد کرا دیتا ہے۔

اس کے بعد فرمایا کہ اے لوگو تمھارا رب تمھارے حالات سے بخوبی واقف ہے وہ جس پر چاہتا ہے ایمان کی توفیق دیکر رحم فرماتا ہے اور جس کو چاہتا ہے اس کی بد عملی کی وجہ سے عذاب دیتا ہے بس ہم نے

آپ کو کافرین کا ذمہ دار بنا کر نہیں بھیجا کہ آپ ان کو زبردستی مسلمان بنا دیں، آپ کا کام صرف ہمارا پیغام پہونچا دینا ہے۔

وَرَبُّكَ اَعْلَمُ بِمَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِيّٖنَ

اور آپ کا رب خوب جانتا ہے ان کو جو کہ آسمانوں میں ہیں اور زمین میں ہیں اور ہم نے بعض نبیوں کو بعض پر

عَلٰى بَعْضٍ وَّ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا ﴿۵۵﴾

فضیلت دی ہے اور ہم داؤد علیہ السلام کو زبور دے چکے ہیں

کفار مکہ کے اعتراض کا جواب مکہ کے کافر اعتراض کرتے تھے کہ نبی ایسے شخص کو کیوں بنایا گیا ہے جو نہ مال و دولت میں ہم سے بڑھا ہوا ہے اور نہ دنیوی اقتدار میں، پس ہم اس یتیم نبی کی پیروی نہیں کرتے، اس آیت میں ان کے اس اعتراض کا جواب دیا گیا ہے، ارشاد ہے کہ زمین و آسمان کے تمام فرشتوں جنوں اور انسانوں کو اللہ تعالیٰ بخوبی جانتا ہے اس کو ہر ایک کے مراتب کا پورا علم ہے وہ جس میں صلاحیت دیکھتا ہے اسی کو دولت نبوت سے سرفراز فرماتا ہے، اس میں امیر و غریب کا کوئی فرق نہیں، اور پھر جس نبی کو چاہا دوسرے نبیوں پر فضیلت عطا فرما دیتا ہے۔

اخیر میں فرمایا کہ ہم نے حضرت داؤد علیہ السلام کو زبور عطا فرمائی، یہاں خاص طور پر زبور کا ذکر فرما کر حضور علیہ السلام اور آپ کی امت کی فضیلت کی طرف اشارہ ہے کیونکہ زبور میں حضور علیہ السلام کا خاتم الانبیاء اور آپ کی امت کا اشرف الامم ہونا بیان کیا گیا تھا۔

قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ فَلَا يَمْلِكُوْنَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَلَا

آپ فرما دیجئے کہ جن کو تم خدا کے سوا (معبود) قرار دے رہے ہو ذرا ان کو پکارو تو سہی سو وہ نہ تم سے تکلیف کو دور کرنے کا

تَحْوِيْلًا ﴿۵۶﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ يَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ اَيُّهُمْ

اختیار رکھتے ہیں اور نہ اس کے بدل ڈالنے کا یہ لوگ کہ جن کو مشرکین پکار رہے ہیں وہ خود ہی اپنے رب کی طرف ذریعہ ڈھونڈ رہے ہیں

اَقْرَبُ وَيَرْجُوْنَ رَحْمَتَهٗ وَيَخَافُوْنَ عَذَابَهٗ ؕ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُوْرًا ﴿۵۷﴾

کہ ان میں کون زیادہ مقرب بنتا ہے اور وہ اسکی رحمت کے امیدوار ہیں اور اسکے عذاب سے ڈرتے ہیں واقعی آپکے رب کا عذاب ہے بھی ڈرنے کے قابل

شان نزول:- صحیح بخاری شریف میں ہے کہ کچھ مشرکین جنوں کی پوجا کرتے تھے وہ جن مسلمان ہوگئے مگر یہ مشرکین ان کی پوجا ہی کرتے رہے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی، مشرکین سے کہا جا رہا

ہے کہ خدا کے علاوہ جن کو تم نے اپنا معبود بنا رکھا ہے، ان میں کوئی بھی ایسا بااختیار نہیں جو تمھاری پریشانی دور کر سکے یا ہلکی کر سکے یا تم سے ہٹا کر دوسرے پر ڈال سکے، اے مشرکین جن کو تم اپنا حاجت روا اور معبود سمجھتے ہو وہ خود اللہ تعالیٰ کی عبادت و بندگی میں مشغول ہیں اور اس کوشش میں ہیں کہ زیادہ سے زیادہ حق تعالیٰ کا قرب حاصل کر لیں وہ اللہ کی رحمت کے امیدوار ہیں اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں، حقیقت یہ ہے کہ ان دونوں چیزوں کے بغیر عبادت مکمل نہیں ہوتی، خوف گناہوں سے روکتا ہے اور امید عبادت و اطاعت پر ابھارتی ہے۔

بہر حال مشرکین کو یہ بات سمجھائی جا رہی ہے کہ جن کو تم اپنا معبود سمجھتے ہو وہ خود اللہ کی بندگی کرتے ہیں وہ خود اللہ کے محتاج ہیں تمھاری پریشانی کیسے دور کر سکتے ہیں بس تمھاری کامیابی اسی میں ہے کہ صرف اللہ کی بندگی کرو اور اسی کو اپنی ضروریات و پریشانی میں پکارو، وہی تمھاری مدد فرمائے گا۔

وَاِنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اِلَّا نَحْنُ مُهْلِكُوْهَا قَبْلَ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ اَوْ مُعَذِّبُوْهَا

اور ایسی کوئی بستی نہیں جس کو ہم قیامت سے پہلے ہلاک نہ کریں یا اس کو سخت عذاب نہ دیں

عَذَابًا شَدِيْدًا ؕ كَانَ ذٰلِكَ فِى الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا ﴿۵۸﴾

یہ بات کتاب میں لکھی ہوئی ہے

کفار کی ہلاکت

اس آیت پاک میں بیان ہے کہ کفار کی کوئی ایسی بستی نہیں جس کو ہم قیامت سے پہلے ہلاک نہ کریں یا قیامت کے دن اس کے رہنے والوں کو دوزخ کا سخت عذاب نہ دیں، اللہ کا یہ فیصلہ لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے جو ہر حال میں ہو کر رہے گا، مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی کافر دنیا میں ہلاک ہونے سے بچ گیا تو آخرت کے عذاب سے ہرگز نہ بچے گا۔

وَمَا مَنَعَنَآ اَنْ نُّرْسِلَ بِالْاٰيٰتِ اِلَّآ اَنْ كَذَّبَ بِهَا الْاَوَّلُوْنَ ؕ وَاٰتَيْنَا ثَمُوْدَ

اور ہم کو خاص معجزات کے بھیجنے سے یہی امر مانع ہوا کہ پہلے لوگ ان کی تکذیب کر چکے ہیں اور ہم نے قوم ثمود

النَّاقَةَ مُبْصِرَةً فَظَلَمُوْا بِهَا ؕ وَمَا نُرْسِلُ بِالْاٰيٰتِ اِلَّا تَخْوِيْفًا ﴿۵۹﴾

کو اونٹنی دی تھی جو کہ بصیرت کا ذریعہ تھی سو ان لوگوں نے اسکے ساتھ ظلم کیا اور ہم ایسے معجزات کو صرف ڈرانے کیلئے بھیجا کرتے ہیں

شان نزول :۔

حدیث شریف میں ہے کہ اہل مکہ نے حضور علیہ السلام سے درخواست کی کہ آپ صفا پہاڑ کو سونے کا بنا دیجئے اور یہاں سے ان پہاڑوں کو ہٹا کر کھیتی کے مطلب

کی ہموار زمین بنا دیجئے اس پر یہ آیت نازل ہوئی جس میں فرمایا گیا ہے کہ ان کے یہ فرمائشی معجزات دکھانا
ہمارے لئے کچھ مشکل نہیں مگر تم سے پہلی قوموں کو ان کی فرمائش کے مطابق معجزات دکھائے گئے لیکن
وہ تب بھی نہ مانے بلکہ ان کی نافرمانی اور سرکشی میں اور زیادتی ہوئی تو اللہ پاک نے اپنے قانون کے
مطابق ان سب کو ہلاک کر ڈالا بس اگر تمہارے فرمائشی معجزات پورے کر دیئے جائیں اور خدا کے
علم میں ہے بلکہ تمہارے حالات سے ظاہر ہے کہ تم پھر بھی نہیں مانو گے آخر کار تم بھی قانون الٰہی کے مطابق
ہلاک کر دیئے جاؤ گے اور اللہ تعالیٰ کی حکمت اس بات کی مقتضی ہے کہ اس آخری امت کو ہلاک نہ کیا جائے
اس لئے تمہارے فرمائشی معجزات پورے نہیں کئے جاتے بلکہ تم کو پچھلی قوموں کی ہلاکت کے حالات سنا کر
سمجھایا جاتا ہے، سنو قوم ثمود نے حضرت صالح ؑ سے درخواست کی کہ فلاں چٹان سے ایک اونٹنی نکال
دیجئے، خدا نے نکال دی اس کے بعد بھی وہ ایمان نہ لائے بلکہ ان کی کفر و سرکشی میں اور ترقی ہوئی انھوں
نے اس اونٹنی کو مار ڈالا اور حضرت صالح ؑ کے قتل کے منصوبے بنانے لگے، آخر کار خوفناک زلزلوں اور
گرج سے ان کو ہلاک کر دیا گیا۔

اخیر میں فرمایا گیا ہے کہ جو معجزات و نشانیاں ہم دکھاتے ہیں وہ صرف اس لئے تاکہ لوگ عبرت و نصیحت
حاصل کریں، سرکشی و نافرمانی چھوڑ کر مطیع و فرمانبردار بنیں۔

وَاِذْ قُلْنَا لَكَ اِنَّ رَبَّكَ اَحَاطَ بِالنَّاسِ ۭ وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْيَا الَّتِيْٓ اَرَيْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً

اور آپ وہ وقت یاد کیجئے جبکہ ہم نے آپ سے کہا تھا کہ آپ کا رب اپنے علم سے تمام لوگوں کو محیط ہو رہا ہے اور ہم نے جو تماشہ آپ کو دکھلایا تھا

لِّلنَّاسِ وَالشَّجَرَةَ الْمَلْعُوْنَةَ فِي الْقُرْاٰنِ ۭ وَنُخَوِّفُهُمْ ۙ فَمَا يَزِيْدُهُمْ اِلَّا طُغْيَانًا كَبِيْرًا ؀۶۰ ع

اور جس درخت کی قرآن میں مذمت کی گئی ہے ہم نے تو ان دونوں چیزوں کو موجب گمراہی کر دیا اور ہم انکو ڈراتے رہتے ہیں لیکن انکی بڑی سرکشی بڑھتی چلی جاتی ہے

تفسیر شاید آپ کو خیال ہوا ہوگا کہ اگر اہل مکہ کے فرمائشی معجزات دکھا دیئے جاتے تو یہ
ایمان لے آتے، تو اس آیت میں آپ کی تسلی کر دی گئی کہ آپ کے رب کا علم تمام مخلوقات
کے ظاہری و باطنی حالات کو محیط ہے، اس کو یہ بھی علم ہے کہ معجزات دیکھ کر بھی یہ لوگ ایمان نہیں لائینگے
لہٰذا آپ ان کی فکر میں نہ پڑیں اور اپنے کام تبلیغ و اشاعت اسلام میں لگے رہیئے

اس کے بعد اس طرف اشارہ کیا گیا کہ ان اہل مکہ کو دو چیزوں میں آزمایا گیا اور وہ دونوں ہی میں
ناکام ہوئے، اول معراج شریف، اس کو یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ اس قدر لمبا سفر اتنے کم وقت میں ناممکن ہے
اس لئے اس واقعہ کو ہم سچ نہیں مانتے، اور دوسرے زقوم نام کا درخت کو یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ دوزخ کی
آگ میں سبز درخت ہو یہ ناممکن اور عقل کے خلاف ہے، حالانکہ ان احمقوں نے یہ نہ سمجھا کہ اللہ تعالیٰ کسی درخت

کا مزاج ہی ایسا بنادیں کہ وہ پانی کے بجائے آگ سے پرورش پائے، کیا انھوں نے یہ نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے شترمرغ کو یہ طاقت بخشی ہے کہ وہ لوہے کے دہکتے اور تپتے ہوئے ٹکڑے کو نگل لیتا ہے اور اس کا حلق اور آنتیں نہیں جلتیں۔ اور سمندل یہ ایک ترکستانی چھوٹا سا جانور ہے اس کے کھال سے رومال بنائے جاتے ہیں جب وہ میلے ہوجاتے ہیں تو ان کو آگ میں ڈال دیا جاتا ہے۔ آگ سے ان کا میل جل کر صاف ہوجاتا ہے اور رومال بعینہٖ باقی رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں کہ یہ مختلف باتیں سنا کر ہم ان کو ڈراتے رہتے ہیں مگر یہ بجائے ان سے عبرت حاصل کرنے کے اور بڑھ چڑھ کر سرکشی و نافرمانی کرتے ہیں۔

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ قَالَ ءَاَسْجُدُ لِمَنْ خَلَقْتَ

اور جب کہ ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو سو ان سب نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے، کہا کہ کیا میں ایسے شخص کو سجدہ

طِيْنًا ﴿۶۱﴾ قَالَ اَرَءَيْتَكَ هٰذَا الَّذِيْ كَرَّمْتَ عَلَيَّ ۫ لَئِنْ اَخَّرْتَنِ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَاَحْتَنِكَنَّ

کروں جس کو آپ نے مٹی سے بنایا ہے کہنے لگا کہ اس شخص کو جو آپ نے مجھ پر فوقیت دی ہے تو بھلا بتلایئے تو خیر اگر آپ نے مجھ کو قیامت کے زمانہ

ذُرِّيَّتَهٗٓ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۶۲﴾ قَالَ اذْهَبْ فَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ فَاِنَّ جَهَنَّمَ جَزَآؤُكُمْ جَزَآءً

تک مہلت دیدی تو میں بجز قدرے قلیل لوگوں کے اسکی تمام اولاد کو اپنے بس میں کروں گا ارشاد ہوا جا جو شخص ان میں سے تیرے ساتھ ہولیگا سو تم سب کی

مَّوْفُوْرًا ﴿۶۳﴾ وَاسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ وَاَجْلِبْ عَلَيْهِمْ بِخَيْلِكَ وَ

سزا جہنم ہے سزا پوری، اور ان میں سے جس جس پر تیرا قابو چلے اپنی چیخ پکار سے اس کا قدم اکھاڑ دینا اور ان پر اپنے سوار اور

رَجِلِكَ وَشَارِكْهُمْ فِي الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ وَعِدْهُمْ ؕ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا ﴿۶۴﴾

پیادے چڑھا لانا اور ان کے مال اور اولاد میں اپنا ساجھا کر لینا اور ان سے وعدہ کرنا اور شیطان ان لوگوں سے بالکل جھوٹے وعدہ

اِنَّ عِبَادِيْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ ؕ وَكَفٰى بِرَبِّكَ وَكِيْلًا ﴿۶۵﴾

کرتا ہے میرے خاص بندوں پر تیرا ذرا قابو نہ چلے گا اور آپ کا رب کافی کارساز ہے۔

تفسیر: ان آیات میں حضرت آدمؑ اور شیطان کا واقعہ بیان کیا گیا ہے جو مکمل تفصیل کے ساتھ کئی جگہ بیان ہوچکا ہے اب اس کے اعادہ کی مزید ضرورت نہیں، یہاں اس بات کی طرف توجہ دلانا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کو بے چون و چرا ماننا فرشتوں کا کام ہے اور اس میں شک و شبہات نکالنا شیطان مردود کا کام ہے اور ... یہ کافر بھی شیطان کے نقش قدم پر چل رہے ہیں، بات بات میں انکار کرنا، طرح

طرح کے شبہات نکالنا ان کی عادت بن چکی ہے یعنی ان کا انجام بھی وہی ہونے والا ہے جو ان کے امام شیطان مردود کا ہوگا، انسان کو چاہئے کہ وہ اللہ کے حکم کے سامنے سرنگوں ہوجائے، شیطان جو سرسبز باغ دکھاتا ہے اس کے فریب میں نہ آئے اور اللہ کی ذات پر مکمل بھروسہ رکھے، اس طرح وہ شیطان کے دھوکہ سے بچکر اللہ کی راہ پر چل کر کامیاب ہوجائے گا۔

رَبُّكُمُ الَّذِي يُزْجِي لَكُمُ الْفُلْكَ فِي الْبَحْرِ لِتَبْتَغُوا مِنْ فَضْلِهِ ۚ إِنَّهُ كَانَ بِكُمْ

تمہارا رب ایسا ہے کہ تمہارے لئے کشتی کو دریا میں لے چلتا ہے تاکہ تم اس کے رزق کی تلاش کرو بلاشک وہ تمہارے حال پر

رَحِيمًا ﴿٦٦﴾ وَإِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِي الْبَحْرِ ضَلَّ مَنْ تَدْعُونَ إِلَّا إِيَّاهُ ۖ فَلَمَّا نَجَّاكُمْ

بہت مہربان ہے اور جب تمکو دریا میں کوئی تکلیف پہونچتی ہے تو بجز خدا کے اور جنوں کی تم عبادت کرتے تھے سب غائب ہوجاتے

إِلَى الْبَرِّ أَعْرَضْتُمْ ۚ وَكَانَ الْإِنْسَانُ كَفُورًا ﴿٦٧﴾ أَفَأَمِنْتُمْ أَنْ يَخْسِفَ بِكُمْ جَانِبَ الْبَرِّ

ہیں پھر جب تمکو خشکی کی طرف بچالاتا ہے تو پھر تم پھر جاتے ہو اور انسان ہے بڑا ناشکر تو کیا تم اس بات سے بے فکر ہو بیٹھے ہو کہ تمکو

أَوْ يُرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا ثُمَّ لَا تَجِدُوا لَكُمْ وَكِيلًا ﴿٦٨﴾ أَمْ أَمِنْتُمْ أَنْ يُعِيدَكُمْ

خشکی کی جانب میں لاکر زمین میں دھنسا دیوے یا تم پر ایسی کوئی تند ہوا بھیج دیوے جو کنکر پتھر برسانے لگے پھر تم کسی کو اپنا کارساز

فِيهِ تَارَةً أُخْرَىٰ فَيُرْسِلَ عَلَيْكُمْ قَاصِفًا مِنَ الرِّيحِ فَيُغْرِقَكُمْ بِمَا كَفَرْتُمْ ۙ ثُمَّ

نہ پاؤ یا تم اس سے بے فکر ہو گئے کہ خدائے تعالیٰ پھر تم کو دریا ہی میں دوبارہ لے جاوے پھر تم پر ہوا کا سخت طوفان بھیجدے

لَا تَجِدُوا لَكُمْ عَلَيْنَا بِهِ تَبِيعًا ﴿٦٩﴾

پھر تم کو تمہارے کفر کے سبب غرق کردے پھر اس بات پر کوئی ہمارا پیچھا کرنے والا تم کو نہ ملے

انعام خداوندی

ان آیات میں سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی ایک نعمت کو یاد دلاکر اس غافل وناشکرے انسان کو سمجھایا کہ تمام نعمتیں بخشنے والی صرف اللہ کی ذات ہے، اس کے علاوہ کسی میں یہ قدرت نہیں کہ وہ کچھ بخش سکے یا کسی آفت سے بچا سکے، پھر اللہ کی ذات کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا کس قدر ظلم اور ناانصافی کی بات ہے۔

ارشاد ہے اے لوگو سوچو تمہارا رب تم پر کس قدر مہربان ہے کہ اس نے تمہارے فائدے کیلئے دریا میں کشتیاں چلائیں جس کے ذریعہ تم دوسری جگہ جاکر تجارت کرکے بے شمار فوائد حاصل کرتے ہو،

دریا میں اگر کبھی تمھیں طوفانی موجیں گھیر لیتی ہیں تو اس وقت خدائے تعالیٰ کے سوا تمھارے وہ تمام معبودان باطل جن کو تم اپنا حاجت روا مشکل کشا مانتے ہو غائب ہوجاتے ہیں، کوئی تمھارے کام نہیں آتا، تم خود بھی اس وقت اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگتے ہو اور پھر جب تمکو اللہ تعالیٰ طوفانی موجوں سے نجات دیدیتے ہیں اور تم بعافیت دریا کے کنارے پر پہونچ جاتے ہو. تو اس محسن حقیقی کو بھول جاتے ہو، سوچو یہ کتنی زبردست ناشکری ہے، مگر یاد رکھو جو سمندر کی طوفانی موجوں میں غرق ہونے سے تم کو بچا سکتا ہے، وہ خشک زمین میں قارون کی طرح دھنسا کر غرق بھی کر سکتا ہے اور وہ آسمان سے پتھروں کی بارش برسا کر قوم لوط کی طرح تمکو تباہ و برباد بھی کر سکتا ہے، غرضیکہ تباہی سمندر ہی میں ضروری نہیں کہیں بھی آسکتی ہے، اور ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ اللہ ایسے حالات بنا دے کہ تم کو پھر سمندری سفر کرنا پڑے اور پھر تم پر ہوا کا سخت طوفان بھیج کر ہلاک کر ڈالے اور اس طور پر تم کو کفر و ناشکری اور احسان فراموشی کی سزا مل جائے، اس وقت تمھاری مدد کرنے والا اور اللہ سے تمھارا بدلہ لینے والا کوئی نہیں ہوگا، بس سمجھداری اسی میں ہے کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرے اور ہر وقت ہر جگہ تری میں بھی خشکی میں بھی اللہ ہی سے مدد طلب کرے وہی بہترین کارساز ہے اس کے علاوہ کسی میں طاقت نہیں جو تباہی سے بچا سکے۔

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيٓ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ

اور ہم نے آدم کی اولاد کو عزت دی اور ہم نے ان کو خشکی اور دریا میں سوار کیا اور نفیس نفیس چیزیں

وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا ۝۷۰ ع

ان کو عطا فرمائیں اور ہم نے ان کو اپنی بہت سی مخلوقات پر فوقیت دی

انسان کا مرتبہ

اس آیت میں فرمایا گیا ہے کہ ہم نے انسان کو بہت سی عقل و شعور جیسی خوبیاں عطا فرما کر بڑی عزت بخشی ہے اور ہم نے اس کے لئے خشکی اور تری دونوں میں سواری کا انتظام فرمایا ہے کشتی، جہاز، بیل گاڑی، موٹر، ریل اور ہوائی جہاز وغیرہ جس پر یہ سوار ہو کر دنیا کی سیر کرتا ہے اور اللہ کی نعمتیں عمدہ عمدہ قسم کے کھانے اور نفیس قسم کے کپڑے اور دوسرے راحت و آسائش کی چیزیں حاصل کرتا ہے، غرضیکہ اللہ نے انسان کو کئی طرح سے عزت و بڑائی دے کر اپنی بہت بڑی مخلوق پر فضیلت عطا فرمائی ہے، اس کو چاہئے کہ اس کی قدر کرے اور اپنے آپ کو محسن اعظم حق تعالیٰ شانہ کے سامنے پورے طور پر جھکا دے اور مکمل فرمانبردار بن جائے۔

يَوْمَ نَدْعُوا كُلَّ أُنَاسٍ بِإِمَامِهِمْ فَمَنْ أُوتِيَ كِتَابَهُ بِيَمِينِهِ فَأُولَٰئِكَ يَقْرَءُونَ

جس روز ہم تمام آدمیوں کو ان کے نامۂ اعمال سمیت بلادیں گے پھر جس کا نامہ اعمال اسکے داہنے ہاتھ میں دیا جاوے گا ایسے

كِتَابَهُمْ وَلَا يُظْلَمُونَ فَتِيلًا ﴿٧١﴾ وَمَنْ كَانَ فِي هَٰذِهِ أَعْمَىٰ فَهُوَ فِي الْآخِرَةِ

لوگ اپنا نامۂ اعمال پڑھیں گے اور ان کا ذرا نقصان نہ کیا جاویگا، اور جو شخص دنیا میں اندھا رہے گا سو وہ آخرت میں بھی اندھا رہیگا

أَعْمَىٰ وَأَضَلُّ سَبِيلًا ﴿٧٢﴾

اور زیادہ راہ گم کردہ ہوگا

تفسیر:- ارشاد ہے کہ قیامت کے دن ہم تمام انسانوں کو مع ان کے نامہ اعمال کے میدان حشر میں بلائینگے اس وقت تمام انسانوں کے اعمال نامے ان کے پاس پہونچا دیئے جائیں گے، کسی کا اعمال نامہ سامنے سے داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا اور کسی کا پیچھے سے بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا، جن کے داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا وہ بڑے خوش ہوں گے اور مزے میں اپنا اعمال نامہ پڑھیں گے کیونکہ ان کے لئے یہ جنت میں جانے کا پروانہ ہے اور جن کے بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا یہ وہ لوگ ہوں گے جو دنیا میں بھی ہدایت کی راہ دیکھنے سے اندھے رہے اور یہ لوگ آخرت میں بھی جنت کی راہ دیکھنے سے اندھے رہیں گے اور ان پر ذرہ برابر بھی ظلم نہ ہوگا یعنی ایسا نہیں کہ گنا سے زیادہ سزا دی جائے، ہاں نیکی سے زیادہ ثواب دیا جا سکتا ہے۔۔

وَإِنْ كَادُوا لَيَفْتِنُونَكَ عَنِ الَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ لِتَفْتَرِيَ عَلَيْنَا غَيْرَهُ ۖ وَإِذًا

اور یہ لوگ آپ کو اس چیز سے بچلانے ہی لگے تھے جو ہم نے آپ پر وحی کے ذریعہ سے بھیجی ہے تاکہ آپ اسکے سوا ہماری طرف غلط

لَاتَّخَذُوكَ خَلِيلًا ﴿٧٣﴾ وَلَوْلَا أَنْ ثَبَّتْنَاكَ لَقَدْ كِدْتَ تَرْكَنُ إِلَيْهِمْ شَيْئًا قَلِيلًا ﴿٧٤﴾

بات کی نسبت کریں اور ایسی حالت میں آپ کو گاڑھا دوست بنا لیتے اور اگر ہم نے آپ کو ثابت قدم نہ بنایا ہوتا تو آپ انکی طرف کچھ کچھ جھکنے کے قریب جا پہنچتے

اقوال و تحقیق

بِإِمَامِهِمْ الخ یہاں امام کے معنی کتاب کے ہیں اور کتاب سے مراد نامۂ اعمال ہیں، جیسا کہ تفسیر میں بیان ہوا، حضرت علی رض اور مجاہد وغیرہ مفسرین نے یہاں امام کے معنی پیشوا کے لئے ہیں اس صورت میں تفسیر یہ ہوگی کہ ہر فرقہ اپنے پیشواؤں کے ساتھ حاضر ہوگا جو انبیاء و صلحا کی اقتدا کرتے تھے وہ انکے ساتھ ہونگے اور جو معبودان باطل کی اقتدا کرتے تھے وہ انکے ساتھ ہونگے اور انہی کے نام سے انکو پکارا جائیگا کہ فلاں کی اقتدا کرنیوالے حاضر ہوں

إِذًا لَّأَذَقْنَٰكَ ضِعْفَ ٱلْحَيَوٰةِ وَضِعْفَ ٱلْمَمَاتِ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ عَلَيْنَا نَصِيرًا ﴿۷۵﴾

اگر ایسا ہوتا تو ہم آپ کو حالت حیات میں اور بعد موت کے دہرا عذاب چکھاتے پھر آپ ہمارے مقابلے میں کوئی مددگار بھی نہ پاتے

کفار کا مکر و فریب

کفار مکہ نے حضور علیہ السلام سے عرض کیا کہ خدا نے بذریعہ وحی آپ کو جو احکام بھیجے ہیں ان میں سے بعض کو ہماری خاطر چھوڑ دیجئے یا بدل دیجئے، کبھی کہتے کہ شرک و بت پرستی کے خلاف جو احکام ہیں ان کو نکال دیجئے، کبھی کہتے کہ جو غریب اور پراگندہ حال لوگ آپ کی مجالس میں آتے ہیں ان کو اپنے پاس سے ہٹا دیجئے کیونکہ ان کے ساتھ بیٹھنا ہمارے لئے توہین و ذلت کی بات ہے، اگر آپ ایسا کریں گے تو ہم آپ کے پکے دوست اور پیروکار ہو جائیں گے، کبھی آپ کو حکومت و دولت اور حسین عورتوں کا لالچ دیتے، مگر اللہ نے اپنے پیارے نبی کو ثابت قدم رکھا اور آپ کفار کے مکر و فریب سے بچے رہے، غرضیکہ آپ جواب میں فرماتے کہ اگر تم آسمان سے اتار کر میری ایک مٹھی میں چاند اور دوسری میں سورج بھی رکھ دو تب بھی میں اس کام کو چھوڑنے والا نہیں ہوں جس کام کے لئے مجھے اللہ تعالیٰ نے بھیجا ہے

اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اگر ہم آپ کی تربیت نہ فرماتے اور آپ کو ثابت قدم نہ رکھتے تو کچھ بعید نہ تھا کہ آپ ان کے مقصد کو ماننے کی طرف کسی قدر مائل ہو جاتے، کیونکہ کفار کا مکر و فریب نہایت سخت تھا اور کفار کو مسلمان بنانے کی آپ کو بے حد تمنا تھی، لیکن ہماری طرف سے آپ کا بچاؤ کر دیا گیا، اور آپ ان کے مقصد کی طرف مائل ہونے کے قریب سے بھی بچ گئے، مائل ہونا تو بہت دور کی بات ہے، اس سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ کی طبیعت و فطرت ایسی اعلیٰ ترین پاکیزہ تھی کہ کفار مکہ کے مقصد کیطرف میلان ہونا ممکن نہ تھا، ہاں تھوڑے سے مائل ہو جانے کا احتمال تھا مگر اللہ نے آپ کو معصوم بنا کر اس سے بھی بچا لیا، آگے فرماتے ہیں کہ اگر بفرض محال آپ ان کی طرف مائل ہونے کے قریب بھی پہونچ جاتے تو ہم آپ کو دنیا و آخرت میں دوگنے عذاب کا مزہ چکھاتے اور آپ ہمارے مقابلہ میں کسی کو اپنا مددگار بھی نہ پاتے یعنی اس فعل کے مجرم کو جتنا عذاب دیا جاتا اس سے دوگنا آپ کو ہوتا، کیونکہ جو بارگاہ خداوندی کا جس قدر مقرب ہوتا ہے اس کی چھوٹی سی بھول بھی اتنی بڑی غلطی سمجھی جاتی ہے۔

وَإِن كَادُوا لَيَسْتَفِزُّونَكَ مِنَ ٱلْأَرْضِ لِيُخْرِجُوكَ مِنْهَا وَإِذًا لَّا يَلْبَثُونَ

اور یہ لوگ اس سرزمین سے آپ کے قدم ہی اکھاڑنے لگے تھے تاکہ آپ کو اس سے نکال دیں اور ایسا ہو جاتا تو آپ کے بعد یہ بھی

خِلَٰفَكَ إِلَّا قَلِيلًا ﴿۷۶﴾ سُنَّةَ مَن قَدْ أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِن رُّسُلِنَا وَلَا تَجِدُ

بہت کم ٹھہرنے پاتے جیسا کہ ان صاحبوں کے باب میں ہمارا قاعدہ رہا ہے جن کو آپ سے پہلے ہم نے رسول بنا کر بھیجا تھا اور آپ ہمارے

لِسُنَّتِنَا تَحۡوِيۡلًا ﴿۷۷﴾

قاعدے میں تغیر نہ پائیں گے۔

کفار کی بربادی

کفار مکہ نے حضور علیہ السلام کو مکہ مکرمہ سے نکالنے کا منصوبہ بنایا اس پر یہ آیت نازل ہوئی جس میں ارشاد ہے کہ کفار قریش یہ چاہتے ہیں کہ آپ کو تنگ کرکے مکہ سے نکال دیں مگر یاد رکھیں اگر انھوں نے ایسا کیا تو پھر یہ خود بھی زیادہ دن یہاں نہیں رہ سکیں گے، چنانچہ جب کفار کے ظلم وستم آپ کی ہجرت کا سبب بنے، آپ کا مکہ مکرمہ سے تشریف لے جانا تھا کہ تقریباً ڈیڑھ سال بعد مکہ کے بڑے بڑے نامور سردار گھروں سے نکل کر میدان بدر میں نہایت ذلت کے ساتھ ہلاک ہوئے اور اسکے تقریباً چھ سال بعد پورے مکہ پر اسلام کا قبضہ ہوگیا۔

اخیر میں فرمایا گیا کہ اللہ کا یہ قانون ہے کہ اگر کسی بستی میں اس کے رسول کو نہ رہنے دیا جائے تو پھر خود وہ بستی والے بھی اپنی بستی میں نہیں رہ پاتے، پچھلے بے شمار انبیاء کی تاریخ اس پر شاہد ہے۔

اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوۡكِ الشَّمۡسِ اِلٰى غَسَقِ الَّيۡلِ وَقُرۡاٰنَ الۡفَجۡرِ‌ؕ اِنَّ قُرۡاٰنَ الۡفَجۡرِ كَانَ

آفتاب ڈھلنے کے بعد سے رات کے اندھیرے ہونے تک نمازیں ادا کیا کیجئے اور صبح کی نماز بھی بے شک صبح کی نماز حاضر ہونے کا

مَشۡهُوۡدًا ﴿۷۸﴾ وَمِنَ الَّيۡلِ فَتَهَجَّدۡ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ ‌ۖ عَسٰٓى اَنۡ يَّبۡعَثَكَ رَبُّكَ

وقت ہے اور کسی قدر رات کے حصہ میں سو اس میں تہجد پڑھا کیجئے جو کہ آپ کے لئے زائد چیز ہے امید ہے کہ آپ کا رب

مَقَامًا مَّحۡمُوۡدًا ﴿۷۹﴾

آپ کو مقام محمود میں جگہ دے گا

پانچ نمازوں کا حکم

اس آیت پاک میں پانچ وقت نماز پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے جن کی مکمل تفصیل صحیح احادیث پاک میں مذکور ہے، ارشاد خداوندی ہے کہ سورج ڈھلنے کے بعد سے رات کے اندھیرے تک نمازیں ادا کیا کیجئے، حدیث پاک میں ہے کہ اللہ کے اس فرمان میں چار نمازوں کا حکم مذکور ہے، ظہر، عصر، مغرب، عشار، اور فرمایا کہ صبح کی نماز بھی ادا کیا کیجئے، بلاشبہ صبح کی نماز فرشتوں کے حاضر ہونے کا وقت ہے، چنانچہ حدیث پاک میں ارشاد ہے کہ انسان کی حفاظت اور اسکے اعمال لکھنے والے فرشتے دن کے الگ اور رات کے الگ ہیں، فجر اور عصر کی نمازیں دونوں جمع ہوتے ہیں، فرشتوں کی ایک جماعت اپنا کام پورا کرکے جاتی ہے اور دوسری آکر اپنا کام سنبھالتی ہے، اور ظاہر ہے کہ فرشتوں کا اجتماع باعث برکات ہے، نیز فرشتے اللہ کے سامنے شہادت دیں گے کہ تیرے ان بندوں کو ہم نے اس وقت بھی نماز

پڑھتے دیکھا جب ہم گئے اور جب واپس آئے اس وقت بھی نماز میں مشغول پایا۔

نماز تہجد پڑھیے :- اللہ تعالیٰ اپنے پیارے نبی سے فرمارہے ہیں کہ کسی قدر رات کے حصے میں تہجد پڑھا کیجئے جو آپ کے لئے پانچ نمازوں کے علاوہ ایک زائد چیز ہے، اس زائد سے مراد بعض مفسرین رح کے نزدیک ایک زائد فرض ہے جو خاص حضور پر فرض کیا گیا تھا، اور بعض مفسرین رح کے نزدیک نفل مراد ہے، حضرت مفتی شفیع صاحب رح اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ صحیح تحقیق اس مسئلہ کی یہ ہے کہ ابتداء اسلام میں جب سورۂ مزمل نازل ہوئی تو اس وقت پانچ نمازیں فرض نہ تھیں بلکہ صرف تہجد کی نماز پوری امت پر فرض تھی اسی فرض کا ذکر سورۂ مزمل میں ہے پھر شب معراج میں پانچ نمازیں فرض کردی گئیں تو تہجد کی فرضیت تو امت سے بالاتفاق منسوخ ہوگئی اور اس میں اختلاف رہا کہ حضور سے بھی اس کی فرضیت منسوخ ہوگئی یا خصوصی طور آپ کے ذمہ فرض رہی۔

مقام محمود اس آیت میں حضور علیہ السلام سے مقام محمود کا وعدہ کیا گیا ہے اور یہ مقام محمود تمام انبیاء میں سے صرف حضور علیہ السلام کے لئے مخصوص ہے، اس کی تفسیر میں احوال مختلف ہیں مگر صحیح وہ ہے جو احادیث صحیحہ میں خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے، یہ مقام شفاعت کبریٰ کا ہے جس وقت میدان حشر میں تمام انسان جمع ہوں گے اور ہر ہر نبی سے شفاعت کی درخواست کریں گے اور وہ سب عذر کردیں گے صرف ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ شرف عطا ہوگا کہ وہ تمام انسانوں کی شفاعت فرمائیں، اور آپ کی شفاعت کو قبول کرلیا جائے گا۔

وَقُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّیْ مِنْ

اور آپ یوں دعا کیجئے کہ اے رب مجھ کو خوبی کے ساتھ پہنچائیو اور مجھ کو خوبی کے ساتھ لیجائیو اور مجھ کو اپنے پاس

لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِيْرًا۝

سے ایسا غلبہ دیجیو جس کے ساتھ نصرت ہو

ایک اہم دُعاء ترمذی شریف میں حضرت ابن عباس رض سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں تھے کہ آپ کو ہجرت مدینہ کا حکم ہوا، اس وقت یہ آیت نازل ہوئی، جس میں آپ کو اس دعا کی تلقین فرمائی کہ اے اللہ میرا مکہ سے نکلنا اور پھر مدینہ پہونچنا دونوں خیر و خوبی اور عزت و عافیت کے ساتھ ہوں اور مجھکو اپنے پاس سے ایسا غلبہ عطا فرما جس کے ساتھ آپ کی مدد و نصرت ہو اسی دعا کا ثمرہ تھا کہ ہجرت کے وقت کفار نے آپ کا پیچھا کیا آپ کو ہر ممکن نقصان پہونچانے کی کوشش کی مگر آپ کا کچھ نہ بگاڑ سکے اللہ نے آپ کی مکمل حفاظت فرمائی اور مدینہ طیبہ کو ہر اعتبار سے آپ کے اور سب مسلمانوں کے لئے امن و عافیت اور عزت کی جگہ بنادیا۔

اس آیت کے اخیر میں آپنے غلبہ کی دعا مانگی تاکہ حق کا بول بالا ہو، کیونکہ بہت سے لوگوں کی فطرت ایسی ہوتی ہے کہ وہ حق کو آفتاب کی طرح روشن و واضح دیکھ کر بھی نہیں مانتے، بس ان سے غلبہ اور حکومت ہی کے ذریعہ حق کو منوایا جاسکتا ہے، حضرت قتادہؓ فرماتے ہیں کہ حضور کو یہ معلوم تھا کہ منصب رسالت کے فرائض کی ادائیگی اور دشمنوں کے نرغے میں کام کرنا اپنے بس کا نہیں اس لئے حق تعالیٰ سے غلبہ و نصرت کی دعا فرمائی جو قبول ہوئی، اور اس کے آثار سب کے سامنے آگئے۔

بعض علماء نے فرمایا کہ یہ دعا (یعنی یہ پوری آیت) ہر مقصد کے لئے مفید ہے، لہٰذا ہر مسلمان کو اپنے تمام مقاصد کے شروع میں اس کو پڑھنا چاہیئے۔

وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ۚ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا ﴿٨١﴾ وَنُنَزِّلُ مِنَ

اور کہدیجئے کہ حق آیا اور باطل گیا گذرا ہوا واقعی باطل چیز تو یوں ہی آتی جاتی رہتی ہے اور ہم قرآن میں ایسی چیزیں

الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ ۙ وَلَا يَزِيدُ الظّٰلِمِينَ إِلَّا خَسَارًا ﴿٨٢﴾

نازل کرتے ہیں کہ وہ ایمان والوں کے حق میں تو شفا اور رحمت ہے اور ناانصافوں کو اس سے اور الٹا نقصان بڑھتا ہے

اسلام کا غلبہ اس آیت میں مکہ فتح ہونے کی پیشین گوئی فرمائی گئی ہے، ارشاد ہے کہ کہدیجئے کہ قرآن کریم مومنوں کو بشارت سناتا ہوا اور باطل کو کچلتا ہوا آپہونچا، بس سمجھ لو کہ اب دین حق غالب ہوا اور کفر بھاگا نہ صرف مکہ سے بلکہ پورے عرب سے، حدیث پاک میں ہے کہ جب آپ مکہ مکرمہ میں فاتحانہ داخل ہوئے تو اس وقت کعبۃ اللہ کے آس پاس تین سو ساٹھ بت رکھے ہوئے تھے (پورے سال ہر دن ایک کی پوجا کرتے تھے، آپ اپنی چھڑی ایک ایک بت کے سینہ پر مار کر گراتے جاتے تھے، جب تمام بت گر گئے تو آپ نے ان سب کو توڑنے کا حکم دیدیا۔

وَنُنَزِّلُ الخ اس آیت میں قرآن مقدس کے متعلق فرمایا گیا ہے کہ وہ مومنوں کے دلوں کی تمام بیماریوں کے لئے شفا ہے، کفر و شرک، شک و نفاق اخلاق رذیلہ، امراض باطنہ سے نجات کا ذریعہ ہے، ایمان حکمت رحمت، بھلائی کا سرچشمہ ہے، قرآن جس طرح امراض باطنہ کیلئے شفا ہے اسی طرح بسا اوقات امراض ظاہرہ کیلئے بھی شفا ہے آیات قرآنی پڑھ کر مریض پر دم کرنا، تعویذ بنا کر گلے میں ڈالنا امراض ظاہرہ کیلئے شفا ہے، خود حضور علیہ السلام کا معوذات پڑھ کر دم کرنا اور صحابہ و تابعین سے معوذات اور دوسری آیات قرآنی کے ذریعہ مریضوں کا علاج کرنا روایات حدیث سے ثابت ہے۔

اور جو لوگ قرآن کریم کا انکار و مخالفت کرتے ہیں وہ اپنا ہی نقصان کرتے ہیں، انکار و مخالفت کی وجہ سے ان کا کفر بڑھتا ہے تو عذاب بھی بڑھ جاتا ہے۔

وَإِذَآ أَنْعَمْنَا عَلَى الْإِنسَانِ أَعْرَضَ وَنَا بِجَانِبِهِ ۖ وَإِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ كَانَ يَئُوسًا ﴿٨٣﴾

اور آدمی کو جب ہم نعمت عطا کرتے ہیں تو منہ موڑ لیتا ہے اور کروٹ پھیر لیتا ہے اور جب اس کو کوئی تکلیف پہونچتی ہے تو نا امید ہوجاتا

قُلْ كُلٌّ يَعْمَلُ عَلَىٰ شَاكِلَتِهِ فَرَبُّكُمْ أَعْلَمُ بِمَنْ هُوَ أَهْدَىٰ سَبِيلًا ﴿٨٤﴾

ہے آپ فرما دیجئے کہ ہر شخص اپنے طریقے پر کام کر رہا ہے سو تمہارا رب خوب جانتا ہے جو زیادہ ٹھیک رستہ پر ہو

تفسیر:- اس آیت میں اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ بعضے کافر انسان ایسے ہوتے ہیں کہ جب ان کو اپنی نعمت جسمانی صحت، مالی وسعت وغیرہ عطا فرماتے ہیں تو یہ منہ موڑتا ہے، احسان نہیں مانتا، شکر ادا نہیں کرتا اور جب اس پر کوئی برا وقت آتا ہے تو ایک دم مایوس ہوکر نا امید ہوجاتا ہے، گویا دونوں حالتوں میں اللہ تعالیٰ سے بے تعلق رہا، کبھی غفلت کی بنا پر کبھی مایوسی کی وجہ سے۔

اس کے بعد فرمایا کہ ہر ایک انسان چاہے وہ کافر ہو یا مومن شکر گذار ہو یا ناشکرا، وہ اپنے طریقے اور مذہب پر چلتا ہے اور اسی کو بہتر سمجھ کر اس میں مست رہتا ہے، مگر یاد رہے کہ آپ کا رب خوب جانتا ہے اس شخص کو جو صحیح راستہ پر قائم ہو، اسی طرح اس شخص کو بھی خوب جانتا ہے جو غلط راستہ پر ہو، بس ہر شخص کو اس کے عمل کے موافق جزا و سزا دیگا، یہ نہیں کہ جس کا دل جس راستہ کو چاہے اسے اختیار کرے اور اپنے آپ کو صحیح راستہ پر بلا کسی دلیل کے سمجھنے لگے۔

اس میں انسان کو اس پر تنبیہ کی گئی ہے کہ برے ماحول میں بری صحبت اور بری عادتوں سے پرہیز کرے نیک لوگوں کی صحبت اور اچھی عادت اختیار کرے، کیونکہ اپنے ماحول اور صحبت نیز رسم و رواج سے انسان کی ایک طبیعت و مزاج بن جاتا ہے، پھر اس کا ہر عمل اسی کے مطابق ہوتا ہے۔

وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الرُّوحِ ۖ قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي وَمَآ أُوتِيتُم مِّنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا ﴿٨٥﴾

اور یہ لوگ آپ سے روح کو پوچھتے ہیں آپ فرما دیجئے روح میرے رب کے حکم سے بنی ہے اور تم کو بہت تھوڑا علم دیا گیا ہے

واقعہ شان نزول

صحیح بخاری و مسلم شریف میں حضرت ابن مسعود رضہ سے مروی ہے کہ ایکدن حضور علیہ السلام مدینہ طیبہ کے غیر آباد حصہ میں چلے جا رہے تھے، میں بھی آپ کے ہمراہ تھا، آپ کے ہاتھ میں ایک چھڑی کھجور کی شاخ کی تھی، آپ کا گذر چند یہودیوں پر ہوا یہ لوگ آپس میں کہنے لگے، محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آرہے ہیں، ان سے روح کے متعلق سوال کیا جائے، ان میں سے ایک نے منع کیا مگر سوال کرنے والے نے سوال کر ہی ڈالا کہ یہ بتلایئے روح کیا ہے؟ یہ سوال سن کر آپ اپنی چھڑی پر ٹیک لگا کر خاموش کھڑے ہوگئے، میں سمجھ گیا کہ آپ پر وحی نازل ہونے والی ہے، کچھ دیر بعد

جب وحی نازل ہوچکی تو آپ نے آیت یَسْئَلُوْنَكَ پڑھ کر سنائی۔

روح کیا ہے

اس آیت میں فرمایا گیا ہے کہ یہ لوگ آپ سے بطور امتحان و آزمائش روح کے متعلق سوال کرتے ہیں، آپ کہدیجئے کہ روح میرے رب کے حکم سے بنی ہے، یعنی روح اس کائنات میں سے ہے جس کی ایجاد بغیر مادہ کے صرف لفظ کُنْ سے ہوئی ہے، اعضاء جسم کی طرح اس کی پیدائش کسی مادی اصل سے نہیں ہے۔ یہاں اللہ نے سوال کرنے والوں کی سمجھ کے اندازے کے مطابق جواب دیدیا ہے جس سے اتنا معلوم ہوگیا کہ دوسری مادّی مخلوق کی طرح روح کی ہستی نہیں ہے بلکہ سب سے الگ ہے۔ حضرت شاہ عبدالقادر رح نے اس جواب کو بہت مختصر اور آسان الفاظ میں یوں بیان کیا ہے کہ اللہ کے حکم سے ایک چیز بدن میں آپڑی، وہ جی اٹھا، جب وہ نکل گئی مرگیا۔

اس جواب میں جتنی بات کا بتلانا ضروری تھا اور جو عام لوگوں کی سمجھ میں آنے کے قابل ہے صرف وہ بتلادی گئی اور روح کی مکمل حقیقت جس کا سوال کیا گیا تھا اس کو اس لئے نہیں بتلایا گیا کہ وہ عام لوگوں کی سمجھ سے باہر ہے بلکہ بڑے بڑے حکماء وعقلا کیلئے بھی آسان نہیں، اور ان کی کوئی ضرورت اس کے سمجھنے پر موقوف بھی نہیں۔

آیت کے آخر میں فرمایا گیا ہے کہ روح غیر مادی چیز ہے اور غیر مادی چیزوں کا علم تم کو نہیں دیا گیا مگر صرف تھوڑا سا، اور اس کی مدد سے تم روح کی حقیقت نہیں سمجھ سکتے اس لئے جواب میں روح کی مکمل حقیقت نہیں بتلائی گئی کیونکہ وہ جواب بے موقع اور سوال کرنیوالوں کی سمجھ سے بالا تر تھا۔

وَلَئِنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِیْٓ اَوْحَیْنَآ اِلَیْكَ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ بِهٖ عَلَیْنَا

اور اگر ہم چاہیں تو جس قدر آپ پر وحی بھیجی ہے سب سلب کرلیں پھر اس کے لئے آپ کو ہمارے مقابلہ میں

وَكِیْلًا ﴿۸۶﴾ اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ ؕ اِنَّ فَضْلَهٗ كَانَ عَلَیْكَ كَبِیْرًا ﴿۸۷﴾

کوئی حمایتی نہ ملے مگر آپ کے رب ہی کی رحمت ہے بے شک آپ پر اس کا بڑا فضل ہے

تفسیر

اس آیت میں فرمایا گیا ہے کہ قرآن کا جو علم تم کو دیا گیا ہے اگر خدا چاہے تو ذرا سی دیر میں چھین لے، اس لئے تم کو چاہیئے کہ موجودہ علم پر اللہ کا شکر ادا کرو، اس کی قدر کرو اور غیر ضروری و فضول سوالات مت کرو خاص طور پر جب کہ مقصود دوسرں کا امتحان لینا اور اسے رسوا کرنا مقصود ہو ایسے حالات میں کچھ بعید نہیں کہ تمہارا یہ علم واپس چھین لیا جائے۔ قرآن لوگوں کے سینوں سے نکال لیا جائے، کتابوں سے مٹادیا جائے، اور پھر کوئی ایسی ہستی نہیں جو قرآن واپس دلانے کی ذمہ داری لے سکے، بس یہ تو اللہ کا خاص کرم ہے اور رحمت ہے کہ اس نے ایسا نہیں کیا اور

قرآن پورے طور پر آپ کے پاس موجود ہے۔
اس آیت میں خطاب اگرچہ حضور علیہ السلام کو ہے مگر اصل سنانا امت کو ہے کہ جب رسول کا علم بھی ان کے اختیار میں نہیں تو دوسروں کا تو کہنا ہی کیا ہے۔

قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ

آپ فرما دیجئے کہ اگر تمام انسان اور جنات سب اس بات کے لئے جمع ہو جاویں کہ ایسا قرآن بنا لادیں تب بھی

بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا ﴿٨٨﴾ وَلَقَدْ صَرَّفْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا

ایسا نہ لاسکیں گے اگرچہ ایک دوسرے کا مددگار بھی بن جاوے اور ہم نے لوگوں کے لئے اس قرآن میں

الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ۡ فَاَبٰٓى اَكْثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوْرًا ﴿٨٩﴾

ہر قسم کا عمدہ مضمون طرح طرح سے بیان کیا ہے پھر بھی اکثر لوگ بے انکار کئے ہوئے نہ رہے

اعجاز قرآن اس آیت پاک میں قرآن کریم کی بزرگی، شان اور اعجاز کو بیان کیا گیا ہے، اور پوری دنیا کے انسانوں اور جنوں کو خطاب کر کے یہ دعویٰ کیا گیا ہے کہ اگر تم قرآن کو اللہ کا کلام نہیں مانتے، کسی انسان کا بنا ہوا مانتے ہو تو پھر تم بھی انسان ہو اپنے ساتھ جنوں کی مدد لے کر تم بھی ایسا کلام بنا کر دکھلاؤ، قرآن کریم نے ۔ ۔ ۔ دوسری جگہ بطور پیشین گوئی کے یہ چیلنج بھی فرمایا ہے کہ تم اس جیسی مکمل کتاب یا سورت تو کیا ایک آیت بھی نہیں بنا سکتے، یہی ہوا کہ آج تک کوئی اس جیسی ایک آیت بھی نہ لا سکا اور نہ قیامت تک لا سکے گا۔

اس کے بعد فرمایا کہ قرآن کریم لوگوں کی خیر خواہی اور ہدایت کے لئے عجیب و غریب مضامین بار بار مختلف انداز میں قسم قسم کے عنوانوں سے بیان کرتا ہے مگر اکثر لوگ اپنی بیوقوفی کی وجہ سے اس کی قدر نہیں کرتے۔ بجائے احسان ماننے کے ناشکری پر تلے ہوئے ہیں اسی لئے گمراہی میں بھٹکتے رہتے ہیں۔

وَقَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ يَنْۢبُوْعًا ﴿٩٠﴾ اَوْ تَكُوْنَ لَكَ

اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم آپ پر ہرگز ایمان نہ لاویں گے جب تک کہ آپ ہمارے لئے زمین سے کوئی چشمہ نہ جاری کردیں

جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّعِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الْاَنْهٰرَ خِلٰلَهَا تَفْجِيْرًا ﴿٩١﴾ اَوْ تُسْقِطَ السَّمَآءَ

یا خاص آپ کے لئے کھجور اور انگوروں کا کوئی باغ نہ ہو پھر اس باغ کے بیچ بیچ میں جگہ جگہ بہت سی نہریں آپ جاری کردیں

یا جیسا کہ آپ کہا کرتے ہیں آپ آسمان کے ٹکڑے ہم پر نہ گرادیں

كَمَا زَعَمْتَ عَلَيْنَا كِسَفًا اَوْ تَاْتِيَ بِاللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ قَبِيْلًا ﴿۹۲﴾ اَوْ يَكُوْنَ لَكَ

یا آپ اللہ کو اور فرشتوں کو (ہمارے) سامنے نہ لا کر کھڑا کر دیں یا آپ کے پاس کوئی سونے کا بنا ہوا

بَيْتٌ مِّنْ زُخْرُفٍ اَوْ تَرْقٰى فِي السَّمَآءِ ؕ وَلَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ حَتّٰى تُنَزِّلَ

گھر نہ ہو یا آپ آسمان پر نہ چڑھ جاویں اور ہم تو آپ کے چڑھنے کا کبھی کبھی باور نہ کریں جب تک کر

عَلَيْنَا كِتٰبًا نَّقْرَؤُهٗ ؕ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا ﴿۹۳﴾ ع

آپ ہمارے پاس ایک نوشتہ نہ لاویں جس کو ہم پڑھ بھی لیں آپ فرما دیجئے کہ سبحان اللہ میں بجز اسکے کہ آدمی ہوں پیغمبر ہوں اور کیا ہوں

کفار کی بے ہودہ فرمائشیں

پچھلی آیات میں اعجاز قرآن اور بہت سے دیگر معجزات دیکھ کر حضور کی رسالت و نبوت کفار پر واضح ہو چکی ہے مگر پھر بھی ان آیات میں چند ایسے فرمائشی سوالات کئے ہیں جن سے صاف ظاہر ہے کہ وہ ایمان نہ لانے کا ایک بے ہودہ بہانہ ہے، کہتے ہیں ہم آپ پر اسی وقت ایمان لائیں گے جبکہ آپ ہمارے لئے مکہ کی زمین سے پانی کا کوئی چشمہ جاری کر دیں یا خاص آپ کے لئے کھجور اور انگور کا کوئی باغ ہو جس میں ہر طرف نہریں بہتی ہوں، یا آپ ہم پر آسمان کے ٹکڑے گرا دیں جیسا کہ آپ ہمیں ڈراتے ہیں، یا اللہ اور فرشتوں کو ہمارے سامنے اس طرح لا کر کھڑا کر دیں کہ ہم اپنی آنکھ سے ان کو دیکھ لیں، اور وہ آپ کے رسول ہونے کی شہادت دیں، یا آپ کے پاس کوئی سونے کا بنا ہوا گھر ہو، یا آپ ہمارے سامنے آسمان پر چڑھیں جیسا کہ آپ معراج کا دعویٰ کرتے ہیں اور وہاں سے ہمارے لئے ایک کتاب لائیں جس کو ہم خود پڑھ سکیں اور سمجھ سکیں اور یہ چڑھنا بھی اسی وقت معتبر ہوگا جب کہ آپ وہاں سے اس چڑھنے کی تصدیق کے طور پر ایک رسید بھی لے کر آئیں،

کفار کے ان بے ہودہ سوالوں کا جواب آپ نے بڑی سنجیدگی سے دیا، فرمایا سبحان اللہ تم کیسے عجیب و غریب سوال کرتے ہو، میں تو صرف ایک انسان ہوں جس کو اللہ نے اپنی دولت نبوت سے سرفراز فرمایا ہے، میرا کام تو صرف یہ ہے کہ جو احکامات مجھے اللہ کی طرف سے ملیں وہ تمکو پہنچا دوں، مجھے تمھارے فرمائشی سوالات پورا کرنے کا نہ اختیار ہے نہ قدرت، بس مکمل قدرت و اختیار اللہ کے قبضہ میں ہے وہ اپنی حکمت سے جس فرمائشی سوال کو چاہتے ہیں پورا کر کے دکھا دیتے ہیں اور جس کو چاہتے ہیں نہیں دکھاتے۔

وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ يُّؤْمِنُوْٓا اِذْ جَآءَهُمُ الْهُدٰٓى اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا

اور جس وقت ان لوگوں کے پاس ہدایت پہونچ چکی اس وقت ان کو ایمان لانے سے بجز اسکے اور کوئی بات مانع نہیں ہوئی کہ انھوں نے کہا

رَسُوْلًا ﴿۹۳﴾ قُلْ لَّوْ كَانَ فِی الْاَرْضِ مَلٰٓئِكَةٌ یَّمْشُوْنَ مُطْمَئِنِّیْنَ لَنَزَّلْنَا

کیا اللہ تعالیٰ نے بشر کو رسول بنا کر بھیجا ہے آپ فرما دیجئے کہ اگر زمین پر فرشتے ہوتے کہ اس میں چلتے بستے تو البتہ ہم ان پر

عَلَیْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَلَكًا رَّسُوْلًا ﴿۹۵﴾

آسمان سے فرشتے کو رسول بنا کر بھیجتے

تفسیر:- کافرین کے پاس جب ہدایت یعنی رسالت کی صحیح دلیل مثل اعجاز قرآن و دیگر معجزات پہونچ چکے تو اب انھوں نے ایمان قبول نہ کرنے کا ایک اور غیر معقول بہانہ تلاش کیا کہ اگر اللہ کو ہماری طرف رسول بنا کر بھیجنا ہی تھا تو وہ انسان کو کیوں بھیجتا۔ وہ بھی انسان ہم بھی انسان اس میں اور ہم میں فرق ہی کیا کسی فرشتے کو بھیجا جاتا تو ہم اس پر فوراً ایمان لے آتے، ان کو جواب دیا گیا کہ کیا دنیا میں فرشتے بستے ہیں جو ان کیلئے ہم فرشتہ کو رسول بنا کر بھیجتے، مطلب یہ ہے کہ انسانوں کی طرف انسان ہی کو رسول بنا کر بھیجا جا سکتا ہے کیونکہ وہی اپنے ہم جنس ہونے کی وجہ سے ان کی تمام ضروریات اور مزاج کو سمجھ سکتا ہے۔ انسان کو بھوک پیاس نیند، خواہشات نفس، کام کے بعد تکان وغیرہ محسوس ہوتی ہے تو اس ضرورت کا خیال صرف اس کا ہم جنس انسان ہی کر سکتا ہے، فرشتے کو تو ان چیزوں کی ضرورت ہی نہیں ہوتی وہ کیا خیال رکھے گا اسلئے اے بدبخت کافرو تمھاری طرف محمد عربی کو رسول بنا کر بھیجنا عین عقل کے مطابق ہے، یہ تمھاری بدنصیبی ہے کہ تم خواہ مخواہ کے بیہودہ بہانے تلاش کرکے نور ہدایت سے محروم رہو۔

قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِیْدًۢا بَیْنِیْ وَبَیْنَكُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِیْرًۢا بَصِیْرًا ﴿۹۶﴾

آپ کہہ دیجئے کہ اللہ تعالیٰ میرے اور تمہارے درمیان کافی گواہ ہے وہ اپنے بندوں کو خوب جانتا ہے، خوب دیکھتا ہے

وَمَنْ یَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ ۚ وَمَنْ یُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ اَوْلِیَآءَ مِنْ دُوْنِهٖ ؕ

اور اللہ جس کو راہ پر لادے وہی راہ پر آتا ہے اور جس کو وہ بے راہ کردے تو خدا کے سوا آپ کسی کو بھی ایسوں کا

وَنَحْشُرُهُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ عُمْیًا وَّبُكْمًا وَّصُمًّا ؕ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ كُلَّمَا

مددگار نہ پاویں گے اور ہم قیامت کے روز ان کو اندھا، گونگا بہرا کرکے منہ کے بل چلادیں گے ان کا ٹھکانا دوزخ ہے وہ

خَبَتْ زِدْنٰهُمْ سَعِیْرًا ﴿۹۷﴾ ذٰلِكَ جَزَآؤُهُمْ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاٰیٰتِنَا وَقَالُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا

جب ذرا دھیمی ہونے لگے گی تب ہی ان کے لئے اور زیادہ بھڑکا دیں گے یہ ہے ان کی سزا اس سبب سے کہ انھوں نے ہماری آیتوں کا انکار کیا تھا اور یوں

وَّرُفَاتًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا جَدِيْدًا ﴿۹۸﴾ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَ

کہا تھا کہ کیا جب ہم ہڈیاں اور بالکل ریزہ ریزہ ہو جاویں گے تو کیا ہم از سرِ نو پیدا کر کے اٹھائے جاویں گے ، کیا ان لوگوں کو

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ قَادِرٌ عَلٰٓى اَنْ يَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ وَجَعَلَ لَهُمْ اَجَلًا لَّا رَيْبَ فِيْهِ

اتنا معلوم نہیں کہ جس اللہ نے آسمان اور زمین پیدا کئے وہ اس بات پر قادر ہے کہ وہ ان جیسے آدمی دوبارہ پیدا کر دے

فَاَبَى الظّٰلِمُوْنَ اِلَّا كُفُوْرًا ﴿۹۹﴾

اور ان کے لئے ایک میعاد متعین کر رکھی ہے کہ اس میں ذرہ بھی شک نہیں اس پر بھی بے انصاف لوگ بے انکار کئے نہ رہے

تفسیر ان آیات میں فرمایا جا رہا ہے کہ جب یہ کافر لوگ رسالت و نبوت پر واضح دلائل اور تمام شکوک و شبہات دور ہو جانے کے بعد بھی ایمان نہیں لا رہے ہیں تو آپ فرما دیجئے کہ بس اب میرے اور تمہارے درمیان اللہ ہی کی شہادت کافی ہے ، مطلب یہ ہے کہ اللہ کی شہادت اس بات پر کافی ہے کہ میں نے اپنا فرض نبوت پورا کیا اور اللہ کا پیغام تم تک پہونچا دیا اور حق ظاہر ہو جانے کے بعد بھی تم نے بوجہ عداوت کے حق قبول نہ کیا بلکہ اس کی مخالفت کی ، بس اب میرے اور تمہارے درمیان فیصلہ وہی کرے گا وہ اپنے بندوں کے تمام حالات سے خوب واقف ہے جو حق پر ہوگا اس کو ثواب دے گا اور جو باطل پر ہوگا اس کو عذاب دے گا اور خدا کی توفیق و دستگیری ہی سے آدمی راہ حق پر چل کر منزل مقصود تک پہونچ سکتا ہے ، جس کی بد بختی اور بد اعمالیوں کی وجہ سے حق تعالیٰ دستگیری نہ فرمائے اس کو کون سیدھے راستے پر لگا سکتا ہے ۔

کافرین جب ہدایت کے تمام دلائل ٹھکرا کر اپنے کفر پر ہی قائم رہے تو اب ان کی سزا کا بیان ہے کہ ہم ان کو قیامت کے دن اندھا گونگا اور بہرا اٹھائیں گے ، حضرت ابن عباس رض نے اندھے ، گونگے اور بہرے ہونے کا مطلب یہ بیان فرمایا ہے کہ کوئی صورت ایسی ان کے سامنے نہیں آئے گی جس کو دیکھ کر ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور نہ ہی کوئی ایسا عذر بیان کر سکیں گے جو قابل قبول ہو اور نہ ہی کوئی ایسی آواز سن سکیں گے جو ان کے دل کو خوش کر سکے ، یہ سزا ان کو اس لئے دی جائے گی کہ دنیا میں اللہ کی قدرت کے نشانات دیکھنے سے ان کی آنکھیں اندھی تھیں اور حق بات سننے سے ان کے کان بہرے تھے اور حق بات کہنے سے ان کی زبان گونگی تھی ۔

ان کافرین کو قیامت کے دن منہ کے بل چلایا جائے گا ، بخاری و مسلم شریف میں حضرت انس رض سے مروی ہے کہ کسی نے حضور ﷺ سے دریافت کیا کہ کافر منہ کے بل کیسے چلے گا ، آپ ﷺ نے فرمایا جس خدا

نے اس کو ٹانگوں کے بل چلایا کیا وہ اس کو منہ کے بل نہیں چلا سکے گا، اور ان کافرین کا ٹھکانا دوزخ ہوگا جب دوزخ کی آگ ذرا دھیمی ہوگی تب ہی اس کو بھڑکا دیا جائے گا، مطلب یہ ہے کہ جب ان کی کھالیں اور گوشت جل چکے گا اور آگ دھیمی پڑ جائے گی تو دوبارہ ان کو نئی کھال اور گوشت پہنا دیا جائے گا، اس ایندھن سے آگ پھر بھڑک اٹھے گی اور اسی طرح ان کو برابر سزا ملتی رہے گی، اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ یہ سزا ان کو اسلئے دی جائے گی کہ انھوں نے ہماری آیات کا انکار کیا اور مر کر دوبارہ زندہ ہونے کا بھی انکار کیا اور انھوں نے اس پر غور نہ کیا کہ جس ذات نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا ہے وہ اس بات پر قادر نہیں کہ اس چھوٹے سے انسان کو دوبارہ پیدا کر سکے؟ جبکہ دوبارہ پیدا کرنا بہت آسان ہے، اور اگر تم کو دوبارہ زندہ ہونے میں اس وجہ سے شبہ ہو کہ اب تک کروڑہا کروڑ انسان مر چکے ہیں ان میں سے تو کوئی دوبارہ زندہ ہوا نہیں، تو یاد رکھو قبروں سے اٹھنے اور دوبارہ زندہ ہونے کا ایک وقت مقرر ہے وہ ضرور آکر رہے گا، تاخیر دیکھ کر انکار کرنا بیوقوفی ہے، افسوس ہے ان لوگوں پر کہ اس قدر روشن مضامین اور واضح دلائل سنکر بھی گمراہی و کفر پر جمے رہے

قُلْ لَّوْ اَنْتُمْ تَمْلِكُوْنَ خَزَآىِٕنَ رَحْمَةِ رَبِّیْۤ اِذًا لَّاَمْسَكْتُمْ خَشْیَةَ الْاِنْفَاقِ ؕ

آپ فرما دیجئے کہ اگر تم لوگ میرے رب کی رحمت کے خزانوں کے مختار ہوتے تو اس صورت میں تم خرچ کرنے کے اندیشہ سے ضرور

وَكَانَ الْاِنْسَانُ قَتُوْرًا ۠ ﴿۱۰۰﴾

ہاتھ روک لیتے اور آدمی ہے بڑا تنگ دل

انسان کا بخل

اس آیت میں فرمایا گیا ہے کہ اگر تم اللہ کی رحمت کے خزانوں کے مالک ہو جاؤ تو تم بخل کر دگے کسی کو نہ دو گے اس خطرہ سے کہ اگر لوگوں کو دیتے رہے تو یہ خزانہ ختم ہو جائے گا جب کہ رحمت رب کا خزانہ ختم ہونے والا نہیں مگر انسان اپنی طبیعت کے لحاظ سے بہت ہی بخیل اور تنگ دل واقع ہوا ہے۔

عام مفسرین رح نے رحمت رب سے مراد مال و دولت کے خزانے لئے ہیں، مطلب یہ ہوگا کہ اگر تمھیں خدا کے خزانوں کا بھی مالک بنا دیا جائے تو بھی تم بخل سے باز نہیں آؤ گے اور ضرورتمندوں کو اس خوف سے دیتے ہوئے ڈرو گے کہ کہیں یہ دولت ختم نہ ہو جائے، حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رح نے رحمت رب سے مراد نبوت و رسالت اور خزائن رحمت سے مراد کمالات نبوت لئے ہیں، اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ اے کافرین تم جو نبوت و رسالت کے لئے بیہودہ مطالبے کر رہے ہو اس کا مطلب تو یہ ہے کہ تم میری نبوت کو ماننا نہیں چاہتے تو کیا پھر تمھاری خواہش یہ ہے کہ نبوت کا نظام تمھارے ہاتھوں میں سونپ دیا جائے تم جس کو چاہو نبی بناؤ، اگر ایسا کر لیا جائے تو اس کا انجام یہ ہوگا کہ تم کسی کو بھی نبوت

نہیں دو گے، بخل کر کے بیٹھ جاؤ گے

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى تِسْعَ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ فَسْـَٔلْ بَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِذْ جَآءَهُمْ فَقَالَ لَهٗ فِرْعَوْنُ

اور ہم موسیٰ کو کھلے ہوئے نو معجزے دیئے جبکہ وہ بنی اسرائیل کے پاس آئے تھے سو آپ بنی اسرائیل سے پوچھ لیجئے تو فرعون نے ان

اِنِّىْ لَاَظُنُّكَ يٰمُوْسٰى مَسْحُوْرًا ﴿۱۰۱﴾ قَالَ لَقَدْ عَلِمْتَ مَآ اَنْزَلَ هٰٓؤُلَآءِ اِلَّا رَبُّ

سے کہا کہ اے موسیٰ میرے خیال میں تو ضرور تم پر کسی نے جادو کر دیا ہے موسیٰؑ نے فرمایا تو خوب جانتا ہے کہ یہ خاص آسمان اور زمین کے

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ بَصَآئِرَ ۚ وَاِنِّىْ لَاَظُنُّكَ يٰفِرْعَوْنُ مَثْبُوْرًا ﴿۱۰۲﴾ فَاَرَادَ اَنْ يَّسْتَفِزَّهُمْ

پروردگار نے بھیجے ہیں جو کہ بصیرت کیلئے کافی ذرائع ہیں اور میرے خیال میں ضرور تیری کمبختی کے دن آ گئے ہیں پھر اس نے چاہا کہ بنی اسرائیل کا اس

مِّنَ الْاَرْضِ فَاَغْرَقْنٰهُ وَ مَنْ مَّعَهٗ جَمِيْعًا ﴿۱۰۳﴾ وَّقُلْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ لِبَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ

سرزمین سے قدم اکھاڑ دے سو ہم نے اس کو اور جو اس کے ساتھ تھے سب کو غرق کر دیا اور اس کے بعد ہم نے بنی اسرائیل کو کہہ دیا کہ تم اس سرزمین

اسْكُنُوا الْاَرْضَ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ جِئْنَا بِكُمْ لَفِيْفًا ﴿۱۰۴﴾

میں رہو سہو پھر جب آخرت کا وعدہ آ جاوے گا تو ہم سب کو جمع کر کے حاضر لا کریں گے۔

حضرت موسیٰؑ کو نو نشانیاں دی گئیں جس طرح اللہ تعالیٰ نے محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے فضل و کرم سے قرآن کریم اور دیگر معجزات دیئے اور آپ پر بے شمار انعامات و احسانات فرمائے اسی طرح حضرت موسیٰؑ کو ان کی نبوت کی صداقت کے لئے نو واضح نشانات (معجزات) عطا فرمائے جا چکے ہیں، اگر تم چاہو تو بنی اسرائیل کے باخبر اور منصف علماء سے اس کی تحقیق کر لو۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضؓ نے یہ نو معجزات اس طرح شمار کرائے ہیں ۱۔ حضرت موسیٰؑ کی زبان میں لکنت تھی وہ دور کر دی گئی ۲۔ حضرت موسیٰؑ کی لاٹھی جو اژدہا بن جاتی تھی ۳۔ ید بیضا جو بغل میں ڈالنے سے چمکنے لگتا تھا ۴۔ بنی اسرائیل کا دریا سے پار ہو جانا ۵۔ ٹڈی دل کا عذاب ۶۔ طوفان کا عذاب ۷۔ جوؤں کا عذاب، ۸۔ مینڈکوں کا عذاب ۹۔ خون کا عذاب، ان معجزات کا تفصیل سے ذکر سورۂ اعراف پارہ ۹ آسان تفسیر ۱۹ پر گذر چکا ہے وہاں دیکھ لیا جائے۔

حضرت موسیٰؑ کو نو سے زیادہ معجزات دیئے گئے ہیں، یہی وجہ ہے کہ ان نو معجزات کو شمار کرانے میں مفسرین کا اختلاف ہے کسی نے کوئی سے شمار کرا دیئے کسی نے کوئی دوسرے، یہاں صرف نو معجزات کا ہی ذکر کا کسی خاص حکمت و مصلحت خداوندی سے ہے۔

ایک صحیح حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں آیات سے مراد احکام الٰہی ہیں، چنانچہ ترمذی شریف میں حضرت صفوان بن عسال رضؓ سے مروی ہے کہ ایک یہودی نے دوسرے یہودی سے کہا کہ چلو اس نبی کے پاس چلیں اس نے کہا ان کو نبی نہ کہو اگر ان کو خبر ہوگئی کہ ہم بھی ان کو نبی کہتے ہیں تو ان کو فخر و مسرت کا موقع مل جائے گا، غرضیکہ یہ دونوں حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور وہ نو آیات معلوم کیں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دی گئی تھیں، آپ نے فرمایا وہ نو احکام یہ ہیں. ۱۔ شرک نہ کرو ۲۔ چوری نہ کرو ۳۔ زنا نہ کرو ۴۔ ناحق خون مت کرو ۵۔ جادو نہ کرو ۶۔ سود مت کھاؤ ۷۔ بے قصور کو مت پکڑواؤ کہ حاکم اسے قتل کردے ۸۔ پاکدامن عورت پر زنا کی تہمت مت لگاؤ ۹۔ میدان جہاد سے مقابلہ کے وقت مت بھاگو. سنو اے یہودیو ایک حکم تمہارے لئے خاص طور پر یہ تھا کہ سنیچر کے دن جو خاص تمہیں احکام دیئے گئے ہیں ان کی خلاف ورزی مت کرو، یہ سن کر دونوں یہودیوں نے آپ کے ہاتھ پاؤں چومے اور بول اٹھے کہ ہم شہادت دیتے ہیں کہ آپ سچے نبی ہیں، حضورؐ نے فرمایا پھر میرا اتباع کرنے سے تمہیں کون روکتا ہے، کہنے لگے حضرت داؤدؑ نے اپنے رب سے دعا کی تھی کہ انہی کی نسل سے اللہ ہر نبی مبعوث فرمائے، اب اگر ہم آپ کا اتباع کریں تو ڈر ہے کہ ہماری قوم یہودی ہمیں قتل کر دے گی۔

مکالمہ حضرت موسیٰؑ و فرعون

اس کے بعد ان آیات میں وہ گفتگو بیان کی گئی جو حضرت موسیٰؑ اور فرعون لعین کے درمیان ہوئی تھی، حضرت موسیٰؑ نے فرعون کو اور اس کی آل کو دوبارہ ایمان لانے کی دعوت دی، اور ان نو معجزات سے (جو ان پر گذر چکے تھے) ڈرایا، فرعون نے جواب دیا اے موسیٰ میرے خیال میں تو تم پر کسی نے جادو کر دیا ہے جس سے تمہاری عقل خراب ہوگئی اور اس طرح کی بہکی بہکی باتیں کرتے ہو، حضرت موسیٰؑ نے فرعون سے فرمایا اگرچہ تو زبان سے انکار کرتا ہے اور شرم کی وجہ سے اقرار نہیں کرتا مگر تیرا دل خوب جانتا ہے کہ یہ عظیم الشان نشانیاں تیری عبرت کیلئے آسمان و زمین کے حقیقی مالک نے بھیجی ہیں، اب اگر تو جان بوجھ کر بوجہ تکبر کے حق کا انکار کرے تو اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ تیرے سر پر تباہی کی گھڑی آپہونچی ہے۔

فرعون نے جب دیکھا کہ حضرت موسیٰؑ کا اثر بڑھتا جا رہا ہے اس کو خطرہ ہوا کہ کہیں بنی اسرائیل زور نہ پکڑ جائیں لہذا اس نے ان کو اور زیادہ ستانا شروع کیا تاکہ یہ شہروں میں چین سے نہ رہنے پائیں اور یہاں سے کہیں اور چلے جائیں مگر اللہ نے فرعون اور اس کے ساتھیوں کو ہی نہ رہنے دیا اور آخر پورے لشکر کو دریائے قلزم میں غرق کر دیا، اور اس طرح یہود کو فرعون کی غلامی سے نجات حاصل ہوئی، اب ان سے کہا گیا کہ ملک مصر و شام میں جہاں چاہو آزادی سے رہو اور یاد رکھو کہ قیامت کے دن ہم تم سب کو جمع کریں گے وہاں نیک و بد مومن و کافر کا فیصلہ کر دیا جائے گا، اگر تم اچھے اعمال کرو گے تو جنت کے مستحق ہوگے نہیں تو دوزخ کے

وَبِالْحَقِّ اَنْزَلْنٰهُ وَبِالْحَقِّ نَزَلَ ؕ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ﴿۱۰۵﴾ وَقُرْاٰنًا فَرَقْنٰهُ

اور ہم نے اس قرآن کو راستی ہی کے ساتھ نازل کیا اور وہ راستی ہی کے ساتھ نازل ہو گیا اور ہم نے آپ کو صرف خوشی سنانے والا اور ڈرانیوالا بنا کر

لِتَقْرَاَهٗ عَلَى النَّاسِ عَلٰى مُكْثٍ وَّنَزَّلْنٰهُ تَنْزِيْلًا ﴿۱۰۶﴾ قُلْ اٰمِنُوْا بِهٖٓ اَوْ لَا تُؤْمِنُوْا ؕ

بھیجا ہے اور قرآن میں ہم نے جا بجا فصل رکھا تا کہ آپ اس کو لوگوں کے سامنے ٹھہر ٹھہر کر پڑھیں اور ہم نے اسکو اتارنے میں بھی تدریجا اتارا کہدیجئے کہ تم اس

اِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهٖٓ اِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ يَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ سُجَّدًا ۙ

قرآن پر خواہ ایمان لاؤ خواہ ایمان نہ لاؤ جن لوگوں کو قرآن سے پہلے علم دیا گیا تھا یہ قرآن جب ان کے سامنے پڑھا جاتا ہے تو ٹھوڑیوں کے بل

﴿۱۰۷﴾ وَّيَقُوْلُوْنَ سُبْحٰنَ رَبِّنَآ اِنْ كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلًا ﴿۱۰۸﴾ وَيَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ

سجدے میں گر پڑتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارا رب پاک ہے بیشک ہمارے رب کا وعدہ ضرور پورا ہی ہوتا ہے اور ٹھوڑیوں کے بل

يَبْكُوْنَ وَيَزِيْدُهُمْ خُشُوْعًا ﴿۱۰۹﴾ السجدۃ

گرتے ہیں روتے ہوئے اور یہ قرآن کا خشوع اور بڑھا دیتا ہے۔

تفسیر:-

ان آیات میں بیان ہے کہ جس طرح ہم نے حضرت موسیٰؑ کو معجزے دیئے اسی طرح آپ کو بھی بہت معجزے عطا کئے، ان میں سب سے بڑا معجزہ قرآن مقدس ہے ہم نے اس کو فرشتوں کی نگرانی میں آسمان سے اتارا ہے اور فرشتوں ہی کی نگرانی میں وہ رسول عربی پر نازل ہوا۔ شیطان کی دسترس سے قرآن کریم بالکل محفوظ ہے، اور ہم نے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو فرمانبرداروں کیلئے جنت کی خوشخبری دینے والا اور نافرمانوں کو دوزخ سے ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے یعنی آپ کا کام صرف خوش خبری دینا اور ڈرانا ہے۔ ہدایت پر مجبور کرنا آپ کا کام نہیں یہ اللہ کے اختیار میں ہے۔

قرآن کا اصل مقصد

قرآن کے نازل کرنے کا اصل مقصد یہ ہے کہ آدمی اس کو پڑھ کر اسکے معانی و مطالب اور تفسیر میں غور کرے اور سمجھے اور پھر اس پر عمل کرے اگرچہ اسکے نفس الفاظ و حروف بھی نور و برکت سے خالی نہیں، ان کی تلاوت کرنا بھی باعث خیر و برکت اور اجر عظیم ہے، اسی لئے قرآن کی سورتیں اور آیتیں جدا جدا رکھیں تاکہ اس کی تلاوت کرنا بھی آسان ہو اور سننے والے لوگوں کو بھی یاد کرنے اور سمجھنے میں سہولت رہے، اور اس کو تھوڑے تھوڑے وقفے وقفے سے اس لئے اتارا تاکہ جیسے حالات پیش آئیں اس کے مطابق ہدایت حاصل ہو اور تاکہ وہ حضرات جو آئندہ امت کے رہبر بننے والے ہیں اس کے احکامات کو خوب ذہن نشین کر کے یاد رکھ سکیں اور آنے والی

نسلوں کے لئے کسی آیت کے بے موقع استعمال کرنے کی گنجائش نہ چھوڑیں

قرآن کریم کو اللہ تعالیٰ نے جس اہتمام اور خوبیوں کے ساتھ نازل فرمایا ہے اس کا تقاضا یہ تھا کہ لوگ اس پر ایمان لے آتے، لیکن اگر یہ جاہل لوگ ایمان نہیں لاتے تو اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ فکرمند نہ ہوں، کیونکہ آپ کی اور قرآن کریم کی تصدیق وہ منصف مزاج اہل کتاب علماء کر رہے ہیں جو حضرت موسیٰ کی زبانی توریت میں قرآن کریم اور آپ کی تشریف آوری کی خوشخبری سن چکے ہیں، ان اہل علم حضرات کی یہ کیفیت ہے کہ جب یہ قرآن کریم سنتے ہیں تو ان پر رقت طاری ہو جاتی ہے اور روتے ہوئے تھوڑیوں کے بل سجدے میں گر جاتے ہیں اور کہتے ہیں بلا شبہ ہمارا رب وعدہ خلافی سے پاک ہے اس لئے ہماری کتاب توریت میں جس نبی (محمد عربیؐ) پر جو کتاب (قرآن کریم) نازل کرنے کا وعدہ کیا تھا اس کو پورا فرما دیا۔

قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ ؕ اَيًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ۚ وَلَا

آپ کہدیجئے کہ خواہ اللہ کہہ کر پکارو یا رحمٰن کہہ کر پکارو جس نام سے بھی پکاروگے سو اس کے بہت اچھے اچھے نام ہیں اور

تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا ﴿۱۱۰﴾ وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ

اپنی نماز میں نہ تو بہت پکار کر پڑھیے اور نہ بالکل چپکے چپکے ہی پڑھیے اور دونوں کے درمیان ایک طریقہ اختیار کر لیجئے اور کہدیجئے کہ تمام خوبیاں

الَّذِيْ لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِي الْمُلْكِ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ

اسی اللہ کے لئے ہیں جو نہ اولاد رکھتا ہے اور نہ اس کا کوئی سلطنت میں شریک ہے اور نہ کمزوری کی وجہ سے اس کا

وَلِيٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَكَبِّرْهُ تَكْبِيْرًا ﴿۱۱۱﴾ ع

کوئی مددگار ہے اور اس کی خوب بڑائیاں بیان کیجئے

واقعات شان نزول

ان آیات کا نزول چند واقعات پیش آنے کی وجہ سے ہوا، پہلا واقعہ یہ ہے کہ جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز دعا میں یا اللہ یا رحمٰن کہہ کر پکارا تو مشرکین نے سمجھا کہ محمد دو خداؤں کو پکار رہے ہیں اور اعتراض کرنے لگے کہ ہمیں تو ایک کے سوا کسی اور کو پکارنے سے منع کرتے ہیں اور خود دو خداؤں کو پکارتے ہیں، اس کا جواب اس آیت کے پہلے حصہ میں دیدیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دو ہی نہیں اور بھی بہت سے اچھے اچھے نام ہیں اس کو کسی نام سے بھی پکارو مراد اللہ ہی ہوتا ہے بس تمہارا یہ وہم بالکل غلط ہے کہ میں دو خداؤں کو مانتا ہوں، میں صرف ایک ہی خدا کی بندگی کرتا ہوں۔

دوسرا واقعہ یہ ہے کہ جب مکہ مکرمہ میں حضور علیہ السلام نماز میں بلند آواز سے تلاوت قرآن فرماتے تو

مشرکین مذاق اڑاتے، نیز قرآن، جبرئیلؑ اور خود حق تعالیٰ جل شانہ کی شان میں بھی گستاخانہ باتیں کہتے تھے اس کے جواب میں اس پہلی آیت کا آخری حصہ وَلَا تَجْهَرْ نازل ہوا جس میں آپ کو ہدایت فرمائی گئی ہے کہ نہ تو بہت بلند آواز سے تلاوت کریں کہ مشرکین مذاق اڑائیں اور نہ ہی بہت پست آواز سے تلاوت کریں کہ مقتدی بھی نہ سن سکیں، بس دونوں کے درمیانی مناسب آواز میں تلاوت کیجئے، اس کے شان نزول کا ایک دوسرا واقعہ ترمذی شریف میں حضرت عبد اللہ بن رباح انصاری رضؓ سے یہ مروی ہے کہ ایک روز آنحضور ﷺ نے حضرت ابو بکر رضؓ سے فرمایا میں تمہارے قریب سے گذرا تھا تم پست آواز سے قرارت کر رہے تھے، حضرت ابو بکر صدیق رضؓ نے عرض کیا میں جس سے مخاطب تھا اس کو سنا رہا تھا یعنی اللہ تعالیٰ کو اور وہ پست سے پست بلکہ دل کی آواز بھی سن لیتا ہے، آپؐ نے ہدایت فرمائی کہ ذرا بلند آواز سے قرآت کیا کرو اور پھر حضرت عمر رضؓ سے فرمایا۔ میں تمہارے قریب سے بھی گذرا تھا تم بلند آواز سے قرآت کر رہے تھے، انھوں نے عرض کیا کہ میں اپنی قرارت سے سونے والوں کو جگا رہا تھا اور شیطان کو بھگا رہا تھا، آپؐ نے حضرت عمر رضؓ کو ہدایت فرمائی کہ ذرا پست آواز میں قرآت کیا کرو۔

تیسرا واقعہ یہ ہے کہ یہود و نصاریٰ اللہ کے لئے اولاد مانتے تھے اور اہل عرب بتوں کو اللہ کا شریک ٹھہراتے تھے اور مجوسی کہتے تھے کہ اگر اللہ کے کچھ مددگار نہ ہوں تو اللہ کی قدرت و عزت میں کمی آجائے (نعوذ باللہ) اس دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ نے تینوں کے عقیدوں کی تردید فرما دی، ارشاد ہے کہ نہ تو اللہ کے اولاد ہے نہ اس کا کوئی شریک ہے اور نہ ہی کوئی یار و مددگار ہے، تمام تعریفیں اور خوبیاں اللہ ہی کو زیبا ہیں، بس اس کی خوب بڑائی بیان کیا کیجئے۔

ایک اہم وظیفہ

حضرت ابو ہریرہ رضؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک روز میں حضور علیہ السلام کے ساتھ باہر نکلا اس طرح کہ میرا ہاتھ آپ کے ہاتھ میں تھا، آپ کا گذر ایک ایسے شخص پر ہوا جو نہایت خستہ حال اور پریشان تھا آپؐ نے پوچھا تمہارا یہ حال کیسے ہوگیا، اس نے عرض کیا بیماری اور تنگدستی و غربت کی وجہ سے آپ نے فرمایا میں تم کو چند کلمات بتاتا ہوں وہ پڑھوگے تو تمہاری بیماری و تنگدستی جاتی رہے گی وہ کلمات یہ ہیں تَوَكَّلْتُ عَلَى الْحَيِّ الَّذِي لَا يَمُوتُ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا۔ کچھ عرصہ بعد پھر آپ کا گذر ادھر سے ہوا تو اس شخص کو اچھے حال میں پایا آپ نے خوشی کا اظہار فرمایا، اس نے عرض کیا کہ جب سے آپ نے مجھے یہ کلمات بتلائے تھے میں اسی وقت سے پابندی سے پڑھتا ہوں،

الحمد للہ آج مبارک شب ۲۷ رمضان المبارک ۱۴۱۱ھ کو سورۂ بنی اسرائیل کی تفسیر بحسن و خوبی تکمیل کو پہونچی

سُوْرَةُ الْكَهْفِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ مِائَةٌ وَّعَشْرُ اٰيَاتٍ وَّاثْنَا عَشَرَ رُكُوْعًا

سورہ کہف مکہ میں نازل ہوئی اس میں ایکسو دس آیتیں اور بارہ رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

سورۂ کہف کے فضائل وبرکات

مسند احمد میں ہے کہ جس نے سورۂ کہف کے شروع کی دس آیتیں حفظ کریں وہ دجّال کے فتنہ سے محفوظ رہے گا، مسلم شریف میں آخری دس آیتوں کا ذکر ہے اور ترمذی شریف میں صرف تین آیتوں کا ذکر ہے اور نسائی شریف میں ہیکہ پوری سورت میں سے کوئی سی بھی دس آیتیں یاد کرلی تو دجّال کے فتنہ سے حفاظت ہوجائے گی، اور ترمذی شریف میں صرف تین آیتوں کا ذکر ہے۔ مسند احمد میں ہے کہ جو اس سورت کا شروع و آخر پڑھے تو اس کے لئے پاؤں سے سر تک ایک نور ہوگا، اور جو پوری سورت پڑھ لے اس کے لئے زمین سے لے کر آسمان تک نور ہوجاتا ہے، حضرت علی رض کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص سورۂ کہف کو جمعہ کے دن تلاوت کرے گا وہ آٹھ دن تک ہر فتنہ سے محفوظ رہے گا، یہاں تک کہ اگر دجال بھی نکل آئے گا تو اس کے فتنہ سے بھی محفوظ رہے گا۔

حضرت انس رض سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پوری سورۂ کہف ایک ہی وقت میں نازل ہوئی اور ستر ہزار فرشتے اس کے ساتھ آئے اس سے اس کی اہمیت وعظمت شان کا پتہ چلتا ہے۔

سورۂ کہف کا شانِ نزول

حضرت ابن عباس رض سے مروی ہے کہ قریش مکہ نے اپنے دو قاصد نظر بن حارث اور عقبہ بن ابی محیط کو مدینہ کے علماء یہود کے پاس بھیجا کہ ان سے محمد عربی کے حالات بتلاکر معلوم کرو کہ وہ ان کے بارے میں کیا کہتے ہیں، علماء یہود نے کہا کہ تم جاکر محمد عربی سے تین سوال کرو اگر انھوں نے ان کے جواب دیدیئے تو وہ خدا کے سچے نبی ہیں نہیں تو ڈھونگی ہے۔ (۱) کچھ نوجوان پرانے زمانے میں اپنے شہر سے نکل گئے تھے ان کا کیا واقعہ ہے (یعنی واقعہ اصحاب کہف)

(۲) اس شخص کے حالات معلوم کرو جس نے مشرق ومغرب (پوری دنیا) کا سفر کیا۔ (یعنی واقعہ ذوالقرنین)

(۳) روح کے متعلق دریافت کرو کہ وہ کیا چیز ہے۔

بہرحال قریش مکہ نے آپ سے یہ تینوں سوالات دریافت کئے، آپ نے فرمایا کہ میں ان کا جواب کل دوں گا حضور ص نے ان سے وعدہ تو فرمالیا مگر اس کے ساتھ انشاء اللہ نہیں لگایا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اگلے دن تک کوئی وحی نہیں آئی جو آپ انھیں جواب دیتے بلکہ پندرہ دن تک وحی کا سلسلہ بھی بند رہا اور حضرت جبرئیل ع بھی

تشریف نہ لائے، قریش مکہ کو خوب لعن طعن کرنے اور مذاق کا موقع مل گیا الغرض پندرہ دن بعد حضرت جبرئیل سورہ کہف لیکر نازل ہوئے، اس صورت میں پہلے دو سوالوں کا مفصل جواب بیان کر دیا گیا اور تیسرے سوال روح کا جواب اس سے پہلی سورت بنی اسرائیل میں بیان کیا گیا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ عَلٰی عَبْدِهِ الْكِتٰبَ وَلَمْ یَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا ۞ قَیِّمًا

تمام خوبیاں اس اللہ کے لئے ثابت ہیں جس نے اپنے بندے پر یہ کتاب نازل فرمائی اور اس میں ذرا بھی کجی نہیں رکھی

لِّیُنْذِرَ بَاْسًا شَدِیْدًا مِّنْ لَّدُنْهُ وَیُبَشِّرَ الْمُؤْمِنِیْنَ الَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ

بالکل استقامت کے ساتھ موصوف بنایا تاکہ وہ ایک سخت عذاب سے جو کہ منجانب اللہ ہوگا ڈرائے اور ان اہل ایمان کو جو نیک کام

اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا حَسَنًا ۞ مَّاكِثِیْنَ فِیْهِ اَبَدًا ۞ وَّ یُنْذِرَ الَّذِیْنَ قَالُوا اتَّخَذَ

کرتے ہیں یہ خوشخبری دے کہ ان کو اچھا اجر ملیگا جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور تاکہ ان لوگوں کو ڈرائے جو یوں کہتے ہیں کہ اللہ

اللّٰهُ وَلَدًا ۞ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ وَّلَا لِاٰبَآىِٕهِمْ كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ

تعالی اولاد رکھتا ہے نہ تو اس کی کوئی دلیل ان کے پاس ہے اور نہ ان کے باپ داداؤں کے پاس تھی بڑی بھاری بات ہے

اَفْوَاهِهِمْ اِنْ یَّقُوْلُوْنَ اِلَّا كَذِبًا ۞

جو ان کے منہ سے نکلتی ہے وہ لوگ بالکل ہی جھوٹ بکتے ہیں

تفسیر:- بلاشبہ تمام تعریفوں کی مستحق اللہ کی ذات ہے جس نے اپنے خاص بندے (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) پر اعلیٰ و اکمل کتاب (قرآن مقدس) نازل فرمائی، اس کتاب میں کوئی ٹیڑھی ترچھی بات نہیں ہے، عبارت انتہائی سلیس و فصیح ہے اور احکام حکمت کے مطابق ہیں، اس کی تعلیمات متوسط روش کی ہیں، جو ہر زمانہ اور ہر طبیعت کے مناسب ہیں کہ ہر شخص آسانی سے سمجھ کر ہدایت حاصل کرسکے، اور یہ کتاب کا فرونافرمان بندوں کو اس آفت اور سخت مصیبت سے ڈرانے والی ہے جو دنیا یا آخرت میں ان پر آنے والی ہے اور نیک کام کرنے والے مومنین کو خوش خبری دینے والی ہے، راحت گاہ یعنی جنت کی، جن میں وہ ہمیشہ آرام کریں گے، اور یہ کتاب دوزخ کے عذاب سے ڈرانے والی ہے ان مشرکین یہود ونصاری کو جو اللہ کے لئے اولاد ثابت کرکے اس پر بہت بڑا بہتان باندھتے ہیں، نہ تو اس کی ان کے پاس کوئی دلیل ہے اور نہ ان کے بڑوں کے پاس تھی، بس یوں ہی اندھی تقلید میں مبتلا رہ کر اللہ کی شان میں گستاخی کرکے سخت عذاب کے مستحق بن رہے ہیں۔

فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا ۝۶

سو شاید آپ ان کے پیچھے اگر یہ لوگ اس مضمون پر ایمان نہ لائے تو غم سے اپنی جان دیدیں گے ہم نے زمین پر کی چیزوں کو

اِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْاَرْضِ زِيْنَةً لَّهَا لِنَبْلُوَهُمْ اَيُّهُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ۝۷

اس کے لئے باعث رونق بنایا تاکہ ہم لوگوں کی آزمائش کریں کہ ان میں زیادہ اچھا کون عمل کرتا ہے

وَاِنَّا لَجٰعِلُوْنَ مَا عَلَيْهَا صَعِيْدًا جُرُزًا ۝۸

اور ہم زمین پر کی تمام چیزوں کو ایک صاف میدان کر دیں گے۔

تفسیر:- ان آیات میں سے پہلی آیت میں فرمایا گیا ہے کہ اگر یہ کافر لوگ قرآن مقدس کی باتوں کو نہ مانیں تو کیا آپ ان کے غم میں اپنے کو بالکل ہی گھلا دیں گے۔ بس اتنا غم نہ کیجئے، آپ اپنا فرض دعوت و تبلیغ ادا کر چکے اور کر رہے ہیں یہ بدبخت نہ مانیں تو ان کی بدبختی ہے جس کی سزا ان کو ضرور مکمل مل کر رہے گی۔

اس کے بعد فرمایا کہ ہم نے زمین پر عجیب و غریب چیزیں پیدا فرما کر اس کو بارونق بنایا تاکہ لوگوں کو آزمائیں کہ کون اس کی چمک دمک پر ریجھ کر اس میں پھنسکر آخرت سے غافل ہو جاتا ہے، اور کون پرہیزگاری کی زندگی پر قائم رہتا ہے، یاد رکھو ایک وقت آنے والا ہے جب ہم اس دنیا کی رونق کو ختم کر کے ایک صاف میدان بنا دیں گے اس وقت اس کی چمک دمک سے فریب کھانے والوں کے سامنے حقیقت کھل کر سامنے آجائے گی اور پھر سوائے پچھتانے کے کچھ نہیں بن پڑے گا۔

اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحٰبَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيْمِ كَانُوْا مِنْ اٰيٰتِنَا عَجَبًا ۝۹ اِذْ اَوَى

کیا آپ یہ خیال کرتے ہیں کہ غار والے اور پہاڑ والے ہماری عجائبات میں سے کچھ تعجب کی چیز تھے وہ وقت قابل ذکر ہے

الْفِتْيَةُ اِلَى الْكَهْفِ فَقَالُوْا رَبَّنَآ اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً وَّهَيِّئْ لَنَا مِنْ

جب کہ ان نوجوانوں نے اس غار میں جاکر پناہ لی پھر کہا کہ ہمارے پروردگار ہم کو اپنے پاس سے رحمت کا سامان عطا فرمائیے

اَمْرِنَا رَشَدًا ۝۱۰ فَضَرَبْنَا عَلٰٓى اٰذَانِهِمْ فِى الْكَهْفِ سِنِيْنَ عَدَدًا ۝۱۱

اور ہمارے لئے اس کام میں درستی کا سامان مہیا کر دیجئے سو ہم نے اس غار میں ان کے کانوں پر سالہا سال تک نیند کا پردہ ڈال دیا پھر ہم

ثُمَّ بَعَثْنٰهُمْ لِنَعْلَمَ اَيُّ الْحِزْبَيْنِ اَحْصٰى لِمَا لَبِثُوْٓا اَمَدًا ۝۱۲

نے ان کو اٹھایا تاکہ ہم معلوم کریں کہ ان دونوں گروہ میں کون سا گروہ ان کی رہنے کی مدت سے زیادہ واقف تھا

قصہ اصحاب کہف

قریش مکہ نے اصحاب کہف کے واقعہ کو بڑا عجیب و غریب سمجھ کر اسکے متعلق حضورؐ سے سوال کیا تھا، ان آیات میں ارشاد ہے کہ یہ واقعہ بھی اگرچہ عجیب ضرور ہے مگر اللہ تعالیٰ کی دوسری عجائبات قدرت کے مقابلہ میں ایسا قابل تعجب نہیں جیسا ان لوگوں نے سمجھا ہے، کیونکہ زمین و آسمان، چاند و سورج اور تمام کائنات و مخلوقات کو وجود بخشنا اور اس کا نظام صحیح طور پر چلنا یہ ہے حقیقت میں عجیب چیز، اور اسی طرح واقعۂ معراج اور جو کتاب (قرآن مقدس) آپ کو دی گئی ہے اس کی شان اس واقعہ سے زیادہ عجیب و غریب ہے اس کے بعد واقعہ کو یہاں مختصر طور پر بیان فرمایا ، آگے تفصیل کیساتھ بیان کیا گیا ہے یہ چند نوجوان یعنی اصحاب کہف ملک روم کے ایک ظالم و جابر بادشاہ دقیانوس کے زمانہ میں تھے ، یہ بادشاہ بت پرستی کا بڑا دلدادہ تھا اور اپنی رعایا کو زبردستی بت پرستی کے لئے مجبور کرتا تھا ، ان نوجوانوں کے دل نور ایمان سے منور تھے، لہٰذا انھوں نے بت پرستی کے خلاف نعرہ بلند کیا اور بادشاہ کے ظلم سے بچنے کے لئے ایک غار میں پناہ لی اور اپنے پروردگار سے دعا کی کہ اے خدا تو اپنی خصوصی رحمت سے ہمارا کام بنا دے یعنی ہمیں اپنے مقصد میں کامیابی عطا فرما، اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی اور ان کی حفاظت کی اور پریشانیوں سے اسطرح نجات دی کہ ان پر سالہا سال تک نیند مسلط کر دی اور جب برسوں بعد بیدار ہوئے تو ان میں سے ایک گروہ نے کہا کہ ہم کل ایک دن یا اس سے بھی کم سوئے ہیں، دوسرے نے کہا اللہ ہی صحیح جانتا ہے کہ کتنا سوئے ہیں، دوسرے گروہ کا جواب زیادہ بہتر تھا کیوں کہ اس نے حقیقت حال کا علم اللہ کے سپرد کیا

اصحاب کہف کب اور کہاں ہوئے

اصحاب کہف کس جگہ اور کس زمانہ میں ہوئے اس سلسلہ میں قرآن و حدیث نے کچھ بیان نہیں کیا ، یہی وجہ ہے کہ علماء مفسرین و مؤرخین کی روایات میں باہم اختلاف ہے ، یہاں ہم وہ تحقیق پیش کر رہے ہیں جو حضرت

اقوال و تحقیق

کہف اسکے معنی پہاڑ کی کھوہ اور غار کے آتے ہیں جونکہ یہ نوجوان پہاڑ کی ایک کھوہ (غار) میں جاکر چھپے تھے اس لئے ان کو اصحاب کہف کہتے ہیں (یعنی غار والے) رقیم بمعنی مرقوم یعنی لکھی ہوئی چیز، اس مقام پر رقیم سے کیا مراد ہے اس میں روایات مختلف ہیں، حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا اس سے وہ لکھی ہوئی تختی مراد ہے جس پر بادشاہ وقت نے ان نوجوانوں کے نام کھدوا کر اس غار کے دروازہ پر لگا دی تھی، یا اس تختی کو خزانہ میں محفوظ کرا دیا تھا تاکہ بعد والے ...... ان نوجوانوں کے پتہ لگانے میں کامیاب ہوسکیں اسی لئے اصحاب کہف کو اصحاب الرقیم بھی کہتے ہیں بعض نے فرمایا اس بستی کا نام رقیم ہے جس کے قریب یہ غار تھا ۔ بعض نے فرمایا کہ خود اس پہاڑی کا نام رقیم ہے جس میں یہ غار تھا ۔ واللہ تعالیٰ اعلم بحقیقۃ الحال ۔

مولانا اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہٗ نے تفسیر حقانی کے حوالہ سے بیان فرمائی ہے۔
جس بادشاہ سے بھاگ کر اصحاب کہف نے غار میں پناہ لی تھی، اس کا زمانہ حکومت ۲۵۰ء تھا، پھر تین سو سال تک یہ نوجوان سوتے رہے اور ۵۵۰ء میں بیدار ہوئے، اور ہمارے نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت (تشریف آوری ۵۷۰ء میں ہوئی اس سے معلوم ہوا کہ اصحاب کہف کی بیداری کا واقعہ) سے بیس سال پہلے پیش آیا اس سے یہ بات بھی واضح ہوگئی کہ یہ دین عیسوی کے مطابق ایمان لائے تھے، اور یہ واقعہ شہر افسوس یا طرسوس میں پیش آیا جو ایشیائے کوچک میں تھا اور اب بھی اس کے کھنڈر موجود ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ نَبَاَهُمْ بِالْحَقِّ ؕ اِنَّهُمْ فِتْيَةٌ اٰمَنُوْا بِرَبِّهِمْ وَ زِدْنٰهُمْ هُدًى ۖ

ہم ان کا واقعہ آپ سے ٹھیک ٹھیک بیان کرتے ہیں وہ لوگ چند نوجوان تھے جو اپنے رب پر ایمان لائے تھے اور ہم نے ان کی

وَّرَبَطْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اِذْ قَامُوْا فَقَالُوْا رَبُّنَا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ لَنْ

ہدایت میں اور ترقی کر دی تھی اور ہم نے انکے دل مضبوط کر دیئے جبکہ وہ پختہ ہو کر کہنے لگے کہ ہمارا رب تو وہ ہے جو آسمانوں اور زمین کا

نَّدْعُوَا۟ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِلٰهًا لَّقَدْ قُلْنَاۤ اِذًا شَطَطًا ﴿۱۴﴾ هٰۤؤُلَآءِ قَوْمُنَا اتَّخَذُوْا مِنْ

رب ہے ہم تو اس کو چھوڑ کر کسی معبود کی عبادت نہ کریں گے کیونکہ اس صورت میں ہم نے یقیناً بڑی ہی بے جا بات کہی یہ جو ہماری قوم ہے

دُوْنِهٖۤ اٰلِهَةً ؕ لَوْ لَا يَاْتُوْنَ عَلَيْهِمْ بِسُلْطٰنٍۭ بَيِّنٍ ؕ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى

انھوں نے خدا کو چھوڑ کر اور معبود قرار دے رکھے ہیں یہ لوگ ان معبودوں پر کوئی کھلی دلیل کیوں نہیں لاتے تو اس شخص سے زیادہ

عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ﴿۱۵﴾ وَ اِذِ اعْتَزَلْتُمُوْهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ فَاْوٗۤا اِلَى

کون غضب ڈھانے والا ہوگا جو اللہ پر جھوٹ تہمت لگادے اور جب تم ان لوگوں سے الگ ہوگئے ہو اور ان کے معبودوں سے بھی مگر اللہ سے تو تم غار

الْكَهْفِ يَنْشُرْ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ وَيُهَيِّئْ لَكُمْ مِّنْ اَمْرِكُمْ مِّرْفَقًا ﴿۱۶﴾

میں چل کر پناہ لو تم پر تمہارا رب اپنی رحمت پھیلا دیگا اور تمہارے لئے تمہارے اس کام میں بھی کامیابی کا سامان درست کر دیگا

تفسیر:- یہاں سے اصحاب کہف کا تفصیل سے واقعہ بیان کیا جارہا ہے، اللہ تعالیٰ اپنے پیارے نبی سے فرمارہے ہیں کہ ہم آپ سے ان کا واقعہ ٹھیک ٹھیک بیان کرتے ہیں، سنو! اصحاب کہف چند نوجوان تھے جو اپنے رب پر ایمان لائے تھے اور ہم نے ان کے ایمان و ہدایت میں زیادتی و ترقی کی تھی یعنی کامل مومن بن چکے تھے بعض مفسرین رحمہ نے فرمایا کہ ولی بن چکے تھے اور ہم نے ان کے دل مضبوط کر دیئے یعنی وطن گھر بار رشتہ دار مال و دولت وغیرہ چھوڑنے پر ان کو صبر عطا فرمایا اور حوصلہ و ہمت دی کہ ظالم بادشاہ کے سامنے کھل کر اپنا مذہب

بیان کر دیا کہ ہم صرف اس ذات کی بندگی کرتے ہیں جو آسمان و زمین اور تمام کائنات کا خالق و مالک ہے، اور جرأت کرکے یہ بھی کہہ دیا کہ آپ کی قوم اپنے خالق و مالک اور اللہ جل شانہ کو چھوڑ کر دوسروں کی پوجا کرتی ہے یہ بہت بڑا ظلم اور خدا کی ذات پر الزام و بہتان تراشی ہے اور پھر ان کے پاس کوئی دلیل بھی اس بات کی نہیں کہ حقیقت میں بت ہی بندگی کے لائق ہیں اور ہمارے پاس بہت سے دلائل اس بات کے ہیں کہ حقیقت میں عبادت و بندگی کی مستحق صرف اللہ ہی کی ذات ہے۔

بادشاہ سے مذکورہ گفتگو کے بعد انھوں نے آپس میں گفتگو کی کہ جب ہم ان بت پرستوں سے عقیدہ میں الگ ہو گئے تو ہمیں اپنا رہن سہن بھی ان سے الگ کر لینا چاہئے اور چلیں فلاں غار میں پناہ لیں تاکہ امن و اطمینان سے وہاں اللہ کی عبادت و بندگی کر سکیں ہمیں اللہ کی ذات پر پورا بھروسہ اور یقین ہے کہ وہ ہم پر اپنی خصوصی رحمت فرمائے گا۔ اور اس کام میں ہمیں کامیاب فرمائے گا۔

وَتَرَى الشَّمْسَ إِذَا طَلَعَتْ تَّزٰوَرُ عَنْ كَهْفِهِمْ ذَاتَ الْيَمِينِ وَإِذَا غَرَبَتْ

اور اے مخاطب جب دھوپ نکلتی ہے تو تو اس کو دیکھے گا کہ وہ داہنی جانب کو بچی رہتی ہے اور جب چھپتی ہے تو

تَّقْرِضُهُمْ ذَاتَ الشِّمَالِ وَهُمْ فِي فَجْوَةٍ مِّنْهُ ۚ ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ ۗ مَنْ

تو بائیں طرف ہٹی رہتی ہے اور وہ لوگ اس غار کے ایک فراخ موقع میں تھے یہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے

يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ وَلِيًّا مُّرْشِدًا ﴿۱۷﴾

ہے جس کو اللہ ہدایت دے وہی ہدایت پاتا ہے اور جس کو وہ بے راہ کر دیں تو آپ اس کیلئے کوئی مددگار راہ بتانے والا نہ پاویں گے

اصحاب کہف کی غار میں حفاظت

اللہ تعالیٰ کی قدرت کے کرشمے دیکھئے کہ اس نے اصحاب کہف کو ایسی غار میں پہونچایا کہ جس میں انھیں مکمل آرام و حفاظت مل سکے، ارشاد ہے کہ جب سورج نکلتا ہے تب بھی دھوپ غار کے اندر نہیں جاتی اور جب چھپتا ہے جب بھی دھوپ غار کے اندر نہیں جاتی، یہ اس لئے تاکہ دھوپ کی تپش اور گرمی سے ان نوجوانوں کو تکلیف نہ پہونچے اور صرف اسی پر بس نہیں بلکہ یہ اس غار کے کشادہ حصہ میں آرام فرما ہیں تاکہ غار کی تنگی سے جی بھی نہ گھبرائے اور ہوا بھی پہونچتی رہے بس، یہ اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے کہ اس نے ظاہری اسباب کے نہ ہوتے ہوئے اصحاب کہف کیلئے مکمل راحت و آرام کا سامان مہیا فرما دیا بس جس کو اللہ ہدایت دے وہی ہدایت پاتا ہے، دیکھئے اصحاب کہف کی گمراہی کے تمام سامان ہونے کے باوجود اللہ پاک نے انھیں گمراہی سے بچا لیا۔

غار میں دھوپ نہ جانا اسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ غار کا دروازہ شمال یا جنوب کی جانب ہو، غار کی

داہنی اور بائیں جانب اگر غار میں داخل ہونے والے کے لحاظ سے ہے تو اس صورت میں غار کا دروازہ شمال کی طرف ہوگا، اور اگر غار سے نکلنے والے کے اعتبار سے ہے تو اس صورت میں غار کا دروازہ جنوب کی طرف ہوگا۔

وَتَحْسَبُهُمْ أَيْقَاظًا وَّهُمْ رُقُودٌ ۖ وَّنُقَلِّبُهُمْ ذَاتَ الْيَمِينِ وَذَاتَ الشِّمَالِ ۖ وَكَلْبُهُم

اور اے مخاطب تو ان کو جاگتا ہوا خیال کرتا حالانکہ وہ سوتے تھے اور ہم ان کو داہنی اور بائیں طرف کروٹ بدل دیتے تھے اور ان کا کتا دہلیز پر

بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيدِ ۚ لَوِ اطَّلَعْتَ عَلَيْهِمْ لَوَلَّيْتَ مِنْهُمْ فِرَارًا وَّلَمُلِئْتَ مِنْهُمْ رُعْبًا ﴿۱۸﴾

اپنے دونوں ہاتھ پھیلائے ہوئے تھا اگر تو ان کو جھانک کر دیکھتا تو ان سے پیٹھ پھیر کر بھاگ کھڑا ہوتا اور تیرے اندر ان کی دہشت سما جاتی

اصحاب کہف کے سونے کی کیفیت

ارشاد ہے کہ اے مخاطب اگر تو اصحاب کہف کو اس وقت جب کہ وہ غار میں گئے اور ہم نے ان پر نیند مسلط کر دی ان کو دیکھتا تو ان کو جاگتا ہوا خیال کرتا حالانکہ وہ سوئے ہوئے تھے اور اسکی وجہ یہ ہے کہ اللہ نے اپنی قدرت سے ان پر نیند کے آثار مسلط نہیں کئے ان کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں، ان کے بدن میں ڈھیلا پن تھا جیسے بیدار انسان کا بدن ہوتا ہے، ان کا سانس بھی سونے والوں کی طرح نہ تھا اور پھر اللہ تعالیٰ ان کو کروٹیں دیتے رہتے تھے تاکہ ایک کروٹ پر پڑے پڑے زمین ان کے جسم کو نہ کھالے، اور اگر غور کیا جائے تو ان کے اس سونے کی کیفیت سے حق تعالیٰ کا مقصد ان کی حفاظت تھا کہ لوگ تماشائی بن کر ان کو بے آرام نہ کریں، اس آیت کے اخیر میں فرمایا گیا ہے کہ اگر تم ان نوجوانوں کو جھانک کر دیکھو تو دہشت کھا کر بھاگ جاؤ اور ان کا رعب تم پر غالب ہو جائے اس کے وجوہات کچھ بھی ہوں مگر حقیقت یہی ہے کہ اللہ کو ان کی حفاظت اور مکمل راحت و آرام پہونچانا مقصود ہے، اسی طرح اللہ نے کتے کے ذریعہ ان کی حفاظت فرمائی۔

اصحاب کہف کا کتا

اس آیت میں اصحاب کہف کے کتے کا بھی ذکر کیا گیا ہے وہ غار کے دروازہ پر اپنے دونوں ہاتھ پھیلائے پڑا ہے اس پر بھی اللہ نے اسی حالت میں نیند طاری کر دی ہے، جب اصحاب کہف کروٹ لیتے ہیں اسی وقت یہ بھی کروٹ بدلتا ہے، بعض حضرات نے اس کا نام قطمیر بتایا ہے، کہا جاتا ہے کہ یہ کتا انہی اصحاب کہف میں سے کسی کا شکاری کتا تھا جو ان کے پیچھے پیچھے ہولیا اور ان نیک بزرگ اللہ والوں کی صحبت سے اس کتے کا مقام اس قدر بلند ہوا کہ قرآن میں اس کا ذکر آیا، خالد بن معدان کا فرمان ہے کہ اصحاب کہف کے کتے اور بلعم بن باعورا کے گدھے کے علاوہ کوئی دوسرا جانور جنت میں نہیں جائے گا، بس صرف یہ دو خوش قسمت جانور جنت میں داخل ہوں گے۔

اے لوگو! عبرت کا مقام ہے کہ ایک جانور اور وہ بھی کتا جب اس نے ان اللہ والوں سے محبت کی تو اللہ نے اس کا مقام کس قدر بلند فرما دیا، سوچو اگر انسان اللہ والوں سے محبت و صحبت اختیار کرے گا تو اللہ اس کا مقام کیوں بلند نہیں فرمائے گا۔

وَكَذٰلِكَ بَعَثْنٰهُمْ لِيَتَسَآءَلُوْا بَيْنَهُمْ ؕ قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ كَمْ لَبِثْتُمْ ؕ قَالُوْا لَبِثْنَا

اور اسی طرح ہم نے ان کو جگا دیا تاکہ وہ آپس میں پوچھ پاچھ کریں ان میں سے ایک کہنے والے نے کہا کہ تم کس قدر رہے ہو گے بعضوں نے کہا

يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ؕ قَالُوْا رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثْتُمْ ؕ فَابْعَثُوْٓا اَحَدَكُمْ بِوَرِقِكُمْ

ایک دن یا ایک دن سے بھی کچھ کم رہے ہوں گے دوسرے بعضوں نے کہا کہ یہ تو تمھارے خدا ہی کو خبر ہے کہ تم کس قدر رہے اب اپنے میں سے

هٰذِهٖٓ اِلَى الْمَدِيْنَةِ فَلْيَنْظُرْ اَيُّهَآ اَزْكٰى طَعَامًا فَلْيَاْتِكُمْ بِرِزْقٍ مِّنْهُ

کسی کو یہ روپیہ دیکر شہر کی طرف بھیجو پھر وہ شخص تحقیق کرے کہ کون سا کھانا حلال ہے سو اس میں سے تمہارے پاس کچھ

وَلْيَتَلَطَّفْ وَلَا يُشْعِرَنَّ بِكُمْ اَحَدًا ﴿۱۹﴾ اِنَّهُمْ اِنْ يَّظْهَرُوْا عَلَيْكُمْ يَرْجُمُوْكُمْ

کھانا لاوے اور کام خوش تدبیری سے کرے اور کسی کو تمھاری خبر نہ ہونے دے اگر وہ لوگ کہیں تمھاری خبر پا جاویں گے تو تم کو یا تو

اَوْ يُعِيْدُوْكُمْ فِيْ مِلَّتِهِمْ وَلَنْ تُفْلِحُوْٓا اِذًا اَبَدًا ﴿۲۰﴾

پتھروں سے مار ڈالیں گے یا تم کو اپنے طریقہ میں پھیر لیں گے اور ایسا ہوا تو کبھی تم کو فلاح نہ ہوگی۔

تفسیر: ارشاد خداوندی ہے کہ جس طرح ہم نے اصحاب کہف کو اپنی قدرت سے ایک لمبے زمانے تک سلائے رکھا اور ان کے جسموں کو سڑنے گلنے سے بچائے رکھا اسی طرح ہم نے اس موت نما خواب کے بعد بلا کسی غذا کے قوی و صحت مند حالت میں ان کو بیدار کر کے بٹھا دیا یہ بھی ہماری قدرت کاملہ کی نشانی ہے۔

بیدار ہو کر یہ لوگ آپس میں ایک دوسرے سے پوچھنے لگے کہ ہم کتنا سوئے ہیں، اس سے اللہ کا مقصد یہ تھا کہ ان کو اپنا سینکڑوں برس سونا معلوم ہو جائے، اپنے سونے کی حالت کا علم ہو جائے اور اللہ کی قدرت اور عقیدۂ آخرت پر مزید پختگی حاصل ہو۔ بہرحال ان میں سے ایک نے پوچھا کہ تم کتنے وقت سوئے ہو، دوسرے نے جواب دیا ایک دن یا اس سے بھی کچھ کم سوئے ہیں، یہ نوجوان صبح کے وقت غار میں داخل ہوئے تھے اور شام کے وقت بیدار ہوئے اس لئے انھوں نے محسوس کیا کہ ہم پورے دن سوتے رہے ہیں، یہ گفتگو سن کر ان میں سے ایک ساتھی نے جو زیادہ سمجھ دار تھا اور صاحب تفسیر مظہری کے قول کے مطابق ان کا سردار مکسلمینا نامی تھا، اس نے کہا اس بے فائدہ بحث کو چھوڑو یہ تو خدا ہی بہتر جانتا ہے

کہ ہم کتنا سوئے ہیں، اور اپنے میں سے کسی کو پیسے دے کر شہر بھیجو تاکہ وہ کھانا لائے چنانچہ تملیخا نامی ساتھی کو بازار بھیجا اور اس کو ہدایت کی کہ تحقیق کر کے حلال کھانا لائے، کیونکہ وہاں بتوں کے نام کا ذبیحہ ہوتا تھا اور وہی عام طور پر بازاروں میں فروخت ہوتا تھا۔ دوسری ہدایت یہ کی کہ پوری ہوشیاری سے جانا اور آنا اور کھانا خریدتے وقت بھی حکمت وتدبیر اور نرمی سے معاملہ کرنا، غرضیکہ اس طرح کی کوئی بات ظاہر نہ ہونے پائے جس سے ہمارا راز کھل جائے، اگر کہیں ہمارا راز کھل گیا تو ہمارا سارا پروگرام بگڑ جائے گا اور اگر اس پاپی ظالم بادشاہ کو پتہ چل گیا تو وہ پتھراؤ کر کے سب کو مروا دے گا یا زبردستی ہم کو حق سے ہٹا کر اپنے مذہب بت پرستی میں داخل کرلیگا اور اگر خدانخواستہ ایسا ہوگیا تو ہم کبھی فلاح وکامیابی حاصل نہیں کرسکیں گے

وَكَذٰلِكَ اَعْثَرْنَا عَلَيْهِمْ لِيَعْلَمُوْٓا اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّاَنَّ السَّاعَةَ لَا رَيْبَ

اور اسی طرح ہم نے لوگوں کو ان پر مطلع کردیا تاکہ وہ لوگ اس بات کا یقین کریں کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے اور یہ کہ

فِيْهَا ۚ اِذْ يَتَنَازَعُوْنَ بَيْنَهُمْ اَمْرَهُمْ فَقَالُوا ابْنُوْا عَلَيْهِمْ بُنْيَانًا ۭ رَبُّهُمْ اَعْلَمُ

قیامت میں کوئی شک نہیں وہ وقت بھی قابل ذکر ہے جبکہ اس زمانہ کے لوگ ان کے باہم معاملہ میں جھگڑ رہے تھے سو ان لوگوں نے یہ کہا

بِهِمْ ۭ قَالَ الَّذِيْنَ غَلَبُوْا عَلٰٓي اَمْرِهِمْ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِمْ مَّسْجِدًا ۝۲۱

کہ ان کے پاس کوئی عمارت بنوا دو ان کا رب ان کو خوب جانتا تھا جو لوگ اپنے کام پر غالب تھے انھوں نے کہا کہ ہم تو انکے پاس ایک مسجد بنا دینگے

تفسیر: اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ جس طرح ہم نے اپنی قدرت کاملہ سے اصحاب کہف کو ایک مدت تک سلایا اور پھر جگایا یا اسی طرح ہم نے اپنی قدرت وحکمت سے اس زمانہ کے لوگوں کو ان کے حال پر مطلع کردیا تاکہ وہ لوگ اس بات کا یقین کریں کہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کرنے کا وعدہ اللہ کا حق ہے اور قیامت کے آنے میں کوئی شک نہیں۔

اصحاب کہف نے جس وقت اپنے ایک ساتھی کو بازار کھانا خریدنے کیلئے بھیجا تو ان کا یہی خیال تھا کہ اسی پاپی وظالم مشرک دقیانوس بادشاہ کی حکومت ہے مگر اس کو مرے ہوئے ایک زمانہ گذر چکا تھا اور اب حکومت ایک نیک مسلمان بادشاہ بیدوسیس کی تھی، اس وقت کے لوگوں میں مرکر دوبارہ زندہ ہونے میں اختلاف تھا، کچھ لوگ دوبارہ زندہ ہونے کے قائل تھے اور کچھ منکر، بادشاہ وقت فکرمند تھا اور اسکا آرزومند تھا کہ سب لوگ مرکر دوبارہ زندہ ہونے اور قیامت کو ماننے لگیں اس کے لئے اس نے اللہ سے دعا کی، اللہ نے اس کی دعا قبول فرمالی اور اس کی شکل یہ بنائی کہ جب تملیخا نے دوکاندار کو روپیہ دیا تو دوکاندار چکر میں پڑ گیا کہ یہ کون سے زمانے کا سکہ ہے، اس نے اپنے پڑوسی دوکاندار کو دکھایا، اس نے دوسرے کو اس نے تیسرے کو اس طرح چند آدمی تملیخا کے پاس جمع ہوگئے اور اس سے پوچھنے

لگے کہ یہ سکہ تم کہاں سے لائے ہو۔ اس نے کہا یہ میرا ہے مگر لوگوں نے اس کی بات نہ مانی اور یہ سمجھا کہ اس کو کہیں سے پرانا خزانہ ہاتھ لگ گیا ہے جس کو یہ بتا نہیں رہا ہے، لہٰذا اس کو بادشاہ وقت کے حوالہ کر دیا بادشاہ نے اس سے نام پوچھا اور تحقیقات کی، اس نے اپنا پورا واقعہ بیان کیا اور کہا کہ میرے کچھ ساتھی فلاں غار میں ہیں، بادشاہ کو خیال آیا کہ یہ تو وہی نوجوان معلوم ہوتے ہیں جن کے ناموں کی تختی خزانہ میں رکھی ہوئی ہے، اس وقت بادشاہ کو بہت خوشی ہوئی کہ شاید اللہ نے میری دُعا قبول کر لی ہے، اب ممکن ہے ان نوجوانوں کے حالات سے لوگوں کو دوبارہ زندہ ہونے کا یقین ہو جائے چنانچہ بادشاہ شہر کے اہم اہم لوگوں کو اپنے ساتھ لے کر غار پر پہونچا، تملیخا نے کہا آپ لوگ ذرا یہیں رکیں میں پہلے اپنے ساتھیوں کو مطلع کرآؤں تملیخا نے اپنے ساتھیوں سے کہا اب شرک کی بلا ہمارے سر سے ٹل گئی ہے کیونکہ اس وقت کا بادشاہ مومن اور اللہ والا ہے، یہ سن کر اصحاب کہف بہت خوش ہوئے اور ان سب نے بادشاہ کا پرتپاک استقبال کیا اور بڑی محبت وخوشی سے اس سے ملاقات کی اور پھر اپنے غار ہی میں واپس چلے گئے اور پھر اسی وقت اللہ نے ان سب کو موت دیدی۔

الغرض اصحاب کہف کا عجیب وغریب واقعہ جب لوگوں نے دیکھا اور سنا کہ تین سو برس سے بھی زیادہ سونے کے بعد بیدار ہوئے تو ان کو یقین ہوگیا کہ واقعۃً اللہ تعالیٰ ہم کو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کرے گا، مع بادشاہ کے تمام لوگ اصحاب کہف کی بزرگی کے قائل ہوگئے تھے، لہٰذا ان کی وفات کے بعد سب کا خیال ہوا کہ بطور یادگار ان کی غار کے پاس کوئی عمارت بنادی جائے، عمارت کے بارے میں اختلاف رائے ہوا کہ کیا بنائی جائے بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس شہر میں اب بھی کچھ مشرک وبت پرست تھے ان کی رائے ہوئی کہ کوئی ایسی عمارت بنائی جائے جس سے عام لوگ مسافر وغیرہ فائدہ اٹھائیں مگر عام لوگ ارباب حکومت اور ارباب بادشاہت سب مسلمان تھے انھی کا غلبہ تھا ان کی رائے ہوئی کہ مسجد بنادی جائے جو یادگار بھی رہے اور آئندہ بت پرستی سے بچانے کا ذریعہ بھی بنے، لوگ سمجھ لیں کہ اصحاب کہف عابد تھے معبود نہیں

سَيَقُولُونَ ثَلٰثَةٌ رَّابِعُهُمْ كَلْبُهُمْ ۚ وَيَقُولُونَ خَمْسَةٌ سَادِسُهُمْ

بعضے لوگ تو کہیں گے کہ وہ تین ہیں چوتھا ان کا کتا ہے اور بعضے کہیں گے کہ پانچ ہیں چھٹا ان کا کتا ہے یہ لوگ بے تحقیق

كَلْبُهُمْ رَجْمًا بِالْغَيْبِ ۚ وَيَقُولُونَ سَبْعَةٌ وَّثَامِنُهُمْ كَلْبُهُمْ ۚ قُلْ رَّبِّيْٓ اَعْلَمُ

بات کو ہانک رہے ہیں اور بعضے کہیں گے کہ وہ سات ہیں آٹھواں ان کا کتا ہے آپ کہہ دیجئے کہ میرا رب ان کا شمار خوب جانتا ہے

بِعِدَّتِهِمْ مَّا يَعْلَمُهُمْ اِلَّا قَلِيْلٌ ۫ فَلَا تُمَارِ فِيْهِمْ اِلَّا مِرَآءً ظَاهِرًا ۠

ان کو بہت قلیل لوگ جانتے ہیں سو آپ ان کے بارے میں بجز سرسری بحث کے زیادہ بحث نہ کیجئے اور آپ ان کے بارے میں ان

وَّلَا تَسْتَفْتِ فِيْهِمْ مِّنْهُمْ اَحَدًا ﴿٢٢﴾

لوگوں میں سے کسی سے بھی نہ پوچھئے

تفسیر:- اس آیت میں فرمایا گیا ہے کہ اصحاب کہف کا قصہ سنکر لوگ ان کی تعداد کے بارے میں اٹکل کے تیر چلائیں گے (جیسا کہ عام طور پر لوگوں کی عادت ہوتی ہے) کوئی کہے گا وہ تین تھے چوتھا کتا تھا اور کوئی کہے گا پانچ تھے چھٹا کتا تھا، اور کوئی کہے گا کہ وہ سات تھے آٹھواں کتا تھا، پہلے دو قول تین اور پانچ کو اللہ تعالیٰ نے یہ فرما کر رد کر دیا ہے کہ یہ لوگ صرف بلا تحقیق کے صرف اپنے اندازے سے ان کی تعداد بتا رہے ہیں اور تیسرے قول سات کے متعلق اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ آپ کہدیجئے کہ میرا رب اصحاب کہف کی صحیح تعداد کو جانتا ہے، علماء مفسرین نے لکھا ہے کہ حق تعالیٰ کے اس انداز بیان سے تیسرا قول سات کی تعداد کا صحیح معلوم ہوتا ہے، اسی کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا کہ بہت کم لوگ ہیں جو صحیح تعداد کو جانتے ہیں حضرت ابن عباس رضؓ اور حضرت ابن مسعود رضؓ نے فرمایا کہ میں بھی ان کم لوگوں میں شامل ہوں فرمایا کہ ان کی تعداد سات تھی جن کے نام یہ ہیں ۱ مُکسَلمِینَا ۲ مرطونس ۳ تملیخا ۴ سونس ۵ سارنیوتس ۶ ذونواس ۷ کعسطیونس۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرکے دو باتوں کی ہدایت فرمائی اول یہ کہ اصحاب کہف کی تعداد وغیرہ کے سلسلہ میں آپ ان لوگوں سے زیادہ بحث و مباحثہ نہ کریں دوسرے یہ کہ اصحاب کہف کے سلسلے میں آپ خود بھی ان سے کوئی سوال نہ کریں یعنی اگر وہ لوگ اختلافات سے باز نہ آئیں تو انکو انکے حال پر چھوڑ دیجئے اور انسے زیادہ بحث مباحثہ نہ کیجئے کیونکہ اصحاب کہف کی تعداد معلوم کرنے سے کوئی اہم مقصد متعلق نہیں اور اس کا واقعہ جس قدر اللہ تعالیٰ نے بتلا دیا ہے اس سے زیادہ کی تحقیق میں کوئی فائدہ بھی نہیں اسی لئے فرمایا کہ آپ ان سے سوال بھی نہ کیجئے کہ یہ شان انبیاء کے خلاف ہے۔

وَلَا تَقُوْلَنَّ لِشَايْءٍ اِنِّيْ فَاعِلٌ ذٰلِكَ غَدًا ﴿٢٣﴾ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ۡ وَاذْكُرْ

اور آپ کسی کام کی نسبت یوں نہ کہا کیجئے کہ میں اس کو کل کروں گا مگر خدا کے چاہنے کو ملا دیا کیجئے، اور جب آپ بھول

رَّبَّكَ اِذَا نَسِيْتَ وَقُلْ عَسٰٓى اَنْ يَّهْدِيَنِ رَبِّيْ لِاَقْرَبَ مِنْ هٰذَا رَشَدًا ﴿٢٤﴾

جائیں تو اپنے رب کا ذکر کیا کیجئے اور کہدیجئے کہ مجھکو امید ہے کہ میرا رب مجھکو دلیل بننے کے اعتبار سے اس سے بھی نزدیک تر بات تبلا دے

تفسیر:- قریش مکہ نے جب آپؐ سے اصحاب کہف کا قصہ معلوم کیا تو آپ نے فرمایا کہ کل تبلا دوں گا اسکے ساتھ انشاء اللہ نہ فرمایا جس کی وجہ سے پندرہ دن تک وحی نہ آئی پندرہ دن کے بعد

حضرت جبرئیل وحی لے کر آئے جس میں اصحاب کہف کے قصہ کے ساتھ ساتھ آپ کو یہ ہدایت بھی فرمائی گئی آپ کو جب آئندہ کسی کام کے کرنے نہ کرنے کا وعدہ یا اقرار کرنا ہو تو اس کے ساتھ انشاء اللہ لگایا کیجئے کیونکہ آئندہ کیا ہوگا اس کا علم صرف خدا ہی کو ہے اس لئے انشاء اللہ (یعنی اللہ چاہے گا تو کردوں گا) کہہ لینا چاہئے، پس مسلمان کو چاہئے کہ اپنے ہر کام میں دل سے بھروسہ اللہ پر کرے اور زبان سے انشاء اللہ کہہ کر اس کا اقرار بھی کرے اور اگر کبھی انشاء اللہ کہنا بھول جائے تو جب یاد آئے اس وقت کہہ لینا چاہئے۔

بخاری و مسلم شریف میں ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے نوّے بیویاں تھیں، ایک دن آپ نے فرمایا کہ آج میں سب بیویوں کے پاس جاؤں گا، ہر بیوی کے ایک بچہ ہوگا اور وہ راہ خدا میں جہاد کرے گا اس وقت فرشتے نے ان سے کہا کہ انشاء اللہ کہہ لیجئے مگر آپ نے فرشتے کی بات پر توجہ نہ کی اور اپنے ارادہ کے مطابق تمام بیویوں سے صحبت کی مگر بچہ صرف ایک سے پیدا ہوا اور وہ بھی آدھے جسم کا حضور علیہ السلام نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر وہ انشاء اللہ کہہ لیتے تو ان کا فرمانا پورا ہوتا اور تمام بچے جوان ہو کر جہاد کرتے۔

اس کے بعد حضور سے فرمایا گیا کہ آپ کہہ دیجئے مجھے امید ہے کہ میرا رب میری نبوت کی دلیل اس قصہ سے زیادہ قوی بتلادے، مطلب یہ ہے کہ اے لوگو تم نے میری نبوت کا امتحان لینے کے لئے اصحاب کہف کا قصہ دریافت کیا جو اللہ نے بذریعہ وحی مجھے بتلا دیا جس سے تم کو اطمینان ہوگیا، مگر یہ قصہ اتنا اہم نہیں کہ اس کو تو کوئی غیر نبی تاریخ عالم کا جاننے والا بھی بتلا سکتا ہے اس سے بڑھ کر میری نبوت پر مضبوط دلیل تو خود قرآن کریم ہے جس کے مثل ایک آیت بھی پوری دنیا مل کر نہ بنا سکی اور اس کے علاوہ حضرت آدم سے لے کر قیامت تک کے بے شمار ایسے واقعات مجھے بتلا دیئے گئے جن کا جاننا بغیر وحی کے ممکن نہیں جن کا علم صرف نبی ہی کو ہوسکتا ہے اس کے علاوہ کسی کو نہیں۔

وَلَبِثُوا فِي كَهْفِهِمْ ثَلٰثَ مِائَةٍ سِنِيْنَ وَازْدَادُوا تِسْعًا ﴿۲۵﴾ قُلِ اللّٰهُ اَعْلَمُ

اور وہ لوگ اپنے غار میں تین سو برس تک رہے اور نو برس اوپر اور رہے آپ کہدیجئے کہ خدا تعالیٰ ان کے رہنے کی مدت

بِمَا لَبِثُوْا ۚ لَهٗ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ اَبْصِرْ بِهٖ وَ اَسْمِعْ ۭ مَا لَهُمْ مِّنْ

کو زیادہ جانتا ہے تمام آسمانوں اور زمین کا علم غیب اسی کو ہے وہ کیسا کچھ دیکھنے والا اور کیسا کچھ سننے والا ہے ان کا خدا کے

دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِيٍّ ۡ وَّلَا يُشْرِكُ فِيْ حُكْمِهٖٓ اَحَدًا ﴿۲۶﴾

سوا کوئی بھی مددگار نہیں اور نہ اللہ تعالیٰ کسی کو اپنے حکم میں شریک کرتا ہے

غار میں مدت قیام:۔ لوگوں میں جس طرح اصحاب کہف کی تعداد میں اختلاف تھا کہ وہ غار میں کتنی مدت

تک سوتے رہے اس آیت میں فرمایا گیا ہے کہ وہ تین سو نو سال تک غار میں سوتے رہے، اس کے بعد حضور کو مخاطب کرکے فرمایا اگر یہ لوگ اس کے بعد بھی اختلاف ہی کرتے رہیں تو آپ کہدیجئے کہ میرا رب ان کی غار میں مدت قیام کو تم سے زیادہ جانتا ہے اس کی شان یہ ہے کہ آسمان و زمین کی کوئی چیز اس کی آنکھ سے اوجھل نہیں۔

اللہ تعالیٰ نے یہاں اصحاب کہف کے سونے کی مدت کو ایک نرالے انداز میں بیان فرمایا ہے یعنی تین سو سال بیان کرکے پھر نو سال الگ سے بیان فرمائے ہیں، دونوں کو اکٹھا کرکے یوں نہیں فرمایا تین سو نو سال، اس کی وجہ حضرت علی کرم اللہ وجہ اور دوسرے مفسرین رح سے یہ مروی ہے کہ یہود و نصاریٰ میں چونکہ شمسی حساب (انگریزی تاریخ) کا رواج تھا اس کے حساب سے تین سو سال ہوتے ہیں، اور مسلمانوں میں قمری حساب (چاند کی تاریخ) کا رواج ہے اس کے حساب سے تین سو نو سال ہوتے ہیں، کیونکہ قمری حساب سے سو سال پر تین سال بڑھ جاتے ہیں خلاصہ یہ کہ شمسی حساب سے تین سو سال سوئے اور قمری حساب سے تین سو نو سال اصحاب کہف سوتے رہے

وَاتْلُ مَآ اُوْحِیَ اِلَیْکَ مِنْ کِتَابِ رَبِّکَ ۚ لَا مُبَدِّلَ لِکَلِمٰتِہٖ ۚ

اور آپ کے پاس جو آپ کے رب کی کتاب وحی کے ذریعہ سے آئی ہے وہ پڑھ دیا کیجئے اس کی باتوں کو

وَلَنْ تَجِدَ مِنْ دُوْنِہٖ مُلْتَحَدًا ﴿۲۷﴾

کوئی بدل نہیں سکتا اور آپ خدا کے سوا کوئی جائے پناہ نہ پاویں گے

تفسیر: پچھلی آیت تک اصحاب کہف کا قصہ مکمل ہو چکا، اس میں یہ بھی بیان ہوا تھا کہ آپ اس قصہ کی اختلافی باتوں میں زیادہ بحث و مباحثہ نہ کریں اور نہ ہی کچھ کسی سے دریافت کریں، اب اس آیت میں حضور علیہ السلام کو ہدایت فرمائی گئی ہے کہ جو کتاب یعنی قرآن بذریعہ وحی آپ کے رب نے آپ کو مرحمت فرمائی ہے اس کو پڑھ کر لوگوں کو سناتے رہئے، خدا نے جو باتیں اس میں سنائی یا جو وعدے کئے کوئی طاقت نہیں جو انھیں بدل یا ٹال سکے، اگر کوئی اس کتاب کے بدلنے کے درپے ہوگا یا اس کے حقوق ادا کرنے میں کوتاہی کرے گا وہ خوب سمجھ لے خدا کے مجرم کیلئے کہیں پناہ نہیں، ہاں فرمانبرداروں کو پناہ دینے کیلئے اس کی رحمت وسیع ہے، دیکھو اصحاب کہف جو خدائی باتوں پر قائم رہے ان کو اللہ نے اپنے فضل سے پناہ کے لئے کتنی عمدہ جگہ عطا فرمائی۔

وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُم بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ

اور اپنے آپ کو ان لوگوں کے ساتھ مقید رکھا کیجئے جو صبح و شام اپنے رب کی عبادت محض اس کی رضا جوئی کے لئے کرتے

وَجْهَهُ ۖ وَلَا تَعْدُ عَيْنَاكَ عَنْهُمْ تُرِيدُ زِينَةَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۖ وَلَا تُطِعْ مَنْ

ہیں اور دنیوی زندگی کی رونق کے خیال سے آپ کی آنکھیں ان سے ہٹنے نہ پائیں اور ایسے شخص کا کہنا نہ

أَغْفَلْنَا قَلْبَهُ عَن ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوَاهُ وَكَانَ أَمْرُهُ فُرُطًا ﴿۲۸﴾

الثلثة

مانئے جس کے قلب کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر رکھا ہے اور وہ اپنی نفسانی خواہش پر چلتا ہے اور اس کا حال حد سے گذر گیا ہے

تفسیر:- جس طرح آپ کو رئیس و مالدار کافروں سے بے نیاز رہنے کا حکم دیا گیا ہے اسی طرح اس آیت میں یہ ہدایت فرمائی گئی ہے کہ غریب مسلمانوں (صحابۂ کرام رض) کے ساتھ تعلق رکھیں، ان کے حال پر توجہ فرمائیں، ان کو اپنی صحبت میں رکھیں، انھی سے معاملات میں مشورہ کریں کیونکہ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے رب کی خوشنودی کے لئے اخلاص کیساتھ ہمیشہ عبادت میں مشغول رہتے ہیں حلال و حرام کا پورا خیال رکھتے ہیں خالق و مخلوق دونوں کے حقوق کا خیال رکھتے ہیں ان مخلصین کو چھوڑ کر متکبر کفار و مشرکین مالداروں کی طرف اس غرض سے نظر نہ اٹھائیں کہ ان کے مسلمان ہو جانے سے دین اسلام کو بڑی رونق و ترقی ملے گی، اسلام کی عزت و رونق، مادی خوش حالی و مالداری اور چاندی سونے کے سکوں سے نہیں۔ اصل عزت و رونق اور ترقی ایمان و اخلاص، تقوی و طہارت اور اعلی درجہ کی خوش اخلاقی سے ہے۔

شان نزول مذکورہ بالا آیت رئیس مکہ عیینہ بن حصن فزاری کے متعلق نازل ہوئی، مسلمان ہونے سے پہلے یہ حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا، اس وقت آپ کی مجلس میں کچھ غریب و خستہ حال صحابۂ کرام بیٹھے ہوئے تھے، انہی میں حضرت سلمان فارسی رض بھی تھے، عیینہ نے کہا کہ حضور ہم قبائل مضر کے سردار اور بڑے لوگ ہیں، اگر ہم مسلمان ہوگئے تو سب لوگ ایمان لے آئیں گے مگر ہم کو آپ کا اتباع کرنے سے ان غریب و خستہ حال لوگوں کی موجودگی روکتی ہے، آپ ان کو اپنی مجلس سے الگ کردیں، یا کم از کم ان کی مجلس ہم سے الگ کردیں۔ اس آیت میں اس مشورہ پر عمل کرنے سے سختی کے ساتھ منع فرما دیا گیا ہے اور ہدایت فرمائی گئی ہے کہ ان مخلص غریب مسلمانوں کے حال پر خوب توجہ فرمائیں۔

وَقُلِ الْحَقُّ مِن رَّبِّكُمْ ۖ فَمَن شَاءَ فَلْيُؤْمِن وَمَن شَاءَ فَلْيَكْفُرْ ۚ إِنَّا أَعْتَدْنَا

اور آپ کہدیجئے کہ حق تمہارے رب کی طرف سے ہے سو جس کا جی چاہے ایمان لے آوے اور جس کا جی چاہے کافر رہے بے شک

لِلظَّالِمِينَ نَارًا أَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا ۚ وَإِن يَسْتَغِيثُوا يُغَاثُوا بِمَاءٍ كَالْمُهْلِ

ہم نے ایسے ظالموں کیلئے آگ تیار کر رکھی ہے کہ اس آگ کی قناتیں اسکو گھیرے ہوں گی اور اگر فریاد کریں گے تو ایسے پانی سے ان کی فریاد رسی

بِئۡسَ الشَّرَابُ ۚ وَسَآءَتۡ مُرۡتَفَقًا ﴿۲۹﴾ يَشۡوِي الۡوُجُوۡهَ ؕ

کی جاوے گی جو تیل کی تلچھٹ کی طرح ہوگا موہوں کو بھون ڈالے گا کیا ہی برا پانی ہوگا اور دوزخ کیا ہی بری جگہ ہوگی۔

تفسیر:- جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرکے فرمایا جارہا ہے کہ آپ ان مالدار کافروں سے کہدیجئے کہ دین حق تمہارے پاس آچکا ہے جو اسے قبول کرے گا اس کا نفع ہے جو قبول نہیں کرے گا اس کا نقصان ہے، نقصان یہ ہے کہ نہ ماننے والے کافروں کے لئے دوزخ کی آگ تیار کر رکھی ہے جس کی قناتیں (دیواریں) بھی آگ ہی کی ہوں گی، جب ان کو آگ کی گرمی سے سخت پیاس لگے گی تو یہ پانی طلب کریں گے تو ان کو ایسا پانی دیا جائیگا جو تیل کی تلچھٹ کی طرح ہوگا اور اس قدر گرم ہوگا کہ اس کے منھ کے قریب آتے ہی چہرہ کو جھلس دیگا جس سے چہرہ کی کھال گر پڑے گی۔

ترمذی شریف میں حضرت ابو امامہ رض سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ پانی دیکھنے میں سخت ناگوار ہوگا اور جب منھ کے قریب آئے گا تو چہرہ کی کھال جل بھن کر گر پڑے گی اور جب اس کو پیئے گا تو انتڑیوں کو کاٹ کر پاخانہ کے راستہ سے نکال دیگا۔

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ إِنَّا لَا نُضِيعُ أَجْرَ مَنْ أَحْسَنَ عَمَلًا ﴿۳۰﴾

بے شک جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کئے تو ہم ایسوں کا اجر ضائع نہ کریں گے۔ جو اچھی طرح کام کو کرے

أُولَٰئِكَ لَهُمْ جَنَّاتُ عَدْنٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهِمُ الْأَنْهَارُ يُحَلَّوْنَ فِيهَا مِنْ

ایسے لوگوں کیلئے ہمیشہ رہنے کے باغ ہیں ان کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی ان کو وہاں سونے کے کنگن پہنائے جائیں گے

أَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَيَلْبَسُونَ ثِيَابًا خُضْرًا مِنْ سُنْدُسٍ وَإِسْتَبْرَقٍ مُتَّكِئِينَ

اور سبز رنگ کے کپڑے باریک اور دبیز ریشم کے پہنیں گے اور وہاں مسہریوں پر

فِيهَا عَلَى الْأَرَائِكِ ۚ نِعْمَ الثَّوَابُ ۚ وَحَسُنَتْ مُرْتَفَقًا ﴿۳۱﴾ ع

تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے کیا ہی اچھا صلہ ہے اور کیا ہی اچھی جگہ ہے

تفسیر:- پچھلی آیت میں دین حق قبول نہ کرنے والوں کا انجام بیان ہوا یہاں دین حق قبول کرکے نیک اعمال کرنے والوں کے انجام کا بیان ہے، ارشاد ہے کہ جنت میں جس کو ایک مرتبہ داخل کردیا جائیگا وہاں ان کو ایسے باغات ملیں گے جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی اور ان کو سونے کے کنگن اور سبز رنگ کے باریک و دبیز ریشم کے کپڑے پہنائے جائیں گے اور مسہریوں پر تکیہ لگائے آرام و عزت کے ساتھ بیٹھے ہوں گے

وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا رَّجُلَيْنِ جَعَلْنَا لِأَحَدِهِمَا جَنَّتَيْنِ مِنْ أَعْنَابٍ وَّحَفَفْنٰهُمَا

اور آپ ان لوگوں سے دو شخصوں کا حال بیان کیجئے ان دو شخصوں میں سے ایک کو ہم نے دو باغ انگور کے دے رکھے تھے

بِنَخْلٍ وَّ جَعَلْنَا بَيْنَهُمَا زَرْعًا ۳۲ كِلْتَا الْجَنَّتَيْنِ اٰتَتْ أُكُلَهَا وَلَمْ تَظْلِمْ

اور ان دونوں کا کھجور کے درختوں سے احاطہ بنا رکھا تھا اور ان دونوں کے درمیان کھیتی بھی لگا رکھی تھی دونوں باغ اپنا پورا پھل دیتے تھے

مِّنْهُ شَيْئًا وَّفَجَّرْنَا خِلٰلَهُمَا نَهَرًا ۳۳ وَّكَانَ لَهٗ ثَمَرٌ فَقَالَ لِصَاحِبِهٖ وَهُوَ يُحَاوِرُهٗ

اور کسی کے پھل میں ذرا بھی کمی نہ رہتی تھی اور ان دونوں کے درمیان میں نہر چلا رکھی تھی اور اس شخص کے پاس اور بھی تمول کا سامان تھا سو

أَنَا أَكْثَرُ مِنْكَ مَالًا وَّأَعَزُّ نَفَرًا ۳۴ وَدَخَلَ جَنَّتَهٗ وَهُوَ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ قَالَ مَا

اپنے اس ملاقاتی سے ادھر ادھر کی باتیں کرتے کرتے کہنے لگا کہ میں تجھ سے مال میں بھی زیادہ ہوں اور مجمع بھی میرا زبردست ہے اور وہ اپنے اوپر جرم

أَظُنُّ أَنْ تَبِيْدَ هٰذِهٖ أَبَدًا ۳۵ وَّمَا أَظُنُّ السَّاعَةَ قَائِمَةً وَّلَئِنْ رُّدِدْتُّ

قائم کرتا ہوا اپنے باغ میں پہونچا کہنے لگا کہ میرا خیال نہیں ہے کہ یہ باغ کبھی بھی برباد ہو اور میں قیامت کو نہیں خیال کرتا کہ آوے گی اور اگر میں

إِلٰى رَبِّيْ لَأَجِدَنَّ خَيْرًا مِّنْهَا مُنْقَلَبًا ۳۶

اپنے رب کے پاس پہونچایا گیا تو ضرور اس باغ سے بہت زیادہ اچھی جگہ مجھ کو ملے گی۔

دو شخصوں کی مثال

اس سے پہلے غریب مسلمانوں اور مالدار کافروں کا ذکر ہوا تھا، اب ان آیات میں مثال دے کر کفر و ایمان کا انجام اور دنیاوی رونق کی حقیقت واضح کی گئی ہے، ان آیات میں جن دو شخصوں کی مثال ہے۔ بقول علامہ بغوی رح یہ قبیلہ بنی مخزوم کے دو بھائیوں کی مثال ہے جن میں ایک مومن غریب تھا اور دوسرا کافر مالدار، انھی کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی ہے، اور بعض علماء مفسرین رح نے فرمایا کہ یہ آیات کسی خاص شخص کے متعلق نازل نہیں ہوئی بلکہ فرضی دو شخصوں کی مثال دیکر کفر و ایمان کا انجام اور دنیا کی حقیقت سمجھائی گئی ہے۔

ان دو شخصوں میں سے اللہ تعالیٰ نے ایک کو .... انگور کے دو باغ دے رکھے تھے اور ان باغوں کے چاروں طرف کھجور کے درختوں کی قطار تھی اور ان دونوں باغوں کے درمیان میں کھیتی ہوتی تھی اور ان میں نہر بہتی تھی جن سے باغات سرسبز و شاداب رہتے اگر بارش نہ بھی ہو تو ان میں خشکی نہ آئے اور ان باغوں کی یہ خوبی تھی کہ ہر فصل خوب آتی تھی، ایسا نہیں کہ — فصل ایک سال خوب آئے اور دوسرے سال کم جیسا کہ عام باغوں میں ہوتا ہے۔ غرضیکہ اللہ تعالیٰ نے اسکو پھلوں میووں اور غلے سے

خوب نوازرکھا تھا اور اس کے علاوہ دیگر دنیوی راحت و آرام کی چیزیں نوکر چاکر وغیرہ عطا فرمار کھے تھے۔

یہ مالدار اپنے بھائی یا دوست سے جو پکا مومن تھا دوران گفتگو کہنے لگا۔ ایسا لگتا ہے کہ وہ اس مالدار کو کفر و شرک سے توبہ کرنے اور ایمان قبول کرنے کی نصیحت کر رہا ہوگا اس نے اس کو رد کرتے ہوئے کہا کہ میں مالداری میں تجھ سے بڑھا ہوا ہوں، دیکھ میرے پاس کتنی ڈھیر دولت ہے اور چاروں طرف میری کس قدر عزت و دبدبہ اور شہرت ہے اور میرے ہر طرف نوکر چاکر خادم و مددگار اور رشتے و کنبے والے جمع رہتے ہیں، تجھ کو تیرے ایمان و ایمانداری نے کیا دیا تو رہا غریب کا غریب اور پھر اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے باغ میں لے گیا اور بڑے فخر و غرور کے عالم میں کہنے لگا، بھلا ایسا ہو سکتا ہے کہ یہ ہرا بھرا باغ کبھی اجڑ جائے یا اس کی پیداوار میں کمی آجائے اور پھر کہنے لگا کہ اول تو میں قیامت کو مانتا نہیں، اور اگر تیرے کہنے سے مان بھی لوں تو پیارے ہم وہاں بھی مزے کریں گے کیونکہ دنیا میں اس قدر دولت ملنے کا مطلب یہ ہے کہ جس راستہ (کفر و شرک) پر میں قائم ہوں وہ اللہ کو پسند ہے، لہٰذا وہ مرنے کے بعد بھی راحت و آرام کی زندگی گذارے گا۔

قَالَ لَهٗ صَاحِبُهٗ وَهُوَ يُحَاوِرُهٗٓ اَكَفَرْتَ بِالَّذِيْ خَلَقَكَ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ

اس سے اس کے ملاقاتی نے جواب کے طور پر کہا کہ کیا تو اس ذات کے ساتھ کفر کرتا ہے جس نے تجھ کو مٹی سے پیدا کیا پھر

مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ سَوّٰىكَ رَجُلًا ﴿۳۷﴾ لٰكِنَّا۠ هُوَ اللّٰهُ رَبِّيْ وَلَآ اُشْرِكُ بِرَبِّيْٓ

نطفہ سے پھر تجھ کو صحیح و سالم آدمی بنایا لیکن میں تو یہ عقیدہ رکھتا ہوں کہ وہ یعنی اللہ تعالیٰ میرا رب ہے اور میں اس کے

اَحَدًا ﴿۳۸﴾ وَلَوْلَآ اِذْ دَخَلْتَ جَنَّتَكَ قُلْتَ مَا شَآءَ اللّٰهُ ۙ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ ۚ

ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتا اور تو جس وقت اپنے باغ میں پہونچا تھا تو تو نے یوں کیوں نہیں کہا کہ جو اللہ کو منظور

اِنْ تَرَنِ اَنَا اَقَلَّ مِنْكَ مَالًا وَّوَلَدًا ﴿۳۹﴾ فَعَسٰى رَبِّيْٓ اَنْ يُّؤْتِيَنِ

ہوتا ہے وہی ہوتا ہے اور بدون خدا کی مدد کے کوئی قوت نہیں اگر تو مجھ کو مال اور اولاد میں کمتر دیکھتا ہے تو مجھ کو وہ وقت نزدیک

خَيْرًا مِّنْ جَنَّتِكَ وَيُرْسِلَ عَلَيْهَا حُسْبَانًا مِّنَ السَّمَآءِ فَتُصْبِحَ صَعِيْدًا زَلَقًا ﴿۴۰﴾

معلوم ہوتا ہے کہ میرا رب مجھ کو تیرے باغ سے اچھا باغ دیدے اور اس پر کوئی تقدیری آفت آسمان سے بھیجدے جس سے وہ

اَوْ يُصْبِحَ مَآؤُهَا غَوْرًا فَلَنْ تَسْتَطِيْعَ لَهٗ طَلَبًا ﴿۴۱﴾

باغ دفعۃً ایک صاف میدان ہو کر رہ جاوے یا اس سے اس کا پانی بالکل اندر اتر جاوے پھر تو اس کی کوشش بھی نہ کر سکے

غریب مومن کا جواب

مالدار کافر کی باتیں سنکر اس کے دوست غریب مومن نے اس کو پھر نصیحت کرتے ہوئے کہا افسوس ہے تو خدا کی قدرت کو نہیں مانتا ذرا پہلے اپنی حقیقت پر نظر ڈال، تیری اصل آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے مٹی سے پیدا کیا اور پھر تجھکو تیرے باپ کے قطرۂ منی سے وجود بخشا یہ اللہ ہی کی قدرت ہے کہ اس نے ایک ناپاک بوندپانی سے تجھ کو وجود بخشکر اور پھر تیری ہرطرح سے پرورش کرکے تجھکو جسمانی روحانی قوت عطا فرماکر ہٹا کٹا مرد بنا دیا ہے اور اس کی دی ہوئی قوت عقل وشعور اور تدبیر سے تو یہ باغ تیار کر سکا ہے اگر وہ تیری طاقت وسمجھ چھین لیتا تو تو کچھ نہ کرسکتا اور میں تو تجھ سے پھر صاف صاف کہتا ہوں کہ میرا رب صرف خدائے تعالیٰ ہے، اسی کی دی ہوئی نعمتوں سے میں زندہ ہوں اور پرورش پا رہا ہوں میں ناشکرا بن کر کبھی اسکے ساتھ کسی غیر کو شریک نہیں کرسکتا۔

جب تو باغ میں داخل ہوا تو تجھے یہ کہنا چاہیئے تھا مَاشَآءَ اللّٰهُ لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ یعنی اللہ جو چاہتا ہے وہی ہوتا ہے اور ہم میں جو طاقت ہے وہ اسی کی بخشی ہوئی ہے ہم اس کی مدد کے بغیر کچھ نہیں کرسکتے، یعنی اپنی عاجزی اور اللہ کی قدرت کا اظہار کرنا چاہیئے تھا۔

نظر بد اور حوادث کا بہترین علاج

حضرت انس رضؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے کوئی چیز دیکھی اور وہ اس کو اچھی لگی اور اس نے ماشاء اللہ لاحول ولاقوۃ الا باللہ کہہ لیا تو پھر اس کو کوئی چیز نقصان نہیں پہنچائیگی (یعنی نظر بد اور دیگر حوادث سے محفوظ رہے گی) چنانچہ حضرت عروہ کو جب اپنی کوئی چیز پسند آتی یا وہ اپنے باغ میں داخل ہوتے تو اس کلمہ کو پڑھ لیا کرتے تھے، ایک روایت میں ہے کہ جب کسی کو اپنے گھر بار میں آسودگی نظر آئے تو یہ کلمہ پڑھ لینا چاہیئے، مسند احمد میں حضور علیہ السلام کا ارشاد ہے میں تمھیں جنت کا ایک خزانہ بتلاؤں؟ پھر فرمایا وہ خزانہ ماشاء اللہ لاحول ولاقوۃ الا باللہ ہے

اس کے بعد نیک مومن نے کہا کہ ٹھیک ہے آج تو مجھے مال واولاد میں اپنے سے کم دیکھ رہا ہے مگر مجھے خدا کی ذات سے امید ہے کہ وہ مجھے آخرت یا دنیا ہی میں تجھ سے بہتر باغ اور دیگر عمدہ چیزیں عطا فرما دے اور تیرا یہ باغ وغیرہ تیرے کفر وتکبر کی وجہ سے تباہ ہوجائے، اللہ تعالیٰ کوئی آسمانی عذاب بھیج کر تیرے ان سرسبز کھیت اور باغات کو چٹیل میدان بنادے یا نہر کا پانی خشک کردے اور باوجود تیری کوشش کے اس میں پانی نہ آئے بس خدا سے ڈر اور کفر وشرک سے باز آکر اس کا فرمانبردار بن۔

وَاُحِيْطَ بِثَمَرِهٖ فَاَصْبَحَ يُقَلِّبُ كَفَّيْهِ عَلٰى مَآ اَنْفَقَ فِيْهَا وَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى

اور اس شخص کے سامان تمول کو آفت نے آگھیرا پھر اس نے جو کچھ اس باغ پر خرچ کیا تھا اس پر ہاتھ ملتا رہ گیا اور وہ باغ اپنے

عُرُوۡشِهَا وَيَقُوۡلُ يٰلَيۡتَنِىۡ لَمۡ اُشۡرِكۡ بِرَبِّىۡۤ اَحَدًا ﴿۴۲﴾ وَلَمۡ تَكُنۡ لَّهٗ فِئَةٌ

ٹٹیوں پر گرا ہوا پڑا تھا اور کہنے لگا کیا خوب ہوتا کہ میں اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتا اور اسکے پاس کوئی ایسا مجمع نہ ہوا

يَّنۡصُرُوۡنَهٗ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ وَمَا كَانَ مُنۡتَصِرًا ﴿۴۳﴾ هُنَالِكَ الۡوَلَايَةُ

کہ خدا کے سوا اس کی مدد کرتا اور نہ وہ خود بدلہ لے سکا ایسے موقع پر مدد کرنا اللہ برحق ہی کا کام ہے

لِلّٰهِ الۡحَقِّ ؕ هُوَ خَيۡرٌ ثَوَابًا وَّخَيۡرٌ عُقۡبًا ﴿۴۴﴾

اسی کا ثواب سب سے اچھا اور اسی کا نتیجہ سب سے اچھا ہے

قہر خداوندی جس چیز سے مومن نے اپنے کافر دوست کو ڈرایا تھا آخر وہی ہو کر رہا، اچانک ایک دن قہر خداوندی کی بجلیاں اس کے باغات پر ٹوٹ پڑیں اور اس کو تباہ و برباد اور نیست و نابود کر دیا اور یہ کچھ نہ کر سکا، کھڑے کھڑے کف افسوس ملتا رہا اور اس وقت اس کے خدام، عزیز و اقربا، اور دوسرے یار و مددگار کچھ کام نہ آسکے، اس وقت یہ کہہ رہا تھا کیا اچھا ہوتا اگر میں اللہ کے ساتھ کفر و شرک نہ کرتا مگر اب پچھتائے کیا ہووت ہے جب چڑیاں چگ گئیں کھیت۔

وَاضۡرِبۡ لَهُمۡ مَّثَلَ الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا كَمَآءٍ اَنۡزَلۡنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخۡتَلَطَ

اور آپ ان لوگوں سے دنیوی زندگی کی حالت بیان فرمائیے کہ وہ ایسی ہے جیسے آسمان سے ہم نے پانی برسایا ہو پھر

بِهٖ نَبَاتُ الۡاَرۡضِ فَاَصۡبَحَ هَشِيۡمًا تَذۡرُوۡهُ الرِّيٰحُ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ

اس کے ذریعہ سے زمین کی نباتات خوب گنجان ہو گئی ہوں پھر وہ ریزہ ریزہ ہو جاوے کہ اسکو ہوا اڑائے لئے پھرتی ہو اور

شَىۡءٍ مُّقۡتَدِرًا ﴿۴۵﴾ اَلۡمَالُ وَالۡبَنُوۡنَ زِيۡنَةُ الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا ۚ وَالۡبٰقِيٰتُ

اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری قدرت رکھتے ہیں مال اور اولاد حیات دنیا ایک رونق ہیں اور جو اعمال صالحہ باقی رہنے والے ہیں

الصّٰلِحٰتُ خَيۡرٌ عِنۡدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّخَيۡرٌ اَمَلًا ﴿۴۶﴾

وہ آپ کے رب کے نزدیک ثواب کے اعتبار سے بھی ہزار درجہ بہتر ہیں اور امید کے اعتبار سے بھی ہزار درجہ بہتر ہیں

دنیا کی مثال ارشاد ہے کہ دنیا کی بہار اور چمک دمک کی مثال ایسی ہی ہے جیسے زمین پر بارش ہو جانے کے بعد سبزہ اُگ آتا ہے کھیتاں لہلہانے لگتی ہیں درختوں میں تازگی و سرسبزی آجاتی ہے اور پھر یہی کچھ دن بعد سوکھنا شروع ہو جاتی ہے، اور پھر اس کو کاٹ چھانٹ کر

برابر کر دیا جاتا ہے اور پھر ریزہ ریزہ ہو کر ہوا میں اڑنے لگتی ہے۔ بس یہی حال دنیا کی چمک دمک کا ہے، یہ بھی کچھ بعد اجڑ جائے گی اور کٹ چھٹ کر صاف چٹیل میدان بن جائے گی۔ بس دنیا کے دیدہ زیب فریب میں پھنس کر اپنی آخرت برباد نہیں کرنا چاہیے۔

اس کے بعد فرمایا کہ مال و اولاد دنیوی زندگی کی رونق کی چیزیں ہیں ان پر فخر نہیں کرنا چاہیے، یہ عنقریب فنا ہو جانے والی ہیں، اصل باقی رہنے والی چیز اعمال صالحہ ہیں، یہ اللہ کے نزدیک دنیوی مال و اولاد سے ہزار ہا درجہ بہتر ہیں۔

والبٰقیٰت الصّٰلحٰت (باقی رہنے والی نیکیاں) سے کیا مراد ہے بعض حضرات مفسرین نے فرمایا اس میں تمام اعمال صالحہ نماز روزہ وغیرہ اور اس طرح علم سیکھنا اور اس کو دوسروں تک پہونچانا مدرسہ، مسجد، کنواں وغیرہ بنوانا اور اپنی اولاد کو علم دین سکھانا اور اچھی تربیت کر کے صالح چھوڑ جانا یہ سب باقی رہنے والی نیکیاں ہیں، اور بعض مفسرین رح نے اس سے یہ تسبیح مراد لی ہے سُبْحَانَ اللّٰہِ لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ، چنانچہ حضرت سعید خدری رض سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ باقیات صالحات زیادہ پڑھا کرو آپ سے دریافت کیا وہ کیا ہے؟ آپ نے یہی تسبیح فرمائی۔ حضرت ابوہریرہ رض سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ سب سے افضل ذکر ہے۔ اس تسبیح کے متعلق آپ نے فرمایا کہ مجھے روئے زمین کی تمام چیزوں سے زیادہ یہ تسبیح محبوب ہے۔ حضرت جابر رض سے مروی ہے کہ لا حول ولا قوۃ الا باللہ کا خوب ذکر کیا کرو اس سے بیماری و تکلیف کے ننانوے دروازے بند ہو جاتے ہیں جن میں کم درجہ کی تکلیف غم و فکر کا دور ہو جانا۔

وَيَوْمَ نُسَيِّرُ الْجِبَالَ وَتَرَى الْأَرْضَ بَارِزَةً وَحَشَرْنَاهُمْ فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْهُمْ

اور اس دن کو یاد کرنا چاہیے جس دن ہم پہاڑوں کو ہٹا دیں گے اور آپ زمین کو دیکھیں گے کہ کھلا میدان پڑا ہے اور ہم ان سب کو جمع کریں گے

أَحَدًا ﴿٤٧﴾ وَعُرِضُوا عَلَىٰ رَبِّكَ صَفًّا لَّقَدْ جِئْتُمُونَا كَمَا خَلَقْنَاكُمْ أَوَّلَ

اور ان میں سے کسی کو بھی نہ چھوڑیں گے اور سب کے سب آپ کے رب کے روبرو برابر برابر کھڑے کر کے پیش کئے جاویں گے دیکھو آخر تم ہمارے

مَرَّةٍ ۚ بَلْ زَعَمْتُمْ أَلَّن نَّجْعَلَ لَكُم مَّوْعِدًا ﴿٤٨﴾ وَوُضِعَ الْكِتَابُ فَتَرَى

پاس آئے بھی جیسا ہم نے تم کو پہلی بار پیدا کیا تھا بلکہ تم یہی سمجھتے رہے کہ ہم تمہارے لئے کوئی وقت موعود نہ لائیں گے اور نامۂ اعمال

الْمُجْرِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا فِيْهِ وَيَقُوْلُوْنَ يٰوَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ

رکھ دیا جاوے گا تو آپ مجرموں کو دیکھیں گے کہ اس میں جو کچھ ہے اس سے ڈرتے ہوں گے اور کہتے ہوں گے کہ ہائے ہماری کمبختی اس نامہ

لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّآ اَحْصٰىهَا ۚ وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا

اعمال کی عجیب حالت ہے کہ بے قلمبند کیے ہوئے نہ کوئی چھوٹا گناہ چھوڑا نہ بڑا گناہ اور جو کچھ انھوں نے کیا وہ سب موجود

حَاضِرًا ۭ وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا ﴿٤٩﴾ ع

پائیں گے اور آپ کا رب کسی پر ظلم نہ کرے گا

قیامت کا منظر

یہاں قیامت کے متعلق بیان ہو رہا ہے کہ اس دن پہاڑ جیسی ٹھوس و مضبوط چیز بھی اپنی جگہ چھوڑ دے گی اور ریزہ ریزہ ہو کر ہوا میں اڑ جائے گی، دوسری چیزوں کی تو حیثیت ہی کیا ہے، غرضیکہ زمین بالکل صاف چٹیل میدان بن جائے گی نہ اس پر کوئی مکان ہوگا نہ کوئی درخت وغیرہ اگلی پچھلی تمام مخلوق بلا کسی آڑ کے اپنے رب کے سامنے صف باندھے کھڑی ہوگی، حدیث پاک میں ہے میدان محشر میں ایک سو بیس صفیں ہوں گی ان میں سے اسّی صفیں امت محمدیہ کی ہوں گی۔ اس وقت ان لوگوں سے جو قیامت کا انکار کرتے تھے کہا جائے گا، دیکھ لو آج ہم نے تم کو دوبارہ اسی طرح پیدا کر کے اپنے سامنے کھڑا کر دیا ہے جس طرح اول مرتبہ پیدا کیا تھا، جس چیز (یعنی قیامت) کا تم دنیا میں انکار کرتے تھے آج اس کا منظر اپنی آنکھوں سے دیکھ لو۔

اس دن سب کے نامۂ اعمال کھول کر رکھ دیئے جائیں گے جس میں چھوٹے سے چھوٹا عمل لکھا ہوا ہوگا کوئی بھی اچھا یا برا عمل ایسا نہیں ہوگا جو اس میں درج نہ ہو، گنہ گار اور مجرم لوگ اس میں اپنے غلط کام اور جرم لکھے ہوئے دیکھ کر خوف کھائیں گے کہ دیکھئے اب احکم الحاکمین کیا سزا دیتا ہے اور کہیں گے ہائے ہماری کم بختی اس میں تو ہماری ہر حرکت درج ہے۔

ترمذی شریف میں حضرت ابوہریرہ رضؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن لوگوں کی تین پیشیاں ہوں گی دو میں تو وہ اپنے عذر پیش کریں گے اور اللہ تعالیٰ سے بحث و حجت کر کے اپنے آپ کو بری کرنے کی کوشش کریں گے اور تیسری پیشی میں سب کے نامۂ اعمال اللہ کے حکم سے ہوا ان کے ہاتھوں میں پہونچا دے گی

اخیر میں فرمایا گیا ہے کہ اللہ کا یہ قانون ہے کہ وہ کسی پر ظلم نہیں کرتا، ایسا نہیں کہ بلا کیے کوئی عمل لوگوں کے نامۂ اعمال میں درج کر دے یا جرم سے زیادہ سزا دی جائے، غرضیکہ جو جس چیز کا مستحق ہے اس کا بدلہ پورا پورا دیتا ہے۔

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ كَانَ مِنَ

اور جب کہ ملائکہ کو ہم نے حکم دیا کہ آدم کے سامنے سجدہ کرو سو سب نے سجدہ کیا بجز ابلیس کے وہ جنات میں

الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ ؕ اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ وَذُرِّيَّتَهٗٓ اَوْلِيَآءَ مِنْ

سے تھا سو اس نے اپنے رب کے حکم سے عدول کیا سو کیا پھر بھی تم اس کو اور اس کے چیلے چانٹوں کو دوست بناتے ہو

دُوْنِيْ وَهُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ ؕ بِئْسَ لِلظّٰلِمِيْنَ بَدَلًا ۝ مَآ اَشْهَدْتُّهُمْ خَلْقَ

مجھ کو چھوڑ کر حالانکہ وہ تمہارے دشمن ہیں یہ ظالموں کے لئے بہت بُرا بدل ہے میں نے ان کو نہ تو آسمان اور زمین

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَا خَلْقَ اَنْفُسِهِمْ ۪ وَمَا كُنْتُ مُتَّخِذَ الْمُضِلِّيْنَ عَضُدًا ۝

پیدا کرتے وقت بلایا اور نہ خود ان کے پیدا کرنے کے وقت اور میں ایسا نہ تھا کہ گمراہ کرنے والوں کو اپنا بازو بناتا۔

تفسیر: ان آیات میں بیان ہو رہا ہے کہ شیطان لعین تمہارا ازلی دشمن ہے، جس وقت حضرت آدم کی شرافت کو ظاہر کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کریں تو شیطان کو بھی حکم دیا گیا، تمام فرشتوں نے اپنے رب کا حکم مان کر حضرت آدمؑ کو سجدہ کیا مگر متکبر شیطان نے سجدہ نہیں کیا، افسوس ہے اولاد آدم پر کہ اس نے اپنے خالق و مالک اللہ جل شانہٗ کو چھوڑ کر اپنے ازلی دشمن شیطان اور اس کی اولاد و مددگاروں کو اپنا خیر خواہ اور دوست بلکہ خدائی شریک بنا رکھا ہے جب کہ اللہ کی ذات ہر قسم کے شرک سے پاک ہے۔

اس کے بعد ارشاد ہے کہ نہ جانے احمق انسان نے شیطان کو میرا شریک کیوں بنا دیا جبکہ نہ میں نے آسمان و زمین بنانے میں ان سے مشورہ کیا اور نہ ان سے کسی قسم کی مدد لی بلکہ اس وقت تک تو یہ پیدا بھی نہیں ہوئے تھے اور نہ ان کی پیدائش کے سلسلہ میں ان سے مشورہ کیا کہ تمہارے ہم جنسوں کو کیسا اور کس طرح پیدا کروں، پھر وہ عبادت و اطاعت کے کیسے مستحق ہو سکتے ہیں، اور پھر میں عاجز بھی تو نہ تھا جو کسی سے مدد لیتا، اور بفرض محال اگر مدد لیتا بھی تو ان بدبخت شیاطین سے جن کے متعلق مجھے معلوم تھا کہ یہ گمراہی پھیلائیں گے لوگوں کو میری بندگی سے ہٹائیں گے

وَيَوْمَ يَقُوْلُ نَادُوْا شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ

اور اس دن کو یاد کرو کہ حق تعالیٰ فرما دیگا جن کو تم ہمارا شریک سمجھا کرتے تھے ان کو پکارو پس وہ ان کو پکاریں گے سو وہ ان کو

يَسْتَجِيْبُوْا لَهُمْ وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ مَّوْبِقًا ﴿۵۲﴾ وَرَاَ الْمُجْرِمُوْنَ النَّارَ

جواب ہی نہ دیں گے اور ہم ان کے درمیان میں ایک آڑ کر دیں گے، اور مجرم لوگ دوزخ کو دیکھیں گے پھر یقین کرینگے کہ وہ

فَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ مُّوَاقِعُوْهَا وَلَمْ يَجِدُوْا عَنْهَا مَصْرِفًا ﴿۵۳﴾ ع

اس میں گرنے والے ہیں اور اس سے کوئی بچنے کی راہ نہ پادیں گے

تفسیر: قیامت کے دن مشرکین کو شرمندہ کرنے کے لئے کہا جائیگا دنیا میں جن کو تم نے اللہ کا شریک بنا رکھا تھا آج ان کو بلاؤ تاکہ اس مصیبت کے وقت وہ تمہاری مدد کریں، مگر ان کی آہ و پکار کو سننے والا کوئی نہ ہوگا مدد کرنا تو دور کی بات ہے کیونکہ ان کے درمیان آگ کی بہت بڑی خندق حائل ہوگی اس وقت مجرم یعنی مشرک دوزخ کو دیکھیں گے اور انھیں یقین ہوجائے گا کہ وہ اب اس میں گرنے والے ہیں اور ان کو بچانے والا کوئی نہیں۔

حضرت ابو سعید خدری رض سے مروی ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کافر پچاس ہزار برس کی بقدر کھڑا رکھا جائے گا، وہ جہنم کو دیکھتا رہے گا اور چالیس برس کی مسافت سے بھی یہی گمان کرے گا کہ میں دوزخ میں گرا جا رہا ہوں، گویا کہ عذاب میں مبتلا ہونے سے پہلے اس کو ڈر اور خوف کا عذاب دیا جائے گا جو اس کو گھبرا کر رکھدے گا۔

وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لِلنَّاسِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ۭ وَكَانَ الْاِنْسَانُ

اور ہم نے اس قرآن میں لوگوں کی ہدایت کے واسطے ہر قسم کے عمدہ مضامین طرح طرح سے بیان فرمائے ہیں اور آدمی جھگڑنے

اَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا ﴿۵۴﴾ وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ يُّؤْمِنُوْٓا اِذْ جَاۗءَهُمُ الْهُدٰى

میں سب سے بڑھ کر ہے اور لوگوں کو بعد اس کے کہ ان کو ہدایت پہنچ چکی ایمان لانے سے اور اپنے پروردگار سے

وَيَسْتَغْفِرُوْا رَبَّهُمْ اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمْ سُنَّةُ الْاَوَّلِيْنَ اَوْ يَاْتِيَهُمُ الْعَذَابُ

مغفرت مانگنے سے اور کوئی امر مانع نہیں رہا بجز اسکے کہ ان کو اس کا انتظار ہو کہ اگلے لوگوں (وغیرہ کا معاملہ ان کو بھی پیش

قُبُلًا ﴿۵۵﴾ وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ ۚ وَيُجَادِلُ الَّذِيْنَ

آئے یا یہ کہ عذاب روبرو ان کے سامنے آکھڑا ہو اور رسولوں کو تو ہم صرف بشارت دینے والے اور ڈرانیوالے بنا کر بھیجا کرتے

كَفَرُوْا بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوْا بِهِ الْحَقَّ وَاتَّخَذُوْٓا اٰيٰتِيْ وَمَآ اُنْذِرُوْا هُزُوًا ﴿٥٦﴾

ہیں اور کافر لوگ ناحق کی باتیں پکڑ پکڑ کر جھگڑا نکالتے ہیں تاکہ اسکے ذریعہ سے حق بات کو بچلا دیں اور انھوں نے میری آیتوں کو اور جس سے ان کو ڈرایا گیا تھا اس کو دل لگی بنا رکھا ہے

تفسیر:- اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ ہم نے قرآن مقدس میں انسان کو ہدایت پر لانے کے لئے طرح طرح سے سمجھایا اور مختلف طریقہ کی مثالیں دیں اور عمدہ قسم کے مضبوط دلائل بیان کئے مگر اس پر بھی انسان نے ہدایت کو قبول نہ کیا، جھگڑے اور بحث میں پڑ کر گمراہی پر قائم رہا، بعض مفسرین نے فرمایا کہ یہاں انسان سے مراد کافر لوگ ہیں،

یہ ایک حقیقت ہے کہ تمام مخلوق میں انسان سب سے زیادہ جھگڑالو ہے، اس کا ثبوت مسلم شریف کی حدیث سے ملتا ہے، حضرت انس رضؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن کافروں میں سے ایک شخص کو پیش کیا جائے گا، اس سے سوال ہوگا کہ ہم نے تمہاری طرف جو رسول بھیجا تھا تم نے اس کا حکم مانا کہ نہیں، وہ کہے گا میرے رب میں نے آپ کے رسول کا حکم مان کر آپ پر اور آپ کے رسول پر ایمان لایا اور نیک اعمال کئے، اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ تیرا نامۂ اعمال سامنے رکھا ہے، اس میں تو یہ کچھ بھی نہیں، وہ کہے گا میں اس نامۂ اعمال کو نہیں مانتا، اللہ تعالیٰ فرمائیں گے یہ ہمارے فرشتے تمہاری نگرانی کرتے تھے، یہ تیرے خلاف گواہی دیتے ہیں، وہ کہے گا کہ میں ان فرشتوں کی گواہی کو بھی نہیں مانتا اور نہ میں ان کو پہچانتا ہوں اور نہ میں نے ان کو اپنے عمل کے وقت دیکھا ہے، اللہ تعالیٰ فرمائیں گے لوح محفوظ سامنے ہے اس میں بھی تیرا یہی حال لکھا ہے، وہ کہے گا، میرے رب آپ نے مجھے ظلم سے پناہ دی ہے کہ نہیں اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ بیشک ظلم سے تو ہماری پناہ میں ہے، اب وہ کہے گا میرے رب ایسی غیبی شہادتوں کو کیسے مانوں جو میری دیکھی بھالی نہیں ہیں میں تو ایسی گواہی کو مان سکتا ہوں جو میرے نفس کی طرف سے ہو، اس وقت اس کے منہ پر مہر لگا دی جائے گی اور اس کے ہاتھ پاؤں اس کے کفر و شرک پر گواہی دیں گے اس کے بعد اس کو چھوڑ دیا جائیگا اور جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔

اس کے بعد ارشاد ہے کہ ان کافرین کی ضد اور عناد کو دیکھتے ہوئے کہا جا سکتا ہے کہ قرآن مقدس جیسی عظیم الشان ہدایت، اور فخر دو عالم جیسی مجسمۂ نور و ہدایت پہونچنے کے بعد بھی یہ ایمان نہیں لائے اور اپنے کفر و معاصی سے توبہ نہیں کی تو بس اب اس عذاب کا انتظار کر رہے ہیں جو ان سے پہلی قوموں پر آچکا ہے۔

بہر حال جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ہدایت پر لانے کی پوری کوشش کی مگر یہ گمراہی پر ہی جمے رہے، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ان آیات کے اخیر میں فرمایا کہ ہم رسولوں کو صرف اس لئے بھیجتے

ہیں کہ وہ ایمان قبول کرنے والوں کو جنت کی خوش خبری سنادیں اور کفر پر جمے رہنے والوں کو دوزخ کے عذاب سے ڈرادیں وہ اس بات پر قادر نہیں ہوتے کہ کسی کو زبردستی ایمان پر لے آویں یا لوگوں کی مرضی کے مطابق معجزات اپنی قدرت واختیار سے دکھلادیں یا جب تم عذاب چاہو تو اسی وقت تمہارے اوپر مسلط کردیں۔

اور ان کافرین کی یہ عادت ہے کہ بلا وجہ جھوٹا جھگڑا اٹھا کر اور کٹ حجتی کرکے چاہتے ہیں کہ حق بات کو دبادیں، جھوٹ کے ذریعہ سچائی کو پست کردیں مگر یاد رکھیں ایسا ہرگز ہونے والا نہیں، اور ان کی یہ عادت بھی ہے کہ اللہ کے کلام کا مذاق اڑاتے ہیں اور جس عذاب سے ان کو ڈرایا جاتا ہے اس کی ہنسی اڑاتے ہیں مگر یہ بھول میں ہیں ایک دن ان کو اس کی سخت سزا ضرور ملنے والی ہے۔

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ فَاَعْرَضَ عَنْهَا وَنَسِيَ مَا قَدَّمَتْ

اور اس سے زیادہ کون ظالم ہوگا جس کو اس کے رب کی آیتوں سے نصیحت کی جاوے پھر وہ اس سے روگردانی کرے اور جو کچھ اپنے ہاتھوں

يَدٰهُ ۭ اِنَّا جَعَلْنَا عَلٰي قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَفِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ۭ وَاِنْ

سمیٹ رہا ہے اسکے نتیجہ کو بھول جائے ہم نے اسکے سمجھنے سے ان کے دلوں پر پردے ڈال رکھے ہیں اور ان کے کانوں میں ڈاٹ دے رکھی ہے

تَدْعُهُمْ اِلَى الْهُدٰى فَلَنْ يَّهْتَدُوْٓا اِذًا اَبَدًا ۝ وَرَبُّكَ الْغَفُوْرُ ذُو الرَّحْمَةِ ۭ

اور اگر آپ ان کو راہ راست کی طرف بلاویں تو ایسی حالت میں ہرگز کبھی راہ پر نہ آویں اور آپکا رب بڑا مغفرت کرنے والا رحمت والا ہے

لَوْ يُؤَاخِذُهُمْ بِمَا كَسَبُوْا لَعَجَّلَ لَهُمُ الْعَذَابَ ۭ بَلْ لَّهُمْ مَّوْعِدٌ لَّنْ

اگر ان سے ان کے اعمال پر دار وگیر کرنے لگتا تو ان پر فوراً ہی عذاب واقع کردیتا مگر ان کے واسطے ایک معین وقت ہے کہ اس سے

يَّجِدُوْا مِنْ دُوْنِهٖ مَوْىِٕلًا ۝ وَتِلْكَ الْقُرٰٓى اَهْلَكْنٰهُمْ لَمَّا ظَلَمُوْا

اس طرف کوئی پناہ کی جگہ نہیں پا سکتے اور یہ بستیاں جب انھوں نے شرارت کی تو ہم نے ان کو ہلاک کردیا

وَجَعَلْنَا لِمَهْلِكِهِمْ مَّوْعِدًا ۝ؑ ع۲

اور ہم نے ان کے ہلاک ہونے کے لئے وقت معین کیا تھا

تفسیر

ان آیات میں بیان ہے کہ اس شخص سے بڑھ کر اور ظالم کون ہوگا جو اپنے خالق و مالک کے کلام سے اعراض و بے توجہی کرے، حد تو یہ ہے کہ منہ پھیر کر انکار کردے اور جو بدعمالیاں پہلے کرچکا ہے ان کو بھی بھول جائے، یہ نہ سوچے کہ ان کی سزا ضرور ملنی ہے، غرضیکہ ان حرکتوں کی وجہ سے اللہ

تعالیٰ نے ان کے دلوں پر پردے ڈال دیئے اور کانوں میں ڈاٹ ٹھونک دی، اب نہ وہ حق سنتے ہیں نہ سمجھتے ہیں پھر حق کی طرف متوجہ کیسے ہوں، بس ایسے بدبختوں کی ہدایت پر آنے کی اب کوئی امید نہیں، غرضیکہ ان کے اعمال ایسے سنگین کہ عذاب آنے میں ذرا بھی دیر نہ ہو مگر اللہ کی ذات بڑی ہی رحم وکرم والی ہے اس لئے وہ بڑے سے بڑے مجرم کو مہلت دیتا ہے فوراً سزا نہیں دیتا اور اپنی رحمت سے درگذر کرتا ہے، تاکہ مجرم کو توبہ نصیب ہو اور ایمان واعمال صالحہ کی توفیق ہو جائے لیکن اگر کوئی اس ڈھیل سے فائدہ حاصل نہیں کرتا تو پھر اس کو وقت معینہ پر عذاب میں مبتلا کر دیا جاتا ہے، دیکھ لو تم سے پہلی قومیں مثلاً عاد وثمود جب ظلم وسرکشی سے باز نہ آئیں اور اللہ کی دی ہوئی ڈھیل ومہلت سے فائدہ نہ اٹھایا تو آخرکار اللہ کا عذاب ان پر نازل ہوا اور سب تباہ وبرباد کر دیئے گئے بس سمجھداری اسی میں ہے کہ ان ہلاک شدہ قوموں کے حالات سے عبرت ونصیحت حاصل کی جائے اور اللہ کی نافرمانی سے بچ کر اپنے آپ کو عذاب الٰہی سے بچا لیا جائے۔

وَإِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِفَتَاهُ لَا أَبْرَحُ حَتَّىٰ أَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ أَوْ أَمْضِيَ حُقُبًا ﴿۶۰﴾

اور وہ وقت یاد کرو جب کہ موسیٰ نے اپنے خادم سے فرمایا کہ میں برابر چلا جاؤں گا یہاں تک کہ اس موقع پر پہونچ جاؤں جہاں دو

فَلَمَّا بَلَغَا مَجْمَعَ بَيْنِهِمَا نَسِيَا حُوتَهُمَا فَاتَّخَذَ سَبِيلَهُ فِي الْبَحْرِ

دریا آپس میں ملے ہیں یا یونہی زمانہ دراز تک چلتا رہوں گا پس جب دونوں دریاؤں کے جمع ہونے کے موقع پر پہونچے اس اپنی مچھلی کو دونوں بھول گئے

سَرَبًا ﴿۶۱﴾ فَلَمَّا جَاوَزَا قَالَ لِفَتَاهُ آتِنَا غَدَاءَنَا لَقَدْ لَقِينَا مِنْ سَفَرِنَا

اور مچھلی نے دریا میں اپنی راہ لی اور چلدی پھر جب دونوں آگے بڑھ گئے تو موسیٰ نے اپنے خادم سے فرمایا کہ ہمارا ناشتہ تو لاؤ ہم کو تو اس سفر میں

هَٰذَا نَصَبًا ﴿۶۲﴾ قَالَ أَرَأَيْتَ إِذْ أَوَيْنَا إِلَى الصَّخْرَةِ فَإِنِّي نَسِيتُ الْحُوتَ

بڑی تکلیف پہونچی خادم نے کہا کہ لیجئے دیکھئے جب ہم اس پتھر کے قریب ٹھہرے تھے سو میں اس مچھلی کو بھول گیا اور مجھکو شیطان ہی نے

وَمَا أَنْسَانِيهُ إِلَّا الشَّيْطَانُ أَنْ أَذْكُرَهُ ۚ وَاتَّخَذَ سَبِيلَهُ فِي الْبَحْرِ عَجَبًا ﴿۶۳﴾

بھلا دیا کہ میں اس کو ذکر کرتا اور اس مچھلی نے دریا میں عجیب طور پر اپنی راہ لی موسیٰ نے فرمایا کہ یہی وہ موقع ہے جس کی

قَالَ ذَٰلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِ ۚ فَارْتَدَّا عَلَىٰ آثَارِهِمَا قَصَصًا ﴿۶۴﴾ فَوَجَدَا عَبْدًا

ہم کو تلاش تھی سو دونوں اپنے قدموں کے نشان دیکھتے ہوئے الٹے لوٹے سو انھوں نے ہمارے بندوں میں سے ایک

مِّنۡ عِبَادِنَاۤ اٰتَيۡنٰهُ رَحۡمَةً مِّنۡ عِنۡدِنَا وَعَلَّمۡنٰهُ مِنۡ لَّدُنَّا عِلۡمًا ﴿۶۵﴾

بندے کو پایا جن کو ہم نے اپنی خاص رحمت دی تھی اور ہم نے ان کو اپنے پاس سے ایک خاص طور کا علم سکھایا تھا، موسیٰؑ

قَالَ لَهٗ مُوۡسٰى هَلۡ اَتَّبِعُكَ عَلٰٓى اَنۡ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمۡتَ رُشۡدًا ﴿۶۶﴾

نے ان سے فرمایا کہ میں آپ کے ساتھ رہ سکتا ہوں اس شرط سے کہ جو علم مفید آپ کو سکھایا گیا ہے اس میں سے آپ مجھ کو بھی

قَالَ اِنَّكَ لَنۡ تَسۡتَطِيۡعَ مَعِىَ صَبۡرًا ﴿۶۷﴾ وَكَيۡفَ تَصۡبِرُ عَلٰى مَا لَمۡ

سکھلا دیں ان بزرگ نے جواب دیا آپ سے میرے ساتھ رہ کر صبر نہ ہو سکے گا اور ایسے امور پر آپ کیسے صبر کریں گے جو آپ کے

تُحِطۡ بِهٖ خُبۡرًا ﴿۶۸﴾ قَالَ سَتَجِدُنِىۡۤ اِنۡ شَآءَ اللّٰهُ صَابِرًا وَّلَاۤ اَعۡصِىۡ لَكَ

احاطہ ... سے باہر ہیں موسیٰؑ نے فرمایا ان شاء اللہ آپ مجھ کو صابر پاویں گے اور میں کسی بات میں آپ کے

اَمۡرًا ﴿۶۹﴾ قَالَ فَاِنِ اتَّبَعۡتَنِىۡ فَلَا تَسۡـَٔلۡنِىۡ عَنۡ شَىۡءٍ حَتّٰۤى اُحۡدِثَ لَكَ

خلاف حکم نہ کروں گا ان بزرگ نے فرمایا کہ اگر آپ میرے ساتھ رہنا چاہتے ہیں تو مجھ سے کسی بات کی نسبت کچھ پوچھنا

مِنۡهُ ذِكۡرًا ﴿۷۰﴾ ع

نہیں جب تک کہ اسکے متعلق میں خود ہی ابتداءً ذکر نہ کر دوں

قصہ حضرت موسیٰ و خضر

بخاری شریف کی حدیث ہے کہ حضرت موسیٰؑ اپنی قوم بنی اسرائیل کو وعظ و نصیحت فرما رہے تھے ایک شخص نے سوال کیا حضرت اس وقت سب سے بڑا عالم کون شخص ہے؟ آپ نے فرمایا "میں" اگرچہ آپ کا یہ جواب بالکل صحیح تھا، کیونکہ آپ اللہ کے نبی تھے اس لئے شریعت کے احکام کا سب سے زیادہ علم آپ ہی کو تھا، مگر حق تعالیٰ کو آپ کا یہ جواب پسند نہ آیا، فوراً وحی آئی اے موسیٰؑ مجمع البحرین میں ہمارا ایک بندہ ہے جس کا علم تم سے بڑھا ہوا ہے، یہ سنکر حضرت موسیٰؑ کو احساس ہوا کہ مجھے یہ نہیں کہنا چاہئے تھا کہ مجھے سب سے زیادہ علم ہے بلکہ یوں کہنا چاہئے تھا کہ اللہ زیادہ بہتر جانتے ہیں، کس کو سب سے زیادہ علم ہے، بہرحال آپ نے عرض کیا اے اللہ مجھے اس بندے سے ملنے کا پتہ بتا دیجئے تاکہ میں ان سے وہ باتیں سیکھوں جو میں نہیں جانتا؟ ارشاد ہوا اپنے ہمراہ ایک بے جان مچھلی لے لو جہاں وہ گم ہو جائے وہیں ہمارا یہ بندہ تمکو ملیگا۔

حضرت موسیٰؑ اپنے خادم یوشع بن نون کو ساتھ لیکر سفر کے لئے چلدیتے ہیں اور مردہ مچھلی اپنے ساتھ رکھ لی، یوشع بن نون کچھ مدت آپ کے خادم خاص کی حیثیت سے رہے بعد میں نبوت سے سرفراز ہوئے .....

اور حضرت موسیٰ ؑ کے بعد آپ کے خلیفہ بن گئے، بہرحال سفر پر روانہ ہوتے ہوئے آپنے اپنے خادم سے فرمایا کہ میں برابر چلتا رہوں گا جب تک مجمع البحرین تک نہ پہونچ جاؤں چاہے مجھے برسوں چلنا پڑے، مجمع البحرین سے مراد وہ جگہ ہے جہاں دو سمندر مل جاتے ہیں یا ایک دوسرے کے قریب ہوجاتے ہیں، بیچ میں قدرے فاصلہ رہتا ہے، یہ مقام کہاں ہے اس میں علماء مفسرین کے مختلف اقوال ہیں، حضرت قتادہ رح نے فرمایا کہ یہ بحر فارس وروم کے ملنے کی جگہ ہے، بعض نے بحر اردن اور بحر قلزم کے ملنے کی جگہ بتائی ہے ابی ابن کعب نے فرمایا یہ جگہ افریقہ میں ہے، سدی نے فرمایا کہ آرمینیہ میں ہے، اکثر مفسرین رح نے فرمایا کہ یہ جگہ ملک مصر وشام کے درمیان میں ہے جس کے ایک جانب دریائے قلزم اور دوسری جانب دریائے متوسط ہے ان دونوں دریاؤں کو کھود کر اب نہر سوئز بنادی گئی ہے، یہی جگہ حضرت موسیٰ کے وطن سے قریب ہے۔

غرضیکہ مچھلی اپنے توشہ دان میں لے کر حضرت موسیٰ ؑ نے دریا کے کنارے کنارے سفر شروع کر دیا دوران سفر آپ نے ایک بڑے پتھر کے قریب جس کے نیچے آب حیات کا چشمہ تھا آرام فرمایا، حضرت موسیٰ ؑ سو گئے حضرت یوشع نے اس چشمہ سے وضو کیا اس کی چھینٹیں مردہ مچھلی پر پڑی تو اس میں جان آگئی اور وہ توشہ دان سے نکل کر پانی میں کود پڑی اور عجیب طریقہ سے دریا میں سرنگ سی بناتی ہوئی چلی گئی یعنی دریا میں جہاں جہاں کو وہ مچھلی گئی وہیں سرنگ جیسا ایک راستہ بنتا چلا گیا، حضرت یوشع مچھلی کا یہ عجیب واقعہ حضرت موسیٰ ؑ کو سنانا بھول گئے، اور جب حضرت موسیٰ ؑ بیدار ہوئے تو دونوں اپنے سفر پر چل پڑے، جب خاصی دور چلے گئے تو حضرت موسیٰ ؑ نے فرمایا کہ ہمارا ناشتہ تو لاؤ آج کے سفر میں تو ہمیں بہت تکان ہوگئی ہے، اس وقت خادم کو یاد آیا تو حضرت موسیٰ ؑ کو مچھلی کا عجیب وغریب واقعہ سنایا حضرت موسیٰ ؑ نے فرمایا جہاں وہ مچھلی ہم سے جدا ہوئی ہے اسی جگہ کی تو ہمیں تلاش ہے وہیں اللہ کے وہ نیک بندے ہیں جن سے ہمیں کچھ سیکھنا ہے چلو جلدی واپس چلو، چنانچہ دونوں حضرات اپنے پاؤں کے نشانات دیکھتے دیکھتے اس جگہ واپس آتے یہاں آپ نے اللہ کے اس نیک بندے کو پایا جس کو اللہ نے اپنی خاص رحمت سے نواز رکھا تھا اور اس کو ایک خاص قسم کا علم سکھا رکھا تھا کشف و

اقوال وتحقیق مچھلی کے زندہ ہونے کی ظاہری وجہ بعض حضرات نے آب حیات بتائی ہے اور بعض حضرات نے فرمایا کہ کہ آب حیات کے قطرے مچھلی پر نہیں پڑے تھے بلکہ اس کا زندہ ہونا حضرت موسیٰ ؑ کا معجزہ ہے اس میں تو سب کا اتفاق ہے کہ مچھلی مردہ تھی بعض مفسرین نے اس پر یہ اضافہ فرمایا ہے کہ وہ بھونی ہوئی کھانے کے مطلب کی تھی یہ حضرات اس میں سے کچھ حصہ کھا بھی چکے تھے اسکے بعد یہ بھونی ہوئی آدھی مچھلی بطور معجزہ زندہ ہوکر دریا میں چلی گئی ابن عطیہ اور دوسرے بعض حضرات نے بیان کیا کہ یہ مچھلی بعد میں بھی زندہ رہی اور لوگوں نے اس کو دیکھا کہ اس کی ایک کروٹ کھائی ہوئی ہے، ابن عطیہ کا بیان ہے کہ میں نے بھی اس مچھلی کو دیکھا ہے واللہ اعلم بالصواب۔ محمد یعقوب غفرلہ ولوالدیہ

الہام کے ذریعہ بحکم خداوندی بہت سی چیزوں کا انجام بھی انکو معلوم ہو جاتا تھا جس کی وجہ سے وہ لوگوں کو مصیبت سے بچالیا کرتے تھے بخاری شریف میں اس بندے کا نام خضر بتایا گیا ہے، خضر کے معنی ہرے بھرے کے ہیں، مفسرین نے آپ کے نام کی وجہ یہ بتائی ہے کہ حضرت خضر جس جگہ بیٹھتے وہ ہری بھری ہو جاتی تھی، سخت سے سخت زمین پر بھی بیٹھ جاتے تو وہاں بھی گھانس اور سبزہ اُگ آتا، اس میں اختلاف ہے کہ حضرت خضر نبی تھے یا ولی، بعض حضرات نے ان کو ولی کے درجہ میں رکھا ہے مگر جمہور علماء نے ان کا نبی ہونا تسلیم کیا ہے اور اس کو قرآنی واقعات سے ثابت کیا ہے۔

بہر حال حضرت موسیٰؑ واپس اسی جگہ پہونچے تو اس پتھر کے قریب اس بندے کو چادر تانے لیٹا ہوا دیکھا

مکالمہ حضرت موسیٰ وخضر علیہما السلام:۔

حضرت موسیٰؑ نے حضرت خضر کو سلام کیا اور ان کو اپنا نام بتایا

حضرت خضرؑ نے معلوم کیا، کیا آپ موسیٰ بنی اسرائیل ہیں؟

حضرت موسیٰؑ نے فرمایا ہاں میں قوم بنی اسرائیل کا موسیٰ ہوں آپ کے پاس اس غرض سے آیا ہوں کہ آپ مجھے وہ خاص علم سکھادیں جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عنایت فرما رکھا ہے۔

حضرت خضرؑ نے فرمایا آپ میرے ساتھ رہ کر (میرے معاملات دیکھ کر) صبر نہ کرسکیں گے کیونکہ جو علم اللہ نے مجھے دیا ہے آپ اس سے واقف نہیں اور جو علم آپ کو عنایت فرمایا گیا ہے میں اس سے پورے طور پر واقف نہیں۔

حضرت موسیٰؑ نے فرمایا انشاء اللہ آپ مجھے صبر کرنیوالا پائیں گے اور میں آپ کے کسی بھی معاملہ میں دخل نہیں دونگا

حضرت خضرؑ نے فرمایا اگر آپ اس پر تیار ہیں تو بخوشی میرے ہمراہ رہئے مگر شرط یہ ہے کہ میرے کسی کام کے متعلق مت پوچھیے کہ یہ کیوں کیا، جب تک کہ میں خود آپ کو اس کی حقیقت نہ بتلاؤں۔

فَانْطَلَقَا حَتّٰٓى اِذَا رَكِبَا فِى السَّفِيْنَةِ خَرَقَهَا ۭ قَالَ اَخَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ

پھر دونوں چلے یہاں تک کہ جب دونوں کشتی میں سوار ہوئے تو ان بزرگ نے اس کشتی میں چھید کر دیا موسیٰ نے فرمایا کیا آپ نے اس کشتی

اَهْلَهَا ۚ لَقَدْ جِئْتَ شَيْـــًٔـا اِمْرًا ﴿۷۱﴾ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ

میں اسلئے چھید کیا ہوگا کہ اسکے بیٹھنے والوں کو غرق کردیں آپ نے بڑی بھاری بات کی ان بزرگ نے کہا کہ کیا میں نے کہا نہیں تھا کہ آپ سے میرے

صَبْرًا ﴿۷۲﴾ قَالَ لَا تُؤَاخِذْنِيْ بِمَا نَسِيْتُ وَلَا تُرْهِقْنِيْ مِنْ اَمْرِيْ عُسْرًا ﴿۷۳﴾

ساتھ صبر نہ ہوسکیگا موسیٰؑ نے فرمایا کہ آپ میری بھول چوک پر گرفت نہ کیجئے اور میرے اس معاملہ میں مجھ پر زیادہ تنگی نہ ڈالئے پھر دونوں چلے

فَانْطَلَقَا ٚ حَتّٰٓى اِذَا لَقِيَا غُلٰمًا فَقَتَلَهٗ ۙ قَالَ اَقَتَلْتَ

یہاں تک کہ جب ایک لڑکے سے ملے تو ان بزرگ نے اس کو مار ڈالا موسیٰؑ کہنے لگے

نَفْسًا زَكِيَّةًۢ بِغَيْرِ نَفْسٍ ۭ لَقَدْ جِئْتَ شَيْـًٔا نُّكْرًا ۝۷۴

آپ نے ایک بے گناہ بچے کو مار ڈالا بے بدلے کسی جان کے بے شک آپ نے بڑی بے جا حرکت کی

کشتی کا سفر اور معصوم بچے کا قتل

حضرت موسیٰؑ و خضر علیہما السلام میں جب باہمی معاہدہ طے ہو چکا تو اب دونوں ملکر آگے چلے (غالباً حضرت یوشع بھی ساتھ ہوں گے چونکہ وہ حضرت موسیٰؑ کے تابع تھے اس لیے ان کا ذکر نہیں کیا) اور چلتے چلتے راستہ میں دریا آیا جس کو پار کرنے کیلئے کشتی میں سوار ہونا پڑا، کشتی والا حضرت خضر کو جانتا تھا۔ اس نے ان حضرات سے کرایہ نہیں لیا جب کشتی کنارے پر پہونچی تو یہ حضرات کشتی سے اتر گئے اترتے وقت حضرت خضر نے کلہاڑے سے کشتی کا ایک تختہ نکالدیا جس کی وجہ سے کشتی میں پانی بھر کر اس کے ڈوبنے کا خطرہ ہو گیا مگر تاریخی روایات میں ہے کہ پانی کشتی میں داخل نہیں ہوا تھا یا تو اس وجہ سے کہ حضرت خضر نے اس سوراخ پر ایک بڑا شیشہ رکھدیا تھا، جلال الدین محلی رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ کشتی کے اندر پانی کا نہ آنا یہ حضرت خضر علیہ السلام کا معجزہ تھا، حضرت خضر کا یہ فعل دیکھ کر حضرت موسیٰؑ سے رہا نہ گیا اور وہ فوراً بول پڑے حضرت آپ نے یہ ٹھیک نہ کیا اس بیچارے کا ہم پر احسان ہے کہ بلا کرایہ کشتی میں سوار کیا اور آپ نے اس کی کشتی توڑ ڈالی، حضرت خضر سمجھ رہے تھے کہ حضرت موسیٰؑ کا مجھے تنبیہ کرنا ان کے اپنے خیال میں بالکل صحیح ہے مگر وہ انجام سے واقف نہیں ان کی بات سنکر حضرت خضر نے فرمایا میں نہ کہتا تھا کہ میرے ساتھ رہ کر آپ سے صبر نہ ہو سکیگا، حضرت موسیٰؑ نے معذرت کرتے ہوئے فرمایا کہ میں بھول گیا تھا آپ میری اس بھول کو درگذر کریں، اور مجھے اپنے ساتھ رہنے کا موقع دیں، حضرت خضر نے آپ کی بھول کو درگذر کیا اور پھر دونوں آگے چلے اور ایک بستی میں پہونچے جہاں کچھ بچے کھیل رہے تھے ان میں سے ایک بچہ جو بہت خوبصورت اور اچھی آواز والا تھا حضرت خضر نے اسے پکڑ کر جان سے مار ڈالا۔ یہ دیکھ کر حضرت موسیٰؑ بلبلا اٹھے اور بیتاب ہو کر کہنے لگے اس مرتبہ تو آپ نے پہلے سے کبھی بڑھ کر جرم بلکہ ظلم کیا ہے ایک معصوم ونابالغ بچے کو قتل کر ڈالا جس کو قصاص میں بھی قتل کرنا جائز نہیں۔

(نوٹ) اس واقعہ کے بقیہ حصہ کا بیان انشاء اللہ اگلے پارے ۱۶ میں آئے گا۔ (پارہ سبحان الذی ۱۵ ختم شد)

اللہ تبارک وتعالیٰ کا بے پناہ احسان وکرم ہے کہ باوجود افکار و مصروفیات اور علالت طبع کے نصف قرآن کریم کی تفسیر تکمیل کو پہونچی، بارگاہ قدسی میں دعا ہے کہ بقیہ نصف کلام پاک کی تفسیر بھی حق تعالیٰ بحسن وخوبی مکمل کرادے، اللّٰھم آمین۔

قارئین سے گذارش ہے کہ مجھ عاصی کو اپنی دعاؤں میں ضرور یاد رکھیں اللہ تعالیٰ میری اور تمام مؤمنین کی مغفرت فرمائے، اللّٰھم آمین۔ محمد یعقوب قاسمی غفرلہ ولوالدیہ

قسط وار شائع ہونے والی تین عظیم الشان کتابیں

رحمت کے خزانے

یہ کتاب اعمالِ حسنہ کی ترغیب سے متعلق حدیثِ پاک کا عظیم مجموعہ ہے جس کو علامہ ابن کثیر علیہ الرحمہ کے اُستادِ محترم محدثِ جلیل امام شرف الدین دمیاطی علیہ الرحمہ نے ''**المتجر الرابح فی ثواب العمل الصالح**'' کے نام سے ترتیب دیا ہے۔ یہ کتاب اہل عرب کثرت سے اپنے مطالعہ میں رکھتے ہیں۔

اس کتاب کی اہمیت کے پیش نظر حضرت مولانا مفتی امداد اللہ انور صاحب مدظلہ نے اس کا اُردو ترجمہ ''رحمت کے خزانے'' کے نام سے کیا ہے۔ موصوف نے ترجمہ کے ساتھ حسبِ ضرورت احادیثِ پاک کی مختصر و عام فہم تشریح بھی فرمائی ہے اور احادیث کی تخریج بھی کی ہے۔

الحمدللہ یہ مکمل کتاب قسطوں میں چھپ کر تیار ہوچکی ہے۔

آسان تفسیر

قرآن کریم کے نزول کا اصل مقصد اس کو سمجھ کر عمل کرنا ہے۔ اس مقصد کو پورا کرنے کے لئے آسان تفسیر کا سلسلہ جاری کیا گیا ہے۔ یہ تفسیر اکابرِ اُمت کی قدیم وجدید مستند ومعتبر تفاسیر کا خلاصہ ونچوڑ ہے۔ جس کو نہایت آسان وعام فہم زبان اور مختصر و جامع انداز میں مولانا محمد یعقوب قاسمی نے قلمبند کیا ہے۔ ترجمہ کلام پاک حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ الحمدللہ یہ تفسیر ۳۲ قسطوں میں مکمل ہوچکی ہے۔

تذکرۃ الانبیاء

اس کتاب میں حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر نبی آخر الزماں محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم تک مشہور پیغمبروں کے واقعات وحالات اور ان کے ماننے والوں کی فلاح ونجات اور جھٹلانے والوں کا انجام تفصیل کے ساتھ مستند طور پر سلیس وعام فہم انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ الحمدللہ یہ کتاب سولہ قسطوں میں تیار ہوچکی ہے۔

نوٹ:- خواہش مند حضرات کے مکمل پتے روانہ فرما کر اشاعتِ دین میں تعاون فرمائیں۔ فجزاکم اللہ

IDARA DAWAT-O-TABLEEGH

Gali No. 2, Aali ki Chungi, Mandi Samiti Road, Saharanpur-247001 (U.P.) Mob.: 9837375773